کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف

تحفۂ اہلِ سنت وجماعت

جلد اوّل

از قلم

ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

باہتمام

حضرت علامہ مولانا پیر سید مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف به

تحفظ اھل سنّت وجماعت

از قلم

ڈاکٹر قاری **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی رضوی عفی عنہ، بانی دارالقلم
اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	آمدم برسرِ مطلب یا مطلب سے فرار	207
	کوکب نورانی صاحب کے حوالہ جات پر دیوبندیوں کے تجزیے کا جائزہ	209
	ابوالاعلیٰ مودودی اور دیوبندی نظریات	211
	سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف، کوثر نیازی صاحب کی گواہی	212
	کوثر نیازی صاحب پر کٹر بریلوی ہونے کا انتساب	214
	دیوبندی موصوف کی بکواس کا جواب	216
	سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت	218
	افاضاتِ یومیہ کی ایک عبارت اور اُس کا جواب	218
	ماسٹر امین اوکاڑوی کا بدعقل اور بدفہم ہونا، تھانوی صاحب کی گواہی	225
	میں تو مالک ہی کہوں گا	226
	سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم، وسیع النظر اور ان کے فتوؤں میں محققانہ شان ہوتی ہے، ترجمان ندوہ کی گواہی	230
	دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کے جھوٹے حوالے	235
	کتاب "هداية البرية" کے متعلق وضاحت	240
	دیوبندی بریلوی اختلاف، اُصولی اعتقادی یا فروعی	245
	رشید گنگوہی کا فتویٰ اور اُس کی حقیقت	246
	دیوبندیوں کے گھر سے شہادت، اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کا	

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم الأمین ،وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ،

اما بعد :

پاک و ہند کی تاریخ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ ایک ہی رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی زبان اور بودو باش بھی ایک جیسی ہی ہے مگر جیسی فرقہ بندی اس خطہ میں پائی جاتی ہے شاید ایسی فرقہ بندی کسی اور خطہ ارضی میں نہ پائی جاتی ہو۔ حیرت کی انتہا تو یہ ہے کہ دین وملت سے بے بہرہ لوگ دین و مذہب کے نام پر علیحدہ فرقہ بھی تشکیل دے دیتے ہیں ، بالکل کورے، ان پڑھ ، جاہل ،اخبار نویس، صحافی و ایکٹر مذہبی رہنما بن کرلوگوں کے مقتدا بننے کے دعوی دار بن بیٹھتے ہیں اور سادہ لوح لوگ بڑی معصومیت سے ان کے پیچھے لگ کرمتاع دین ودنیا گنوا بیٹھتے ہیں ، یہ باتیں صرف کتابوں تک محدودنہیں بلکہ زمینی حقائق کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ماضی قریب کی دوسو سالہ تاریخ ایسے سانحات و واقعات سے بھری پڑی ہے ،تاریخ پر نظر رکھنے والے ارباب فکر ونظر اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ ان پچھلے دوسو سالوں میں کس طرح عوام الناس کے ایمان کو لوٹا گیا اور کس طرح باطل فرقوں کی بنیاد ڈالی گئی ۔

الغرض ان دوسوسالوں میں کافی باطل فرقوں نے جنم لیا اور اہل حق سے محاذ آرائی کی ،تاریخ کے طالب علم سے یہ حقیقت اوجھل نہیں کہ ان باطل فرقوں کی پشت پناہی ملحد و بے دین وغیر مسلم افراد کرر ہے تھے ،اور اس سلسلہ میں عیسائی انگریزوں کا کافی حصہ رہا ہے ،وہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے ان باطل فرقوں کے پشت پناہی کیا کر تے تھے تا کہ وحدتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہوجائے اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے ، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان صراط مستقیم پر جمع ہو کر باطل کو نیست و نابود کر ڈالیں ،لہذا ان میں تفرقہ بازی کا بیج بو کر شاہراہ ئے اعتدال

سے ہٹا کر نئی کئی فرقہ بندیوں میں تقسیم کردیا جائے، پس اس طرح کچھ باطل فرقے ان سازشی عناصر کی پشت پناہی سے پروان چڑھے، اور آج کل جو بھی باطل فرقے موجود ہیں ان کی تاریخ میں سازشی عناصر کا اشیر واد نظر آتا ہے۔

ان باطل فرقوں کی وجہ سے اہل حق کے لئے ماضی میں کافی مشکلات پیدا ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں کیونکہ باطل فرقوں کو دشمنان اسلام کی سپورٹ حاصل تھی اور ہے اور اسی سپورٹ کی بنیاد پر باطل فرقے ابھر کر سامنے آئے، بہرحال قافلہ حق ایسے مشکل حالات میں بھی باطل فرقوں کا مقابلہ کرتا رہا اور دشمنان اسلام کو منہ توڑ جواب دیتا رہا اور آج بھی اسی نہج پر گامزن ہے۔

سازشی عناصر کی سازشیں اور باطل فرقوں کی شرارتیں کم ہونے کا نام نہیں لیتیں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی مقام پر کوئی نہ کوئی بھیس بدل کر قصر اسلام پر حملہ آور ہونے میں کوشاں ہیں، کہیں اہل حق کو سب شتم کا نشانہ بنایا جارہا ہے تو کہیں قتل عام کا، کہیں اپنے قصور کا الزام ان پر ڈالا جارہا ہے، تو کہیں اہل حق ہونے کا دعوی کیا جارہا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ کچھ باطل فرقے اپنے آپ کو اہل سنّت کہلوانے پر مصر ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان فرقوں کا اہل سنّت و جماعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

یوں سمجھ لیجئے کہ سازشیں اور شرارتیں اہل سنّت کے قافلہ حق کے پیچھے سائے کی طرح پڑی ہوئی ہیں، فتنوں کے طوفان اہل حق کے چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں، الحاد اور بے دینی کے آندھیاں سفینہ نجات کو ڈبونا چاہتی ہیں، کفر و بدعت کی کالی گھٹائیں حق و سچ کی اس چاندنی کو بے نور کرنا چاہتی ہیں تو دوسری طرف اہل باطل اسلامی سرحدوں کی طاق میں بیٹھے ہیں، ایسی صورت میں بھی اہل سنّت و جماعت کے علماء بحالت کسمپرسی بھی ان فتوں سے نمبرد آزما ہیں اور ثابت قدمی سے جادہ حق پر کھڑے ہوئے ہیں، اور صراط مستقیم پر حملہ آور ہونے والے شکاری درندوں کی کمین گاہوں کو نیست و نابود کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

راقم الحروف کی لکھی گئی یہ کتاب بھیباطل کے رد پر مبنی ہے الحادو بے دینی کے طلسم کو نیست ونابود کرنے والے تسلسل کی ایک کڑی ہے، اور اس میں راقم الحروف نے اہل سنّت وجماعت پر حملہ کرنے والے ایک باطل فرقہ کی خوب خبر لی ہے ویسےتو جادہ حق سے منحرف ہوکر اپنا ایک علیحدہ فرقہ بنانے والوں کی تاریخ بہت طویل ہے مگر ہم یہاں چند باتیں ہدیہ قارئین کرنا چاہتے ہیں۔

مغل بادشاہ ہمایوں کے دور میں ہندوستان میں شیعیت نے پروبال نکالنا شروع کر دیئے تھے، مغلیہ دربار میں شیعوں کا اثر ورسوخ بڑھ گیا تھا، انہوں نے سب سے پہلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے طعن کا نشانہ بنایا اور پھر ما بین سُنی وشیعہ یہ نزاع اتنا بڑھا کہ بالآخر مغل بادشاہ ہمایوں کو مفتی مکہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنا پڑا، جنہوں نے سلطنت مغلیہ کے تاجدار ہمایوں کے استفتاء پر" تطہیر الجنان" کے نام سے کتاب تصنیف کی ،اس طرح حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت کے حوالے سے یہ فتنہ کچھ عرصہ کے لئے دب گیا اور شیعہ تقیہ کے پردوں میں چھپ گئے، (افسوس کہ تقیہ کے پردوں میں چھپے ہوئے روافض مختلف شکلوں کے ساتھ، مختلف بھیس بدل کر لوگوں کو گمراہ کرنے میں دور حاضر میں بھی مشغول ومصروف ہیں، اور آپ کی شخصیت کو اہل اسلام میں مطعون ومتنازعہ بنانا چاہ رہے ہیں حالانکہ اہل سنّت کے مابین سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا معاملہ متنازع ومختلف فیہ رہا ہی نہیں، البتہ اہل سنّت اور اہل شیعیت کے درمیان یہ مسئلہ ضرور متنازع ومختلف فیہ رہا ہے)

پس جب شیعوں کی ریشہ دوانیاں اندرونِ خانہ بڑھ گئیں اور ملت اسلامیہ کے بنیادوں کو دیمک کے طرح چاٹنے لگیں تو ایک بار پھر امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم حرکت میں آیا اور آپ نے ایک لاجواب کتاب تصنیف کر ڈالی، میرا اشارہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب "رد روافض" کی جانب ہے، بہرکیف ہمایوں کے دور میں باقاعدہ طَور پر

شیعیت ہندوستان میں نمودار ہوئی اور یہاں کے لوگ دوگروہوں میں بٹ گئے، لیکن چونکہ شیعیت مسلمانوں سے ہٹ کر ایک علیحدہ فرقہ کی صورت میں تھی اور ان کے معمولات بھی اہل اسلام سے جداگانہ تھے اس لحاظ سے عوام کو بھی ان کا پہچاننا کوئی خاص مشکل نہ تھا اور علماءِ حق کو بھی حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں بھی زیادہ مشکلات درپیش نہ آئیں (کیونکہ تھوڑی بصیرت رکھنے والا آدمی بھی یہ فیصلہ بآسانی کر لیتا تھا)

پس برصغیر کے مسلمانوں میں کوئی تفرقہ اندازی نہ تھی تمام مسلمان جماعت حق یعنی اہل سنّت و جماعت کے ساتھ وابستہ تھے اور ان کے معمولات شب وروز اہل سنّت کے طریق پر تھے کوئی ایک ایسا شخص بھی نہ تھا جو اہل سنّت سے بغاوت کرتا ہو (اور لوگ اسے مسلمان سمجھتے ہوں) پھر مغل بادشاہ اکبر کے دور میں ایک فتنہ رونما ہوا جسے دین اکبری کے نام سے جانا جاتا ہے، اکبر بادشاہ نے اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے ہندؤ مسلم بھائی چارہ کے نام پر دین اکبری کی بنیاد ڈالی جس میں الحاد و بے دینی کے اصولوں کو ملحوظ رکھا گیا تھا ،اس وقت اہل سنّت و جماعت کے عظیم پیشوا حضرت امام ربانی ،مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کا جوانمردی سے مقابلہ کیا اور اس فتنہ کو اس کے آخری انجام تک پہنچایا۔

تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء اہل سنّت نے اسلام پر حملہ آور ہونے والے فتنوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے رد میں بیشمار کتابیں تصنیف فرمائیں لوگوں میں شعور وآ گاہی پیدا کرنے کے لئے مختلف عملی اقدام اُٹھائے اور اس سلسلہ میں آنے والی تمام صعوبتوں کو بسر وچشم قبول کیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حق کی حمایت کرتے ہوئے رافضیوں کی تردید میں کتاب ترتیب دینا ایک ایسا شان دار کارنامہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے مگر کند ذہن وبد باطن افراد اس پر بھی طعن کرتے ہیں کہ معاذ اللہ برصغیر کے مسلمانوں کو لڑانے میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا کردار ہے حالانکہ امام ربانی رحمۃ

اللہ علیہ نے احقاق حق کا فریضہ سرانجام دیا اور خبیث کو طیب سے جُدا کرڈالا، اورانہوں نے جس بات کوحق سمجھا اسے بالکل واضح اورواشگاف الفاظ میں بیان کیا،مگرقلبی حسدوعنادکا کیا کیا جاسکتا ہے کہ ایک تعمیری اور مثبت قدم بھی آدمی کو بوجہ مرض دل تخریبی ومنفی نظرآتا ہے، اورآدمی جب بصیرت دل سے محروم ہوجائے تو اُسے ہنر بھی عیب لگنے لگتا ہے، یہاں کے جاہل و بے دین لوگ اپنے فرسودہ خیالات اورجاہلانہ افکارکواتحاد بین المسلمین کا نام دیتے ہیں اورجوشخص حق وباطل میں امتیاز قائم کرنے کی کوشش کرے اسے متشدد اورکفرسازی کی مشین قراردینے لگتے ہیں ،اورجس طرح ہم عرض کرچکے کہ ملحدوں کے طعن کا نشانہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی بنے بالکل اسی طرح سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پربھی اعتراض کیا گیا، جب آپ نے گستاخ اور بےادب لوگوں کی گستاخیوں و بےادبیوں کی نشاندھی فرمائی،آپ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ معاذاللہ آپ نے مسلمانوں کو باہم لڑادیا،مگرحقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی اسی طعن کا تسلسل تھا جوکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پرکیا گیا تھا،نہ توامام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کے مسلمانوں کوآپس میں لڑایا اورنہ ہی امام اہلِ عشق ومحبت سیّدی اعلی حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو دست وگریبان کیا، بلکہ ان نفوس قدسیہ نے توعقائداہل سنّت کی ترجمانی کی ہے،اوررد بدعات ومنکرات کا فریضہ سر انجام دیا، جاہل و بےدین لوگ بوجہ جہالت وبےدینی اسے افتراق وانتشارقراردیں تو یہ ان کی مرضی، ورنہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

یہ اسی طرح کا پروپیگنڈا تھا جواس سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بےدین وملحد لوگ پھیلا چکے تھے مگر جس طرح جھوٹے پروپیگنڈا سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان ووقار میں کوئی فرق نہیں پڑا اسی طرح طرح مجدد دین وملت سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان وعظمت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا ،ان دونوں مجددوں کے ماننے والے پُوری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اوردین متین کی سربلندی وتبلیغ کا

فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ، فیضان امام ربانی اور فیضان سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مشرق ومغرب میں اہل ایمان کے دلوں کو تابندہ ومنور کررہا ہے، منکر اپنے غیظ وحسد میں جل رہے ہیں مگر ان نفوس قدسیہ کی شمع آج بھی اسی طرح فروزاں ہے جس طرح پہلے تھی ۔
اگر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دینِ اکبری کے خلاف علم جہاد بلند نہ کرتے تو آج مسلمان ماتھے پر قشقہ لگائے ہنومان کی پُوجا کررہے ہوتے ،عیدا لفطروعیدالاضحیٰ کی بجائے ہولی و دیوالی منائی جارہی ہوتی،آب زمزم کے پاکیزہ و پوتر پانی کے بدلے گاؤموتر پیا جارہا ہوتا ،وضو،غسل کی بجائے گنگا اشنان ہورہا ہوتا،مگر آج مسلمانانِ پاک و ہند سختی سے احکام اسلام پر عمل پیرا ہیں تو یہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کا صدقہ ہے ۔
اور عقائدِ اہل سنّت پر سختی سے قائم ہیں تو یہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں عطیہ ہے،مگر ساتھ ہی بڑے دُکھ اور افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ جس وقت ان دو مجددوں نے اسلام کی ترویج وتبلیغ کا پرچم بلند کیا اس وقت کچھ درباری مولوی اپنا روایتی درباری کردار نبھانے میں مصروف تھے،اکبری دَور کے درباری مُلا اکبر کے شانہ بشانہ الحاد و بے دینی کے لئے کمر بستہ تھے اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دَور کے وہابی مُلاں انگریزوں کے ساتھ مل کر دین اسلام کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف ومشغول تھے۔
بہرحال حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر حق وسچ کو واضح فرمایا اسی طرح چودھویں صدی کے مجدد سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر گستاخوں اور دریدہ دھنوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا ،سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر وتصنیف نے گستاخوں ومنکروں کی صفوں میں ماتم برپا کردیا،اور تمام گستاخ و منکر یکجا جمع ہوکر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف منظم منصوبہ بندیاں کرنے لگے اور اس سلسلہ میں یہ منظم تحریک چلائی گئی کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مسلمانوں میں تفریق وانتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں ،اور معاذ اللہ مسئلہ تکفیر میں جَری و بیباک

ہیں، یہ اسی طرح کا پروپیگنڈا تھا جو اس سے پہلے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بے دین وملحد لوگ پھیلا چکے تھے۔

منکروں کی زبان پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بُرائی تھی اور آپ کے خلاف جھوٹی افواہیں گھڑی جارہی تھیں اور ایسی بے سروپا باتوں کی تشہیر کی جارہی تھی جن کا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا، آپ نے کبھی بھی کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا، ہاں البتہ جو لوگ کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے اسلامی عقائد کو الوداع کہہ چکے تھے آپ نے ان کی نشاندہی ضرور فرمائی، منکروں اور بے ادبوں کے نزدیک یہی آپ کا سب سے بڑا جرم تھا، جس کی وجہ سے الزامات واعتراضات و سب وشتم کا بازار گرم کیا گیا، ورنہ خود منکر بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم وکمال کے قائل تھے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے مناظر اعظم مولوی منظور نعمانی صاحب نے کہا ہے کہ:

"ایک دفعہ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ: آپ نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں زیادہ دیکھی ہیں آپ کا کیا اندازہ ہے انہوں نے میرے لئے اور ہمارے اکابر کے بارے میں جو لکھا ہے کیا انہیں واقعۃً غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے وہی سمجھا یا دیدہ دانستہ انہوں نے یہ تہمتیں لگائیں؟

پھر خود ہی فرمایا: کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان اور خدا کا خوف ہو وہ دیدہ دانستہ ایسی تہمتیں لگائے؟

میں نے عرض کیا حضرت! حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، لیکن میں ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بے علم نہیں تھے بڑے ذی علم تھے۔

کم فہم اور غبی بھی نہ تھے بڑے ذہین اور اور بہت ہوشیار آدمی تھے، اس لئے میرے دل نے تو کبھی یہ بات قبول نہیں کی کہ ان کو غلط فہمی ہوئی، کوئی غبی و بے علم آدمی ہوتا تو اس احتمال

کی گنجائش ہوتی۔۔۔الخ۔[1]

مذکورہ بالا حوالہ میں سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور ذہانت کو تسلیم کیا گیا ہے اورصرف وجہ اختلاف یہی مترشح ہوتی ہے کہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بے سروپا عقائد کی تردید کی اوران کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کو پشت از بام کیا،اوراسی جرم کے پاداش میں آپ کے خلاف جھوٹی افواہوں کا طوفان برپا کیا گیااور یہ صرف اسی لئے ہورہا تھا کہ دیوبندیوں کے کفریات کو کفر نہ کہا جائے،مگرسیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان مجرموں کو کیسے معاف کرسکتے تھے جنہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد پرحملہ آورہو کر کذّابوں اوردجالوں کوجھوٹے دعوی نبوت کی راہ فراہم کی۔

آپ کا قلم ان لوگوں کے ساتھ کیسے رعایت کرسکتا تھا جنہوں نے شانِ نبوت ورسالت کا ذرہ بھی لحاظ نہ رکھتے ہوئے مجانین وبہائم کی مثالیں پیش کیں،آپ ان لوگوں کے متعلق کیسے سکوت کر سکتے تھے جو دن دھاڑے لوگوں کے دین وایمان پرڈاکہ ڈال رہے تھے،آپ ان لوگوں کے متعلق کیسے مداہنت اختیار کر سکتے تھے جو دن کے اُجالے میں امکان کذب کی صدائیں بلند کررہے تھے۔

ہمیں فخر ہے کہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منکروں اور بے ادبوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا،منکرین کا مکروہ چہرہ عوام الناس کے سامنے بے نقاب کیا،آپ کے قلم نے لکھا اورضرورلکھا،مگر بصورت تکفیر رضا کے قلم کا ہدف منکرو بے ایمان لوگ تھے نہ کہ صحیح العقیدہ مسلمان،سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قصور یہ تھا کہ آپ نے اُن لٹیروں کو بے نقاب کیا جوتوحید کے نام پرتوہین رسالت کر کے بھولے بھالے مسلمانوں سے متاع دین وایمان لوٹ رہے تھے۔

آپ کا قصور یہ تھا کہ آپ نے دجّالوں کذّابوں کی نقاب کشائی کی اورغفلت کی میٹھی نیند

---

[1] بریلوی فتنہ کا نیاروپ،ص 15۔16،عرفان افضل پرنٹنگ پریس،لاہور۔

میں سوئے ہوئے اہل ایمان افراد کو جگایا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کو متنبہ بھی کیا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنی خود فرماتے ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ اُن بلا کے چوروں سے تھا جو آنکھ سے کاجل چُرانے کے فن میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، ایسے عیار چور سرمایہ ایمان کو چوری کیے بغیر کب چھوڑتے، لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہمت وجوانمردی سے ڈٹ کر ان دشمنان دین کا رد کرتے ہوئے کتب ورسائل تصنیف کئے اور اس طرح احقاق حق کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ان موت کے سوداگروں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اور اسی طرح آپ نے اپنی تحریر وتصنیف کے ذریعے سَرزمین ہند گستاخ وبے ادب رہزنوں کے لئے تنگ کردی، کسی بھی گستاخ وبے ادب کو اپنی کفریہ عبارت پر مناظرہ کرنے کی جُرأت نہ ہوتی تھی۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ کے ذریعے صاحب بصیرت لوگ ان بھیڑنما بھیڑیوں کو پہچان چکے تھے کہ ان کی مولویانہ شکل وصورت کے پیچھے بھیانک ومکروہ چہرے چھپے ہوئے ہیں۔ سرزمین ہند میں وہابیت کا کھیل چند سازشی عناصر کے اشارے پر کھیلا جا رہا تھا، غیر مسلم قوتیں عبدالدینار والدراہم مولویوں کو چھ سو روپے کے عوض خرید کر کے عالم اسلام کے عقائد ونظریات کے خلاف استعمال کر رہی تھیں، ان دُنیا کے پجاریوں سے تفریق وانتشار کا کام لیا جا رہا تھا، یہ گستاخ پجاری اپنے بت کدوں میں بیٹھ کر دشمنان اسلام کی آشیرباد پر انبیاء واولیاء کو اپنے توہین آمیز جملوں کا نشانہ بنا رہے تھے، مسلمانان

عالم شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ادنی سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتے، چاہے وہ گستاخ مولویانہ شکل وصورت میں شرک وبدعت کے نعرہ کے پیچھے چھپا ہو یا سلمان تاثیر جیسی مکروہ شکل میں، ہرصورت میں ایک سچا مسلمان گستاخ کا قلع قمع کر کے ہی دم لیتا ہے، اوراس سلسلہ میں تختہ دار کوا پنے لئے بخشش ومغفرت کا وسیلہ سمجھتا ہے،مگر ساتھ ہی ہمیں ان رو سیاہ رہزنوں پر افسوس ہوتا ہے جنھوں نے ایسے عاشقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں اور پاسبانوں پر قاتل ہونے کا فتوی لگایا،اوران وفاوجا نثاری کے مجسم پیکروں کا عامیانہ وسوقیانہ انداز میں ذکرکر کے سلمان تاثیر جیسے مَردود کے خاندانوں احباب کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی ،جیسا کہ اسی دیو بندی موصوف نے (جس کی کتاب کے رد میں راقم الحروف نے یہ کتاب لکھی ہے)

مشہور عاشقِ رسول حضرت غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کاان عامیانہ وسوقیانہ الفاظ میں ذکرکیا ہے،ملا حظہ ہو:

"اگرآج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو معا ذ اللہ کالا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جا تا ہے،اورآپ قاتل کو کندھوں پر بٹھادیتے ہیں"۔[1]

قارئین کرام ! آپ خود مُلاحظہ فرمائیں کہ کس طرح ایک گستاخ ودریدہ دھن کے ساتھ ہمدردی کی جارہی ہےاور یہ لکھ کرکہ" بقول آپ کے" کس طرح شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی پر پردہ ڈالا جارہا ہے،اوراس جیسوں کوتحفظ فراہم کرنے کی سعی لاحاصل کی جا رہی ہے،اورساتھ ہی یہ بھی شہ دی جارہی ہے کہ ایسے جملوں کو گستاخی قرار دینا صرف اہل

---

[1] دفاع،ص25، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

سنّت و جماعت کے بقول ہے، باقی دیوبندی اس کے قائل نہیں۔

جناب من! یہ تو پُوری دُنیا جانتی ہے کہ سلمان تاثیر مَردود نے گستاخی کی تھی اور اس ملعون گستاخ کی وڈیو بمع آڈیو پاکستان کے نشریاتی اداروں نے نشر کی تھی اور اس کا ثبوت آج بھی یوٹیوب پر وڈیو کی صورت میں موجود ہے، اور اس کی گستاخی کے متعلق مختلف اخباروں نے خبر بھی شائع کی تھی، لہٰذا بقول آپ کے کی قید لگا کر گستاخوں، ملحدوں، بے دینوں کو سہولت کاری کا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش نہ کریں۔

ہاں! البتہ ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے ہمارے علماء نے ہی ملعون کے اس بیان کو کفر و گستاخی پر مبنی قرار دیا تھا، اور تقریر و تحریر کی صورت میں اپنے ردِ عمل کا اظہار بھی کیا، اور ہمیں یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس ملعون شاتم کو واصل بجہنم کرنے والا مردِ مجاہد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قافلے کا ہی ایک شہسوار تھا، اور آپ کی ہی محبت و عقیدت سے سرشار تھا۔

جب دیوبندی موصوف سلمان تاثیر جیسے ملعون کی گستاخی کو ہمارے بقول ہی سمجھتے ہیں تو پھر وہ صاف اور سیدھے انداز میں دوٹوک کیوں نہیں کہہ دیتے کہ سلمان تاثیر نے کوئی گستاخی نہیں کی اور وہ دیوبندی مذہب کا ہیرو تھا۔ اور جہاں تک حضرت غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کندھوں پر بٹھانے کی بات ہے تو الحمد للہ یہ سعادت بھی ہمیں ہی حاصل ہے، اور اس عاشقِ رسول کے جنازہ کو کندھا دینے والی بھی اہل سنّت و جماعت تھے، اور ہم تو ایسے عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کو بھی سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں، اور اُن سے نسبت کو دارین کی فلاح و کامیابی کا موجب بھی۔

دیوبندی موصوف کے اس اعتراض میں حضرت غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شامل خلقت سے بغض چھپا ہوا ہے، عوام کا یہ ہجوم جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شامل ہوا دیوبندیوں سے برداشت نہ ہو سکا اور اسی حسد کی آگ میں

سوزاں وبریاں ہیں کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں ایسی نماز جنازہ کسی دیوبندی مولوی کو نصیب نہیں ہوئی۔ خلقت کا ہجوم تو دیو بندی مولویوں کے جنازہ میں کیا خاک ہوگا بلکہ ان میں تو ایسے بھی ہوتی ہیں جن کا منہ بھی نہیں دکھلایا جاتا، اور اخبارات کو مجبوراً لکھنا پڑتا ہے کہ طبی وجوہات کی بنا پر چہرہ نہیں دکھلایا گیا

یہ میت کس بے ادب کی ہے کہ منہ دکھانے کے قابل نہیں

بہرحال! حضرت غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو سچ ثابت کردکھلایا کہ "بیننا وبینکم یوم الجنائز "۔[1]

"یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان جنازہ کے روز فیصلہ ہوگا"۔

الغرض امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے مطابق حضرت غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے نے واضح کر دیا کہ وطن عزیز کے مسلمان سلمان تاثیر کو گستاخ ہی سمجھتے ہیں، البتہ دیو بندی سلمان تاثیر کو گستاخ نہ سمجھیں تو اُن کی مرضی، ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ تو سلمان تاثیر ہے، دیوبندی تو آسیہ ملعونہ کی بھی وکالت کر سکتے ہیں۔ باقی اگر دیوبندیوں کا کوئی غنڈہ یا دہشت گرد قتل کر دے یا دہشت گردی پھیلا دے تو دیوبندی اسے میر کاروان عزیمت کہتے ہوئے بھی نہیں تھکتے، غاصبوں اور قبضہ گیروں کو بھی شہادت کی سند عطا کر دیتے ہیں، جس کی مثال اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ دیوبندی علی شیر حیدری نے خیر پور کے مہنگے ترین علاقہ میں ایک پلاٹ پر قبضہ کیا اور اس قبضہ کی وجہ سے ذاتی دُشمنی پیدا ہوگئی اور اسی قبضہ کی پاداش میں اسے قتل کر دیا گیا، مگر دیوبندی اسے آج بھی شہید لکھتے ہیں، اور اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں غاصبوں، بھتہ خوروں، ڈکیت اور چُوروں کو لقب شہید کے اعزازات سے نوازا گیا، مگر حضرت غازی ملک ممتاز

[1] سؤالات السلمي للدارقطنی (472)، مناقب الامام احمد بن حنبل، ص 560، وسیر اعلام النبلاء 340\11، وغیرھم

حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبندی موصوف نے محض قاتل قرار دیا، دیوبندی موصوف کی سلمان تاثیر جیسے گستاخ کے ساتھ یہ ہمدردانہ روش ثابت کر رہی ہے کہ وہ بھی ان چالیس چوروں کے ساتھی ہیں جو وطن عزیز کے آئین سے تحفظ ناموس رسالت کی شق کو ختم کرنا چاہتے تھے، تاکہ ان کو اور ان کے ہمنواؤں کو گستاخی اور بے ادبی کرنے کا موقع مل سکے، مگر جب تک حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فدا ہونے والے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ان کی یہ تمنا اور آرزو ہرگز پوری نہ ہوگی، ان شاء اللہ العزیز۔

بہرکیف یہ باتیں تو ضمناً تحریر ہوگئیں ہم آپ کو برصغیر میں ہونے والے مذہب بگار کی بابت آگاہ کر رہے تھے، فتنہ شیعیت کے بعد ہندوستان میں ایک اور فتنہ نمودار ہوا جسے فتنہ وہابیت سے موسوم کیا گیا ہے، روافض تو اپنا ایک علیحدہ دین و مذہب رکھتے تھے اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو اہل سنّت میں شمار کرتے تھے، مگر وہابیت پھیلانے والے اہل سنّت و جماعت سے تعلق رکھنے کے دعویدار بھی تھے تو اصول وقواعد اہل سنّت کو ماننے کے مدعی بھی، اس لحاظ سے یہ فتنہ شیعیت سے ذرا مختلف تھا کیونکہ بہروپیے اہل سنّت کے لباس میں شکار کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اپنی وہابیانہ کمین گاہوں پر اہل سنّت کے نام کے سائن بورڈ آویزاں کر رکھے تھے (جیسا کہ جناب موصوف نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے اپنی کتاب پر بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا ٹائٹل قائم کیا ہے) تاکہ سادہ لوح سنّی مسلمانوں کو دھوکہ دیا جا سکے، اور بھولے بھالے سنّی مسلمانان کے جال میں پھنس جائیں۔

ہندوستان میں وھابیت کی ابتداء

ہندوستان میں وہابیت کی شروعات اس طرح ہوئی کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک فرد اسماعیل دہلوی نے نجدی نظریات سے متأثر ہوکر ایک رسالہ "ردالاشراک" اور پھر اس کی شرح "تقویۃ الایمان" کے نام سے لکھی ، جس میں شرک وبدعت کے نام پر انبیاء واولیاء کی توہین کی گئی، توحید کے نام پر ایسی

توجیہات وتشریحات کی گئیں جس کی وجہ سے نہ تقدس الوہیت باقی رہا اور نہ ہی شان رسالت محفوظ رہ سکتی تھی، اسماعیل دہلوی کے ان افکار ونتائج کی وجہ سے پوری ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی، کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں نے کبھی بھی توحید کے نام پر ایسی تعبیرات وتشریحات نہیں سنی تھیں، جن کی وجہ سے انبیاء واولیاء کی توہین لازم آئے، لہذا "تفویۃ الایمان" کے مندرجات کے خلاف شدید ردعمل ظاہر ہوا، عوام وخواص سبھی نے "تفویۃ الایمان" کے مندرجات سے اظہار بیزاری ظاہر کی، جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے خود اسماعیل دہلوی کے چاہنے والوں نے لکھا ہے کہ:

"اسی طرح حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے جو یہ درد بھرے دل کے ساتھ لکھا ہے، اس کی صداقت میں کیا شک ہے؟ کہ:

"۲۴ ذیقعدہ ۱۲٤٦ھ سے لے کر اس دن تک جس کو سو برس سے زائد ہوئے، شاید کوئی دن طلوع ہوا ہو جس کی صبح کو اس شہید اسلام (حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی، جس کی اور فضیلتیں برطرف اس کی شہادت مسلم اور شہداء کی مغفرت مسلم تکفیر وتضلیل میں کوئی فتوی نہ نکلا ہو، لعنت، سب وشتم کا کوئی صیغہ نہ استعمال کیا گیا ہو، فقہ وفتاوی کی کوئی دلیل ایسی نہیں جو اس کے کفر کے ثبوت میں نہ پیش کی گئی ہو، وہ ابوجہل وابولہب سے زیادہ دشمن اسلام خارج ومرتدین سے زیادہ مارق من الدین وخارج از اسلام فرعون وہامان سے زیادہ مستحق نار، کفر وضلالت کا بانی، بےادبوں اور گستاخوں کا پیشوا، شیخ نجدی کا مکلف وشاگرد بتایا گیا"۔ [1]

یہ عوام وخواص کا وہ ردعمل تھا جس کی گواہی پرستاران اسماعیل دہلوی نے بھی دی، یعنی سو سال کے عرصہ تک برصغیر کے مسلمان ہر صبح وشام اسماعیل دہلوی سے اظہار بیزاری کیے

---

[1] تذکرہ شہید، ص 244-245، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

کرتے تھے، اوراس کے کفریہ عقائدونظریات کی وجہ سے کفرو بے دینی کےفتوی لگاتے تھے، اسماعیل دہلوی کے ان وہابیانہ نظریات سے نہ صرف برصغیر کےعوام وخواص نے اظہار بیزاری کیا بلکہ خود خانوادہ ولی اللہی نے بھی اسماعیل دہلوی کےافکاروخیالات کومسترد کردیا،اورانہوں نے بھی دیگرعلماءکرام کی طرح "تقویۃالایمان" کےمندرجات کاتعاقب کیا، اس سلسلہ میں حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی اورشاہ محمدموسی کے لکھے گئے خطوط وکتابیں شاہد ہیں، چنانچہ شاہ رفیع الدین دہلوی صاحب کےصاحبزادےشاہ محمدموسی وہابیہ کاردکرتے ہوئے" حجۃالعمل" میں تحریرفرماتے ہیں:

"دریں جا سخنے است واجب التنبیه که استعانت از غیر خدا بوجہے که او را خالق عون ومستقل در تصرف داند حرام است واگر او را مظہر عون الہی دانسته استعانت نماید جائز است واین نوع استعانت از صحابه تا حضرت مولوی شاه عبد العزیز صاحب ومولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیره ، بخوبی ثابت کردیده است پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام نیست ونه کسے مدعی آن واگر معنی دویم اراده کرده است شک نیست در خروج او از اہل حق ودخول در مذہب نجدیه که کافه علماے عرب وعجم خصوص دریں مسئله ضلال اوبادله قطعیه ثابت کرده اند"۔

ترجمہ: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ غیرخدا سےاستعانت اس طریقہ پرکرنا کہ اس کوخالق عون اورتصرف میں مستقل بالذات ماننا تو یہ حرام ہےاوراگرا سےعون الہی کا مظہر سمجھ کراستعانت کی تو یہ جائز ہےاوراس قسم کی استعانت صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے لےکرحضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اورحضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تک

تصحیح المسائل وغیرہ کتب میں بہت اچھی طرح ثابت کی جاچکی ہے۔

لہٰذا اگر (منکر استعانت) قائل کا مقصد پہلے والے معنی ہیں تو اس (پہلے والے معنی کے حرام وکفر ہونے) میں کوئی کلام نہیں اور اس معنی کا کوئی مدعی بھی نہیں اور اگر قائل نے دوسرے معنی کا ارادہ کیا ہے (یعنی غیر اللہ کو عون الہٰی کا مظہر سمجھ کر استعانت کو حرام وکفر کہا ہے) تو اس قائل کے اہل حق کی جماعت سے نکلنے اور نجدی فرقہ کے اندر داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیوں کہ تمام عرب وعجم کے علماے کرام نے خاص طور سے اسی مسئلہ میں قطعی دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی ثابت کردی ہے"۔ [۱]

اور جب خانوادہ ولی اللٰہی نے بھی وہابیانہ افکار ونظریات سے بیزاری اختیار کی تو اس خاندان کو بھی بدعتی قرار دیا گیا، چنانچہ ابُوالحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے وقت سے یقیناً قرآن وحدیث ان لوگوں کا وظیفہ تھا، سنّت وشریعت کی نہریں ہندوستان سے اور ہندوستان سے باہر یہیں سے جاری ہوئیں، لیکن اس کے باوجود آپ کے وقت تک حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وشاہ عبدالقادر صاحبؒ کی موجودگی میں اس خاندان میں بہت سی بدعات ورسوم رسمًا جاری تھیں، بیوہ کا نکاح ثانی اسی طرح غیر مروّج تھا جس طرح دوسرے خاندانوں میں۔

بی بی کی صحنک ہوتی تھی، گیارھویں کا کھانا آتا تھا، شاہ صاحبؒ نے قولاً وعملاً اس کی مخالفت کی، اور یہ چیزیں موقوف ہوئیں۔ [۲]

دہلوی صاحب کے ان نئے خودساختہ عقائد کی وجہ سے دہلی میں ہی ہنگامہ برپا ہوگیا، اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے ابُوالحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" چند ہی دنوں میں لال قلعہ سے لے کر جھونپڑوں تک زبانوں پر آپ کا نام تھا، گھر گھر آپ

---

[۱] تاریخی فتوی، ص60، تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں

[۲] کاروان ایمان وعزیمت، ص22، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی۔

کے مواعظ اور" نئے عقائد" کا چرچا تھا، کہیں بھلائی سے کہیں بُرائی سے، لیکن بُرائی سے زیادہ اکثر لوگوں کو یہ باتیں نئی معلوم ہوئیں، عورتیں اور دلی کے بڑے بوڑھے کہتے تھے کہ یہ اسماعیل کون سا نیا عالم پیدا ہوا ہے، جو روز نئی نئی باتیں کہتا ہے جو آج تک دہلی کے عالموں اور ہمارے بزرگوں نے نہیں کہیں، چند ہی دنوں میں دہلی ایسے شہر میں جہاں آپ کے خاندان کا سکّہ چل رہا تھا، آپ کے سیکڑوں مخالف پیدا ہو گئے، ہر وقت آپ کی جان کا خطرہ تھا، دُنیا دار و پیشہ سر علماء و مشائخ نے اہل کتاب کے احبار و رُہبان کی عادت کے مطابق جیسا کہ قرآن میں ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ".

"اے ایمان والو! بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں"۔

سارے شہر میں آپ کے خلاف آگ لگا دی اور وہ سارے ہتھیار آپ کے خلاف استعمال کئے جو اہلِ ہَوا، علماء سوء اہل حق کے خلاف استعمال کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر عوام آپ کے نام سے بیزار ہو گئے، دِلّی کی اوباش آپ کی جان کے دشمن ہو گئے، سر بازار آپ کو گالیاں دی جاتیں اور سارے شہر میں آپ سے بُرا کوئی نہ تھا، عبداللہ بن سلام کی طرح لوگ آپ کے باب میں بھی بھول گئے کہ آپ کس کے پوتے اور کس کے بھتیجے اور خود کیا ہیں"۔ [1]

ابُوالحسن علی ندوی صاحب کا عوام و خواص سے یہ شکوہ بھی بے جا ہے جب اسماعیل دہلوی صاحب کے نظریات و عقائد ہی اپنے والد گرامی اور دادا کے خلاف تھے، پس لوگ ان

---

[1] کاروان ایمان و عزیمت، ص24۔25، مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی۔

رشتوں کی وجہ سے اسماعیل دہلوی صاحب کا کیسے احترام کر سکتے تھے۔ جب رشتہ قائم رکھنے والے نے ہی ایک علیحدہ راہ اختیار کر کے اپنا رشتہ شاہ ولی اللہ اور خاندان شاہ ولی اللہ سے ختم کر ڈالا تو لوگ اس رشتہ کا پاس ولحاظ کیوں رکھتے خود دیوبندی تصانیف میں بھی اس بات کا اقرار موجود ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے مسلک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کیا، چنانچہ" امداد المشتاق" میں مرقوم ہے کہ:

" چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر انکار فرمایا"۔ [۱]

پس اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسلکی اختلاف موجود تھا۔ اور اسماعیل دہلوی صاحب کے وہی اختلافات (جو کہ جمہور اہل سنّت کے خلاف تھے) آگے چل کر دیوبندیت کے نام سے موسوم ہوئے، اسماعیل دہلوی صاحب اپنے اختلافات کا الزام علماء ماقبل (یعنی شاہ ولی اللہ، اور ان کے متوسلین) کو دیتے تھے۔ اسماعیل دہلوی صاحب اپنے ان نئے خود ساختہ وخود تراشیدہ عقائد کو ظاہر نہ کرنے کا الزام علماء متقدمین کو دیتے تھے، جیسا کہ ابُوالحسن علی ندوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

" آپ سے لوگ اس کی شکایت کرتے تو آپ فرماتے کہ بھائی ان کا قصور نہیں ہے، یہ ہمارے علماء کا قصور ہے کہ کیوں انھوں نے پہلے ہی سے واشگاف بیان نہیں کیا جس کے سننے سے اب اُن کو وحشت ہوتی ہے"۔ [۲]

حالانکہ خود ان کے خاندان میں ایسے ممتاز افراد گزرے تھے جن کے سامنے اسماعیل دہلوی کی کوئی حیثیت نہ تھی، اسماعیل دہلوی صاحب کے ان خود ساختہ نظریات نے برصغیر میں

---

[۱] امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص 28، مکتبہ امداد اللہ مہاجرمکی، محلہ خانقاہ دیوبند۔

[۲] کاروان ایمان وعزیمت، ص 25۔

مذھبی بگاڑ پیدا کیا، اور اس بات کا خود انہیں بھی اندازہ تھا مگر وہ کہتے تھے کہ لوگ خود لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے، مگر یہ لڑائی آج تک جاری ہے اور اب تقریبًا دوسو سال پورے ہونے کو ہیں لیکن یہ لڑائی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی بدستور جاری ہے۔

عزیزان محترم! یہ وہ سنگین فتنہ تھا جس کی وجہ سے شیرازہ امت منتشر ہو گیا اور وحدت و جمعیت تفرق وتشتت کا شکار ہوگئی اور امت مسلمہ کو جو نقصان پہنچا اس کی تلافی شاید صدیوں تک نہ ہو سکے۔

"تفویۃ الایمان" کے مندرجات سے بیزاری، اختلاف رائے رکھنے والا صرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ہی نہ تھا بلکہ اس خاندان کے تلامذہ نے بھی اس کے مندرجات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اس سلسلہ میں رشید المتکلمین حضرت مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علّامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منور الدین دھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رحمۃ اللہ اور مفتی صدرالدین آزردہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

ان علمائے وقت نے تقریر وتحریر کے ذریعہ اپنی سرگرمیاں ظاہر کیں اور تفویۃ الایمانی فتنہ کا تعاقب کیا، کتابیں تحریر کر کے" تفویۃ الایمان" کے مندرجات کی تردید کی، مگر ساتھ ہی افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بعض سقیم و بیمار اذہان جو کہ اپنا تعلق خانوادہ ولی اللٰہی سے جوڑنے کے دعویدار تھے (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان وتلامذہ کے نظریات وافکار کے برعکس)انہوں ہے ان گستاخانہ نظریات کو خوب پھیلایا ،جس کی وجہ سے یہ گستاخانہ نظریات پوری ایک فرقہ کی صورت میں نمودار ہوئے جس کو آج کل دیوبندیت کہا جاتا ہے۔ دیوبندیت انہیں افکار وآراء کا مجموعہ ہے جسے کچھ عرصہ پہلے برصغیر کے علماء مسترد کر چکے تھے۔

کچھ "دفاع" کے بارے میں!

دیوبندی موصوف نے برعکس نام نہند زنگی را کافور کے مصداق وھابیانہ دفاع میں لکھی گئی کتاب کا نام" دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" رکھا ہے، حالانکہ اس کتاب کا اہل سنّت و جماعت سے دور کا بھی تعلق نہیں، صرف دیوبندیوں کی خباثتوں اور گستاخیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اوراس کتاب میں روایتی طور پر وہی پرانے اعتراضات کئے گئے ہیں، جن کا علماء اہل سنّت و جماعت دندان شکن جواب پہلے ہی دے چکے ہیں، اور وہی پرانی باتیں دھرائی گئی ہیں جن کا بارھا قلع قمع ہو چکا ہے، مگر دیوبندی اپنی ھٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آتے اوران ہی پرانے گھسے پٹے اعتراضوں کو پھر دوبارہ اپنی کتابوں کی سیاہی میں تبدیل کر دیتے ہیں، دیوبندی موصوف نے بھی اس روش کو برقرار رکھا ہے۔

راقم الحروف کا پہلے خیال تھا کہ شاید کوئی نئی بات اس کتاب میں ہو اور کوئی نئی تحقیق پڑھنے کو ملے مگر راقم الحروف کا اندازہ اس وقت غلط ثابت ہوا جب نئی تحقیق کے بجائے پورے مضامین کو ہی سرقہ شدہ پایا۔

مذکورہ دیوبندی کتاب کا جامع جاہل و بے علم ہے اور علمی طور پر یتیم بھی، اس دیوبندی کو جاہل دیوبندی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

افسوس تو ان لوگوں پر ہی جنہوں نے موصوف کو اپنی محفل کا تیس مار خاں سمجھ رکھا ہے جبکہ موصوف کی حقیقت چمگادڑ جیسی ہے جسے دن کے اجالے میں چمکتا ہوا سورج نظر نہیں آتا۔

یہ کتاب ہی دیوبندی خباثتوں، حماقتوں کا معجون مرکب ہے، اور کوئی بھی نئی تحقیق اس میں نہیں پائی جاتی۔

موصوف نے سرقہ شدہ مضامین اور فضول بکواس سے کتاب کی ضخامت کو بڑھانے کی کوشش کی ہے، کتاب کے مطالعہ سے دیوبندی موصوف کی علمی بے مائیگی اور قلت مطالعہ کی جھلک واضح نظر آتی ہے، حوالوں میں کتر و بیونت موجود ہے اور بمطابق اصل بھی نہیں جس کا مطلن

ہے موصوف نے مکھی پر مکھی ماری ہے، تراجم کی غلطی، قواعد منطق و بلاغت کا بے محل استعمال بھی پایا جاتا ہے، جس سے موصوف کی جہالت بھی آشکار ہوتی ہے، بہر حال دیو بندیوں کی یہ کوشش حرکت مذبوحی جیسی حیثیت رکھتی ہے، جس کی وجہ سے نہ وہ اپنے اکابر کا دفاع کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنا دفاع کر سکتے ہیں دیو بندی موصوف پہلے ہی راقم الحروف کا مقروض ہے اور ابھی تک وہ اپنا قرضہ نہیں چکا سکا، اور ان شاء اللہ راقم الحروف کا یہ قرضہ قبر تک اس کے ساتھ جائیگا۔

پس ان وجوہات کی بنا پر راقم الحروف کا جواب لکھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا مگر احباب نے بتایا کہ دیو بندی موصوف کا دعوی ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب میں اپنے اکابر و اساتذہ سے ملنے والے علوم کا خوب اظہار کیا ہے، لہذا آپ ضرور اس کتاب کا جائزہ لیں اور عوام الناس کے سامنے دیو بندی اکابرین کی علمی حیثیت ظاہر کریں۔ (پس موصوف کو اپنے اساتذہ سے ملنے والے علوم کا حال تو راقم الحروف نے موصوف کے رد میں لکھے گئے اپنے پہلے رسالہ "المقیاس "اور" کتاب" دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس " میں واضح کردیا تھا مگر اس میں اساتذہ کے ساتھ "اکابر" کا اضافہ مزید دلچسپی کا سبب بنا)

پس راقم الحروف نے احباب کے اصرار پر اس کتاب کا رد لکھنا شروع کر دیا ہے اور "کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع " المعروف بہ" تحفظ اہل سنّت و جماعت" کی صورت میں اس کی پہلی جلد آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے، اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ وہ صحت وعافیت کے ساتھ اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ

راقم الحروف نے اس کتاب میں دیو بندی موصوف کے اعتراضوں کا جواب دلیل کے ساتھ دیا ہے، اور دیو بندی کتب سے دیو بندی موصوف کو آئینہ بھی دکھلایا ہے۔

نوٹ: راقم الحروف کی کوشش رہی ہے کہ نقل کردہ عبارات اصل کے مطابق نقل کی جائیں حتیٰ کہ اگر" دفاع" کی عبارات میں جہاں دیوبندی موصوف نے اپنے اکابرین کے لئے کلمہ ترحم لکھا ہے وہ بھی لکھا جائے ،مگر قلت وقت (راقم الحروف کو متحدہ عرب امارات جانا تھا) کی وجہ سے کمپوزنگ دوقسم کے ان پیج میں ہوئی جس کی وجہ سے ایک میں رحمۃ اللہ علیہ کی علامت " ؒ " کی بجائے مکمل" رحمۃ اللہ علیہ" یُونہی" رضی اللہ عنہ" اور" صلی اللہ علیہ وسلم " کی علامات،اور بعض مقامات پر راقم نے تصحیح کے لئے( ) بریکٹ کا استعمال بھی کیا ہے، یُونہی بعض جگہ فونٹ (خط) کی وجہ سے کچھ تبدیلی پائی جاسکتی ہے۔

باقی جن احباب نے اس کتاب کی تصنیف وترتیب میں راقم الحروف کے ساتھ جس طرح کا بھی تعاون کیا ہے راقم تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور خُدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا گو ہے کہ اللہ رب العالمین ہماری اس چھوٹی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کے لئے اسے نجات اخروی کا سبب وذریعہ بنائے، آمین۔

راقم الحروف بالخصوص شکرگزار ہے اپنے والدگرامی قدر حضرت علّامہ مولانا **قاری محمد اشرف چشتی** صاحب زاداللہ علمہ وعملہ وعمرہ وشرفہ کا جن کی شفقتوں اور خاص دُعاؤں کا صدقہ راقم الحروف علوم دین کی طرف لگا۔

اور اپنے اساتذہ کرام کا بالخصوص محدّث کبیر، مناظر اسلام، مفکر اہل سنّت، پیرطریقت رہبر شریعت، حضرت علّامہ مولانا مفتی **محمد عباس رضوی** صاحب مدظلہ العالی مفتی احناف متحدہ عرب امارات کا جن کی نظر شفقت نے نہ صرف راقم الحروف کو علم وفن سے آگاہی فراہم کی بلکہ علوم قُرآن وحدیث اور علوم سلف وصالحین کی طرف بھی رہبری ورہنمائی فرمائی اور ابھی تک رہبری ورہنمائی فرمارہے ہیں۔

راقم الحروف نہایت ہی مشکور ہے ضیغم اہل سنّت، مقدام العلماء الاغیرین، پیرطریقت رہبر شریعت، حضرت علّامہ مولانا پیر **سیّد مظفر شاہ** صاحب قادری مدظلہ العالی جن کی

حوصلہ افزائی وتعاون سے نہ صرف راقم الحروف کی اکثر تحریریں منظر عام پر آئیں بلکہ اب بھی راقم کی حوصلہ افزائی تعاون میں کوشاں وفرحاں رہتے ہیں۔

راقم الحروف مشکور ہے فاتح رافضیت، فاضل جلیل، حضرت علامہ مولانا **محمد علی رضوی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جنھوں نے اس میں نہ صرف مشوروں کی حد تک تعاون کیا بلکہ مضامین کی تیاری میں حوالوں کی دستیابی سے لے کر لفظوں کے انتخاب تک ہر وقت فقیر کے سنگ رہے۔

راقم الحروف محترم جناب رانا **نعیم اللہ خان** صاحب دام اقبالہ کا بھی تہہ دل سے مشکور ہے جنھوں نے اپنا قیمتی وقت اس کتاب پر نظر ثانی میں صرف کیا، اور یونہی حضرت مولانا **محمد علی حنفی** صاحب، حضرت مولانا **محمد ظفر رضوی** صاحب، حضرت مولانا **ابو حامد رضوی** صاحب، اور عزیزم **احمد رضا قادری** صاحب **علی معاویہ** صاحب وغیرہم کا بھی مشکور وممنون ہوں جو حوالہ جات کی دستیابی میں معاون رہے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔

اللہ رب العالمین اس کاوش کو فقیر اور فقیر کے والدین، اساتذہ اور معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور عوام اہل سنّت وجماعت کے لئے نافع اور معترضین کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین، یا رب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ، وازواجہ وعترتہ اجمعین۔

محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

28\12\2019 بروز ہفتہ، بعد از نماز ظہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الحمد لله رب العالمين ، والعاقبة للمتقين ، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين ، وعلى آله واصحابه اجمعين ۔ اما بعد :

کچھ عرصہ قبل ایک کتاب بنام "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس کے مرتب دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی ساجد خان دیوبندی آف کراچی ہیں، جو عرصہ تین سال سے راقم الحروف کے مقروض ہیں کہ موصوف نے ایک بار اپنے حواریوں اور انصاریوں کی آشیرباد سے ہمت آزمائی کی سعیء لا حاصل کی، مگر سَر توڑ کوششوں کے باوجود پہلے قرض جو موصوف کے سر تھے اُن سے بجائے سَر چھڑوانے کے نئے قرضوں تلے یُوں دَبے کہ ابھی تک بیچارے اپنے دستگیروں کی دستگیری کے باوجود اِدھر اُدھر کی ہانکنے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے سَر جو قرض ہے اُس کو اُتارنے میں ناکام ونامُراد ہیں۔

ان شاء اللہ العزیز موصوف اُس قرض کو لیے قبر کی آغوش میں سدھاریں گے لیکن وہ قرض اپنے سَر سے اُتار نہیں سکیں گے۔

مولوی ساجد کی نئی کتاب بنام" دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا بھی بعض احباب کے حکم واصرار پر راقم الحروف نے تنقیدی جائزہ لینے کا ارادہ کیا ہے۔اس شوریدہ سَر کا اپنی پہلی تصنیف کے متعلق زُعم وخیالِ تھا کہ:

"اِس ماہ اِن شاء اللہ راقم الحروف کی آنے والی تازہ ترین تصنیف یہ کتاب میری ان مصنفات میں سے ہے جس پر بندہ کو خود بھی فخر ہے کیونکہ اس میں اپنے اساتذہ سے ملنے والے علوم کا بندہ نے خوب خوب اظہار کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں راقم الحروف کی" دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صفحہ 11"۔

جس شاہکار پر موصوف کو خُود فخر تھا اُس کا اور اُس کے اساتذہ کی طرف سے ملنے والے علوم کا حال، اللہ ربُّ العزت کے فضل وکرم سے ایسا بےنقاب کیا تھا کہ ابھی تک اس پر شرم

سارضرور ہوں گےاگر شرم وحیا نام کی کوئی چیز پاس ہوئی تو، مگر موصوف ایسے بے شرم ہیں کہ اپنی اُس بے حالی اور جہالت پر کفِّ افسوس ملنے کی بجائے نئے موضوعات پر اِدھر اُدھر سے پکڑ دھکڑ کر کے دادِ تحقیق دے کر اپنوں میں تیس مار خاں بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔

راقم الحروف نے موصوف کے رویہ کے پیشِ نظر سوچا کہ اللہ عزّوجل کی توفیق سےاس نام نہاد محقق کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط بیانیوں کا پردہ چاک کیا جائے، تاکہ عوام الناس اُس کے مکروہ چہرہ کوسرِ بازار بے نقاب دیکھ سکیں۔

دیوبندی موصوف کتاب کا نام بھی درست نہ رکھ سکے

دیوبندی موصوف کی یہ کتاب اس کےاکابرین کے نام نہاد دفاع پر مشتمل ہے، اس کتاب میں موصوف نےکسی بھی سُنی عالم دین کا دفاع نہیں کیا،اور نہ ہی اہل سنّت وجماعت کا دفاع کیا ہے، بلکہ دیوبندی اکابرین اور وہابیت کا دفاع کرنے کی کوشش کی گئی ہے،اور قارئین یہ تو جانتے ہی ہیں کہ دیوبندی موصوف کی یہ کتاب اہلِ سنّت و جماعت بریلوی کے رَد میں ترتیب دی گئی ہے۔

پس اس صورت میں دیوبندی موصوف کو کتاب کا نام دفاعِ دیوبندیت یا دفاعِ وہابیت رکھنا چاہیے تھا نہ کہ" دفاع اہل السنة والجماعة"اس لئے کہ اہلِ سنّت و جماعت بریلوی سے تقابل کی صورت میں دیوبندیوں کو اپنے آپ کو اہلِ سنّت و جماعت کہلانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا (بلا تقابل بھی دیوبندی یہ حق نہیں رکھتے) چنانچہ اس مناظرانہ اُصول کی جانب خُود دیوبندی موصوف کی جماعت کے مناظرِ اعظم ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"برصغیر پاک و ہند کے اندر سنی، حنفی نظریات کی ترویج واشاعت کے حوالہ سے ہم دیوبندی ہیں ۔اگر کسی مناظرہ ومباحثہ کے دوران ہمارا تقابل فرقہ بریلویت یا فرقہ مماتیت کے ساتھ ہوگا تو ان کے مقابلہ میں ہماری حیثیت دیوبندی کی ہوگی ، اور اسی نسبت سے ہم ان کا

مقابلہ کریں گے"۔[1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ دیوبندی موصوف نے اپنی کتاب کا نام ہی غلط رکھا ہے، اور نام رکھتے وقت اپنی نسبت کو ملحوظ نہیں رکھا، جو شخص کتاب کا نام بھی اپنے عمائدین کے اُصولوں کے مطابق صحیح نہیں رکھ سکا تو آگے کتاب میں کیا خاک تحقیقات پیش کرے گا۔

دیوبندی موصوف ساجد صاحب کے اس نام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف مناظرانہ اُصولوں سے ناواقف اور جاہل ہیں، اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے اپنے اکابرین کی کتابیں بھی نہیں پڑھیں، اگرچہ چند کم علم، کم فہم قسم کے لوگ دیوبندی موصوف کو مناظرِ اعظم منوانے پر تُلے ہوئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس فن سے موصوف کو چنداں واقفیت نہیں، جس کی حقیقت ہم آپ کے سامنے واضح کر چکے ہیں۔

دیوبندی موصوف کی خرافات سے ابتداء

دیوبندی موصوف نے کتاب کے ٹائٹل پر ایک غیر معروف دیوبندی شخص کو" شیر پختونخواہ" کا لقب دیا ہے، ایسے القابات کو دیوبندیوں کے حکیم الأمت اشرفعلی تھانوی صاحب نے خرافات میں شمار کیا ہے، چنانچہ تھانوی صاحب کے ملفوظات میں یہ سُرخی موجود ہے کہ" شیر پنجاب وغیرہ القاب خرافات ہیں"۔[2]

اس کے بعد تھانوی صاحب کا ملفوظ موجود ہے، وہ آپ ملاحظہ کریں:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے تو صرف آدمیوں کے نام رکھے جاتے تھے اب بکثرت مکانوں کے نام بھی رکھے جا رہے ہیں، عشرت منزل، فلاں منزل، فلاں منزل قصبہ کیرانہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھری کا نام مدرسہ دار الفیض رکھا گیا تھا، مدرسہ دیوبند اس

[1] ماہنامہ حق چاریار، اپریل ۲۰۰۱ء، صفحہ 118، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نمبر۔

[2] ملفوظات حکیم الامت، ص 219 ملفوظ نمبر 329۔

قدر بڑا مدرسہ اور بزرگوں کے وقت میں اس کا کچھ بھی نام نہیں تھا، ایک نئی رسم یہ نکلی ہے کہ آدمیوں کے نام جانوروں کے ناموں پر رکھے جانے لگے، بلبل ہند، طوطی ہند، شیر پنجاب، پرندے درندے بننے لگے، اللہ نے تو آدمی بنایا تھا یہ جانور بننے لگے، اب گاؤ ہند، خرے ہند، گرگے ہند، خرگوش ہند اور بننا باقی ہیں کیا خرافات ہیں"۔[1]

دیوبندی موصوف ساجد صاحب کی نہ جانے کون سی دُشمنی اس غیر معروف دیوبندی کے ساتھ وابستہ تھی کہ اسے القابات کے بجائے خرافات سے نواز دیا، یا وہ صاحب خرافات کے ہی لائق ہوں گے اس لئے دیوبندی موصوف نے اس کی حیثیت کے مطابق اس کی خاطر مدارات کی ہے، اور تھانوی صاحب کی نظر میں خرے (گدھا) ہند، گرگے (بھیڑیا) ہند باقی ہیں، اب دیکھتے ہیں کہ موصوف کب ان القابات کے ساتھ اپنے اکابرین کو نوازتے ہیں، یا پھر کتاب کے دُوسرے ایڈیشن میں یہ کسر بھی پُوری کرڈالیں گے۔

نوٹ : دیوبندی موصوف ساجد صاحب کی کتاب کی ابتداء ہی غلطیوں سے ہوئی ہے کیونکہ نہ وہ کتاب کا نام ہی درست رکھ سکے ہیں، اور نہ ہی اپنے ہمنواؤں کو القابات درست دے سکے ہیں۔ کتاب کا نام رکھنے میں نسبت دیوبندیت ووہابیت کو ملحوظ نہیں رکھا، اور القابات میں لقب کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ بقول تھانوی صاحب القابات کے خرافات سے نواز دیا۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

موصوف اگر مقرظین کو" خرے ہند" اور" گرگے ہند" کے القابات دے دیتے تو تھانوی صاحب کی یہ حسرت بھی پُوری ہوجاتی، اور اُن کی منتظر نگاہوں کو قرار وسکون آجاتا۔

پس راقم الحروف سب سے پہلے موصوف کی اس کتاب پر تقاریظ لکھنے والے مکروہ چہروں کی

---

[1] ملفوظات حکیم الامت، ملفوظ نمبر (329)، ص 219

نقاب کشائی کر کے ابھی ایک جھلک دکھاتا ہے کہ ان تقاریظ لکھنے والوں میں سے ایک محمد الیاس گھمن صاحب ہیں، جن کے القابات مندرجہ ذیل کتاب میں مرقوم ہیں:

" متکلم اسلام، ترجمان احناف، مخدوم العلماء، استاذ العلماء، حجۃ اللہ فی الارض"۔ [1]

عمائدینِ دیو بند کی اخلاقی، علمی اور عملی بدحالی سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ لوگ اخلاقی پستی کے کس درجہ پر فائز ہیں۔ ان کے بزرگوں اور نام نہاد محققوں سے تو خُود ان کی بہن، بیٹیاں بھی محفوظ نہیں جن ناپاک ہاتھوں سے دست درازی کر کے اپنی دیو بندیت کا خوب اظہار کرتے ہیں، انہی گندے اور ناپاک ہاتھوں سے پھر مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف کتابیں لکھ کر اپنے سیاہ نامہ اعمال کو مزیدُ و سیاہ کرتے ہیں۔ یہ ہمارا صرف الزام ہی نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے، آخر کیا وجہ ہوئی کہ جماعت دیوبند کے" صدر وفاق المدارس، شیخ الحدیث، خلیل احمد ٹانڈوی کے تلمیذِ خاص، سلیم اللہ خان نے بھی ذُریتِ دیوبند کو الیاس گھمن سے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی، جس سے ثابت ہوتا کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے، یا پُوری دال ہی کالی ہے۔

آیئے! ہم آپ کو اس گھمن گھیری کے ڈراپ سین کی طرف لیے چلتے ہیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ آنے والے واقعات پڑھنے سے پہلے ایک بار کانوں کو ہاتھ ضرور لگا لیں کہ کیا ایسے گھناؤنے ارادوں اور چھچھورے کردار کا شخص" حجۃ اللہ فی الارض" کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے؟۔

ساجد خان کے حجۃ اللہ فی الارض (الیاس گھمن) اور حجۃ الاسلام (قاسم نانوتوی) کے کرتوت

قارئین کرام! گھمن صاحب کے بارے میں دیو بند مکتبہ فکر کو ان کے مناظرِ اسلام اور متکلمِ

[1] دفاع، ص 16، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اسلام، حجۃ اللہ فی الارض ہونے کا دعوی ہے۔

اس متکلم اسلام کے بارے میں دیوبند مکتبہ فکر کے مکتبہ اثریہ غازیپور (انڈیا) سے شائع ہونے والے دوماہی " مجلہ زمزم" جلد 15 شمارہ 2 ربیع الاول، ربیع الآخر 1433ھ میں مشہور دیوبندی عالم و مناظر محمد ابُوبکر غازی پُوری نے اداریہ لکھا ہے اس کا مضمون اگرچہ طویل ہے، لیکن قارئین کے لئے بے فائدہ ثابت نہیں ہوگا۔

اس طویل مضمون میں پہلے ایک قصائی کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس سے ابُوبکر غازی پُوری نے گوشت کا قیمہ خریدا جو وزن کرتے وقت قصائی سے کچھ کم وزن ہوگیا جس کا علم ہونے پر وہ قصائی اُسی دن ساڑھے گیارہ بجے دن اُتنا قیمہ لے کر غازی پوری کے گھر آ کر دے گیا اور ساتھ بار بار معذرت بھی کرتا رہا۔ اس کی اس امانت داری کو ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ:

"اب اس کی اُلٹ دُوسری مثال سنئے: پاکستان میں ایک صاحب الیاس گھمن کے نام سے مشہور ہیں، آج کل بعض لوگوں کی زبان پر ہندوستان میں بھی ان کا نام ہے، میں جب تین سال قبل پاکستان گیا تھا تو یہ صاحب مجھ سے ملنے لاہور آئے تھے، معلوم ہوا کہ یہ ردغیر مقلدیت پر پاکستان میں کام کررہے ہیں۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی اور ان سے بے تکلف ہوگیا، پھر انہیں کے ساتھ پاکستان میں مجھے مختلف جگہ انہیں کی گاڑی سے جانا ہوا راولپنڈی، اسلام آباد، کراچی، ملتان اور بھی جگہوں پر ان کے ساتھ میرا سفر رہا، اس سفر میں مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ کسی بھی بڑے عالم یا کسی بھی اللہ والے سے ملنے سے کتراتے ہیں، مدارس میں جاتے تھے تو مدارس کے مہتمم یا ذمہ داروں سے دور دور رہا کرتے تھے، طلبہ کے ساتھ ان کی مجلس ہوا کرتی تھی، میں نے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی تو ان کا جواب تھا کہ بڑوں سے نہیں ملتا، مجھے تو آپ جیسے لوگوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے، جو بے تکلف قسم لوگ ہیں، میں خاموش ہوگیا، اس سے زیادہ ان سے کیا بات کروں، رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند۔

جب الیاس گھمن نے دیکھا کہ میں نے مولانا غازیپوری کو اپنے جال میں پھانس لیا ہے، اوران کو مجھ پر اعتماد ہو گیا ہے،تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولانا میرے بارے میں ایک تحریر لکھ دیں کہ فلاں آدمی پاکستان میں ایسا ایسا ہے، مَیں نے ان سے کہا کہ آپ تحریر تیار کر دیں مَیں اس پر دستخط کردوں گا، چنانچہ اپنی تعریف میں اورا پنے کام کے بارے میں ایک تحریر لکھ کر دی، مَیں نے اس پر دستخط کر دیا۔

پھر انہوں نے مجھے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی کتابیں پاکستان میں چھاپوں،ان کی اشاعت یہاں بڑے پیمانے پر ہوگی۔

مَیں نے اُن سے کہا کہ میرا مقصود تجارت نہیں ہے،مگر زمزم کو جاری رکھنے کے لئے اور مکتبہ اثریہ سے کتابوں کو شایع کرنے کے لئے بہرحال کچھ رقم چاہئے۔تو انہوں نے کہا آپ جو فرمائیں اس پر عمل کروں گا۔ مَیں نے کہا،جو منافع ہو اُس میں سے آدھا آپ لے لیں اور آدھا مجھے دے دیں گے،منافع کتنا ہوا میں آپ سے سوال نہیں کروں گا، مجھے اعتماد ہے۔پھر میں نے اُن کو اپنی کتابوں کو شائع کرنے کے لئے ایک تحریر لکھدی۔

اس تحریر میں منافع میں سے آدھے آدھے رقم والی بات میں نے نہیں لکھی، مجھے اس کو تحریر میں لانا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوا، اب الیاس گھمن نے میری تحریر دکھلا کر سعودیہ میں چندہ تو خوب کیا،اور پاکستان میں میری کتابیں بھی چھاپی اور خوب کمایا،مگر مجھے آج تک اس نے ایک پیسہ نہیں دیا، اور لکھتا ہے کہ میں نے مولانا ابو محمد ایاز ملکانوی جامعہ سراجیہ لودھران کو اتنے پیسے کی اتنی کتابیں دے دی ہیں۔

جب میں نے حضرت ملکانوی دامت برکاتہم سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو انھوں نے تین دفعہ حاشا وکلا کہہ کر بتلایا کہ الیاس گھمن نے چند چھوٹے رسائل کے چند نسخوں کے سوا مجھے کچھ نہیں دیا۔بعض پاکستانی دوستوں نے اسے پکڑا اور جب جدہ میں رہنے والوں نے اس بارے میں الیاس گھمن سے بات کی تو اس نے کہا کہ مولانا کی تحریر میں کوئی دکھلا

دے کہ اپنے لئے انہوں نے کچھ نفع لینے کی بات کی ہے۔اس مجلس میں میرے کرم فرما پاکستان کے رہنے والے حضرت قاری رفیق احمد صاحب نے مجھے اس سے فون پر بات کرائی تواس نے اعتراف کیا کہ ہاں زبانی آپ سےاس بارے میں گفتگوتو ہوئی تھی، پھر کہا کہ اچھا بتلا یئے کہ آپ کواس وقت کتنی رقم چاہئے، میں نے کہا کہ میری کتاب ارمغان حق چھپ رہی ہے،کم ازکم مجھے دوہزار ریال آپ دیدیں،اس نے کہا کہ کس کو دیدوں میں نے حضرت قاری صاحب کا نام لیا کہ ان کے حوالہ کردیں، جب قاری صاحب نے اس سے دو ہزار طلب کئےتو اس نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ابھی دوں گا، جب ہوگا دوں گا، پھرایک دوسری مجلس میں اس سے لوگوں نے گزشتہ سال میری اس سے آمنے سامنے بات کرائی تو یہ **بے ایمان وعدہ خلاف** آدمی کہتا ہے کہ میں نے کتابوں کی رقم کا وعدہ نہیں کیا تھا، بلکہ مولانا غازیپوری کےتعاون کے لئے میں نے دو ہزار کا وعدہ کیا تھا، میں نے اس سے کہااگرتو میرا تعاون کرنا چاہتا ہےتو تیرے جیسے آدمی سے مجھے ایک ریال کا بھی تعاون نہیں چاہئے اوراٹھ کراس مجلس سے اپنی قیام گاہ چلا آیااورآج تک یہ آدمی کتابوں کو بیچ کر میری رقم ہڑپ رہا ہے،اور میری کتابوں کی رقم سےاس نے مجھےایک ریال بھی نہیں دیا۔

پھر معلوم ہوا کہ **یہ شخص پاکستان میں اس قسم کی دھاندلی کرنے میں مشہور ہے، میں نے دل میں کہا کہ چونکہ یہ شخص دھوکہ دہی میں پاکستان میں بدنام ہے**، اس وجہ سے میرےساتھ سفر میں مدارس کے ذمہ داروں اوراہل علم کی مجلس سے بھاگتا تھا کہ چورکواپنی ڈاڑھی (داڑھی) کے تنکے سے ہمیشہ ڈرلگا ہی رہتا ہے۔

یہ قصہ ہے ایک عالم مولوی کا، اور سنا ہے کہ یہ صاحب حکیم اختر صاحب کراچی والے کے خلیفہ بھی ہیں (ابھی کچھ دن قبل جدہ کےایک فون سےمعلوم ہوا کہ حکیم صاحب نےاس کی ان بیہودہ حرکات کی وجہ سےاس سے خلافت چھین لی ہے، واللہ اعلم بالصواب)اور وہ قصہ تھاایک کم پڑھے لکھے عامی آدمی کا جو چھوٹی سے دوکان میں گوشت بیچتا ہے،ببیں تفاوت

راہ است از کجا تا بہ کجا۔[1]

یہ ہیں صاحبِ کتاب ساجد خان دیوبندی کے دستگیر و حجۃ اللہ فی الارض، جس کو دیوبندیوں کے ہی غازی پوری صاحب **"بے ایمان وعدہ خلاف، دھوکہ دہی کرنے والا آدمی"** کہتے ہیں، جس نے بقول" غازی پوری دیوبندی" چند روپوں کے لئے اپنا ایمان خراب اور آخرت برباد کر لی، مگر صاحبِ کتاب ساجد خان صاحب ہیں کہ بےشرمی و بے حیائی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دوسروں کو کہتے ہیں"" اسی قسم کی مذموم حرکتوں سے ان کی روزی روٹی وابستہ ہے"۔[2]

ارے اللہ کے بندے ! یہ جس کو تم "حجۃ اللہ فی الارض" تسلیم کر رہے ہو اس کے بارے تمہارے ہی نامور بزرگ غازی پوری صاحب نے جو بتایا ہے کیا وہ حرکات محمودہ ہیں ؟۔ افسوس صد افسوس

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آیئے! اب ہم دیوبند مکتبۂ فکر پاکستان کے" وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے ترجمان " ماہنامہ وفاق المدارس ، ملتان" میں" وضاحت بسلسلہ اشتہارات" کے تحت موصوف ساجد خان صاحب کے اسی" حجۃ اللہ فی الارض" کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"وفاق المدارس العربیہ پاکستان" اس کے تمام ادارے، شعبے، بشمول ماہنامہ "وفاق المدارس" اکابر واسلاف علماء حق علماء دیوبند کے عقائد ونظریات، مسلک ومشرب، ذوق ونظر پر نہ صرف کاربند ہیں بلکہ علماء دیوبند کے مزاج و مسلک کے امین و وارث اور

---

[1] دوماہی "مجلہ زمزم" جلد 15 شمارہ 2 ربیع الاول، ربیع الآخر 1433ھ، ص 4 تا 6، مکتبہ اثریہ غازیپور، یوپی، انڈیا۔

[2] دفاع: ص 23، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

محافظ بھی ہیں۔

ماہنامہ" وفاق المدارس" بھی اسی فکر ونظر کا حامل جریدہ ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین حتیٰ کہ اشتہارات بھی علماء دیوبند کے حقیقی مسلک ومشرب کے آئینہ دار ہوتے ہیں، ماہنامے میں اسی پالیسی کے تحت اشتہارات قبول یا رَد کیے جاتے ہیں۔

گذشتہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ کے شمارے میں بیک ٹائٹل پر مولوی محمد الیاس گھمن کے ادارے کا اشتہار شائع ہوا، حالاں کہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ مولوی الیاس گھمن کے بعض ذاتی احوال اور اعمال کے سبب کھلے طَور پر اپنی تشویش کا اظہار فرما چکے ہیں، جن کا تذکرہ اس مقام پر مناسب نہیں، اور آپ نے علماء کرام کو ان سے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے قبل برعظیم پاک و ہند کے معروف ثقہ عالم دین حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوماہی رسالے "زمزم" کے اداریہ میں موصوف کے اخلاق اور بدمعاملگی بیان کر چکے ہیں۔

چناں چہ ادارہ ماہنامہ" وفاق المدارس" اپنے قارئین کے سامنے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مذکورہ اشتہار کی اشاعت کو حضرت صدر صاحب دامت برکاتہم یا ادارے کی جانب سے مذکور مولوی صاحب کی تائید وتوثیق اور تصویب ہرگز نہ خیال کیا جائے۔ مذکورہ اشتہار کا سبب بننے والے افراد کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی گئی ہے۔ [1]

پس معلوم ہوا کہ موصوف ساجد خان دیوبندی جس کو" متکلم اسلام، حجۃ اللہ فی الارض" وغیرہ مانتے ہیں، اہل دیوبند اُس کو بداخلاق، بدمعاملہ جانتے ہیں، جس سے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اگر موصوف کے" حجۃ اللہ فی الارض" کا حال یہ

---

[1] وفاق المدارس، ملتان، شمارہ نمبر 9، رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، جون ۲۰۱۶ء، بیک ٹائٹل۔

ہے تو بے حالی میں موصوف خُود کس درجہ پر فائز ہو نگے، خیر انہی کے گھر کی ایک اور گواہی، ملاحظہ فرمائیں:

دیوبند مکتبہ فکر کے مفتی، فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی، مدرس و رفیق دار الافتاء جامعہ انوار العلوم شادباغ، ملیر ہالٹ کراچی کی مرتبہ کتاب سے ان کے متعلق گواہی ہدیہ قارئین ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"ان کی یہی دینی غیرت تھی کہ پاکستان کے معروف عالم دین مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کی صفائی میں دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء نے اپنا موقف ظاہر کیا، اور اعترافات سے مملو الفاظ استعمال کیے تو فوراً ان کا خط دار العلوم پہنچ گیا، انہوں نے دار العلوم سے سوال کیا کہ آپ ایک شخص کی تعریف کیسے کر سکتے ہیں، جس پر بدعنوانیوں کے الزامات ہیں؟ جس کی سابقہ اہلیہ (سمیعہ بنت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کی اخلاقی کمزوریوں کا راز فاش کر دیا ہے؟ جو اپنی بیگم کی بچیوں سے خراب رشتے میں پکڑا گیا ہے؟ جس پر مولانا ابوبکر غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دو ماہی "زم زم" کے اداریہ میں اپنے ساتھ ہوئی مالی خورد برد کا انکشاف کیا ہے؟

جس پر سعودیہ وغیرہ میں غیر قانونی چندہ خوری کا الزام ہے؟ مرحوم نے دار العلوم کو وہ سارے کاغذات بھی ارسال کیے جن سے مولانا گھمن صاحب کی شخصیت مجروح ثابت ہو رہی تھی، مرحوم کے اس خط نے دار العلوم کو متنبہ کر دیا، دار العلوم کی طرف سے مولانا کے نام ایک خط جاری ہوا، جس میں ایشیا کی عظیم ترین درسگاہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور صاف اعلان کیا کہ مولانا گھمن سے متعلق پُرانی تحریر" عاجلانہ قدم" تھا۔ [1]

پس اس گواہی سے معلوم ہوا کہ موصوف کے" حجۃ اللہ فی الارض" نہ صرف اخلاقی

---

[1] تذکرہ شیخ الکل مولانا سلیم اللہ خان، صفحہ 301، ادارۃ الرشید، کراچی، طبع جون ۲۰۱۷ء۔

کمزوریوں میں مبتلا ہیں بلکہ بدفعلیوں میں بھی ملوث پائے گئے ہیں، وہ انہی کے الفاظ میں "اپنی بیگم کی بچیوں سے خراب رشتے میں پکڑے گئے"۔

راقم الحروف کو یُوں لگتا ہے کہ موصوف کے" حجۃ اللہ فی الارض ،متکلم اسلام" کو یہ فیض موصوف کی جماعت کے بڑے حضرت" حجۃ الاسلام ، قاسم العلوم والخیرات" کی طرف سے ہی عطا ہوا ہے، کیونکہ ان کے حجۃ الاسلام نانوتوی صاحب بچوں کے کمر بند کھولنے میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے،اور اس چھوٹے حضرت یعنی ان کے حجۃ اللہ فی الارض گھمن نے اپنے پیرِ مغاں کی پیروی میں بچیوں کے کمر بند بھی کھولنا شروع کر دیے، وہ بھی اپنی بیوی کی بچیوں کے،العیاذ باللہ العظیم۔

بلکہ گھمن صاحب تو اس معاملہ میں نانوتوی صاحب سے بھی دو ہاتھ آگے نکلے کہ اپنی محرمات تک کا خیال نہ کیا ،اور اپنی بیگم کی بیٹیوں کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کر لیے، آنچہ پدر نتواں ست کرد پسر آں را تمام کرد(جو کام باپ نہ کرسکا وہ بیٹے نے پُورا کردکھلایا) انگریزی زُبان کا ایک مشہور محاورہ ہے کہ

A man is known by the company he keeps

" یعنی آدمی اپنی صحبت سے ہی پہچانا جاتا ہے"۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساجد خان بھی اسی گھمنی ذوق کے مالک ہوں گے،آخر داناؤں نے یُوہی تو نہیں کہا کہ، کنند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔

ہماری اُن بھولے بھالے، سیدھے سادھے لوگوں سے جو اپنی بہن بیٹیوں کو اِن کے مدارس میں تعلیم کی غرض سے بھیجتے ہیں گزارش ہے کہ وہ اپنی بہنوں، بیٹیوں کو ان کے مدارس میں نہ بھیجیں، ورنہ سمیعہ بنت مفتی زین العابدین کی بیٹیوں جیسے واقعات رُونما ہو سکتے ہیں۔

خیر آیئے !اب ہم قارئین کرام کو ان کے حجۃ الاسلام،قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی صاحب کے اس فعل کی طرف لیے چلتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

" مولانا (نانوتوی) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے، اور جلال الدین، صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب، سے جو اُس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اُتارتے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے"۔[1]

نانوتوی صاحب بچوں کے کمر بند کھول کر نہ جانے کس چیز کا نظارہ کرتے ہوں گے!

قارئین کرام! یہ موصوف ساجد صاحب کے حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات نانوتوی صاحب اور اُن کے حجۃ اللہ فی الارض، اور متکلم اسلام الیاس گھمن صاحب کی اخلاقی حالت ہے، جن کے دفاع میں آپ نے قلم اُٹھایا اور ورق کے ورق سیاہ کرتے چلے گئے ہیں۔

لطیفہ: دیوبندیوں کے ان دونوں " حجۃ الاسلام" اور " حجۃ اللہ فی الارض" کے متعلق تو دیوبندی ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بچوں کے کمر بند کھولنے والی حرکت بالذات ہے، یا بچیوں پر ہاتھ صاف کرنے والی حرکت بالعرض؟

مضامین کی تکرار اور دیوبندیوں کا جواب سے فرار

آں موصوف کی ان تحریروں اور سابقہ تحریروں سے یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل اَمر نہیں کہ موصوف کو اوراق سیاہ کرنے کا اس حد تک شوق ہے کہ ایک ہی تحریر جو ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بمطابق (ستمبر ۲۰۱۵ء) میں موصوف کے نام کے ساتھ دار العلوم دیوبند (وقف) کے ترجمان" ندائے دار العلوم دیوبند" میں شائع ہوئی، اور جس کا جواب راقم الحروف کی طرف سے" البرہان واہ کینٹ بابت نومبر تا دسمبر ۲۰۱۵ء" میں چھپ چکا تھا، اور جس کا" مَرتا کیا نہ کرتا" کے پیشِ نظر موصوف نے راقم الحروف کی مذکورہ تحریر کا جواب لکھا جو کہ "ازالۃ الوسواس عن اثر ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما" کے نام سے موصوف

---

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 273، صفحہ 200، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

ساجد خان دیوبندی نے جولائی ۲۰۱۷ء میں جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے شائع کروایا، جس کے صفحہ چھ(۶) سے لے کر بیس(۲۰) تک وہی مضمون دوبارہ لفظ بلفظ موجود ہے، جس کے بعد راقم الحروف کی طرف سے لکھے گئے مضمون کا جواب دینے کی سعی ء لاحاصل میں موصوف نے صفحہ بائیس(۲۲) سے تراسی (۸۳) تک اِدھر اُدھر کی ہانکتے ہوئے کچھ مزید اوراق سیاہ کیے۔

جس کا جواب الجواب الحمد للہ! راقم الحروف کی طرف سے فروری ۲۰۱۸ء میں" ادارہ تبلیغ اہل سنت حیدرآباد" نے زیرِاہتمام محترم المقام، ضیغم اہل سنت، مقدام العلماء الاغیرین حضرت علامہ مولانا پیر سید ابُوحفص مظفر شاہ صاحب زید مجدہ، بنام "دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما " (441) صفحات اور پہلا مضمون بنام"المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما" کو شامل کر کے(543) صفحات پر محیط کتاب کی شکل میں شائع کر دیا۔

لیکن موصوف نے اپنا وہی مضمون جس کا جواب ۲۰۱۵ء میں"البرہان" میں، اور دسمبر ۲۰۱۶ء"ادارہ تبلیغ اہل سنت حیدرآباد" سے رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکا تھا اُسی مضمون کو اپنی اس" دفاع کے صفحہ ۲۶۸ سے لیکر ۲۸۲ " تک انہی غلط حوالوں اور سرقہ کی گئی تحریروں کے ساتھ سہ بارہ بغیر جواب الجواب دیئے شاملِ کتاب کر کے اپنی بے بسی کا رونا رویا ہے۔

یُونہی اپنے اسی حجۃ الاسلام کی تعریف وتوصیف میں" ازالۃ الوسواس" میں موجود صفحہ ۸۳ سے ۹۶ تک موجود مضمون، جس کا جواب الحمد للہ !راقم الحروف کی طرف سے" دافع ازالۃ الوسواس" میں دیا جاچکا تھا، اُسی مضمون کو ضخامت بڑھانے کے لیے اپنی اسی" دفاع کے صفحہ ۳۵ سے لیکر ۴۶ " میں شامل کردیا ہے۔

یہ بات افسوس ناک ہے کہ موصوف اور اُس کے معاون ودستگیر ایسی دھوکہ دہی سے لوگوں

سے چندہ وصول کر کے، اور بعض ناشرین کو اپنی چکنی چپڑی باتوں میں پھانس کر اپنی ہی عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اس فریب دہی اپنی عاقبت کو برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ! ہمارا مقصد تو صرف اتنا ہی ہے کہ ان کے ایسے گھناؤنے کردار اور غلط بیانیوں سے سیدھے سادھے عوام اہل سنّت و جماعت کو آگاہ کریں، اور راہِ حق کے متلاشیوں کو حقائق سے روشناس کرا کے اپنا حقِ ایمانی ادا کریں۔

قارئین کرام! اب آیئے ہم آپ کو موصوف کی اس کتاب "دفاع" پر تقاریظ لکھنے والوں کی پُرفریب تحریروں کا حالِ بے حال سنائیں۔

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب پر سرقہ کا الزام اور اُس کا جواب

قارئین کرام! موصوف کی کتاب پر تقاریظ لکھنے والوں میں سے عبدالاحد قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ: "یہ کتاب کسی کاشف اقبال نامی رضاخانی کی سرقہ شدہ کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے"۔[۱]

یُونہی عبدالخالق سنبھلی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگادریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل وفریب سے کام لیا ہے"۔[۲]

یونہی راشد اعظمی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اے اللہ کے بندے اگر زندگی کا مقصد منفیات ہی سمجھ رکھا ہے تو اب دوسری کتابوں اور

---

[۱] دفاع،ص 15، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] دفاع،ص 9، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

عبارتوں سے کچھ اور نکالو پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جا رہے ہو، اسی ہی سلسلہ اور روش کی ایک اور کتاب معرض وجود میں آئی ہے یعنی: ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف''"۔[۱]

ان تینوں مقرظین نے شاید اپنے بزرگوں اور اپنے موجودہ علماء کی کتب کی طرف نظر نہیں کی، اور نہ ہی صاحبِ کتاب کی پہلی تحریروں کو پڑھا ہے، ورنہ وہ ایسا الزام لگاتے ہوئے کچھ تو شرم محسوس کرتے۔" لیکن ان میں شرم وحیاء ہوتی تو یہ لوگ دیوبندی کیوں ہوتے!"[۲]

جس سرقہ باز کی کتاب پر وہ یہ جاہلانہ اور بے ہودہ تقاریظ لکھ رہے ہیں وہ بذاتِ خود اپنے مسلک کے ماہر سارق ہیں، اُس کی جہالت، کم علمی اور بیوقوفی تو اسی سے واضح ہے کہ آنجناب اصل کتاب کی طرف مراجعت بھی گوارہ نہیں کرتے، جیسا کہ راقم الحروف نے موصوف کے جواب میں لکھی جانے والی اپنی کتاب" دافع ازالۃ الوسواس" کی ابتداء میں ہی موصوف کی سرقہ بازی کی ایک مثال ذکر کی ہے، اور وہی بات موصوف کی اس "دفاع" کے صفحہ ۲۸ پر سرقہ شدہ ہی موجود ہے۔

موصوف کی سرقہ بازی کی مزید مثالیں راقم الحروف نے اپنی تصنیف" دافع ازالۃ الوسواس " کے صفحہ ۸۳، ۱۳۰ وغیرہ میں بھی بیان کی ہیں، پس قارئین اُن کی طرف مراجعت فرمائیں، جبکہ مزید ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں بھی آ رہی ہیں۔

اگر کوئی کسی کے بیان کردہ حوالہ جات کو اُس کی طرف منسوب کر کے یا پھر اصل کتاب سے دیکھ کر خود نقل کرے، اور اپنے الفاظ میں اُس پر تبصرہ کرے، تو مذکورہ مقرظین کے نزدیک وہ سارق (چور) قرار پاتا ہے، اور جو صفحات کے صفحات ہی کسی کی کتاب سے بغیر اس کی

---

[۱] دفاع، ص 11، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] دفاع، ص 15، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

طرف منسوب کئے نقل کرتا چلا جائے اس کے متعلق یہ دیوبندی مقرظین کیا حکم صادر فرمائیں گے؟۔

نمبر (1) آیئے! ہم آپ کو سب سے پہلے مسلکِ دیوبند کے متکلم اسلام، حجۃ اللہ فی الارض جناب الیاس گھمن صاحب کا حالِ زار دکھائیں۔ مسلک دیوبند کے ماضی قریب کے امام اہلِ سنت سرفراز خاں صفدر صاحب کی ایک کتاب" گلدستۂ توحید، شائع کردہ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ" کے صفحہ نمبر ۹۵ سے لے کر صفحہ نمبر ۱۰۶ تک موجود مضمون کو گھمن صاحب نے بعینہٖ اپنی کتاب" فرقہ بریلویہ پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، مطبوعہ مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا" کے صفحہ ۳۱۸ سے ۳۳۱ تک لکھا ہے، اور دیوبندیوں کے اس حجۃ اللہ فی الارض نے اس کلام کے اوّل اور آخر میں اس بات کا ذکر تک نہیں کیا کہ مَیں یہ کہاں سے نقل کر رہا ہوں۔

نمبر (2) مسلک دیوبند کے یہی حجۃ اللہ فی الارض نے اپنی اسی کتاب" فرقہ بریلویہ پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ" کے صفحہ ۱۷۹ سے ۱۸۴ تک کا سارا مضمون چند الفاظ کے تغیر و تبدل کے ساتھ" مطالعہ بریلویت، از ڈاکٹر خالد محمود، (حافظی بکڈپو، دیوبند، یوپی) جلد دوم، صفحہ ۸۰ سے لےکر ۸۴ تک سے سرقہ کیا ہے۔

لیکن یہاں مسلک دیوبند کے اس حجۃ اللہ فی الارض کی بے عقلی کی بھی واضح و روشن دلیل موجود ہے کہ مطالعہ بریلویت کے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر کے وقت کا حساب لگا کر ۱۹۷۸ء کے مطابق لکھا کہ:" اب ۱۹۷۸ء میں تقریباً ساٹھ سال ہورہے ہیں"۔

مگر اس دیوبندی حجۃ اللہ فی الارض نے" فرقہ بریلویہ پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ" میں دس سال کا اضافہ کرکے" اب تقریباً ساٹھ ستر سال ہورہے ہیں" لکھ مارا۔

صحیح ہی کہا جاتا ہے کہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن مسلک دیوبند کے اس حجۃ اللہ فی الارض کے پاس تو عقل بھی نظر نہیں آتی!!!

نوٹ: جب اس بات پر اعتراض ہوا تو موصوف نے بعد کی اشاعت میں" یہ اقتباس اکابر کی کتب سے نقل کیا ہے" لکھ کر جان چھڑانے کی کوشش کی، لیکن وہاں بھی اصل ماخذ کا نام تک ذکر نہیں کیا، کیونکہ موصوف جانتے تھے کہ اگر اصل کی نشاندہی کر دی تو جو کوئی اصل حوالہ جاتی کتاب یعنی مطالعہ بریلویت کا مطالعہ کرے گا تو اُس پر واضح و روشن ہو جائے گا کہ موصوف کا یہ سارے کا سارا کارنامہ، بقول راشداعظمی، اپنے بڑوں کی محنت کو اپنا بنا کر ان کی محنتوں پر پانی پھیرنا ہے، ملاحظہ ہو"۔[۱]

نمبر (3) مسلکِ دیوبند کے یہی متکلم اسلام، اور حجۃ اللہ فی الارض اپنی اسی کتاب" فرقہ بریلویہ پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ" کے ۱۸۴ سے ۱۸۶ تک کا مضمون اسی مطالعہ بریلویت کے صفحہ ۸۶۔۸۷ سے اُٹھا کر داخل کتاب کر رہے ہیں۔

اور بقولِ راشداعظمی" گویا اس شخص (یعنی متکلم اسلام، حجۃ اللہ فی الارض، گھمن صاحب) نے اپنے بڑوں کے کارناموں کو اپنا بنا کر اُن کی محنتوں پر پانی پھیر دیا ہے، خیر جو شخص کتاب وسنّت (اللہ عزّوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا نہیں ہوسکا وہ اپنے بڑوں کا کیا ہوگا"۔[۲]

نمبر (4) مزید آیئے اب ہم آپ کو مسلکِ دیوبند کے حکیم الامت اور مجدد دین وملت اشرفعلی تھانوی صاحب کی طرف لے چلتے ہیں۔

دیوبندیوں کے یہ خُود بیمار حکیم صاحب اپنی کتاب" احکام اسلام عقل کی نظر میں، اشاعت اوّل نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ اوّل کے صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۳ تک میں چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ سارے کا سارا مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب" کشتیٔ نوح، دُوسرا نام دعوت الایمان، تیسرا نام تقویۃ الایمان"،

[۱] دفاع، ص 12، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] دفاع، ص 12، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

نظارات اشاعت لٹریچر وتصنیف، صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ربوہ کے صفحہ ۹۲ سے ۹۴ تک سے لے کر اپنے نام کر رہے ہیں۔اسی کشتیٔ نوح کے ایک اور نسخہ میں یہ مضمون صفحہ ۶۹۔۷۰ پر ہے جو بمقام قادیان حکیم فضل دین صاحب بھیروی کے اہتمام سے مطبع ضیاء الاسلام، ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء، میں چھپی، اور یہی مضمون قادیانیوں کی" روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۷۲، ضیاء الاسلام پریس ربوہ پر بھی موجود ہے، پس یہ قادیانی کا مضمون تھا جس کو تھانوی صاحب نے اپنے کھاتہ میں ڈال لیا۔

نمبر (5) دیوبندی مسلک کے یہی حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف" احکامِ اسلام عقل کی نظر میں، اشاعت اول نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ دوم کے صفحہ ۱۴۰ سے ۱۴۱ تک میں ایک اقتباس اسی مرزا قادیانی کی" آریہ دھرم کے صفحہ ۱۹ " سے چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ لکھتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں[۱]

نمبر (6) دیوبندی مسلک کے یہی حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف" احکام اسلام عقل کی نظر میں، اشاعتِ اوّل نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ دوم کے صفحہ ۱۴۱ پر ایک اقتباس اسی مرزا قادیانی کی" آریہ دھرم کے صفحہ ۱۹" سے لے کر اپنی کتاب کی زینت بنا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں[۲]

نمبر (7) دیوبندی مسلک کے یہی حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف" احکام اسلام عقل کی نظر میں، اشاعت اول نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ دوم کے صفحہ ۱۶۱ پر باب الطلاق کا عنوان قائم کرنے کے بعد ۱۶۲ تک ایک اقتباس اسی مرزا قادیانی کی اسی" آریہ دھرم کے صفحہ ۲۳،۲ ۳۳" سے چند الفاظ وفقرات

---

[۱] روحانی خزائن، جلد 10، آریہ دھرم، صفحہ 22۔23، مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔

[۲] روحانی خزائن، جلد 10، آریہ دھرم، صفحہ 22، مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔

کے تغیر وتبدل کے ساتھ لکھتے ہیں، ملاحظہ ہو [1]

قارئین کرام! یہ اقتباس تقریبًا دو صفحات پر مشتمل ہے جس کو تھانوی صاحب نے اپنی کتاب کے قالب میں ڈھال کر دیوبندیوں کی آنکھ کا سُرمہ بنایا ہے۔

نمبر (8) مسلک دیوبند کے خُود بیمار حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف "احکامِ اسلام عقل کی نظر میں، اشاعتِ اوّل نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ دوم کے صفحہ ۱۷۰ پر" مستورات اور مردوں کے لئے اسلامی پردہ کے وجوہ" کا عنوان قائم کر کے ۱۷۲ تک مرزا قادیانی کی تقریر بنام" اسلامی اصول کی فلاسفی یا تقریر جلسہ اعظم مذاہب، مطبع میگزین قادیان" کے صفحہ ۳۲ سے ۳۵ پر موجود مضمون کو چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

قارئین کرام! یہ مضمون تقریبًا تین صفحات پر مشتمل ہے جس کو تھانوی صاحب نے سرقہ کر کے دیوبندیوں کے لیے سامان شادی ومسرت کیا ہے۔

نمبر (9) دیوبندی مسلک کے یہی حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف" احکام اسلام عقل کی نظر میں" اشاعت اول نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی" کے حصہ سوم صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶ پر" وجوہ حرمتِ خنزیر" کا عنوان قائم کرنے کے بعد مرزا قادیانی کی تقریر بنام" اسلامی اصول کی فلاسفی یا تقریر جلسہ اعظم مذاہب" ،مطبع میگزین قادیان" کے صفحہ ۲۹ پر موجود مضمون سے چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ ابتداء کرتے ہیں۔

نمبر (10) دیوبندی مسلک کے یہی حکیم الامت صاحب اپنی اسی تصنیف" احکام اسلام عقل کی نظر میں" اشاعت اول نومبر ۲۰۰۹ء، ناشر مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی

[1] روحانی خزائن جلد 10، آریہ دھرم، صفحہ 37 سے 39، مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔

" کے حصہ سوم کے صفحہ ۲۲۴ پر" انسان میں قوت غضبیہ وحلم وغیرہ کی حکمت" کا عنوان دے کر صفحہ ۲۲٦ تک مرزا قادیانی کی کتاب" نسیم دعوت کے صفحہ ٦۹ سے ۷۱ " تک موجود مضمون کو چند الفاظ کے تغیر وتبدل کے ساتھ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔[1]

عزیزانِ محترم! قادیانی کا یہ مضمون تقریبا دو صفحات کا ہے جس کو تھانوی صاحب قلم بند کر کے فرطِ مسرت وخُوشی سے رقص کناں ہیں اور دیوبندیوں سے دادِ عقل وصول کرر ہے ہیں۔

مسلک دیوبند کے اس حکیم الامت کی کئی دوسری کتب سے بھی ایسے نظارے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر ہم بخوف طوالت تلک عشرۃ کاملۃ پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ مزید کچھ باتیں ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں بھی ہدیہ قارئین ہوتی رہیں گی، بالخصوص صاحبِ کتاب کی سرقہ بازیاں۔

پس مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ معترضین نے جو مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب پر الزام عائد کیا ہے وہ کتنا کھوکھلا اور ہلکا ہے، وہ اگر اپنے بزرگوں اور اسی موصوف کی کتب میں کچھ غور وفکر کر لیتے، اور دیانت کا کچھ مادہ ان معترضین میں ہوتا تو اپنے گھر کی حالتِ زار کے پیشِ نظر یہ اعتراض ناروا قائم نہ کرتے۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ بند قبا دیکھ

اصل عبارات یا نقل میں بھی کم عقلی

معترضین میں سے محمد طاہر حسین گیاوی صاحب لکھتے ہیں:

" یہ کتاب ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے، جگہ جگہ حوالوں اور کمیاب بلکہ نایاب کتابوں کی

[1] روحانی خزائن جلد 19، نسیم دعوت، صفحہ 436 سے 438، مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔

اصل عبارتیں بھی نقل فرما کر قارئین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو مدلل کر دیا ہے"۔ [1]

نمبر (1) سبحان اللہ العظیم! مقرظ صاحب، جن کے لیے صاحبِ کتاب نے مندرجہ ذیل القابات نقل کیے ہیں" سلطان المناظرین، فاتح رضا خانیت، خطیب اسلام، شیر بیشہ اہل سنت، استاذ العلماء حضرت مولانا سید۔۔۔موسس ورئیس دار العلوم حسینیہ جھاڑ کھنڈ انڈیا"، اگر واقعتًا موصوف نے کتاب کو دیانت سے پڑھا ہوتا تو مذکورہ بالا الفاظ لکھنے سے گریز کرتے کیونکہ جس کتاب میں سب سے پہلے جو حوالہ نقل کیا گیا ہے، وہ سب سے پہلی تقریظ میں ایک حدیثِ مبارکہ کا ہے، اور اُس تقریظ کے لکھنے والے کے بارے میں جو القابات لکھے ہیں، ملاحظہ ہوں" جامع المعقول والمنقول، نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، رئیس الاتقیاء، مخدوم الصلحاء، استاذ الحدیث، حضرت مولانا۔۔۔نائب مہتمم دار العلوم دیوبند"۔

اب اگر صاحبِ کتاب کے سلطان المناظرین کی بات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ صاحبِ کتاب تو "اصل عبارتیں" نقل کرتے ہیں، لہٰذا نقل کردہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ اگر اصل سے مطابقت نہیں رکھتے تو مقرظ جو بقولِ صاحبِ کتاب جامع ہیں معقولات اور منقولات کے اور اُستاذ الحدیث اور دیوبندیوں کی جنم کنڈلی دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم بھی ہیں اُن کی حالتِ زار ایسی ہے کہ ایک حدیث کے الفاظ بھی صحیح یاد نہیں کیونکہ جو الفاظ اس کتاب میں لکھے گئے ہیں، وہ یہ ہیں:

"قال رسول اللہ ﷺ: یکون بعدی آئمة لا یهتدون بهدای ولا یسنون بسنتی وسیقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جثمان انس (مشکوٰۃ شریف :ص۴۶۲)"۔ [2]

جبکہ "مشکوٰۃ المصابیح" میں جو الفاظ ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] دفاع، ص13۔14، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] دفاع، ص9، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

"یکون بعدی آئمة لا یھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس".

یہی روایت صحیح مسلم شریف میں"باب الامر بلزوم الجماعة عند ظھور الفتن ۔۔" میں بھی موجود ہے یُونہی محدثین کی ایک جماعت نے اپنی اپنی کتبِ حدیث میں یہ روایت بیان کی ہے مگر اس" دفاع" میں نقل کردہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں ۔

پس اگر دیوبندیوں کے سلطان المناظرین کی بات کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب تو اُن کے نزدیک" اصل عبارتیں" نقل کرتے ہیں، پس یہ اُن کی نہیں بلکہ دیوبندیوں کے معقولات ومنقولات کے جامع اوردارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث صاحب کی بیان کردہ تھی، جس کو موصوف نے ،جس طرح مقرظ صاحب نے لکھی ، یُونہی اصل کی طرح لکھ دیا، جبکہ اصل الفاظِ حدیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث صاحب ایسے جامع ہیں کہ ایک حدیث لکھ رہے ہیں اور اُس میں بھی دوغلطیاں ۔

اگر معقولات ومنقولات کے جامع ، استاذ الحدیث صاحب نے تو الفاظِ حدیث صحیح لکھے تھے مگر صاحبِ کتاب نے غلط لکھ دیئے ،تو گیاوہ صاحب جو کہ دیوبندیوں کے سلطان المناظرین ہیں اُنہوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے صاحبِ کتاب کی کتاب پر تقریظ لکھ ماری۔

اب فیصلہ تو دیو بندی سلطان المناظرین یا پھر دیوبندیوں کے معقولات ومنقولات کے جامع صاحب یا پھر صاحبِ کتاب ہی کریں گے کہ یہ سب کیا ہے؟ ۔

اگر کہیں کہ یہ کمپوزنگ وکتابت کی اغلاط ہیں تو ہم اس کے منکر نہیں ہیں کیونکہ ایسا ہونا کچھ بعید نہیں، لیکن صاحبِ کتاب کی حالت سے تو ہم خوب آگاہ ہو چکے ہیں کہ موصوف تو غلط حوالہ دے کر بعد میں علم ہونے کے باوجود اسی غلط حوالہ کو پھر آگے پھیلانے کے عادی ہیں،

جس کی ایک مثال تو دارالعلوم دیو بند (وقف) کے ترجمان" ندائے دارالعلوم دیو بند" میں شائع ہونے والے مضمون سے لے کر اس" دفاع، ص ۵۷۶" تک موجود ہے، جس کا کوئی جواب دیے بغیر موصوف ابھی تک اس پر بضد ہیں جس پر گفتگو کے لیے ہمارا رسالہ "المقیاس اور" دافع ازالۃ الوسواس کے صفحہ ۱۲۸ سے ۱۳۳" تک ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر (2) صاحبِ کتاب نے اپنی طرف سے جو سب سے پہلا حوالہ نقل کیا ہے وہ" دفاع " کے صفحہ ۳۰ پر" دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۲" کا ہے جو کہ صرف دواڑھائی سطر کی عبارت ہے، مگر موصوف اُس کو بھی بمطابقِ اصل نقل نہیں کر سکے، اُس میں سے بھی ایک لفظ اُڑا دیا ہے۔

نمبر (3) صاحبِ کتاب نے دُوسرا حوالہ اسی اپنی" دفاع " کے اسی صفحہ ۳۰ پر پھر " دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف" سے دواڑھائی سطر کا نقل کیا ہے، موصوف سے وہ بھی اصل کے مطابق نقل نہیں ہو سکا، کیونکہ اُس سے بھی ایک لفظ ہضم کر گئے۔

جب دو تین سطری عبارت نقل کرنے میں موصوف یعنی صاحبِ کتاب کی حالت و کیفیت ایسی ہے تو طویل اور کمیاب و نایاب کتب کے حوالے موصوف نے کہاں بمطابق اصل نقل کیے ہوں گے!!!

پس معلوم ہوا کہ دیو بندیوں کے" سلطان المناظرین، فاتح رضا خانیت، خطیب اسلام، شیر بیشہ اہل سنت، استاذ العلماء حضرت مولانا سید۔۔۔۔موسس ورئیس دارالعلوم حسینیہ جھاڑ کھنڈ انڈیا" نے جھوٹ پر مبنی تقریظ لکھ کر صاحبِ کتاب سے اظہارِ ہمدردی تو کیا لیکن حقیقت کا خون بھی کر گئے۔

پس ہم نے نمونہ کے طور پر" دفاع" میں نقل کردہ پہلے تین حوالوں کا حال بیان کیا ہے، ورنہ ایک طویل فہرست موجود ہے، جس میں سے چند نمونے کے حوالہ جات آگے کتاب میں بھی ذکر ہوں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

مقرظین کی تضاد بیانی

قارئین کرام! اس "دفاع" پر تقاریظ لکھنے والوں میں ایک دیوبندیوں کے "جامع المعقول والمنقول، نمونہ اسلاف، استاذ العلماء، رئیس الاتقیاء، مخدوم الصلحاء استاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند" ہیں، جن کی تقریظ کو موصوف نے سب سے پہلے اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

اور ایک تقریظ لکھنے والے دیوبندیوں کے "جامع المعقول والمنقول، عمدۃ المفسرین، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد راشد اعظمی صاحب، استاذ الحدیث والفقہ دارالعلوم دیوبند و ناظم اعلیٰ شعبہ تحفظ سنت دارالعلوم دیوبند" ہیں، جن کی تقریظ کو موصوف نے دُوسرے نمبر پر اپنی کتاب کو زینت بخشنے کے لیے لگایا ہے۔

جبکہ دیوبندیوں کی ان دونوں معقولات و منقولات کی جامع شخصیتوں نے اس کتاب پر تقاریظ لکھی ہیں، سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگادریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح دجل وفریب سے کام لیا ہے، بلکہ اس گھناؤنی حرکت میں اس سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں"۔ [۱]

جبکہ اعظمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف' حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں"۔ [۲]

ایک ہی دارالعلوم دیوبند کے جامع المعقول والمنقول یعنی سنبھلی اور دُوسرے اعظمی صاحبان

---

[۱] دفاع، ص 9، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] دفاع، ص 11۔ 12، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ایک ہی کتاب کے متعلق دو مختلف بیانات قلم بند کر رہے ہیں، اور اسی طرح عمائدینِ دیوبند نے اشرفعلی تھانوی کی گستاخانہ عبارت کے متعلق متضاد بیان دے کر تھانوی صاحب کو تکفیر کی چُھری سے ذبح کر ڈالا، یہ دلچسپ کہانی آئندہ اوراق میں بیان کی جائے گی۔ اور دیوبند کے فضلاء کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اسی طرح ہی متضاد باتیں کر کے عوام کے اذہان کو مضطرب و منتشر کرتے ہیں، اور تشکیک کا ایک ایسا بیج بود یتے ہیں کہ جسے ختم کرنے کے لیے برسوں درکار ہوتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دیوبند کے یہ فضلاء کتاب پر تبصرہ کرنے میں بھی تفرق و تشتت و انتشار و پراگندگی کا شکار رہے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مدنی صاحب کی کتاب "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" نے انہیں ایسا حواس باختہ کیا کہ وہ ایک متفق رائے بھی قائم نہ کر سکے، اور تقاریظ میں ہی باہم دست و گریباں ہو گئے۔

اُن میں سے ایک کا کہنا ہے کہ "ایک قدم آگے" جبکہ دُوسرے کا کہنا ہے کہ "ایک قدم بھی آگے نہیں"، یہ رام کہانی بھی اس لیے بنائی گئی کہ جہاں کہیں ایک قدم بڑھا کر جان خلاصی ہوتی ہو وہاں ایک قدم بڑھا دو، اور جہاں کہیں ایک قدم نہ بڑھانے سے گلے کا پھندا نکلتا ہو وہاں پر نہ بڑھایا جائے، اور جہاں پر کسی طرح جان نہ چھوٹتی ہو تو عبارات میں قطع و برید کا رونا رویا جائے۔

پس ان مقرظین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مولانا کاشف اقبال صاحب کی کتاب "دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" پڑھی ہی نہیں۔

اگر کہا جائے کہ ایک نے پڑھی ہوگی اور دُوسرے نے نہیں تو صاحبِ کتاب کو اپنے بیان کردہ اُصول (محدثِ عصر سے گزارش ہے کہ آئندہ کسی کتاب یا عالم کا حوالہ دو تو پہلے اس کی کتاب کو مکمل اور اس عالم کی تمام کتب خُود پڑھ لو اس کے بعد کسی کے خلاف اس کے اقوال کو پیش کرو)۔ (ازالۃ الوسواس، ص ۳۷) کے پیشِ نظر ان تقاریظ کو نقل کرنے سے پہلے

اپنے ان معترضین کو" دیو بندیت کے بطلان کا انکشاف" پڑھنے کا کہنا چاہیے تھا تا کہ تضاد بیانی سے بچ جاتے ۔ اورا پنی جہالت کو آشکار نہ کرتے کیونکہ صاحبِ کتاب کے نزدیک پُوری کتاب حرف بحرف پڑھے بغیر اُس کے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنا جہالت ہے، ملاحظہ فرمائیں [۱]

آپس کے اختلاف کے ھوتے ھوئے فریقِ مخالف کی عبارات کو ھاتھ لگانے کی اجازت نھیں

صاحبِ کتاب کے معترضین میں سے اُن کے ایک دُوسرے بزعم خود" سلطان المناظرین، فاتح رضا خانیت، ترجمان مسلکِ دیو بند، شیر اہلسنت، حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

" ہم نے عبارات کے موضوع پر ان بریلویوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہٰذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں لگے رہیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی" ۔ [۲]

دیوبندیوں کے اس سلطان المناظرین کو ہم بھی یہی نسخہ دیتے ہیں کہ مفتی زرولی دیوبندی ہے، اور طارق جمیل بھی دیوبندی ہے، دونوں دیو بندی مگر مفتی زرولی صاحب نے اپنے دورہ تفسیر القرآن ۳۰ اپریل ۲۰۱۹ء کے درس میں کہا کہ:

" لیکن یہ جو تبدیلی کرتا ہے احکام میں نا، اور ایک نیا دین بنانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ اس کا کوئی علمی مقام یا استعداد صفر کے درجے میں ہے، خود کہتا ہے کہ ہمارا تو تبلیغی مطالعہ

---

[۱] ازالۃ الوسواس، ص 46، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ، باہتمام: محمد الیاس گھمن۔

[۲] دفاع، ص 18، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہے سطحی علم ہے، سطحی علم ہے اور عوام میں کہتا ہے کہ شیعہ کافر نہیں ہے، سطحی علم میں کہتا ہے کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا، یہ دیکھیں ذرا، یہ سطحی ہے اور کہتا ہے بیوی سے عشق کرو، اور بعض کہتے ہیں کہ ہم بیویوں کی اصلاح کرتے ہیں اصلاح پر لعنت ہو، یہ الفاظ ہیں اس کے، حالانکہ قرآن میں ہے کہ بیوی و مرد، مرد و خاوند، خاوند اور بیوی کے درمیان اصلاح ہونا چاہیے ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما یہ اصلاح جو لفظ قرآن بول چکا اس پر لعنت کر رہا، یہ مسلمان کیسے رہے گا"۔

مزید تبلیغی جماعت کے متعلق مفتی تقی عثمانی کی" تقریر ترمذی" اور نیٹ پر موجود تقریر، یُونہی مفتی عیسیٰ کی" کلمۃ الہادی" وغیرہ، حتیٰ کہ دار العلوم دیو بند کا فتویٰ، پھر حیاتی ومماتی جنگیں، کیا یہ سب اتحاد وا تفاق کی دلیل ہیں؟

اور اگر مزید دیکھنا پسند کریں تو" شاہراہِ تبلیغ، مؤلفہ قاضی عبد السلام نوشہروی، معہ "احقاق الحق البلیغ فی ابطال ما احدثته جماعت التبلیغ"، مؤلفہ محمد امان اللہ عمر زئی، ادارہ السید اللہ شہید، کاملپور عالم، اٹک، ملاحظہ فرمائیں، کچھ آئندہ اوراق میں بھی آتا ہے، ان شاء اللہ العزیز۔

پس اگر آپ کے مخالف فریق میں آپس کے اختلاف ہونے کی وجہ سے انہیں آپ کی عبارات کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں تو آنجناب پہلے بقول ابُوایوب اپنے گھر کا گند صاف کریں، اور جناب جب تک اپنے درمیان کے اختلاف ختم نہ کر لیں فریقِ مخالف کے متعلق بولنے، اور اُن کے خلاف ہَرزہ سرائیوں کی آپ کو بھی اپنے اصول کے مطابق بولنے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد دیوبندیوں کے اسی سلطان المناظرین نے اپنی تقریظ میں اپنے بزرگوں کا اولیاءِ کاملین ہونا، اور شہادت مخالفین کے گھر سے دیئے جانے کی بات کی، اور کہا کہ (چند نمونے اس کتاب میں موجود ہیں) تو اس پر عرض ہے کہ نانوتوی کی ولایت کو ثابت کرنے کی جو سعیء لاحاصل صاحبِ کتاب نے اپنی" ازالۃ الوسواس" میں کی تھی اُس

کے متعلق راقم الحروف نے" دافع ازالۃ الوسواس" میں بیان کردیا تھا جن کا جواب دیے بغیر پھر اس" دفاع " میں وہی باتیں دُھرا دی گئی ہیں، بقیہ کی ولایت کے دعویٰ کی حقیقت ان شاء اللہ العزیز آگے کتاب کے جواب میں اُن کے مقام پر آئے گی۔

دیوبندیوں کے یہی سلطان المناظرین لکھتے ہیں کہ" بریلی کے خان صاحب نے بھی یہی طرز اختیار کیا، اپنے آپ کو بدعتی ومشرک کے فتووں سے بچانے کے لیے دُوسروں کو وھابی، گلابی ترابی اور کئی دُوسرے القابات دینے شروع کر دیئے، حالانکہ ان سارے القابات کے مستحق وہ خُود تھے"۔ [۱]

بالکل جناب کلمہ گو اہلِ اسلام پر سب سے پہلے بدعتی ومشرک ہونے کے فتوی لگانے والے خوارج سے ہم بخوبی آگاہ ہیں، اور اس کے متعلق رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان بھی ہمارے پیشِ نظر ہے، جس میں آپ ﷺ نے اصل مشرک کے متعلق واضح فرمادیا ہے، ملاحظہ ہو:

"أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم: "إن مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْئًا لِلْإِسْلَامِ غَيَّرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللهُ فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي قَالَ بل الرامي". [۲]

---

[۱] دفاع، ص 19، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] أخرجه ابن حبان في الصحيح، 1\282(81)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار 2\323(865)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة (1859)، والبخاري في التاريخ الكبير 4\301، والبزار في مسنده 7\220.221(2793)، وقال: وَهَذَا الْحَدِيثُ بِهَذَا اللَّفْظِ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى إِلَّا عَنْ حُذَيْفَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ، وَالصَّلْتُ هَذَا رَجُلٌ مَشْهُورٌ مِنْ=

" یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: " مجھے تم پر ایسے آدمی کا ڈر ہے جو قرآن کریم پڑھے گا، حتی کہ اس کے چہرے پر قرآن کریم کی تازگی نظر آئے گی اور حمایتِ اسلام، اللہ عزّوجل جدھر چاہے گا اس کو پھیر دے گا، پھر جب وہ قرآن مجید سے جُدا ہوگا تو اسے پس پشت ڈال دے گا، اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلائے گا اور اُس پر تہمتِ شرک لگائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان دونوں میں سے زیادہ شرک کے قریب کون ہوگا، تہمت لگانے والا، یا جس پر تہمت لگائی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تہمت لگانے والا"۔ [1]

کیوں جناب! محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمہ گو جناب کی نہیں بلکہ اپنے محبوب آقا کریم ﷺ کی بات کو ہی حق جانیں گئے جس نے فتوی بازوں کے مشرک ہونے کو آج سے چودہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی واضح کردیا تھا۔ دیوبندیوں کی اس سلطان المناظرین نے آگے چاند پُوری کے ایک فرضی واقعہ کو بیان کیا ہے جس کے متعلق عرض ہے کہ اپنے ہی گھر سے اپنے بڑے کو آپ زمین سے اُٹھا کر اپنے سر پر بٹھالیں ہمیں اس سے کیا لینا دینا، اگر کوئی حقیقت ہوتی تو عیاں بھی ہوتی، بلکہ بقول صاحبِ "فضل خداوندی" عجیب بات ہے۔

---

[1] = أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَمَا بَعْدَهُ فَقَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْ تَعْرِيفِهِمْ؛ لِشُهْرَتِهِمْ۔

وقال الهيثمي في المجمع 1\188: رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

وأورده الحافظ ابن كثير في تفسيره 3\509، وعزاه إلى أبي يعلى، وقال: هَذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ وَالصَّلْتُ بْنُ بَهْرَامَ كَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْكُوفِيِّينَ، وَلَمْ يُرْمَ بِشَيْءٍ سِوَى الْإِرْجَاءِ، وَقَدْ وَثَّقَهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَغَيْرُهُمَا. وحسنه الألباني في صحيح موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان 1\125۔

وفي الباب: عن معاذ بن جبل رضي الله عنه، فرواه ابن أبي عاصم في السنة (43) وغيره۔

اھلِ بِدعت کون؟

دیوبندیت کے یہ سلطان المناظرین لکھتے ہیں کہ:

"ہماری جن عبارتوں پر اہلِ بدعت اعتراض کرتے ہیں وہ قریبًا چودہ سو سال کے اکابر علماء سے بھی منقول ہیں، مثلاً خاتم کے دو معنٰی افضل اور آخری نبی ماننا، یہ صرف حضرت نانوتوی۔۔۔ سے ہی ثابت نہیں بلکہ علامہ خفاجی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جا سکتے ہیں (جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمالیں گے)"۔ [1]

اولًا: پچھلے صفحہ پر موصوف نے جو اپنے حکیم الامت کی کتاب "افاضاتِ یومیہ" کے حوالہ سے ایک مثال ذکر کی ہے، اہلِ دیوبند کا اُس کے مصداق ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہا کیونکہ موصوف جس کتاب پر تقریظ لکھ رہے ہیں اُسی کتاب میں ایک کتاب اور اُس کے مصنف یعنی اسماعیل دہلوی صاحب اور اُس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کا دفاع کرنے میں بہت زور لگایا گیا ہے۔

اس کتاب یعنی "تقویۃ الایمان" اور اس کے مصنف یعنی اسماعیل دہلوی صاحب کے متعلق مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی "حدائق الحنفیہ" سے اسی "دفاع، ص ۳۸ سے ۴۰" تک میں) نانوتوی کے دفاع میں ایک طویل اقتباس نقل کیا گیا ہے، اور جن کے لیے "مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ لکھے گئے، وہی لکھتے ہیں کہ:

"بخلاف مولوی محمد اسماعیل صاحب کے کہ گو اُن سے بعض عمدہ کام بھی واقع ہوئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں اُن سے ایسی بے ادبیاں صادر نہیں ہوئیں کہ اونکی (اُن کی) کچھ تاویل ہو سکے، اور صرف ان بے ادبیوں پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ اونکی (اُن کی) تمام کتاب ہی الا ما شاء اللہ مخالف عقائدِ اہل سنت و جماعت ہے"۔ [2]

---

[1] دفاع، ص 20، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] آفتابِ محمدی، ص ۸، مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۰ھ۔

دیو بندیوں کے سلطان المناظرین صاحب! آپ کی اس مصدقہ کتاب میں جس شخصیت کو اپنا سمجھتے ہوئے اُس سے استدلال کیا گیا ہے اُس شخصیت نے تو واضح کر دیا کہ اسماعیل دہلوی کے اور اس کی کتاب" تقویۃ الایمان" میں درج عقائد اہلِ سنت کے عقائد کے خلاف ہیں۔

جب اہلِ سنت کے عقائد کے خلاف ہوئے تو کم از کم اہلِ بدعت کے ہی عقائد ونظریات ہوں گے اور جن عبارتوں پر اعتراض کرنے والوں کو جناب اہلِ بدعت کہہ رہے ہیں آپ ہی کی مسلمہ شخصیت یہ واضح کررہی ہے کہ درحقیقت اُن پر اعتراض کرنے والے اہلِ بدعت نہیں بلکہ آنجناب اہلِ بدعت ہیں، اور آنجناب کی وہ عبارات بدعت ہیں۔ پس ہمارا یہ کہنا کہ اہلِ دیوبند ہی اس کا مصداق ہیں تو یہ دیوبندیوں کی ہی مسلمہ شخصیت کی گواہی سے صحیح ثابت ہو گیا۔

لفظ خاتم النبیین کے معنٰی کے متعلق دیوبندیوں کے مختلف اقوال اور قادیانیوں کے لیے فریضۂ سهولت کاری

دیوبندیوں کے یہی سلطان المناظرین لکھتے ہیں کہ:

" خاتم کے دو معنٰی افضل اور آخری نبی ماننا یہ صرف حضرت نانوتوی ۔۔۔۔ سے ہی ثابت نہیں بلکہ علامہ خفاجی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جا سکتے ہیں"۔ [1]

علّامہ خفاجی اور دیگر اکابرین کے حوالوں کی تحقیق تو آگے آئے گی ان شاء اللہ العزیز، لیکن دیوبندیوں کے اس سلطان المناظرین نے آیتِ خاتم النبیین میں" خاتم" کا معنٰی" افضل" قادیانیوں سے اخذ کیا ہے، چنانچہ قادیانی مؤرخ دوست محمد شاہد اپنی کتاب" تفسیر خاتم النبیین اور بزرگان سلف"، نظارات اشاعت لٹریچر وتصنیف صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے صفحہ

[1] دفاع، ص 20، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

نمبر۱۹ پر خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"سب نبیوں سے افضل"۔

قارئین آپ ملاحظہ فرمائیں کہ قادیانیوں کے مؤرخ اور دیوبندیوں کے اس سلطان المناظرین دونوں نے ہی آیتِ خاتم النبیین میں لفظ "خاتم" کے دو معنی کرتے ہوئے ایک معنی افضل مُراد لیا ہے، جبکہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام والمسلمین، اسوۃ السلف، قدوۃ الخلف، اکابرِ دیوبند میں جماعتِ محدثین کے سرخیل، امیر المؤمنین فی الحدیث، شیخ، ثقہ، امین، بقولِ قاری طیب صاحب چلتا پھرتا کتب خانہ، انورشاہ کشمیری، جس کے متعلق دیوبندیوں کا قول ہے کہ "اگر اسلام مجسم صورت میں آتا تو وہ علامہ انورشاہ کی صورت میں ہوتا" اُس انورشاہ کشمیری نے کہا کہ:

"خاتَم: خاتَم بفتح تا و بکسر تا دو طرح استعمال ہوتا ہے لیکن تاء کے فتح کے ساتھ حسن بصریؒ اور امام عاصمؒ پڑھتے ہیں باقی تمام قراء تاء کے زیر پر اتفاق کئے ہوئے ہیں، اعراب کے اس اختلاف سے مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی معنی وہی رہیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔[۱]

مزید کہا کہ:

"ان تصریحات سے واضح ہوا کہ خاتم النبیین کا بے غبار مفہوم یہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے لئے خاتم ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا"۔[۲]

مزید کہا کہ:

---

[۱] نقش دوام، از انظرشاہ مسعودی، صفحہ 369، شاہ بکڈپو، دیوبند، یو۔پی، وصفحہ 376، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] نقش دوام، از انظرشاہ مسعودی، صفحہ 370، شاہ بکڈپو، دیوبند، یو۔پی، وصفحہ 377، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

" خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں وہ یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء میں آخری نبی ہیں اور انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں"۔ [۱]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"ختم نبوت پر تحقیقی کلام کے دوران شاہ صاحبؒ (انور شاہ) نے حضرات صحابہ رضوان اللہ اجمعین اور تابعین کے اقوال بھی بطور حوالہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم کے یہ مخاطب اوّل خاتم النبیین کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں لیتے تھے کہ آپؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا"۔ [۲]

پس دیوبندیوں کے شیخ الاسلام والمسلمین، امیر المؤمنین فی الحدیث اور چلتا پھرتا کتب خانہ بلکہ، دیوبندیوں کے بقول ہی اسلام اگر مجسم صورت میں ہوتا تو انور شاہ کی صورت میں ہوتا، دیوبندیوں میں اس مقام و مرتبہ والے انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے مخاطبِ اوّل یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو دُوسرا کوئی مطلب نہیں لیتے تھے، اور" خاتم النبیین " کا بے غبار مفہوم آخری نبی ہے، مگر اہل دیوبند کے یہ ننھے مُنّے مولوی یہ کہنا شروع ہو گئے ہیں کہ" خاتم" کے دو معنی ہیں۔

اب ہم اہلِ عقل و دانش اور اہلِ دیوبند پر ہی اس بات کو چھوڑتے ہیں کہ فیصلہ خُود فرمائیں کہ وہ انور شاہ کشمیری جس کا مقام عمائدینِ دیوبند کے نزدیک اتنا بُلند و بالا ہے، وہ سچا ہے یا آج کے یہ نَومَولُود دیوبندی مولوی؟ یقیناً اہلِ علم و دانش بلکہ عام دیوبندی بھی انور شاہ کشمیری کی بات کو ان پر ترجیح دیں گے۔

---

[۱] نقش دوام، از انظر شاہ مسعودی، صفحہ 370. 371، شاہ بکڈپو، دیوبند، یو۔پی، وصفحہ 378 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

[۲] نقش دوام، از انظر شاہ مسعودی، صفحہ 371، شاہ بکڈپو، دیوبند، یو۔پی، وصفحہ 378، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

جبکہ دوسری جانب دیوبندیوں کے ہی مفتی اعظم پاکستان، مفتی محمد شفیع دیوبندی، صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لغتِ عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوتو اس کے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں، آیتِ مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافت جماعتِ نبیین کی طرف ہے اس لیے اس کے معنی آخرالنبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے، اس قاعدے کی تائید تاج العروس شرح قاموس سے بھی ہوتی ہے، و ہو ہذا:

تاج العروس: شرح قاموس للعلامۃ الزبیدی میں لحیانی سے نقل کیا ہے:

ومن اسمائہ علیہ السلام الخاتم والخاتم وھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہٖ۔

ترجمہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح بھی ہے، اور خاتم وہ شخص ہے جس نے اپنے تشریف لانے سے نبوت کو ختم کر دیا ہو۔

مجمع البحار: جس میں لغاتِ حدیث کو معتمد طریق سے جمع کیا گیا ہے اس کی عبارت درج ذیل ہے:

الخاتم والخاتم من اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ش ، بالفتح اسم ای اٰخرھم وبالکسر اسم فاعل ۔ (مجمع البحار)

ترجمہ: خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہے، بالفتح اسم ہے، جس کے معنی آخر کے ہیں، اور بالکسر اسمِ فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی تمام کرنے والے کے ہیں۔

نیز مجمع البحار ج:۱ ص:۳۲۹ میں ہے:

خاتم النبوۃ بکسر التاء ای فاعل الختم وھو الاتمام وبفتحھا بمعنی الطابع ای شیء یدل علی انہ لا نبی بعدہٗ۔

ترجمہ: خاتم النبوۃ بکسر تاء یعنی تمام کرنے والا، اوربفتح تاء بمعنی مہر یعنی وہ شے جواس پر دلالت کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدکوئی نبی نہیں۔

قاموس: میں ہے:

والخاتم اٰخر القوم کالخاتم ومنه قوله تعالیٰ .وخاتم النبیین ، ای اٰخرھم ۔

ترجمہ: اور خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح قوم میں سب سے آخرکوکہا جاتا ہےاوراسی معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: خاتم النبیین ،یعنی آخرالنبیین ۔

اس میں بھی لفظِ ''قوم'' بڑھا کرقاعدۂ مذکورہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نیز مسئلہ زیرِ بحث کا بھی نہایت وضاحت کے ساتھ فیصلہ کردیا ہے ۔

کلیات ابی البقاء: لغتِ عرب کی مشہورومعتمد کتاب ہے،اس میں مسئلہ زیرِ بحث کوسب سے زیادہ واضح کردیا ہے، ملاحظہ ہو:

وتسمیة نبینا خاتم الانبیاء لان الخاتم اٰخر القوم، قال الله تعالیٰ : ما کان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین ۔

(کلیات ابی البقاء ص: ۳۱۹)

ترجمہ: اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء اس لیے رکھا گیا کہ خاتم آخرِ قوم کو کہتے ہیں (اوراسی معنی میں) خداوندِ عالم نےفرمایا ہے کہ:نہیں ہیں محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارےمردوں میں سے کسی کے باپ،لیکن اللہ کے رسول ہیں اورآخرسب نبیوں کے۔ اس میں نہایت صاف کردیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاءاور خاتم النبیین نام رکھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ خاتم آخرالقوم کوکہاجاتا ہے، اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرالنبیین ہیں۔

نیز ابوالبقاء نے اس کے بعدکہا ہے کہ:

ونفی الاعم یستلزم نفی الاخص ۔

ترجمہ: اور عام کی نفی، خاص کی نفی کو بھی مستلزم ہے۔

جس کی غرض یہ ہے کہ نبی عام ہے، تشریعی ہو یا غیر تشریعی، اور رسول خاص تشریعی کے لیے بولا جاتا ہے، اور آیت میں جبکہ عام نبی کی نفی کر دی گئی تو خاص یعنی رسول کی بھی نفی ہونا لازم ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے تشریعی اور غیر تشریعی ہر قسم کے نبی کا اختتام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے، جو لوگ آیت میں تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم گھڑتے ہیں علامہ ابو البقاء نے پہلے ہی ان کے لیے رد تیار کر رکھا ہے۔

صحاح العربیۃ للجوھری: جس کی شہرت محتاج بیان نہیں، اس کی عبارت یہ ہے:

والخاتم والخاتم بکسر التاء وفتحھا والخیتام والخاتام کلہ بمعنی والجمع الخواتیم وخاتمۃ الشیء اٰخرہٗ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء علیھم السلام ۔

ترجمہ: اور خاتِم اور خاتَم تاء کے زیر اور زبر دونوں سے اور ایسی ہی خیتام اور خاتام سب کے معنی ایک ہیں، اور جمع خواتیم آتی ہے، اور خاتمہ کے معنی آخر کے ہیں، اور اسی معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء علیہم السلام کہا جاتا ہے۔

اس میں بھی یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ خاتِم اور خاتَم بالکسر اور بالفتح دونوں کے ایک معنی ہیں، یعنی آخرِ قوم ۔

منتہی الارب: میں لفظِ خاتم کے متعلق لکھا ہے:

خاتِم کصاحبِ مہر وانگشتری، وآخر ہر چیزے و پایانِ آں وآخرِ قوم وخاتَم بالفتح مثلہ ومحمد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ۔

صراح: میں ہے:

خاتمۃ الشیء اٰخرہٗ ومحمد خاتم الانبیاء بالفتح صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ۔

ترجمہ: خاتمہء شے کے معنی آخر شے کے ہیں، اور اسی معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

لغتِ عرب کے غیر محدود دفتر میں سے یہ چند اقوال ائمہءلغت بطور مشتے نمونے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، جن سے انشاء (ان شاء) اللہ تعالٰی ناظرین کو یقین ہو گیا ہو گا کہ اَز رُوئے لغتِ عرب آیتِ مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے، اور لفظِ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے۔ [1]

نوٹ: مفتی شفیع صاحب کی اس عبارت میں یہ فقرہ قابلِ غور ہے کہ" ناظرین کو یقین ہو گیا ہوگا کہ از رُوئے لغتِ عرب آیتِ مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنٰی آخر النبیین کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے"۔

مفتی شفیع صاحب تو اس جگہ عوام کو یقین دلا رہے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنٰی آخر النبیین کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتے، مگر نہ جانے کیوں دیوبندیوں کے یہ سلطان المناظرین اس یقین کو متزلزل کرنے کے دَرپے ہیں، یا انہیں مفتی شفیع صاحب کی تحقیق پر یقین نہیں (اسی لیے تو بے یقینی کی باتیں کررہے ہیں) یا بوجہ جہالت قادیانیوں کے لیے سہولت کاری کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

یہاں پر ابُو ایّوب صاحب کے اس دعوی کی قلعی بھی کھل جاتی ہے کہ دُوسرا معنی چودہ سو سال سے اکابر سے منقول ہے، اگر ایسا کچھ اکابر سے منقول ہوتا تو باوجود تتبع کے مفتی شفیع صاحب کو نظر کیوں نہ آیا، یا ابوایوب صاحب اُن سے بڑے عالم ہیں؟ حالانکہ ابوایوب کا مفتی شفیع سے بڑا عالم ہونا تو کجا، صحیح معنٰی میں عالم ہونا بھی درست نہیں۔

---

[1] ختم نبوت، حصہ اول 80 سے 83، مکتبہ معارف القرآن، کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

حصرِ حقیقی و اضافی اور دیوبندی مصنف کی جہالت

عزیزانِ محترم! دیوبندی مصنف ساجد خان صاحب ان عبارتوں کے جواب میں یُوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ:

" حضرت مفتی شفیع صاحب یا حضرت مولانا ادریس صاحب یا ہمارے دیگر اکابر کی ان عبارات میں'' حصرِ حقیقی'' نہیں بلکہ'' اضافی'' ہے ان حضرات کی یہ کتابیں مرزائیوں کی رد میں ہیں مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لیے ان کتابوں میں ان کی ملحدانہ تاویلات اور تخصیصات کا رد کیا گیا ہے ان عبارات میں **حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدۃ** ہے''۔[1]

الجواب : دیوبندی مصنف نے اس جگہ اپنی جہالت کا خُوب مظاہرہ کیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس بیچارے کو ان اصطلاحات کا ذرا بھی علم نہیں ہے، شاید کسی کتاب میں ان الفاظ کو لکھا ہوا دیکھ لیا اور سرقہ کر کے اپنی کتاب میں ڈال دیا، اور سمجھ بیٹھے کہ میں نے کوئی علمی تیر مار لیا ہے، اس بیچارے کو مفتی شفیع دیوبندی اور مولوی ادریس کاندھلوی صاحب کی کتابیں پڑھنا بھی میسر نہیں ہوئیں، بس نہ جانے کس جاہل اور بددماغ نے یہ پٹی ان کو پڑھا دی کہ حصر حقیقی و اضافی کی اصطلاحیں لکھ مارو تو تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

افسوس! آیئے ہم آپ کو علم معانی کی مشہور و معروف کتاب ''مختصر المعانی'' کی طرف لیے چلتے ہیں۔

فن بلاغت کی اس مشہور و معروف کتاب کے مصنف علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

" تخصیص الشیء بشیء اما ان یکون بحسب الحقیقت وفی نفس الامر بأن لا

---

[1] دفاع،ص738، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

یتجاوزہ الی غیرہ اصلا وھو الحقیقی"۔ [۱]

"ایک شے کو دُوسری شے کے ساتھ خاص کرنا بحسب الحقیقت اور نفس الامر میں اِس طَور پر کہ شےاوّل شے ثانی سے اُس کے غیر کی طرف بالکل تجاوز نہ کرے، یہ حصر حقیقی ہے"۔

یہ جو"حصر" ہے یہی"قصر" ہے، پس اصطلاحِ نحو میں"حصر"اور اصطلاحِ بلاغت میں"قصر" کہتے ہیں، اور یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسی"الاتقان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں کہ:

"اما الحصر ویقال له القصر "۔ [۲]

پس جب معلوم ہوگیا کہ"حصر"اور"قصر" ایک ہی شے ہے تو اب آیئے ہم آپ کو آپ کے دارالعلوم دیوبند کے اُستاذِ حدیث، مولوی جمیل احمد صاحب سکروڈوی سے معلومات لے دیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"یہاں سے مصنفؒ قصر کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ قصر کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) غیر حقیقی۔ کیونکہ ایک شے کو دوسرے شے کے ساتھ خاص کرنا یعنی ایک شے کو دوسری پر منحصر کرنا یا تو حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے ہوگا اس طور پر کہ شے اول یعنی مقصور، شے ثانی یعنی مقصور علیہ سے اس کے علاوہ کی طرف قطعاً متجاوز نہ ہوگی، اور یا ایک شے کو دوسری شے پر منحصر کرنا کسی معینہ شے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہوگا یعنی شے اول (مقصور) شے ثانی (مقصور علیہ) سے اس معینہ شے کی طرف متجاوز نہ ہوگی اگر چہ اس کے علاوہ اس کے علاوہ دوسری اشیاء کی طرف متجاوز ہوسکتی ہو۔

اگر اول ہے تو قصر (حصر) حقیقی ہے اور اگر ثانی ہے تو قصر غیر حقیقی اور مجازی ہے، اول کی مثال"ما خاتم الانبیاء والرسل الا محمد"ہے(انبیاء اور رسل کا خاتم سوائے محمدؐ کے

---

[۱] مختصر المعانی، صفحہ 187، مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک۔

[۲] الاتقان، جزء2 صفحہ 49، سہیل اکیڈمی، لاھور۔

کوئی نہیں ہے)اس مثال میں نبوت اور رسالت کے ختم کو چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر کیا گیا ہے اور آپ کے علاوہ ہر ایک سے اس کی نفی کی گئی ہے چنانچہ ختم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے علاوہ کی طرف قطعاً متجاوز نہیں ہے اس لئے اس مثال میں قصر (حصر) حقیقی ہوگا"۔[1]

مزید ملاحظہ فرمائیں اہلِ دیوبند کے شیخ الہند، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

"قوله بأن له يتجاوزه الى غيره الضمير المستتر فی يتجاوزه راجع للشیء الاول والبارز فيه وفی غيره راجع للشیء الثانی ای بأن لا يتجاوز الشیء الاول المقصور الشیء الثانی المقصور عليه الى غير هذا الشیء الثانی كقولك ما خاتم الانبياء والرسل الا محمد صلى الله عليه وسلم فقد قصرت ختمها على محمد ﷺ ونفيه عن كل ما عداه فلم يتجاوز الختم الى غيره عليه السلام اصلا" ۔[2]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شے کو دُوسری شے کے ساتھ بحسب الحقیقت اور نفس الامر میں اس طور پر خاص کرلیا جائے کہ شے اول شے ثانی سے غیر کی طرف بالکل تجاوز نہ کرے تو یہ حصر حقیقی کہلاتا ہے، اب آپ کے سامنے اکابرین دیوبند کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ یہاں پر حصر حقیقی پایا جاتا ہے یا نہیں ؟۔

مفتی شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] تکمیل الامانی شرح اردو مختصر المعانی، جلد 2 ص 177، مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک۔

[2] مختصر المعانی بتحشیہ انیقۃ وتحلیلۃ رشیقۃ للبحر الالمعی والنحریر اللوذعی صدر المدرسین مولانا محمود الحسن المحدث الدیوبندی، ص 187، محمد سعید اینڈ سنز تاجران وناشران کتب قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

" لغتِ عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوتو اس کے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں، آیتِ مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافت جماعتِ نبیین کی طرف ہے اس لیے اس کے معنی آخرالنبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے ،اس قاعدے کی تائید تاج العروس شرح قاموس سے بھی ہوتی ہے" ۔ [1]

یہاں پر آپ ملاحظہ کریں کہ حصرِ حقیقی کا ایک جزو (ایک شے کو دُوسری شے کے ساتھ خاص کرنا) اس طرح پایا جاتا ہے کہ مفتی شفیع صاحب نے شے اوّل یعنی لفظ خاتم النبیین کو دُوسری شے یعنی معنی آخرالنبیین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ پھر آپ ملاحظہ کریں کہ حصر حقیقی کی تعریف کا دُوسرا جزو (بحسب الحقیقت اور نفس الامر میں اس طور پر خاص کر لیا جائے کہ شے اول شے ثانی سے غیر کی طرف بالکل تجاوز نہ کرے) یہ جزو بھی مفتی شفیع صاحب کی عبارت میں پایا جاتا ہے، چنانچہ ان کا یہ کہنا کہ: ''لغتِ عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی آخری نبی والا معنی ثابت ہوتا ہے''۔ حسب الحقیقت اور نفس الامر کی جانب مشیر ہے۔ اوران کا یہ کہنا کہ اس کے معنی آخرالنبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتے، یہ جملہ حصر حقیقی کی تعریف کے اس جزو کہ شے اول (خاتم النبیین) شے ثانی (بمعنی آخرالنبیین) سے غیر کی طرف بالکل تجاوز نہ کرے (یعنی آخرالنبیین کے معنی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتے) ناظرین آپ ملاحظہ کریں یہ حصرِ حقیقی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

مفتی شفیع صاحب تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس کے معنی آخرالنبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتے ، اب اگر دیوبندیوں کو مفتی شفیع صاحب کی بات سمجھ میں نہیں آتی تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں ۔

---

[1] ختم نبوت، حصہ اوّل صفحہ 80 مکتبہ معارف القرآن، کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

دیوبندی ہمیں یہ بتلائیں کہ مفتی شفیع صاحب نے خاتم النبیین کا جو ترجمہ کیا وہ نفس الامر اور حقیقت پر مبنی تھا یا محض دفع الوقتی تھی اوران کے کلام میں ایک معنی یعنی آخری نبی کے ماسوا دیگر کی نفی موجود ہے یا نہیں؟۔

مزید اس سے بھی بڑھ کر ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبندیوں کے یہی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا کہ خاتم النبیین کے وہی معنی اور صرف وہی معنی ہو سکتے ہیں اور ہیں جو اُوپر ذکر کئے گئے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں سب سے آخری اور سب کے ختم کرنے والے نبی ہیں"۔ [۱]

مزید لکھا کہ:

"خلاصہ یہ کہ آیت خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں"۔ [۲]

مزید امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کا ترجمہ ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے ''خاتم النبیین'' کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ رسول، اور اس پر اجماع واتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص۔ [۳]

پھر مفتی محمد شفیع صاحب اپنی اسی کتاب کے حصہ اوّل کے اختتام پر لکھتے ہیں کہ:

"جب ''خاتم النبیین'' کے معنی خود قرآن مجید کی ننانوے آیات نے واضح طور پر

---

[۱] ختم نبوت، حصہ اول، ص 97، مکتبہ معارف القرآن، کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

[۲] ختم نبوت، حصہ اوّل، ص 99، مکتبہ معارف القرآن، کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

[۳] ختم نبوت، حصہ اوّل، ص 119، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

بتلا دیئے جس میں کسی قسم کے مجاز و یا مبالغہ کو دخل نہیں ہے، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح فرمائی ہے کہ جس میں کوئی خفاء باقی نہیں رہا، اور پھر اجماع صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کردی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو؟۔

عجب ہے کہ خود متکلم جل مجدہٗ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنٰی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) اور پھر تمام علمائے سلف اسی معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص، ۔۔۔۔

الغرض چونکہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ نبویہؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اجماع صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) اور اقوالِ سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ ''خاتم النبیین'' اپنے حقیقی اور ظاہری معنی ہر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تاویل و تخصیص"۔ [1]

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کی مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آیت خاتم النبیین میں ''خاتم النبیین'' کا معنی صرف اور صرف ''سب انبیاء میں سب سے آخری، اور سب کے ختم کرنے والے نبی'' کے ہیں اور اس کے انہی ظاہری معنی پر قُرآنِ کریم، فرمانِ رسولِ کریم، اجماعِ صحابہ اور اقوالِ سلف نے مُہر کردی ہے۔

اب دیوبندیوں کے شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب کا ایک قول اس کے ساتھ ملائیے!

---

[1] ختم نبوت، حصہ اوّل، ص 236، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

نوٹ : یاد رہے کہ یہ مولوی ادریس کاندھلوی صاحب وہ ہیں جن کے متعلق اہل دیو بند" فنا فی العلم" ہونے کی بات کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں[1]

کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے، مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے۔ اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے، اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد اور زندقہ کہتے ہیں ۔۔۔ تاویل وہاں مسموع ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور جو امور قطعی اور صاف اور روز روشن کی طرح واضح ہوں ان میں تاویل کرنا انکار کے مترادف ہے"۔[2]

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام والمسلمین انور شاہ کشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ:

" نبوت کے ختم ہونے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں اور قرآن مجید ہے اور اجماع بالفعل ہے اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے اور کوئی مسلمان جس کا تعلق ہوا سلام کے ساتھ وہ اس عقیدہ سے غافل نہ رہا اس عقیدہ کی تحریف کرنا اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے اگر کوئی آیت قرآنی ہو اور اس کی مراد پر اجماع ہو امت کا اور صحابہ کرام ؓ (رضی اللہ عنہم) کا اس سے انحراف کرنا اور تحریف کرنا کفر صریح ہے"۔[3]

پس ہم ان عبارات کو بلا تبصرہ قارئین کرام پر چھوڑ تے ہیں۔

---

[1] تذکرہ شیخ الکل مولانا سلیم اللہ خان، ص74، ادارۃ الرشید، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

[2] احتسابِ قادیانیت، جلد دوم، احسن البیان فی تحقیق مسئلة الکفر والایمان، یعنی مسلمان کون ہے اور کافر کون؟، ص408۔409، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان۔

[3] احتسابِ قادیانیت، جلد4، بیان در مقدمہ بہاول پور، ص40، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان۔

دیوبندیوں کے محقق العصر، شیخ التفسیر والحدیث، مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

" خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین کے، تمام ائمہ لغت اور علماء عربیت اور تمام علماء شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملے گا"۔ [1]

دیوبندیوں کے سلطان المناظرین ابوایوب صاحب کہتے ہیں کہ'' خاتم'' کے دو معنیٰ افضل اور آخری نبی، تقریباً چودہ سو سال کے اکابر علماء سے منقول ہیں، مگر کاندھلوی صاحب کہتے ہیں کہ عہدِ نبوت سے لے کر اب تک (یعنی کاندھلوی صاحب تک) تمام اہلِ لغت، عربیت کے جاننے والوں اور شریعت کے تمام علماء نے خاتم النبیین کے معنیٰ یہی بیان کیے ہیں یعنی آخرالنبیین، اب سچا کون؟۔

دیوبندیوں کے یہی شیخ التفسیر والحدیث کاندھلوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

" خلاصہ کلام: یہ کہ خاتم النبیین کے معنے تو آخرالنبیین ہی کے ہیں۔ جس نبی پر یہ آیت اُتری اس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہؓ (رضی اللہ عنہم) نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنے سمجھے، **فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر**، الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں"۔ [2]

---

[1] احتسابِ قادیانیت، جلد 2، رسالہ **"مسک الختام فی ختم نبوت سید الانام"** المعروف ختمِ نبوت، ص 24، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

[2] احتسابِ قادیانیت، جلد دوم، رسالہ **"مسک الختام فی ختم نبوت سید الانام"** المعروف ختمِ نبوت، ص 28۔

بقولِ کاندھلوی صاحب جس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پرآیتِ خاتم النبیین نازل ہوئی اُنہوں نے" خاتم النبیین " کے معنی آخر النبیین ہی کیے، یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھائےاورصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی یہی معنی سمجھے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائےاورجس کا جی چاہے کفرکرے۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام والمسلمین، امیر المؤمنین فی الحدیث انورشاہ کشمیری صاحب نےلکھا کہ:

"وتحریف سوم که خاتم نبوت برائے اجراء است ، برائے انہاء در حقیقت الوحی ۹۸۔۲۸ایجاد کرده ۔ وحال آنکه در محاورات لغت ''خاتم "بکسر تاء باشد که بمعنی ختم کننده است ، یا بفتح تاء که بمعنی ما یختم به الشیء است ، در مثل خاتم القوم سوائے معنی آخرین نیامده "۔

اس کا جوترجمہ یوسف لدھیانوی صاحب دیوبندی نے کیا وہی ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں کہ:

"اورآیت ختم نبوۃ کی تیسری تحریف قادیانی نے حقیقۃ الوحی ص۹۷،۸ ۲ میں ایجاد کی ہے کہ خاتم نبوت،نبوت کو بند کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسے جاری کرنے کے لیے ہے)

(چنانچہ صفحہ ۲۸ پر لکھتا ہے:''اور بجزاس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں،ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی حاصل ہوسکتی ہے''۔اور صفحہ ۹۷ پر لکھتا ہے:''اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوصاحب خاتم بنایا یعنی آپ کوافاضہء کمال کے لیے مہردی جوکسی اور نبی کو ہرگزنہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہےاورآپ کی توجہ روحانی ''نبی تراش'' ہے،اوریہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کونہیں ملی'')

حالانکہ محاوراتِ لغت میں لفظ خاتم ،خواہ تا کے کسرہ کے ساتھ ہوجس کے معنٰی ختم کنندہ کے

ہیں، یا تا کے فتحہ کے ساتھ ہو جس کے معنٰی ہیں وہ چیز جس سے کسی چیز کو ختم کیا جائے''۔ بہر دوصورت'' خاتم القوم'' کی ترکیب ہیں (یعنی جبکہ یہ لفظ کسی جماعت کی طرف مضاف ہو) '' آخری فرد'' کے سوا کسی اور معنٰی کے لیے نہیں آتا"۔ [1]

دیوبندیوں کے مجاہدِ ملت، تلمیذِ انور شاہ کشمیری، مدرس دار العلوم دیوبند، حفظ الرحمن سیوہاروی صاحب نے لکھا ہے کہ:

" حق تعالٰی کی جانب سے'' خاتم النبیین'' کا جو منصب جلیل ذاتِ اقدس ﷺ کو عطا ہوا ہے عقل و نقل دونوں اعتبار سے ایک اور صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ آخر الانبیاء و رسل ہیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ ﷺ پر پہنچ کر ختم ہو گیا "۔ [2]

دیوبندیوں کے امام الاولیاء شیخ التفسیر (یاد رہے یہ وہی لاہوری صاحب ہیں کہ دیوبندیوں کے گکھڑوی امام صاحب اور ان کے بھائی دار العلوم دیوبند سے تکمیل کے بعد ان سے تفسیر پڑھنے کے خواہش مند تھے) مولوی احمد علی لاہوری صاحب اپنے خطبہ صدارت تحفظ نبوت احرار کانفرنس منعقدہ ۲۵۔ ۲۶ مئی ۱۹۵۱ء ملتان میں کہتے ہیں کہ:

لفظ خاتم کی تحقیق

اس لفظ کے بارے میں آیت مذکورہ میں دو قراتیں روایت کی جاتی ہیں۔ یعنی جن لوگوں نے اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ان میں سے بعض نے آپ کو" ت" کی زبر پڑھتے سنا ہے اور بعض نے " ت" کی زیر پڑھتے سنا۔ پھر امام المفسرین والمحدثین علامہ ابن جریر طبری ؒ اور جمہور مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں فرمایا ہے کہ دوسری قرأۃ خاتِم یعنی" ت" کی زیر کے ساتھ صرف دو قرأ امام حسن ؒ اور امام عاصم ؒ کی قرأت ہے۔

---

[1] خاتم النبیین، فارسی، ص 56، وترجمہ ص 181۔182، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

[2] احتسابِ قادیانیت، جلد 13، فلسفہ ختم نبوت، ص 221، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان۔

ان کے علاوہ تمام قراء کے نزدیک پہلی قرأۃ خاتم یعنی "ت" کی زبر کے ساتھ مختار ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد نمبر ۲۲ ص ۱۱)

خاتم کے معنی میں اہل لغت کی شہادت

اگر قرآن وحدیث کی تصریحات اور صحابہؓ اور تابعینؒ کی تفاسیر اور آئمہ سلف کی شہادتوں سے بھی قطع نظر کر لی جائے اور فیصلہ صرف لغت عرب پر رکھ کر دیا جائے تب بھی لغت عرب یہی فیصلہ دیتی ہے کہ آیت مذکورہ کی پہلی قرأت پر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ پہلا آخر النبیین اور دوسرا نبیوں کے ختم کرنے والے۔ اور دوسری قرأۃ پر ایک معنی ہو سکتے ہیں یعنی آخر النبیین۔ لیکن اگر حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ ایک ہی نکلتا ہے اور بلحاظ مراد اور خلاصہ مطلب کہا جا سکتا ہے کہ دونوں قرأتوں پر آیت کے معنی لغتًا یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء علیہم السلام کے آخر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

"مفردات القرآن" کی توثیق وشہادت

یہ کتاب امام راغب اصفہانیؒ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ جس میں انہوں نے صرف قرآن مجید کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں فرمایا ہے کہ لغات قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔ آیت مذکورہ کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہیں:

"وخاتم النبیین لأنه ختم النبوۃ أی تممھا بمجیئه"۔

(مفردات راغب ص ۱۴۲)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے یعنی آپ نے تشریف لا کر نبوت کو تمام فرمایا۔

"المحکم" لغت عرب کی وہ معتمد علیہ کتاب ہے۔ جس کو علامہ سیوطیؒ نے معتبرات میں ذکر کیا ہے کہ جن پر تفسیر قرآن کے بارہ میں اعتماد کیا جا سکے۔ اس میں لکھا ہے:

وخاتم کل شئ وخاتمته وعاقبته واخره " ۔(ازلسان العرب)

ترجمہ: خاتم اورخاتمہ ہر شے کےانجام اورآخرکوکہا جاتا ہے ۔

"التھذیب الازھری" کی توثیق وشھادت

اس کوبھی سیوطیؒ نےمعتبرات لغت میں شمارکیا ہے۔اس میں لکھا ہے ۔

"والخاتِم والخاتَم مِنْ أَسماء النَّبِيّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيزِ: مَا كانَ مُحَمَّدٌ أَبا أَحَدٍ مِنْ رِجالِكُمْ وَلكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخاتَمَ النَّبِيِّينَ؛ أَي آخِرَهُمْ.(لسان العرب)

اور خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہےاورقرآن عزیز میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ۔اللہ تعالی کےرسول اورنبیوں میں آخری نبی ہیں۔

نتیجہ: برادران اسلام! آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ کتب لغت کی ورق گردانی سے یہی ثابت ہے کہ لفظ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوتو اس کے معنی آخری ہی کے ہوتے ہیں ۔لہذا چونکہ آیت مذکورہ میں خاتم کی اضافت جماعت نبیین کی طرف ہے ۔اس لئے اس کے معنی آخرالنبیین کے ہیں اورنبیوں کوختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے ۔اللہ تعالی اس تفسیر وتشریح کے فہم سے مسلمانوں کو ہرقسم کی فکری لغزش سے بچائے اور مرزائیوں کو کفر سے نکل کراسلام میں آنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین یارب العالمین" ۔[1]

مدرسہ عین العلم شاہجہان پور، یو۔پی، کے صدر مدرس مولانا عبد الغنی پٹیالوی اپنی کتاب ''ہدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتری ''میں(جس کےمعترف و مداح بلکہ قدر

[1] خطبات ختم نبوت جلد اول،مرتبہ محمد اسماعیل شجاع آبادی،ص 80۔81،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ۔

دان، دیو بندیوں کے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور دیو بندیوں کے ہی حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی تھے) لکھتے ہیں کہ:

"تنبیہ! خلاصہ یہ ہے کہ معتبر کتب لغات سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ لفظ خاتم کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ ایک ہی معنی ہیں اور جب کبھی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو لغت عرب میں اس کے معنی آخر کے ہی ہوتے ہیں اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں آتے''۔ [1]

دیو بندیوں پر ایک لاجواب اعتراض

اگر ہم دیو بندی ساجد صاحب موصوف کی اس بات کو (کہ دیو بندی اکابرین کی عبارتوں میں حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے، اور حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدۃ ہے) دو منٹ کے لیے تسلیم کرلیں تو وہ ہمیں بتائیں کہ دیو بندی اکابرین کو آخر وہ کیا مجبوری تھی کہ انہوں نے قادیانیوں کو بزعم خُود شکستِ فاش دینے کے لیے لفظ خاتم النبیین کو ایک ہی معنی میں محصور کردیا؟ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانیوں کو شکست فاش تبھی دی جاسکتی ہے جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کیا جائے۔

نانوتوی صاحب اور اس موجودہ سلطان المناظرین کی تشریحات سے بیزاری اختیار کی جائے، جیسا کہ انور شاہ کشمیری صاحب کی لکھی ہوئی کتاب" خاتم النبیین" میں نانوتوی فلسفے پر کھل کر تنقید کی گئی ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ:

"ولہذا عاقب وحاشر ومقفی ہمه در اسماء گرامی آمده اند نه برلحاظ ما بعد وارادۂ مابالذات وما بالعرض عرف فلسفه است نه عرف قرآن حکیم وحوار عرب ونه نظم راہیچگو نه ایماء

---

[1] احتساب قادیانیت، جلد 17، هداية الممترى عن غواية المفترى ص، 25، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان۔

ودلالت برآن پس اضافۂ استفادۂ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ھوی ۔۔۔"۔[۱]

محمد یوسف لدھیانوی صاحب دیو بندی نے ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"یہی وجہ کہ عاقب، حاشر اور مقفی جو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی ہیں مابعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں جیسا کہ ان کے معانی پر غور کرنے سے بادنیٰ تأمل معلوم ہو سکتا ہے) اور (خاتمیت سے یہ مراد لینا کہ چونکہ آپؐ کی نبوت 'بالذات' ہے اور دوسروں کی نبوت 'بالعرض'۔ لہذا آپؐ سے استفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے خاتمیت کا یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ) مابالذات اور مابالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قرآن کریم کا عرف ہے، نہ زبان عرب ہی اس سے آشنا ہے، اور نہ قرآن کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے۔

پس اس آیت میں ''استفادۂ نبوت'' کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خودغرضی اور مطلب براری کیلئے قرآن پر زیادتی ہے"۔[۲]

قارئین کرام! یہ حوالہ جات اہلِ دیو بند کے اکابرین کے تھے، اب آیئے ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس کا تعلق برصغیر پاک و ہند کی ایک ایسی شخصیت سے ہے جو نہ تو اکابرین وفضلاء دیوبند سے ہیں اور نہ ہی اکابرین وفضلاء بریلی میں سے ہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کے صوبہ راجستھان کی بائیس ریاستوں میں سے قبل از تقسیم ہند ایسی ریاست سے ہیں جو واحد مسلم ریاست تھی یعنی کہ ریاستِ ٹونک، اور جن کے علمی قدوقامت کے لیے "الاعلام

---

[۱] خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بسلسلہ مطبوعات مجلس علمی نمبر 14، صفحہ 38، ۱۳۵۴ھ مدینہ پریس بجنور۔

[۲] احتساب قادیانیت جلد 2، رسالہ رسالہ" مسک الختام فی ختم نبوت سید الانام المعروف" ختمِ نبوت، 204

بمن فی تاریخ الھند من الاعلام ،مطبوع :دار ابن حزم بیروت ،دمشق کی جلد ۳ جزء ۸ صفحہ ۱۳۷۷ "کوملاحظہ فرمائیں۔

وہ شخصیت مولانا محمود حسن بن احمد حسن بن غلام حسین حنفی افغانی نجیب آبادی ٹونکی (م ۱۳۶۶ھ)رحمۃ اللہ علیہ کی ہے،آپ لکھتے ہیں:

"اگر تاویل کرنے والوں کے بتائے ہوئے معنی تسلیم کر لیے جائیں اور ان کا یہ دعویٰ مان لیا جائے کہ لفظ آخر کے معنی افضل کے ہیں تو لامحالہ اس کے مقابل لفظ اول کے معنی ذلیل تر کے ہونے چاہئیں، ورنہ ظاہر ہے کہ تقابل،اور مقصودِ کلام ثابت نہیں ہوگا، مَیں نہیں سمجھتا کہ ایسے معنی کو کوئی صحیح الدماغ شخص تسلیم کر سکے گا"۔[1]

قارئین کرام! آپ علامہ محمود حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو بغور پڑھیں، اور بار بار پڑھیں کہ اُنہوں نے کتنے واضح اور صاف انداز میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ لفظ ''خاتم النبیین'' کا معنی ''افضل'' نہیں (جیسا کہ ابوایوب دیوبندی صاحب کا خیال ہے) علّامہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اگر آج موجود ہوتے تو ابوایوب دیوبندی صاحب کو مخبوط الحواس اور غیر صحیح الدماغ قرار دیتے۔

محمد متین خالد صاحب نے لکھا کہ:

"پھر شاہد بشیر قادیانی نے کہا کہ لفظ خاتم کا ترجمہ ہے افضل اور خاتم النبیین کا مطلب ہے ،تمام نبیوں سے افضل۔میں نے عرض کیا کہ یہی بات آپ کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔دنیا کی کسی لغت یا ڈکشنری سے دکھا دیں تو میں آپ کو منہ بولا انعام دوں گا"۔[2]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ" خاتم" کا معنی قادیانی افضل لیتے ہیں،جیسا کہ شاہد بشیر نے قادیانی مناظر کی حیثیت سے گفتگو کرتے ہوئے کہا،جس پر جناب متین خالد

---

[1] معیار السنۃ لختم النبوۃ، ص 17، مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراھیمیہ حیدر آباد دکن۔

[2] کامیاب مناظرہ،ص 91،علم وعرفان پبلشرز،اردو بازار لاہور،۲۰۱۰ء۔

صاحب نے اس کو چیلنج کیا کہ دُنیا کی کسی ڈکشنری میں یہ معنیٰ" خاتم" کا دکھا دو میں منہ مانگا انعام دوں گا۔

مگر افسوس کہ جس طرح دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتوی کی" تحذیر الناس" نے مرزا قادیانی کے لئے نبوت کا دعویٰ کرنے کے لئے راستہ ہموار کیا تھا آج اُس کی ذُرّیت لفظِ" خاتم" کا دُوسرا معنیٰ" افضل" بیان کر کے آنے والے وقت میں قادیانیوں کے لئے مزید سہولت کاری کے فریضہ کو ادا کرنا شروع ہوگئی ہے، مگر شاید یہ اُن کی بھول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ اور آئمہ لغت وآئمہ تفاسیر بلکہ اُمتِ مسلمہ کے اِتفاقی بیان کردہ" خاتم النبیین" کے معنیٰ میں کوئی اِن کی اِس بیہودگی کو قبول کرلے گا۔

حصرِ اضافی کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر اور اُس کی وضاحت

ہم پہلے دیوبندی اکابرین کی وہ عبارات پیش کرچکے ہیں جن میں اُنہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ" خاتم النبیین" کے معنیٰ" آخر النبیین" کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ دیوبندی موصوف نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ان عبارات کے متعلق یُوں گوہرافشانی کی ہے کہ یہ عبارات حصر اضافی پر مبنی ہیں اِن میں حصرِ حقیقی نہیں پایا جاتا، اور نظیر کے طَور پر اُس نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی ہے، ہم آپ کے سامنے دیوبندی طرزِ استدلال، پھر اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

اعتراض: مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب" جزاء اللہ عدوہ" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

''علامہ حقی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ

صرف استغفار سے قبول ہوجاتی ہے اس پر ملا علی قاریؒ نے جمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے عین رکن ہیں (۱) ندامت گزشتہ (گذشتہ) معصیت پر (۲) ترک فی الحال (۳) اور آئندہ اس گناہ سے بار (باز) رہنے کا پختہ ارادہ۔

فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

المقصود الحصر بالنسبه (بالنسبة) الی ما کان علی الامم السابقة من الامر یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کیلئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کیلئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حقی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کو توبہ کی قبولیت کیلئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس امور شاقہ کی ضرورت نہیں۔ (جزآء اللہ عدوہ ص ۲۵، ۲۶) پس جس طرح حقی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ قرار دیا ہے اسی طرح مفتی شفیع صاحب یا مولانا ادریس صاحب یا صاحب روح المعانی کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبة الی تاویلات الملاحدة ہے''۔[1]

الجواب: اولاً: موصوف نے جو عبارت جن الفاظ کے ساتھ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ''جزاء اللہ عدوہ'' کے حاشیہ کے حوالہ سے بیان کی ہے ہم پوری دیو بندیت کو چیلنج دیتے ہیں کہ اپنے سب حواریوں اور انصاریوں کو جمع کر لیں اور مذکورہ بالا موصوف کی نقل کردہ عبارت، موصوف کے نقل کردہ الفاظ کے ساتھ سیدی اعلیٰ حضرت کی کتاب سے نکال

---

[1] دفاع، ص 739، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کے دکھائیں؟ مگر ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ قیامت کی صبح تک دیو بندیت کا پورا ٹبر بھی یہ نہیں دکھا سکے گا۔

دراصل ساجد خان صاحب کی اس نقل کردہ عبارت نے موصوف کی کتاب کے مقرظ طاہر حسین گیاوی، جس کو دیوبندی سلطان المناظرین اور نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں، کا جھوٹا ہونا بھی واضح کر دیا ہے جو اس نے کہا کہ "بلکہ نایاب کتب کی اصل عبارتیں بھی نقل فرما کر قارئین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو مدلل کر دیا"۔ [1]

دُوسروں پر الزامِ سرقہ لگانے والے کی حقیقت سے تو ہم بہت پہلے سے ہی آگاہ تھے لیکن موصوف اپنی اس سرقہ بازی کی عادت سے باز نہیں آنے والے۔ حقیقت میں موصوف نے نہ تو یہ عبارت سیدی اعلیٰ حضرت کی " جزاء اللہ عدوہ " کے حاشیہ سے لی ہے، اور نہ ہی یہ وہاں موجود ہے، بلکہ موصوف نے یہ اعتراض اپنے مسلک کے خائن مولوی عبد القدوس بہاری کے مرتب کردہ " مناظرہ گیا " کے حاشیہ سے سرقہ کیا ہے، جیسا کہ " فتوحاتِ نعمانیہ، ص ۵۰۵ " پر موجود ہے۔

ثانیا: دیوبندی موصوف کا یہ استدلال بھی مَردُود و باطل ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ موصوف باوجود دعویٰ ہمہ دانی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کو سمجھ ہی نہ پائے اور اندھا دھند مفتی شفیع صاحب اور ادریس کاندھلوی صاحب کی عبارات پر قیاس کر ڈالا، موصوف نے اس مقام پر جن غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں

نمبر (۱) سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر محمد بن سالم بن احمد الخلوتی کی تحریر کے متعلق گفتگو فرمائی ہے، جس کو دیو بندی موصوف نے بوجہ جہالت وسرقہ علّامہ حقی قرار دے دیا ہے، ملاحظہ کریں مذکورہ بالا عبارت جس میں دو مقام پر علامہ حقی واضح الفاظ

[1] دفاع، ص 14، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

میں لکھا ہوا ہے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر "روح البیان" وغیرہ کے مصنف ہیں نہ کہ "حاشیہ سراج المنیر شرح جامع الصغیر" کے، یہ دو الگ شخصیات ہیں جن کی الگ الگ تصنیفات ہیں، ان کو ایک ہی سمجھنا دیوبندیوں کی جہالت ہے۔

نمبر (۲) علامہ محمد بن سالم بن احمد الاخلوتی نے اُمّتِ محمدیہ کے خصائص کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے، اس پر حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے" جمع الوسائل" میں اعتراض کیا کہ اِس کا قائل علماء میں سے کوئی نہیں، کیونکہ توبہ کے تین رُکن ہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مُلّا علی قاری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حصرِ اضافی کی گفتگو تحریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجرد استغفار سے توبہ کا قبول ہونا اِس اُمت کے خصائص میں سے ہے، یہاں پر استغفار کا حصر دیگر اُمتوں کے اُمورِ شاقہ کے بنسبت ہے کیونکہ دیگر اُمتوں کو قبولیتِ توبہ کے لیے تکالیف ِشاقہ سے بھی گزرنا پڑتا تھا (جیسے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دینا وغیرہ) مگر اِس اُمت کو یہ تکلیفِ شاقہ نہیں کرنی پڑتی، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کو بوجوہ قطعًا مفتی شفیع صاحب دیوبندی اور ادریس کاندھلوی صاحب دیوبندی کی تحریرات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وجہ اوّل: علّامہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اُمّتِ محمدیہ کے خصائص ذکر کر رہے ہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بطورِ خصائص وہ باتیں ذکر کریں گے جو دیگر اُمتوں کو حاصل نہیں، اور اس صورت میں تقابل کا مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے، کہ یہ تقابل دیگر اُمتوں کے اُمورِ شاقہ کے بنسبت ہے نہ کہ ارکانِ توبہ کے متعلق۔

وجہ دوم : سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو حصرِ اضافی ذکر کیا ہے، ساتھ میں اُس کی دلیل بھی ذکر کی ہے، چنانچہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

" زاد میرك بخلاف الامم السابقة " (حاشیہ جزاء اللہ عدوہ صفحہ ۲۵۔۲۶) یعنی مجرد استغفار کا ذکر اُمَمِ سابقہ کے مقابلہ میں ہے جیسا کہ فاضل میرک کہتے ہیں، یعنی اس مقام پر حصر اضافی قرار دینے کے لیے یہ قید موجود ہے، نہ جانے کیوں دیوبندی موصوف نے اِس قید کو دیوالی کی پوریاں سمجھ کر ہضم کرلیا ہے، شاید اس طرح وہ عام لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھوکنا چاہتے ہیں۔

عزیزانِ محترم! اہلِ علم حضرات جب فاضل میرک کی اس قید کو ملاحظہ فرمائیں گے تو وہ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ حصر اضافی مُراد لینے کی وجہ کیا ہے؟۔

اہلِ انصاف خود انصاف کریں کہ جب ایک عبارت میں حصرِ اضافی کی وجہ موجود ہو تو اُس کو اِن صریح عبارات پر قیاس کیسے کیا جا سکتا ہے، جن میں علی الاطلاق آخر النبیین کے علاوہ دُوسرے معنوں کا انکار موجود ہے، ان عبارات پر تو حصرِ حقیقی کی تعریف بخوبی صادق آتی ہے، اور کوئی ایسی قید بھی موجود نہیں جس سے حصرِ اضافی مراد لینے میں مدد ملتی ہو۔

اگر موصوف میں ہمت ہے اور انہوں نے ڈبے کی بجائے ماں کا دودھ پیا ہے تو وہ حصر حقیقی کی تعریف کو سامنے رکھ کر ان عبارات میں حصر اضافی ثابت کر کے دکھائیں؟، دیدہ باید۔

دیکھتے ہیں کتنا زور بازوئے قاتل میں ہے

اپنی جگہ پر بیٹھ کر حقائق سے چشم پوشی کر کے بلا حوالہ و بِلا دلیل کچھ بھی لکھ دینا علمیت نہیں، اس طرح تو گلیوں میں پھرنے والا پاگل بھی کر سکتا ہے، اگر ان میں ہمت ہے تو دلائل پیش کریں، باقی جہالت والی باتیں نہ کریں، جہالت کی باتوں سے کوئی نیک نامی نہیں ملتی بلکہ اُلٹا بدنامی گلے پڑتی ہے، جیسا کہ اس موصوف کے ساتھ ہوا ہے۔

دیوبندی موصوف کے دعویٰ حصرِ اضافی بنسبت الی تاویلات الملاحدۃ کی حقیقت

مولوی ساجد صاحب موصوف کہیں سے یہ لفظ سن بیٹھے اور اپنے آپ کو لگے میر شریف

جرجانی سمجھنے، حقیقت الامر میں اُنہیں اس اصطلاح کا مطلب بھی سمجھ نہیں آتا، یہاں پر ہم عام قارئین کی سہولت کے لیے ایک مثال ذکر کرتے ہیں۔ اگر ایک جگہ پر آٹھ کتابیں ہوں جن میں چار مسلمانوں کی اور چار ملحدوں کی اور کوئی پُوچھنے والا شخص کسی سے پُوچھے کہ یہاں پر مسلمانوں کی کتنی کتابیں ہیں؟ اور جواب میں وہ شخص کہے کہ صرف چار کتابیں ہیں تو اس کا یہ حصر اضافی اور بنسبت **الی کتب الملاحدۃ** کہلائے گا، یعنی اس آدمی نے کتبِ ملاحدہ کو مسلمانوں کی کتابوں میں شمار نہیں کیا، اسی طرح ''خاتم النبیین'' کا معنی مسلمان بھی کرتے ہیں اور دیگر مُلحد و مُرتد بھی کرتے ہیں، اب اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے پُوچھے کہ مسلمانوں کے نزدیک ''خاتم النبیین'' کے کتنے ترجمے ہیں اور وہ کہے کہ صرف ایک یعنی آخری نبی تو اس صورت میں یہ **حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدۃ** قرار پائے گا یعنی اس آدمی نے لفظ ''خاتم النبیین'' کو آخری نبی کے معنی میں محصور کر کے بتا دیا کہ اس معنی کے علاوہ دیگر مفاہیم و مطالب ملاحدہ کے ہیں۔

اب آپ ہی بتائیں کہ آپ کی اس اصطلاح کی رُو سے آخری نبی والے معنی کے علاوہ دوسرے ترجمے و مطالب **تاویلات الملاحدۃ** شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟

اگر آپ حصرِ حقیقی تسلیم نہ بھی کریں تو بھی آپ کی تحریر سے آپ کے بزرگوں کی تاویلات وتشریحات تاویلات الملاحدۃ قرار پاتی ہیں۔

اسی کو کہتے ہیں کہ :"فر من المطر وقام تحت المیزاب "۔

"بارش سے بھاگا ہوا پرنالہ کے نیچے کھڑا ہو گیا"

بقیہ تحذیر الناس کے متعلق ابحاث ان شاءاللہ العزیز اپنے مقام پر ذکر کی جائیں گی۔

حصر پر اجماع نہ ہونے کا دعوی اور اُس کی حقیقت

صاحبِ کتاب نے اپنی اسی "دفاع" کے صفحہ ۳۷۹ پر ایک اعتراض یُوں قائم کر کے اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے، ہم آپ کے سامنے اُس کا اعتراض اور پھر اس کا جواب نقل

کرتے ہیں، ملاحظہ ہو

ساجد خان دیوبندی لکھتا ہے کہ: اعتراض نمبر ۱۲: تمام امت کا حصر پر اجماع ہے کہ آیت خاتم النبیین سے صرف اور صرف تاخرزمانی مراد ہے بس۔

جواب: ہرگز نہیں یہ سراسر سینہ زوری ہے آپ قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ خاتم النبیین سے صرف اور صرف ختم زمانی ثابت ہے بس اور کچھ نہیں۔[۱]

الجواب: مولانا! قیامت تو ابھی بہت دُور ہے ہم آپ کے سامنے آپ ہی کے اکابرین سے ثابت کردیتے ہیں کہ ''خاتم النبیین'' سے صرف اور صرف ختمِ زمانی ہی مُراد ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، حوالہ ملاحظہ کریں۔ دیوبندیوں کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اپنی کتاب ''ختم نبوت'' میں لکھتے ہیں کہ:

"لغتِ عرب کے غیر محدود دفتر میں سے یہ چند اقوال ائمہ لغت بطور مشتے نمونے ازخروارے پیش کئے گئے ہیں، جن سے انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو یقین ہو گیا ہوگا کہ اَز رُوئے لغتِ عرب آیتِ مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنی آخرالنبیین کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے، اور لفظِ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے"۔[۲]

مزید لکھا کہ:

"تفسیر قرآن مجید کی جو ترتیب ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں، اس میں دُوسرا درجہ حدیث کا ہے سو اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ آیت کی وہ تفسیر جو ہم اُوپر لغت عرب اور خود قرآن عزیز سے نقل کر چکے ہیں، احادیث میں بھی ایک بہت بڑا دفتر اس تفسیر کا شاہد ہے، جس کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، اور یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ

---

[۱] دفاع، ص 739، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] ختم نبوت، ص 83، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

مذکورۂ بالا تفسیر کے علاوہ اور کوئی تفسیر آیتِ خاتم النبیین کی نہیں ہو سکتی"۔ [1]

مزید لکھا کہ:

"اے مسلمانی کا دعویٰ کرنے والو! اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرنے والو! کیا اس جیسے کھلے کھلے بیانات کے بعد بھی تمہیں اس میں کوئی شک ہے کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی صرف وہی ہیں جو ہم نے عرض کئے ۔۔۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں، یعنی تمام افرادِ انبیاء کے بعد مبعوث ہونے والا کہ جس کے بعد نبوت کا مستحکم اور مزین محل بالکل مکمل ہو جاتا ہے اور کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت اور گنجائش نہیں رہتی"۔ [2]

مزید لکھا ہے کہ:

"کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا کہ خاتم النبیین کے وہی معنی اور صرف وہی معنی ہو سکتے ہیں اور ہیں جو اُوپر ذکر کئے گئے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں سب سے آخری اور سب کے ختم کرنے والے نبی ہیں اور پھر صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم آخری اُمت ہو، جس نے یہ بات صاف کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس اُمت کے لئے نبی بنا کر نہ بھیجا جائے گا جس کے لئے ایک دُوسری اُمت ہو۔ اے عقل کے مدعی! اسلام کے دَم بھرنے والو! تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے اُوپر عرض کئے۔ [3]

دیوبندیوں کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر میں امام قاضی عیاض رحمۃ

---

[1] ختم نبوت، ص 94، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

[2] ختم نبوت، ص 95.96، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

[3] ختم نبوت، ص 97، مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴، طبع جدید ستمبر ۲۰۱۲ء۔

اللہ علیہ کی "الشفا" سے ایک عبارت نقل کر کے اُس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اُمت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی مراد ہے، بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے، اس لئے ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں (جو کسی مدعی نبوت کی پیروی کریں) بلکہ ان کا کفر قطعی طور پر اجماع امت اور نقل یعنی کتاب وسنت سے ثابت ہے"۔ [۱]

جبکہ دیوبندیوں کے مجاہدِ ملت، تلمیذِ انور شاہ کشمیری، مدرس دار العلوم دیوبند، حفظ الرحمن سیوہاروی سے پیچھے بھی ذکر ہو چکا کہ:

"حق تعالیٰ کی جانب سے ''خاتم النبیین'' کا جو منصبِ جلیل ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا ہے عقل ونقل دونوں اعتبار سے ایک اور صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرالانبیاء ورسل ہیں اور نبوت ورسالت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر ختم ہو گیا"۔ [۲]

دیوبندیوں کے محقق العصر، شیخ التفسیر والحدیث، مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ:

"ائمہ لغت نے اور علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہوں گے۔ لہٰذا آیت مذکورہ میں چونکہ خاتم کی اضافت نبیین کی طرف ہو رہی ہے اس لیے اس کے معنی آخر النبیین اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہوں گے"۔ [۳]

مزید اسی رسالہ کے صفحہ (29) پر لکھتے ہیں کہ:

"خاتم النبیین کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی

---

[۱] معارف القرآن، جلد 7 ص 169۔ 170، ادارۃ المعارف کراچی۔

[۲] احتساب قادیانیت، جلد 13، فلسفہ ختم نبوت، ص، 221، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان۔

[۳] احتساب قادیانیت جلد 2، رسالہ مسک الختام فی ختم نبوت سید الانام المعروف ختمِ نبوت، ص 20۔

قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا"۔

قارئین کرام! آپ ان عبارات کو بغور ملاحظہ کریں کہ کس طرح اکابرینِ دیوبند نے واضح اور صاف الفاظ میں لفظ خاتم النبیین کو ایک ہی معنی یعنی تاخرِ زمانی میں منحصر اور محصور قرار دیا ہے، نہ جانے کیوں یہ موصوف اس قطعی حقیقی معنی کو سینہ زوری قرار دے رہے ہیں۔ اگر یہ سینہ زوری ہے تو کیا یہ سینہ زوری مفتی شفیع، حفظ الرحمن اور ادریس کاندھلوی نے کی ہے؟ کیا موصوف میں اتنی ہمت ہے کہ ان اساطینِ دیوبند کو سینہ زوری کرنے والا قرار دیں۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ اس جاہل آدمی نے کبھی کتابوں کا مطالعہ کیا ہی نہیں، صرف چند حوالے یاد کر کے اپنے آپ کو "میاں مٹھو" تصور کر لیا ہے۔ ہمارا ابھی موصوف اور اُن کے حواریوں کو، دیوبند سے لے کر اکوڑہ خٹک تک، چیلنج ہے کہ وہ خاتم النبیین کا آخری نبی کے سوا کوئی دوسرا معنی، جو کہ قطعی یقینی حتمی جزمی ہو اور باتفاق و اجماع اُمت منقول ہو، ثابت کریں۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام والمسلمین انور شاہ کشمیری نے لکھا کہ:

"باید دانست که طریقهء حق طلبی و حق پسندی و حق نیوشی این است کی قیود کلام معجز نظام را ہم از کلام ملک علام باید گرفت ، بلکه در کلام ہر یک متکلم حاضر حواس ہمیں طریقه است ، واز جانب خود تقییدہا و تقسیمہا باتباع ہوئ واغراض نفس پیدا کردن ، سپس تمزیق وتفریق کلام معجز براں بناء الحاد وزندقه است ، پس چوں حق تعالیٰ یکبار نص فرمود که ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین ، پس شیوئه ایمان است که ہمگی تعلل وتمحل را گذاشته آں حضرتﷺ را خاتم ہمه نبیین یقین کنم ، بایں ایمان آوریم که در ہمیں عقیده

ایں آیت آمده ، وچوں حضرت حق در ہیچ جا تقسیم و تقیید نفرموده مارا حق نیست که به شبہات زیغ والحاد از عموم واطلاق آیت بدر رویم که مقابلهء نص با قیاس اولا ابلیس کرده ، سپس اجماع بلا فصل بریں عقیده منعقد شد ، واز عصر نبوت تا ایں وقت ہمیں استمرار واستقرار ماند ، پس ایں عقیده قطعی الثبوت ، وایں آیت در اثبات آں قطعی الدلالت ماند"۔

اور دیوبندی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے نائب امیر، حکیم العصر، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جاننا چاہیے کہ حق طلبی ،حق پسندی اور حق نیوشی کا طریقہ یہ ہے کہ کلام معجز نظام کے قیود، کلام ملک علام سے ہی لیے جائیں بلکہ ہر ایک حاضرالحواس متکلم کے کلام میں یہی طریقہ ہے، اپنی جانب سے اتباع ھویٰ اور اغراض نفس کی خاطر قیدیں لگانا، تقسیمیں نکالنا اور پھر کلام معجز نظام کے ٹکڑے کر کے اسے ان پر چسپاں کرنا الحاد وزندقہ کی اصل بنیاد ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے ایک بار تصریح فرمادی کہ ''محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں''۔

تو شیوۂ ایمان یہ ہے کہ تمام حیلوں بہانوں کو چھوڑ کر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو" تمام نبیوں کا ختم کرنے والا" یقین کریں اور اسی پر ایمان لائیں ، کیونکہ اسی عقیدہ کو سکھلانے کے لیے تو یہ آیت آئی ہے،اور جب اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ تقسیم وتقیید نہیں فرمائی تو ہمیں حق نہیں کہ زیغ والحاد کے شبھات کی بناء پر آیت کے عموم اور اطلاق کو خیر باد کہہ دیں، کیونکہ یہ نص کے مقابلہ میں قیاس کو پیش کرنا ہے اور قیاس سے نص کا مقابلہ ومعارضہ سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا۔

پھر اجماع بلافصل بھی اس عقیدہ پر منعقد ہے اور دَورِ نبوت سے آج تک مسلسل یہی عقیدہ

چلا آتا ہے، پس یہ عقیدہ ہمیشہ قطعی الثبوت رہا ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی الدلالت رہی ہے"۔ [1]

یاد رہے سب سے پہلے ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ ''آخر النبیین'' کے اجماع کا انکار قادیانیوں نے مقدمہ بہاولپور میں کیا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی کے بیان میں ہے:

"اس آیت کے متعلق ضروری گذارشات یہ ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی تمام محدثین علمائے لغت نے آخرالنبیین لکھے ہیں اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہو کہ اس کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس کے معنی آخرالنبیین کے ہی ہوتے ہیں"۔ [2]

اس کے بعد مفتی شفیع صاحب، اور انور شاہ کشمیری صاحب وغیرہ نے بیان دیئے جن میں شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی عبارات جو پیچھے ذکر ہو چکیں پیش کی گئیں، جن پر اعتراض کرتے ہوئے قادیانیوں کی طرف سے جو کہا گیا اُس میں سے ایک مقام ملاحظہ فرمائیں:" مختار مدعا علیہ کی جوابی تقریر کا خلاصہ

(۱) ان معنی پر نہ صحابہ کا اجماع ہوا نہ ان کے بعد ثابت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔الجواب:

(۱) محض غلط ہے میں صحابہ اور تمام اُمت کا اجتماع پیش کر چکا، ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ ہیڈنگ ''اجماع امت جہاں شفاء قاضی عیاض جلد ۲ ص ۲۷۱ وص ۲۶۴ بحوالہ گواہ نمبر ۳ **لانه اخبر تا اجماعا اسمعا** نیز حوالہ روح المعانی ج۸ ص ۳۹ **مما نطقت به الکتاب** الخ وغیرہ وغیرہ۔۔۔

---

[1] خاتم النبیین 101۔102، وترجمہ ص 241، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

[2] مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء، جلد 1 ص 307، ناشر اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) نمبر ۱ ڈیوس روڈ لاہور۔

(۵)**لا یختلف فیه اثنان** باوجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کومسلم ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا، بلکہ تصریح '' جمعت الامۃ'' کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے، بحوالہ شفاء، وروح المعانی، وابن کثیر وغیرہ نقل کیا اس لفظ ویختلف فیہ اثنان میں تامل ہوتو اسے ترک کر دیا جائے صریح لفظ و**علیہ الاجماع** و**اجتمعت الامۃ** میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے اور نقل بھی ائمہ دین کی ہے"۔[1]

خدا جانے ! موصوف "خاتم النبیین" کے معنٰی پر اجماع کا انکار کیوں کر رہیں ہیں جب کہ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے موصوف کی جماعت کے اکابرین نے اس پر اجماع کے ثبوت پیش کئے تھے، اور آج موصوف اور اس کے حواری ''خاتم النبیین'' کے معنی کو مختلف فیہ بنا کر قادیانیت نوازی کا کردار ادا کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔

مولوی ساجد خان دیوبندی مزید لکھتا ہے کہ:

"اور حصر پر اجماع ہو بھی کیسے سکتا ہے جب خود آقا کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ: **لکل آیۃ ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع** ۔ علامہ سیوطی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ظھر سے مراد وہ معانی ہیں جو ظاہر کے اعتبار سے اہل علم کیلئے کھول دیئے گئے ہیں اور بطن سے مراد وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جس ہر (پر) اللہ تعالی صرف اربابِ حقائق کو آگاہ کرتا ہے ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:"**ان ظھرھا ما ظھرھا من معانیھا لاھل العلم بالظاھر وبطنھا ماتضمنتہ من الاسرار التی اطلع اللہ علیھا ارباب الحقائق** "۔ (الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲، ص ۳۶۶، ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)اور آگے اس حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں کہ:" **لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی**

[1] مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء، جلد 3 ص 1604 ۔ 1605، ناشر اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) نمبر 1 ڈیوس روڈ لاہور

یجعل للقرآن وجوھا" (الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲،ص ۳۶۷، دارالکتب العلمیہ)
آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوسکتا جب تک قرآن کیلئے متعدد توجیھات نہ نکال لے۔
کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے مطابق
ان حقائق ودقائق کو کھول لیا جن پر اللہ نے ان کو مطلع فرمادیا تھا؟۔ [۱]

الجواب : اولاً: موصوف کو اہلِ دیوبند کا محقق ہونے کا دعویٰ ہے مگر حالتِ زار ایسی ہے کہ حدیث نقل کرنے کے بعد اُس کا حوالہ بھی کسی کتب حدیث سے پیش نہیں کر سکے، دراصل اس میں بھی ایک راز تھا، اگر موصوف اصل کتاب سے یا پھر اتقان سے ہی حوالہ نقل کرتے تو قارئین کو علم ہوجاتا کہ یہ روایت کتبِ صحاح وسنن کی نہیں ہے اور موصوف کے بزرگوں کا جھوٹ ثابت ہوجاتا کیونکہ" فتوحاتِ نعمانیہ" میں دیوبندی مناظر منظور احمد نعمانی کہہ چکے تھے کہ:" یہ حدیث صحاح میں موجود ہے"۔ [۲]

اس کے بعد ذکر کردہ" الاتقان" کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ اپنے کسی بزرگ سے سرقہ کرتے ہوئے نقل کی ہے کیونکہ اس عبارت کو موصوف نے جن الفاظ سے ساتھ نقل کیا ہے" الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی" میں ان الفاظ کے ساتھ یہ عبارت موجود نہیں۔

موصوف کی نقل کردہ عبارت میں"ان ظھرھا ما ظھرھا" ہے جبکہ اصل عبارت"ان ظھرھا ما ظھر" ہے اور یُونہی موصوف کی نقل کردہ عبارت میں"ما تضمنته" ہے جبکہ اصل میں " ماتضمنته" ہے۔

پھر آگے موصوف نے جو کہا کہ" حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں" دراصل وہ بھی حدیث کا مطلب بیان نہیں ہورہا بلکہ ابن سبع کی" شفاء الصدور" کے حوالہ سے قول

[۱] دفاع،ص 739۔740، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] فتوحات نعمانیہ،ص 73، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔

سیدنا ابُو دَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان ہورہا ہے۔

ثانیاً: موصوف کا کہنا تو یہ ہے کہ بچپن سے مطالعہ کا شوق ہے لیکن معلوم یہ ہورہا ہے کہ موصوف اپنے ہی اکابرین کی مشہور و معروف اور متداول کتب کو دیکھنے سے بھی غافل ہیں۔ یہ وہی باتیں ہیں جن کا جواب موصوف کے اکابرین قادیانیت کے رد میں کئی کئی مقامات پر دے چکے ہیں لیکن موصوف اپنی کم علمی کی بنیاد پر وہی اعتراض قادیانیوں سے اہل سنّت و جماعت پر کرتے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مقدمہ بہاولپور" تتمہ بیان جرح سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ" میں ہے کہ:

" حدیث ہے کہ ''لکل اٰیۃ ظاھر و باطن'' لیکن قوی نہیں، باوجود قوی نہ ہونے کے مراد اس کی میرے نزدیک صحیح ہے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں کچھ کلام ہے، اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملاً ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک مراد وہ ہے کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور ادلہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں۔ بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالی اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کردے اور بہتوں سے وہ مخفی رہ جائیں لیکن ایسا بطن جو مخالف ظاہر کے ہو اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں، وہ مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات میں باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا، حاصل یہ کہ ہم مکلف فرمانبردار اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں اور بطن کو سپرد کردیں خدا کے"۔ [1]

مزید ملاحظہ فرمائیں، احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" قادیانی وکلاء کی طرف سے اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ

---

[1] مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء، جلد 1 ص 444، ناشر اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) نمبر ا ڈیوس روڈ لاہور۔

قرآن شریف کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ (انور شاہ کشمیری صاحب) نے فرمایا کہ:

"یہ حدیث قوی نہیں ہے اور باوجود قوی نہ ہونے کے اس کی مراد ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملاً ہم سمجھتے ہیں کہ ظہر قرآن کی مراد وہ ہے جو قواعد لغت اور عربیت سے اور ادلہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں اور بطن سے مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کردے اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی بطن جو مخالف ظاہر کے ہو اور قواعد شریعت اس کو رد کرتے ہوں مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا اور بعض اوقات باطنیت والحاد تک پہنچا دے گا۔

حاصل یہ ہے کہ ہم مکلف فرماں بردار بندے اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں اور بطن کو خدا کے سپرد کردیں۔ رہا تاویل کا مسئلہ تو اخبار آحاد کی تاویل اگر کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے تو اس کے قائل کو بدعتی نہیں کہیں گے البتہ اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں تو وہ خاطی ہے"۔

آیات قرآنی کا تواتر

فرمایا آیات قرآنی متواتر ہیں اور قرآن و حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں اس کی دو جانب ہیں ایک ثبوت کی دوسری دلالت کی۔ ثبوت قرآن مجید کا متواتر ہے اگر اس تواتر کا کوئی انکار کرے تو پھر قرآن مجید کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسے ہی جو شخص تواتر کی صحت کا انکار کرے اس نے دین کو ڈھادیا۔ دوسری جانب دلالت ہے جس کے معنی ہیں "مطلب کی طرف رہنمائی کرنا" دلالت قرآن مجید کی کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔

اگراس کی دلالت پرصحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا اجماع ہوجائے یا کوئی اور دلیل عقلی یانقلی قائم ہوجائے کہ مدلول یہی ہےتو پھروہ دلالت بھی قطعی ہے۔حاصل یہ کہ قرآن مجید سارا بسم اللہ سے لے کر والناس تک قطعی الثبوت ہےدلالت میں کہیں ظنیت ہےاور کہیں قطعیت لیکن قرائن کے ملنے سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے علاوہ ازیں تاویل اوامر ونواہی میں ہوسکتی ہےاخبار میں نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا خاتم النبیین قطعی الدلالت ہےاوراس کے بطن کے معنی ایسے نہیں لئے جا سکتے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی سمجھنے کے منافی ہواور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہےاس لئے مذکورہ بالا معنی سےانکارکفرہے۔اور قادیانی وکیل کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والےکوکافرنہیں سمجھا گیاجن مسائل کی بناءپراس نے ایسا کہا ہےوہ اس قبیل سےنہیں ہےجس سے مسئلہ ختم نبوت ہے"۔[۱]

عرضِ مؤلف پرایک نظر

دیوبندی مولوی صاحب مگر مچھ کےآنسوؤں جیسارونا روتے ہوئے کہتے ہیں کہ

" آج جب کہ ہرطرف سے مسلمانوں پرکفار کی یلغار ہے، افغانستان، چیچنیا،فلسطین ،برما ،شام ، بوسنیا،کشمیر کے مظلوم مسلمان اپنی مدد کے لئے امت کوپکارر ہے ہیں،صلیبی افواج ہرطرف سے الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق مسلمانوں پرٹوٹ پڑے ہیں بجائے یہ کہ ہم اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرتے ،اپنے اختلافات کوایک طرف رکھ کرامت مسلمہ کے اجتماعی کار(Cause) کے لئےایک چھت تلےغوروفکرکرتے"۔[۲]

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری،ص 47۔ 48،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان،تاریخ اشاعت: محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

[۲] دفاع،ص 22، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الجواب : دیو بندی مولوی خواہ مخواہ مگر مچھ کے آنسو بہا کر اُمتِ مسلمہ کی ہمدریاں حاصل کرنا چاہ رہا ہے، یہ ان کی ڈرامہ بازیاں ہیں کیونکہ اگر ان کو اتنا ہی افغانستان، چیچنیا، فلسطین، برما، شام، بوسنیا، کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کا خیال ہوتا تو اپنے اُصول کے مطابق کم از کم پہلے خُود اس کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اختلافی کتب کو شائع نہ کرتے ، لیکن دیو بندی مُلاؤں [ابوایوب ، نجیب، گھمن وغیرہم] کوتو چھوڑیں خُود ساجد خان دیو بندی نے اپنے اُصول (بلکہ اپنے منہ) پر خُود ہی تھوکتے ہوئے متعدد ایسی اختلافی کتب اسی عرصے میں لکھیں ہیں۔

مثلاً [۱] مسلک اعلیحضرت [۲] ازالۃ الوسواس [۳] بلکہ ان کے علاوہ دیگر مضامین حتیٰ کہ فیس بک (سوشل میڈیا) پر بھی اختلافی لٹریچر کو شائع کر کے اپنے اُصول سے کفار کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں ۔

پھر اگر بِالفرض ساجد صاحب کے مطابق ہم اہلِ سنّت و جماعت اختلافی کتب شائع کروا کر اُمتِ مسلمہ کے اِتحاد کو برباد کر رہے ہیں تو جناب والا آپ ہمیں چھوڑیں، اور صرف اتنا بتائیں کہ آپ کے دیو بندی فرقے کا آپس میں اِتحاد و اِتفاق ہے کہ نہیں؟ بلکہ جناب کے مقرظین میں سے ابوایوب دیو بندی تو یہ کہتے ہیں کہ ان کے فرقے دیو بند میں سب متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

" جب سے مدرسہ دیو بند بنا اور آج تک دیو بندی مسلک میں صرف ایک فتنہ ''مماتی'' حضرات کا آیا ہے جو کہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں اور اس فتنے کا اکابر علماء دیو بند سے کوئی تعلق نہیں ۔ باقی علماء دیو بند کے مسلک کے نہ حصے ہوئے نہ ایک دوسرے کی تکفیر کی نہ ایک دوسرے کی مخالفت کی نہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہا" ۔[1]

---

[1] پانچ سو باادب سوالات ص 5۔6، دار النعیم، اردو بازار لاہور۔

جناب دیوبندی مولوی صاحب! جب آپ میں اتنا زیادہ اتفاق واتحاد ہے تو ہم زیادہ نہیں صرف ایک ہی بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اپنے مرکز دارالعلوم دیوبند کے زیرِ سرپرستی چلنے والی کسی جہادی تنظیم کا نام ہی بتا دیں، بلکہ اس کو بھی چھوڑیں آپ اپنے مرکز دارالعلوم دیوبند کا کوئی ایک فتویٰ ہی دکھادیں جس میں کشمیر کے مسلمانوں کی حمایت کرنے اور کشمیریوں پر ظلم کرنے والی بھارتی افواج کے خلاف جہاد کرنے کا فتویٰ دیا ہو۔

اب آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آپ کے دیوبندی تو خُود آپ کے علماء کے مطابق جہاد ہی کے منکر و مخالف ہو چکے ہیں، چنانچہ دیوبندیوں کے محقق العصر مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تبلیغی جماعت کے مختلف حضرات کی طرف سے لوگ میرے پاس آ کر بہت کچھ نقل کرتے رہتے تھے کہ تبلیغی جماعت کے فلاں صاحب نے تقریر میں یہ کہا، اور یہ کہا کہ اس وقت جہاں کہیں جہاد ہورہا ہے، چاہے وہ کشمیر ہو، یا بوسینیا ہو، وہ جہاد شرعی نہیں ہے۔اصل چیز تو دعوت ہے ......اگر یہ باتیں صحیح ثابت ہوں تو ان کا سدباب کریں۔لیکن اب [تبلیغی] جماعت کے ایک سرکردہ اور بڑے مقتدر بزرگ جن کا میں بہت احترام کرتا ہوں، ان کا ایک خط پڑھنے کا اتفاق ہوا......اس خط کے اندر تحریر کا سارا رخ اس طرف ہے کہ گویا اس وقت جہاد کی طرف توجہ کرنا یا جہاد کی بات کرنا، جہاد کے بارے میں سوچنا یا جہاد کے بارے میں کوئی اقدام کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ جہاد تو اصل میں دعوت کے لئے ہے۔اگر دعوت کی آزادی ہو تو اس صورت میں نہ صرف یہ کہ جہاد کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ مضر ہے۔

ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابھی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے لیکن رفتہ رفتہ علماء کی سمجھ میں بھی آجائے گی۔اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جو باتیں تبلیغی جماعت کے حضرات کی طرف منسوب کر کے نقل کی گئی ہیں، وہ اتنی بے بنیاد نہیں ہیں بلکہ یہ فکر رفتہ رفتہ پیدا ہو

رہی ہے"۔ [1]

اسی طرح دیوبندی مولوی ابوالفضل عبدالرحمن، فاضل دارالعلوم کراچی، جو ایک واسطہ سے دیوبندی شیخ الہند کے شاگرد ہیں، اُنہوں نے لکھا ہے کہ:

" جہاد کے متعلق (تبلیغی) جماعت کا رویہ بالکل واضح ہے۔مولانا محمد تقی عثمانی نے اپنے ترمذی کے درس میں طلباء سے فرمایا کہ تبلیغی جماعت کا موقف جہاد کے بارے میں جائز اور ناجائز کا نہیں بلکہ حق و باطل کا ہے۔ یہ ایسی بات نہیں کہ اس پر خاموش رہا جائے ۔......اسی طرح مفتی محمد اسماعیل اپنی کتاب ''اصلاح خلق کا الٰہی نظام'' میں اس جماعت کی جہاد کی پالیسی کے متعلق لکھتے ہیں"۔ [2]

یہی دیو بندی مولوی ابوالفضل لکھتا ہے کہ:

" یہ [تبلیغی] جماعت ابتداء ہی سے جہاد کی مخالف رہی ہے لیکن مخالفت کا اظہار وقت پڑنے پر ہوتا رہا" ۔آگے اس تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر محمد یوسف کی جہاد دشمنی کا تذکرہ کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں"۔ [3]

مزید اس سے بڑھ کر آگے یہ سرخی **"تبلیغی جماعت جہاد اور قرآن کی مخالف ہے"** لگائی ،اس کے تحت لکھا کہ:

"کہ یہ [تبلیغی] جماعت ،اسلامی تعلیمات اور اصلی جہاد کی کتنی دشمن ہے کہ جہاد کی بات تک سننا گوارہ نہیں ہوسکی، مولانا یوسف کو یہ بھی اندیشہ اور خطرہ تھا کہ ان کی بھیڑوں کے

---

[1] تقریر ترمذی ،ضبط وترتیب محمد عبد اللہ میمن ،حصہ معاملات جلد2ص 209۔210، میمن اسلامک بکس۔

[2] انکشاف حقیقت ،ص 52۔

[3] انکشاف حقیقت ،ص 53 سے 55۔

کان میں اصلی جہاد کی بات نہ پڑ جائے"۔ [۱]

آگے چل کر مزید لکھا کہ:

"اس (جہاد) کی مخالفت کی ابتدابڑوں سے ہوئی اوراب عروج پر پہنچ گئی۔اب تو (تبلیغی) جماعت میں ایسے دجال پیدا ہو گئے ہیں جو علی الا علان جہاد کے خلاف تقریریں کرتے ہیں"۔ [۲]

قارئین کرام! آپ کو مذکورہ بالا حوالہ کے پڑھنے سے معلوم تو ہو گیا ہوگا کہ بقولِ دیوبندی اہلِ دیوبند کی اکثریت (کیونکہ ان کی اکثریت تبلیغی جماعت سے ہی وابستہ ہے) جہاداور قرآنِ مجید کی مخالف ہے، پس جب ان کے گھر سے اُن کی قرآنِ مجید سے مخالفت ثابت ہو گئی تو اب معانی قرآن کی مخالفت تو اس کے بعد کی بات ہے،اوردیوبندی مولوی ابوالفضل نے جن دجّالوں کی طرف اشارہ کیا ہے شاید اُن میں سے ایک وہ بھی ہے جس کے دفاع میں صاحبِ کتاب یعنی ساجد دیوبندی کچھ عرصہ قبل بڑا زور صرف کرتے رہے ہیں (خاص کر حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حوالے سے) کیونکہ اہل دیوبند کے ہی ایک اور فاضل نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں،

دیوبندی مولوی جمال عبدالناصر صاحب (دارالعلوم عثمانیہ) تبلیغی جماعت کے مبلغِ اسلام "طارق جمیل" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

" کچھ عرصہ سے مولانا طارق جمیل صاحب کے بیانات سے علماء میں تشویش پیدا ہو رہی ہے۔ مولانا [طارق جمیل] تبلیغی جماعت کے ترجمان ہیں،لہٰذا اُن کے بیانات سے جماعت کے بارے میں غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں، خاص طور پر جہاد کے بارے میں اُن کے ریمارکس قابل گرفت ہیں ،مفتی حمید اللہ جان کے گھر پر مولانا محب النبی صاحب کی

---

[۱] انکشاف حقیقت،ص 55۔

[۲] انکشاف حقیقت،ص 56۔

موجودگی میں، مَیں نے ڈاکٹر معظم صاحب سے، جو تبلیغی مرکز رائیونڈ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، پوچھا کہ آپ حلفاً بتائیں کہ مرکزی شوریٰ میں جہاد کے مخالف نہیں بیٹھے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا، اگر حلفاً پُوچھتے ہو تو یہ حقیقت ہے کہ مرکزی شوریٰ میں جہاد مخالف لوگوں کی اکثریت ہے"۔[۱]

نوٹ : یادرہے کہ یہ "کلمۃ الھادی" وہ کتاب ہے جس پر دیوبندیوں کے محیی السنۃ، شیخ القرآن والحدیث، امام اہل سنّت (یعنی امام اہلِ دیوبند) حضرت الاستاذ الشیخ محمد سرفراز خان صفدر کی تائید وتقریظ ہے اور اُس میں صاحبِ کلمۃ الھادی کے لیے استاذی المکرم، فقیہ وقت جیسے القاب لکھے ہوئے ہیں۔

دیوبندیوں کے الصادق والمصدق والکامل المحقق مولوی سید عبدالمالک شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لیکن اب اس جماعت کے بعض اہم اکابر نے اجتماعی طور پر مشن کے انداز میں بعض صریح احکامات اور قرآن کی غلط تاویلات اور جہاد جیسے اہم رکن اسلام کے خلاف شعوری یا غیر شعوری طور پر ہرزہ سرائی شروع کی ہے۔۔۔اور علامہ محمد احمد کا صراحتاً آیات جہاد کی غلط تاویل کرنا اور بطور گروہ کے، جماعت کے بزرگوں کا اس طرح کا رویہ اختیار کرنا سخت قابل گرفت ہے ...... جہاد کے سلسلے میں وہ کام جو انگریز، نبی [مرزا قادیانی] بنا کر بھی نہ کر سکے، جہاد کی اہمیت کو بڑی گہرائی اور ملمع سازی کے ساتھ ختم کرنے اور کمزوری کا سہارا لے کر اختیار کی جانے والی روش کو بے نقاب کیا ہے"۔[۲]

---

[۱] کلمۃ الھادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالاباطیل :ص 47، مکتبۃ المفتی ،جامعہ فتح العلوم نوشھرہ سانسی گوجرانوالہ۔

[۲] کلمۃ الھادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالاباطیل :ص43.44،مکتبۃ المفتی ،جامعہ فتح العلوم نوشھرہ سانسی گوجرانوالہ۔

جناب ساجد دیوبندی صاحب! آپ کے دیوبندی فرقے میں اتحاد واتفاق کا یہ عالم ہے کہ جہاد کی مخالفت کر کے مظلوم اُمتِ مسلمہ کے خلاف آپ کی اپنی تبلیغی جماعت کھڑی ہے ۔کاش کہ آپ ہم سے اتفاق واتحاد کی بات بیان کرنے کی بجائے پہلے اپنے اتحادیوں کو کچھ سمجھاتے ۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ دیوبندی مولویوں کو اتحاد واتفاق کا درس اُس وقت یاد آتا ہے جب اِن کی دُم پر پاؤں آتا ہے، جب ان کے رد میں، اِن کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے کوئی کام کرے تو اِن کو اِتحاد و اِتفاق کا خیال آتا ہے ،لیکن اس کے برعکس جب ہم اہل سنّت و جماعت کے خلاف کام کرنا ہوتو درجنوں اختلافی کتب شائع کردیں گے لیکن اُمتِ مسلمہ کے اتحاد واتفاق کا خیال نہیں رہے گا۔

بہرکیف اگر مزید اس بارے موصوف کو وضاحت درکار ہوتو" کلمۃ الھادی" کا مطالعہ کرنا ان کے لیے مفید ثابت ہوگا ،یُونہی اگر" انکشاف حقیقت" وغیرہ کا مطالعہ کرلیں گے تو شاید فائدہ مند ثابت ہو سکے۔

اعتراض: موصوف ساجد خان دیوبندی نے آگے یہ لکھا ہے کہ"

" مگر تنظیم اہلسنت کراچی نے ایک بار پھر دیوبندی مذہب نامی پرفریب کتاب کو شائع کر کے پاکستان کے اندر مذہبی منافرت وفرقہ ورایت کی سلگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سلگانے کی کوشش کی" ۔[1]

الجواب :اگر دیوبندیوں کے خلاف کتب لکھ کر شائع کرنے کی وجہ سے اہلِ سنت و جماعت حنفی بریلوی آپ کے نزدیک" مذہبی مُنافرت وفرقہ ورایت کی سلگتی ہوئی چنگاری سلگانے" والے ہیں تو دیوبندی مولوی صاحب کو چاہیے تھا کہ پہلے خُود اسی باتوں سے اپنے

[1] دفاع ،ص23، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

فرقے کو پاک وصاف کرتے کیونکہ ساجد خان نے اپنی کتاب میں جس ابوایوب دیوبندی سے تقریظ لکھوائی (دفاع: ص ۱۸) یہی مولوی ابوایوب دیوبندی کہتے ہیں کہ:

"اوکاڑوی صاحب اپنے جرائم کی طرف نظر کیجیے! پہلے اپنے گھر کو صاف کیجئے! بعد میں کسی دوسرے کی طرف انگلی اٹھایئے"۔ [۱]

موصوف دیوبندی صاحب! اسی اُصول کے تحت ہم بھی کہتے ہیں کہ جناب ہم سنیوں پر الزام و بہتان کی بجائے پہلے اپنے مذہبی جرائم کی طرف نظر کیجیے اور پہلے اپنے گھر کو صاف کیجیے۔ پاکستان تو کیا اُمتِ مسلمہ کے اندر مذہبی منافرت وفرقہ واریت کی آگ تو آپ کے علماء واکابرین نے لگائی تھی، آپ کے امام اسماعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" لکھ کر لڑائی بھڑائی کے لیے سامان فراہم کیا، چنانچہ آپ کے اپنے گھر کی گواہی موجود ہے، آپ کے امام نے خود تسلیم کیا کہ اس کتاب "تقویۃ الایمان" کی وجہ سے" مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش (فتنہ وفساد) ضرور ہوگی ...... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے"۔ [۲]

یاد رہے کہ "شورش" کا مطلب کتبِ لغت میں "فتنا وفساد" لکھا ہوا ہے، ملاحظہ ہو [۳] تو دیوبندیوں وہابیوں کے امام کے بقول اُمتِ مسلمہ میں "تقویۃ الایمان" کی وجہ سے فتنہ وفساد ہوا لیکن دیوبندی وہابی امام کی یہ پیشین گوئی کہ "لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے" یہ دُرُست ثابت نہ ہو سکی کیونکہ آج بھی اسی فتنہ باز وفسادی کتاب "تقویۃ الایمان" کی وجہ سے لڑائی بھڑائی ہو رہی ہے۔

موصوف کے مسلکی امام اسماعیل دہلوی نے اُمتِ مسلمہ میں ایسی مذہبی منافرت اور فرقہ

---

[۱] سفید و سیاہ پر ایک نظر، ص 72، عالمی مجلس تحفظ اکابر دیوبند۔

[۲] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 59، ص 67، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

[۳] فیروز اللغات، ص 849، کالم دوم، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور۔

وار یت کی آگ لگائی کہ انگریز آج بھی خُوش ہوگا کہ اُمتِ مسلمہ اُس وقت سے آج تک یکجا نہ ہوسکی۔ پھر دیوبندی موصوف میں اگر شرم وحیاء نام کی کوئی چیز ہوتی تو اپنے ایوبی اُصول کے مطابق ہمارے علمی لٹریچر کو مذہبی منافرت وفرقہ واریت کہنے سے قبل اپنے دیوبندی گھر کی خبر لیتے ،عوام شاید نہ جانتی ہو، لیکن اہلِ علم واصحابِ مطالعہ جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی طرف سے بے شمار کتب اہل سنّت وجماعت حنفی بریلوی کے خلاف شائع ہوئی ہیں، جیسا کہ" مطالعہ بریلویت ، رضا خانی مذہب ، دست وگریبان، مسلکِ اعلی حضرت" وغیرہ درجنوں ناپاک وشرانگیز کتب شائع کر کے بقولِ مصنف یہ سب علماءِ دیوبند پاکستان (بلکہ پُوری اُمتِ مسلمہ) میں مذہبی منافرت وفرقہ واریت کی سلگتی ہوئی چنگاریاں سلگاتے رہے۔

لہٰذا دیوبندی صاحب! آپ دُوسروں پر الزام و بہتان باندھ کر اُمتِ مسلمہ کے سامنے خُود کو دُودھ سے نہائے ہوئے ہرگز ثابت نہیں کر سکتے بلکہ آپ تو" چور مچائے شور" کے مصداق ہیں، مگر مچھ کے آنسو بہا کر آپ اُمتِ مسلمہ کی آنکھوں میں دُھول نہیں جھونک سکتے۔

اعتراض: پھر موصوف نے لکھا ہے کہ:

" یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جن اعتراضات والزامات کے جوابات سالوں سے دیئے جا رہے ہیں ان کو پھر دوبارہ وقتاً فوقتاً موقع بموقع دہرایا جائے؟ "۔ [1]

الجواب : جناب! یہی انصاف کا درس آپ اپنے ایوبی اُصول کے مطابق پہلے اپنے گھر کے دیوبندی علماء کو دیتے کہ جن الزامات واعتراضات کے منہ توڑ و مدلل جوابات ہمارے اہل سنّت و جماعت کے اکابرین واصاغرین علماء دے چکے، بلکہ بار بار دے چکے، لیکن اس کے باوجود آپ جیسے فتنہ باز مولویوں نے بار بار ان کو دہرایا، بار بار ایک ہی اعتراض و

[1] دفاع ،ص 23، مکتبہ ختم نبوت ، پشاور۔

الزام کو مختلف کتابوں، کتابچوں، رسالوں، اشتہاروں وغیرہ میں شائع کیا، توموصوف کے اُصول کے مطابق علماء دیوبند بار بار ایسا عمل کر کے انصاف کی دھجیاں بکھیرتے رہے، اور اس اُصول کے مطابق یہ سب دیوبندی علماء بے انصاف ثابت ہوئے۔

اعتراض: پھر دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"آج پوری دنیا میں علماء اہل سنت دیوبند کے لاکھوں مدارس، مساجد، دینی مراکز و اجتماعات، نشر و اشاعت کا وسیع نیٹ ورک اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انگریز کے اشارے پر بریلی سے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے والی سازش مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے"۔ [۱]

الجواب: دیوبندی مولوی کا" انگریز کے اشارے" کا الزام لگانے پر ہم یہی کہتے ہیں کہ خود دیوبندی مولوی زاہد الرشدی نے لکھا ہے کہ:

"یہ بات ہمارے کلچرل مزاج اور نفسیات کا حصہ بن چکی ہے کہ ہم جس سے اختلاف کرتے ہیں، اسے کسی نہ کسی کا ایجنٹ قرار دیے بغیر ہماری نفسیات کی تسکین نہیں ہوتی"۔ [۲]

پس معلوم ہوا کہ ایسے الزامات و بہتانات لگانا دیوبندیوں کا" کلچرل مزاج اور نفسیات کا حصہ" ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ''چور مچائے شور'' دیوبندی خود انگریزوں کے غلام تھے بلکہ ان کا مرکز دار العلوم دیوبند ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلموں کے چندوں سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، ملاحظہ فرمائیں، مؤرخِ دیوبند مولوی محبوب رضوی دیوبندی نے لکھا کہ:

"دار العلوم سے تعاون اور چندے کے سلسلے میں شروع ہی سے یہ عمل رہا ہے کہ اس میں ہر

---

[۱] دفاع، ص 23۔24، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] شواہدات بجواب نوازشات، ص 16، ناشر ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

مذہب و ملّت کے لوگوں کے چندے کو قبول کیا جا تا رہا ہے، دار العلوم کے آئین چندے کی پہلی دفعہ یہ ہے:

''چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیتِ مذہب و ملّت''۔

چنانچہ دار العلوم کی رودادوں میں جا بجا اہلِ ہنود اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں، اور یہ سلسلہ شروع سے لے کر اب تک جاری ہے" [۱]

مزید دیو بندیوں کی" سوانح قاسمی" وغیرہ کتب ملا حظہ فرمائیں

پس ہندوؤں اور غیر مسلموں کے چندوں پر پلنے والے دیو بندی فرقے کے لوگ ہم مسلمانوں پر الزام و بہتان نہیں باندھیں گے تو ان کو ہندوؤں سے چندے کیسے مل سکتے ہیں یہاں یہ بھی عرض کر دُوں کہ پچھلے صفحے میں موصوف دیو بندی نے اہل سنّت و جماعت کے علماء کرام پر الزام و بہتان لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اسی قسم کی مذموم حرکتوں سے ان کی روزی روٹی وابستہ ہے"۔ [۲]

پس جناب ہم پر تو آپ سو بار الزام و بہتان باندھیں لیکن کم از کم اپنے گریبان میں بھی تو جھانکیں، اور خوب اُمت مسلمہ میں انتشار و اختلاف پھیلائیں، ورنہ ہندوؤں سے چندے ملنا آپ کو بند ہو جائیں گے۔

نیز موصوف نے جو لاکھوں مدارس و مساجد اور مراکز و اجتماعات کی بات کی ہے تو اُن کی اس ترقی کا راز بھی ہندوؤں اور اسلام مخالف و اسلام بیزار لوگوں کے چندے ہی ہیں۔ آپ کے مدارس کے بارے میں خود آپ کے دیو بندی بزرگوں کا کہنا ہے کہ:

"ہمارے دینی مدارس گذشتہ تیس (30) سال سے عقیم (بانجھ) ہو گئے ہیں یعنی یہاں سے کوئی مولوی پیدا نہیں ہوتا۔ والد صاحب کو فوت ہوئے اب اٹھائیس سال ہو چکے

---

[۱] تاریخ دار العلوم دیو بند، جلد 1 ص 194، المیزان ناشران و تاجران کتب، لاہور۔

[۲] دفاع، ص 23، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب سے تقریبا اٹھاون (58) سال سے ہمارے دینی مدارس اس زبوں حالی کا شکار ہیں"۔[1]

لہٰذا جناب! آپ جن مدارس کی بات کر رہے ہیں اُن کا حال تو یہ ہے کہ بقول تقی عثمانی صاحب ان مدارس سے مولوی تو پیدا ہی نہیں ہو رہے ہیں تو ایسے بانجھ مدارس پر ناز کرنا آپ کو مبارک ہو۔

اعتراض : پھر موصوف نے ایک اُصول یہ پیش کیا ہے کہ: " ہم پچھلے کئی برس سے اپنے مخالفین کے سامنے یہ چبھتا ہوا سوال رکھ رہے ہیں کہ ۔ ۔ ۔ اگر معاذ اللہ علمائے دیوبند قادیانیوں سے بھی بڑھ کر گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے ۔ ۔ ۔ (ہمارے خلاف) کوئی تحریک نہیں چلائی ؟ کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پوری آب و تاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا لٹریچر کھلے عام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے مشورہ کے بغیر نہیں لایا جا سکتا۔

آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی دیوبندی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر اکھاڑی گئی ہو کہ یہ اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتا تھا، کوئی ایک عوامی احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زوجین میں سے کوئی ایک دیوبندی ہے اس لئے معاذ اللہ نکاح فسخ کیا جائے ۔ ۔ ۔"[2]

الجواب : **اولاً**: اسی دیوبندی اُصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ علماءِ دیوبند کے نزدیک اگر معاذ اللہ عزّوجل اہل سنّت و جماعت حنفی بریلوی کافر و مشرک، گستاخ و مرتد ہیں تو ان کے خلاف ایسی کون سی تحریک، مقدمہ اور قبریں اکھاڑنے کی مثالیں ہیں؟ (بلکہ خُود

---

[1] اصلاحی تقریریں، رفیع عثمانی، جلد 7، ص 160، بیت العلوم، انار کلی لاہور۔

[2] دفاع، ص 24۔25، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

دیوبندی موصوف کی کتاب" مسلک اعلیٰ حضرت، ناشر: جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان " میں یہی سب کچھ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔

کہیں لکھا ہے کہ:"احمد رضا ایک کٹر شیعہ تھا" (ص14)۔"

احمد رضا نے بڑی چالاکی سے شیعہ عقائد و بدعات کو عشق کے نام"۔(ص14)۔

پھر اسی کتاب کے آخر میں" عقائد بریلویہ کا مختصر جائزہ" کا عنوان دیکر لکھا کہ "رضاخانیوں کے چند گستاخانہ عقائد کا خلاصہ" (ص43)۔

اسی کے نمبر ۲ کے تحت لکھا ہے کہ

"احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابوجہل کا کیا قصور تھا؟" (ص44)

نوٹ : موصوف کے اس 48 صفحات کے رسالہ کا رد عزیزم تیمور رانا صاحب نے 376 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب"رد اعتراضات المخبث علی مسلک اعلی حضرت، ناشر: بزم تحفظ عقائد اہل سنّت و جماعت" سے دے دیا ہے، قارئین اُس کا مطالعہ فرمائیں۔

پس جب موصوف کے نزدیک مسلک اعلیٰ حضرت والے اتنے بڑے گستاخ و کافر ہیں، ابو جہل سے بھی بدتر ہیں تو اب ہم دیوبندی مولوی کے اُصول کے مطابق ہی پوچھتے ہیں کہ:

"کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پُوری آب و تاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا لٹریچر کھلے کام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے مشورہ کے بغیر نہیں لایا جا سکتا۔ آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی سنی بریلوی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر اُکھاڑی گئی ہو کہ یہ اہل سنّت و جماعت بریلوی علماء سے عقیدت رکھتا تھا، کوئی ایک عوامی احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو اہل سنّت و جماعت علمائے بریلوی کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زوجین میں سے کوئی ایک سنی بریلوی ہے اس لئے معاذ اللہ

نکاح فسخ کیا جائے ......'' فماھو جوابکم فھو جوابنا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دیوبندی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلائی گئی تو جناب اہل سنّت و جماعت پُوری کی پُوری آپ کے باطل فرقے کے خلاف کھڑی ہے۔الحمدللہ عزّوجل! باقی اگر اجتماعات کا ہونا ہی حق کی دلیل ہے تو جناب تبلیغی اجتماعات و پروگرام تو ہم اہل سنّت و جماعت کے بھی بڑے زوروشور سے ہوتے ہیں، آپ کے مماتی فرقے بلکہ غیر مقلدین کے اجتماعات حتیٰ کہ اہل تشیع حضرات کے اجتماعات بھی پاکستان میں ہوتے ہیں۔ پس آپ کے اس اُصول سے تو ان سب کا اہل حق ہونا ثابت ہوتا ہے۔اسی طرح مماتی حضرات، غیر مقلدین حضرات، بلکہ اہل تشیع کی کتب بھی مارکیٹ میں فروخت ہو رہی ہیں تو جناب ان کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

باقی ملک کے مذہبی قانون میں تو اہل تشیع [شیعہ] حضرات کو بھی شامل کیا جاتا ہے، آپ کے اُصول سے تو وہ بھی اہل حق ٹھہرے۔قبریں تو آج دن تک کسی نے اہل سنّت و جماعت سنی بریلوی کی تو کیا کسی شیعہ کی بھی اس بنیاد پر نہیں اُکھاڑی گئی ہیں کہ وہ شیعہ علماء سے عقیدت رکھتا تھا لہٰذا موصوف کے اُصول سے یہ ثابت ہوا کہ شیعہ کے عقائد و نظریات بالکل دُرُست ہیں کیونکہ ان کی قبریں بھی نہیں اُکھاڑی گئیں۔ویسے دیوبندی مولوی یہ بتائیں کہ آج دن تک پاکستان کے اندر خود انہوں نے کتنے اہل سنّت و جماعت حنفی بریلویوں کی قبریں اُکھاڑیں؟ یا کتنے شیعہ مُردوں کی قبریں اُکھاڑیں؟ یہ ہیں دیوبندی موصوف کی جہالتیں!!!

دیوبندی اُصول سے ثابت ہوا کہ" عوام نے آپ وہابیوں دیوبندیوں کی اہلِ سنّت پر الزام تراشیوں کو مسترد کر دیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اگر آج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قانون

کو معاذ اللہ کالا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور آپ قاتل کو کندھوں پر بٹھا دیتے ہیں کہ دیکھو مارنے والا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے مگر یہ دیو بندی جو آپ کے ہاں معاذ اللہ سب سے بڑے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ کے سامنے دندناتے پھرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟

خدا کی قسم ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی گستاخ رسول آجائے تو اس کے جسم کے پہلے ۲۹۵ ٹکڑے کریں گے اس کے بعد سوچیں گے کہ ۲۹۵ بھی ایک قانون ہے اس کے لئے، جو چاہے آزما کر دیکھ لے......الخ"۔[1]

الجواب: موصوف کی یہ سب ڈرامے بازیاں ہیں۔ مسلکی بغض وعناد میں اس قدر غرق ہیں کہ جناب غازی ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو" قاتل" لکھا ہے جبکہ موصوف کی جماعت کے مجلہ" صفدر" شمارہ نمبر 62، اپریل 2016ء جمادی الثانیہ، رجب المرجب 1437ھ، کے مدیر مسئول احسن خدامی دیوبندی نے صفحہ (3) پر" غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ" لکھا ہے اور اپنے مضمون کے آخر میں صفحہ (9) پر لکھا ہے کہ:

"الحمد للہ! آج غازی ممتاز حسین قادری شہید کے مبارک چہرے، اور محض عشق رسول کی بناء پر ان کی زیارت کے لئے آئے ہوئے خوش نصیب چہروں کو دیکھ کر "افلحت الوجوہ" کا نظارہ سامنے آ گیا۔۔۔اور" شاھت الوجوہ؟"۔۔۔یہ کون سے چہرے ہیں؟ ایک چہرہ تو وہی جو اس مرد مجاہد کے ہاتھوں عبرت ناک انجام کو پہنچا تھا، اور باقی بہت سارے منحوس چہرے، کچھ پینٹوں والے، کچھ داڑھیوں والے، جو ایک ملعون کی حمایت اور ایک مرد مجاہد کے تمسخر واستہزاء کی خاطر اپنے پلید قلم اور اپنی بد بودار زبانوں سے ہر طرف نجاست پھیلا رہے ہیں"۔

اب یہ دیوبندی موصوف اپنے ہی مسلکی بھائی کے بقول اُن میں سے ثابت ہو رہے ہیں

---

[1] دفاع، ص 25، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

جن کو احسن خدامی نے منحوس چہرے والا، ملعون کا حمایتی، پلید قلم اور بد بُودار زُبانوں والے قرار دیا ہے۔

پھر اسی مجلد" صفدر" کے اسی شمارے اور اسی صفحہ پر احسن خدامی کے مضمون کے اختتام سے متصل" غازی ممتاز قادری شہید کا جنازہ" مہتاب عزیز" کے قلم سے شروع ہو رہا ہے۔ پھر اس جنازہ میں شریک دیوبندیوں کے ملاؤں کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے مگر بخوفِ طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ موصوف کے منہ پر اس کے اپنوں کی طرف سے یہی تھپڑ کافی ہے۔ اگر حیاء ہوئی تو اپنے ہی شرمساری کے بد بُودار پسینہ میں ڈوب مریں گے، ورنہ بےشرم و بےحیاء کے لیے کتابوں کا ڈھیر بھی ناکافی ہے۔

غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کو قاتل کہنے والے اس موصوف کی اپنی جماعت کا اصل چہرہ قاتلوں والا ہی ہے، راقم الحروف نہیں کہتا بلکہ موصوف جس" طارق جمیل " دیوبندی صاحب کے دفاع کے لیے سرتوڑ کوششیں کرتے رہے وہی کہتے ہیں کہ:

" یہ سپاہ صحابہ والے بھی تو قتل کرتے پھر رہے ہیں"۔ [1]

یہی طارق جمیل دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ

" جتنا ہندو ظلم کرتے ہیں، اتنا جہادی بھی تو کرتے ہیں"۔ [2]

اسی لئے دیوبندیوں کو ہر کوئی قاتل ہی نظر آتا ہے، خواہ وہ کتنا بڑا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ تو وہ عظیم ہستی ہیں جن کو علماء دیوبند تک نے بھی شہید کہا ہے، علماء دیوبند نے بھی اُن کی حمایت کی ہے، لیکن ساجد خان

---

[1] كلمة الهادى الى سواء السبيل فى جواب من لبس الحق بالاباطيل: ص 51، مكتبة المفتى، جامعه فتح العلوم نوشهره سانسى گوجرانواله۔

[2] كلمة الهادى الى سواء السبيل فى جواب من لبس الحق بالاباطيل: ص 49، مكتبة المفتى، جامعه فتح العلوم نوشهره سانسى گوجرانواله۔

دیوبندی اس قدر مسلک پرست، ضدی وہٹ دھرم ہے کہ ان کو قاتل کہہ رہا ہے، معاذ اللہ!
پھر دیوبندی موصوف یہ کہتا ہے کہ جب دیوبندی گستاخ ہیں تو آپ سنیوں کی غیرت کہاں چلی گئی (مفہوم) تو جناب دیوبندی خان صاحب ہماری غیرت کی بجائے آپ کو اپنی بے غیرتی کو دیکھنا چاہیے کہ جب آپ کے نزدیک" صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی حضرات" کافر و مشرک اور گستاخ ہیں تو آج تک آپ بے غیرتی میں کیوں غرق ہیں؟ آخر آج تک دیوبندی مولوی ساجد خان نے کتنے بریلویوں کو قتل کیا ہے؟ آخر آج تک ساجد دیوبندی نے خُود کتنی سنی بریلوی شخصیات کے جسموں کے 295 ٹکڑے کیے؟
ہمیں تو چھوڑیں کیونکہ ہمارے ایمان واسلام کی گواہیاں تو خُود اکابرین دیو بند دے چکے، شیعہ حضرات کے بارے میں کیا خیال ہے؟
کیا ساجد خان دیوبندی کے مطابق شیعہ بدترین گستاخ نہیں؟ اگر ہیں تو ساجد خان اپنے اُصول کے مطابق بتائے کہ آخر آج تک اُس نے کتنے شیعوں کو قتل کیا؟
کتنے شیعوں کے جسموں کے 295 ٹکڑے کیے؟ عجیب بات ہے کہ ساجد خان عجیب و غریب اُصول دُوسروں کے لئے بناتا ہے لیکن خود اُن پر عمل نہیں کرتا۔
اعتراض: پھر موصوف نے لکھا ہے کہ:" ہم اب بھی ببانگ دہل کہتے ہیں کہ آپ کو اصل اعتراض حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، نامی کتابوں اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک جعلی فتوے پر ہے تو سن لیجیے ہم ان کتابوں کو اپنے لئے سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں ہم چیخ چیخ کر کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کے مندرجات سے متفق ہیں ...... ہمارے مخالفین میں ہے ایسا کوئی مرد مجاہد جو اس بنیاد پر ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرے؟ "[1]

---

[1] دفاع، ص 26، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الجواب : اولاً: عرض ہے کہ ایسی بے ہودہ و گستاخانہ عبارات پر مشتمل کتب کو آپ جیسے دیوبندی وہابی حضرات ہی اپنے لئے سرمایہ آخرت سمجھیں! ہزار بار نہیں لاکھ بار سمجھیں، یہ تو دیوبندیت کا شعار ہے، جس کو آپ ترک نہیں کر سکتے۔ رہی یہ بات کہ کوئی مردِ مجاہد آپ کے خلاف قانونی کارروائی کرے تو جناب اگر آپ کا یہ اُصول دُرُست ہے تو یہی کام آپ ہمارے سنی علماء کے خلاف کیوں نہیں کرتے؟

آج تک آپ نے ہمارے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں کی؟ چلیں ہمیں تو آپ کے اکابرین مسلمان بلکہ عاشق رسول ﷺ تک تسلیم کرتے رہے ہیں، آپ کے نزدیک شیعہ مذہب والے کافر، مشرک اور گستاخ ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو فتویٰ جاری کریں، اور اگر ہیں تو ساجد خان صاحب دیگر دیوبندی علماء کو تو چھوڑیں، کیا آپ میں ہمت و جرأت نہیں؟ کیا آپ مجاہد نہیں؟ آخر آپ نے چکڑالوی، نیچری، پرویزی مذہب والوں کے خلاف ایسی قانونی کارروائی آج تک کیوں نہیں کی؟ لہٰذا اگر آپ ان باتوں کو حق و درست سمجھتے ہیں تو کم از کم اپنی باتوں پر خود تو عمل کریں۔

حضرت مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب پر اعتراض اور اُس کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" کتاب پر مولف کا نام ''مناظر اسلام ترجمان مسلک رضا مبلغ اہل سنت حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی'' لکھا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف بریلوی مولوی عبدالوہاب خان قادری خلیفہ مجاز مصطفی رضا خان ابن احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے: ''تمام ملت اسلامیہ مدینے والے کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سمجھتی ہے لیکن دیوبندی عقیدت نے حسین احمد ٹانڈوی کو ''مدنی'' بنا کر مدینے والے کا شریک ٹھرایا'' (پانچ مسائل کا جواب

ص ۱۲۶، بزم اعلحضرت کراچی)

بریلوی خطیب اہل سنت مولانا محمد صدیق نقشبندی لکھتے ہیں:

جب عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ مدت دراز تک مدینہ میں رہنے کے باوجود بھی ''بہشتی'' ہی رہے مدنی نہ کہلائے حضرت سلیمان اور صہیب بھی کافی عرصہ مدینہ میں رہے لیکن یہ بھی علی الترتیب ''فارسی'' اور ''رومی'' کہلائے ''مدنی'' نہ کہلائے تو حسین احمد ٹانڈوی کو مدنی کیوں کہا جاتا ہے۔؟ (باطل اپنے آئینہ میں: ص ۲۷۔۲۳، مدینہ پبلشنگ کراچی)

تو جناب کاشف اقبال فیصل آبادی صاحب آپ کی جماعت آپ کے نام کے ساتھ ''مدنی'' لگا کر آپ کو صحابہ کرامپر (کرام پر) فوقیت دیتے ہوئے نبی علیہ السلام کا شریک بنا کر نبی مان رہی ہے معاذ اللہ آپ بھی اس خودساختہ نبوت پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں تو اپنے ہی مسلک کے ان مولویوں کے فتوے کی رو سے جس بدبخت کا نام ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و بے ادبی پر مشتمل ہو اُسے دوسروں کو گستاخ کہتے ہوئے حیاء نہیں آتی۔ [1]

الجواب: اولاً: موصوف نے جو پہلا حوالہ "پانچ مسائل کا جواب" سے ذکر کیا ہے وہ صفحہ نمبر ۱۲۶ پر نہیں بلکہ راقم الحروف کے پیش نظر نسخہ کے صفحہ نمبر ۱۲۱ پر ہے، ملاحظہ فرمائیں:" صراط الصالحین علی رد کید الشیاطین المعروف پانچ مسائل کا جواب، بزم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، برانچ یو پی موڑ نارتھ کراچی۔

راقم الحروف کے سامنے "باطل اپنے آئینے میں" مکتبہ فیضانِ اولیاء، کاموں نکے ضلع گوجرانوالہ کی شائع کردہ ہے، جس کا صفحہ یہی ہے مگر موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے وہ اصل کے مطابق نہیں ہے،

---

[1] دفاع ص 31۔32، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اولا: ''حبشی'' ہے جس کو موصوف نے'' بہشتی'' نقل کیا۔

ثانیا: '' حضرت سلمان'' ہے جس کو موصوف نے'' حضرت سلیمان'' بنا دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بہشتی ہونے میں تو شک نہیں ہے مگر علاقائی نسبت آپ کی حبشہ سے ہے جس کی وجہ سے حبشی کہلاتے ۔ یونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں نہ کہ سلیمان ۔

ثانیاً نمبر(1): دیوبندی خائن نے حضرت مولانا عبدالوھاب خان صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرنے میں کمال ہوشیاری سے خیانت کا ارتکاب کیا ہے، اگر دیوبندی موصوف وہ عبارت مکمل نقل کر دیتے تو عوام پر اصل حقیقت خود بخود واضح اور عیاں ہو جاتی کہ اعتراض کی اصل وجہ کیا ہے، مگر موصوف نے مکمل عبارت نقل نہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ ویسے بھی عبارات میں کتر و بیونت کرنا اور عبارات کو بے محل پیش کرنا دیوبندیوں کی پُرانی عادت ہے، ان کے پیٹ میں جب بھی مروڑ اُٹھتا ہے تو یہ اسی طرح کی بچگانہ حرکتیں کرتے ہیں ۔ہم آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں ۔

دیوبندیوں کے مولوی فخر الدین گیاوی صاحب نے" نذر عقیدت" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے سرورق (ٹائٹل) پر اپنے مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی شان میں ایک شعر یُوں لکھا

دو مدینے والے میرے دل کے مالک بن گئے
ایک نبی اللہ کا اور ایک ولی اللہ کا

اس شعر میں دیوبندی مولوی فخر الدین گیاوی نے دیوبندی عقیدت کی تمام سرحدیں پار کرتے ہوئے لفظ'' مدینہ والا'' میں بٹوارا ڈالا ہے، برصغیر پاک و ہند کے تمام مسلمان جب بھی مدینہ والے کا لفظ سنتے ہیں تو اُن کا خیال فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مبذول ہوجاتا ہے۔ مسلمانانِ پاک و ہند کے اذہان میں یہ بات جاں گزیں ہوچکی

ہے کہ مدینے والے سے مُراد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ذاتِ با برکات ہے۔اسی طرح اُردو کے وہ شعرا جنہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدح سرائی کی سعادت حاصل کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار لکھے اُن میں بھی ''مدینے والا'' کا محاورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے، ہندوستان کی شعر گوئی کی تاریخ میں یہ پہلی بار لفظ مدینے والا میں بٹوارا ڈالا جا رہا تھا اور عوام الناس کو شکوک وشبہات میں مبتلا کیا جا رہا تھا کہ مدینہ والا ایک نہیں بلکہ دو ہیں ۔

مسلمانان ہند کے لیے یہ بالکل نئی اور عجیب بات تھی کیونکہ اُنہوں نے کبھی بھی اشعار میں مدینے والے کا لفظ کسی اور کے لیے استعمال ہوتے ہوئے نہیں سنا،یعنی برصغیر کے مسلمان اس (دوسرے) سے نا آشنا تھے پھر اس کے ساتھ ساتھ دیوبندیوں نے اس دُوسرے مدینے والے کے ساتھ مدنی کا اضافہ بھی کر دیا، حالانکہ انہیں پوری دُنیا کانگریسی مولوی کے طَور پر یاد کرتی ہے ۔ یہ کانگریسی مولوی صاحب ہندوستان میں ہی پیدا ہوئے تھے، کچھ عرصہ مدینہ شریف میں قیام کر کے مدرسہ دیوبند کی صدارت اور روپوں کی لالچ میں مدینہ طیبہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر واپس ہندوستان لوٹ آئے ۔

عزیزانِ محترم مذکورہ وجوہات کے تناظر میں عوام اہلِ سنت نے اپنے اپنے طریقہ سے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو یہ فکر لاحق تھی کہ دیوبندیوں کا اس طرح کا اندازِ شعر گوئی ہمسری و برابری کی راہ ہموار کرنے کے لیے تو نہیں ہے!۔ کیونکہ اس سے پہلے دیوبندی یہ حرکت کر چکے تھے، اور گنگوہ کے رہنے والے دیوبندی رشید احمد کو بانی اسلام کا ثانی قرار دے چکے تھے،حوالہ ملاحظہ فرمائیں: [1]

---

[1] مرثیہ، مولوی محمود حسن، ص 6، مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُعل ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیء اسلام کا ثانی

ایسی صورتِ حال میں مسلمانانِ پاک وہند کا مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے ساتھ لفظ" مدنی " کے اضافہ پر تحفظات کا اظہار کرنا بالکل دُرُست اور صحیح تھا۔ اس کی ایک دُوسری وجہ یہ بھی تھی کہ دیوبندی اپنے اس کانگریسی مولوی کو شریکِ اُلوہیت بھی قرار دے چکے تھے، چنانچہ ٹانڈوی صاحب کی منقبت میں یہ اقتباس بھی موجود ہے کہ:

" تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبرائیوں (کبریائیوں) پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آکرر ہے گا، تم سے ہم کلام ہوگا، تمہاری خدمتیں کرے گا"۔ [1]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ دیوبندیوں نے کس طرح ایک کھدر پوش مولوی کو شریکِ بارگاہ الٰہی قرار دیا، اور پھر کس طرح اُنھوں نے وصف مدینے والا میں بٹوارا ڈالا، اب کوئی مسلمان ایسی حرکات پر کیسے خاموش رہ سکتا ہے، یہی وجہ تھی کہ عوام اہلِ سنت نے اس بٹوارے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اب نہ جانے کیوں دیوبندیوں کو یہ صدائے احتجاج بھی پسند نہیں آتی۔

نمبر (۲) دیوبندی موصوف مولانا کا شف اقبال مدنی صاحب پر حسین احمد ٹانڈوی کو قیاس نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہم اہلِ سنّت و جماعت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے شہر مدینہ طیبہ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں، اور اس والہانہ عقیدت پر مدینہ طیبہ کی جانب نسبت کو

---

[1] تذکرہ شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا سید حسین احمدمدنی، ص 113، کالم اول، باھتمام ھفت روزہ الجمعیۃ دھلی، شیخ الاسلام نمبر، ناشر جمعیۃ علماء ھند، از قلم: عبد الرزاق ملیح آبادی۔

سرمایہ آخرت اور نجات اُخروی کا موجب سمجھتے ہیں، جبکہ دیو بندیوں کا معاملہ اس سے جُدا گانہ ہے۔ دلیل اس بات کی یہ ہے کہ تمام مسلمانانِ عالم زیارت بیت اللہ شریف کے بعد حاضری مدینہ طیبہ کے لیے مضطرو بیقرار رہتے ہیں، اُن کی ہر ایک دھڑکن مدینہ طیبہ پہنچنے کے لیے بے چین ہوتی ہے، لیکن دیو بندی ایسے موقع پر بھی مدینہ طیبہ کی بجائے گنگوہ کا رستہ تلاش کرتے ہیں، چنانچہ ان کے شیخ الہند محمود الحسن دیو بندی صاحب فرماتے ہیں:[۱]

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

جو لوگ کعبۃ اللہ شریف میں بھی ہندوستان کے شہر گنگوہ کا راستہ تلاش کر رہے ہیں (حالانکہ سعادتِ حج وعمرہ کے بعد اگلی منزل دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری ہونی چاہیے) تو کیا ایسے لوگوں سے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں مدینہ طیبہ کی محبت ہو، اور اس نسبت سے اپنے آپ کو مدنی کہلاتے ہوں۔ ویسے بھی دیو بندیوں کے اس ٹانڈوی گرو کی عقیدت واحترام کا ملجا وماوی ہندوستان تھا، اس پر اس کی لکھی ہوئی کتاب "ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل"[۲] شاہد ہے۔

خلاصہ کلام ان تمام باتوں کے تناظر میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیو بندیوں کا مولوی حسین احمد کے لیے مدینے والا اور مدنی لکھنا مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمسری وبرابری اور بٹوارے کے تناظر میں تھا۔ اگر دیو بندیوں کو مدینہ طیبہ سے اتنی محبت تھی تو ان کے شیخ الہند صاحب کعبہ میں مدینہ طیبہ کی بجائے گنگوہ کا راستہ کیوں تلاش کرتے؟

لہٰذا دیو بندی موصوف کا مولانا کا شف اقبال صاحب کی نسبت مدنی پر مولوی حسین احمد کانگریسی کی نسبت کو قیاس کرنا بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔

---

[۱] مرثیہ، محمود الحسن، ص 13، مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ۔

[۲] ملنے کا پتہ: ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان دہلی۔

مولانا کاشف اقبال صاحب کی نسبت مدنی المدینۃ المنورہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما سے والہانہ عقیدت ومحبت کی بنا پر ہے جبکہ دیوبندیوں کا اس نسبت کا اضافہ کرنا بطور غلامی ومحبت نہیں بلکہ ہمسری وبرابری کے لیے ہے۔

قاسم نانوتوی صاحب کو ولی اللہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش

اعتراض : دیوبندی موصوف نے تین صفحات (یعنی ۳۲۔۳۳۔۳۴) پر علمائے اہلِ سنت اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے جو دیوبندیوں کی تکفیر سے متعلق حسام الحرمین، عرفان شریعت، فتاویٰ رضویہ میں ہیں اور دیگر کتب سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:" حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی اور اکابر دیوبند کامل درجے کے مسلمان بلکہ ولی اللہ تھے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود بریلویوں کو بھی یہ بات مسلم ہے"۔ [1]

الجواب : اگر دیوبندی موصوف اپنے بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے تو نانوتوی صاحب اور دیگر اکابرینِ دیوبند کے لیے ولی اللہ ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے، مگر افسوس تو یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نرے جاہل اور بے علم ہیں، اُنہیں اپنے اکابرین کی کتب کا بھی علم نہیں، نہ جانے کس بے وقوف نے اُنہیں اس میدان میں اُترنے کا مشورہ دیا ہے کہ جو یہ میدانِ تحریر میں اپنی جہالتوں کا پردہ چاک کراتے پھرتے ہیں۔ اکابرین دیوبند کے نظریات کی روشنی میں ہم یہاں دیوبندی موصوف کے دعویٰ ولایت کا جائزہ لیتے ہیں۔
دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب رقم طراز ہیں:

''اصلاح ترک جزم بولایت کسے''۔

حدیث کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بدون نص کے محض گمان سے ولی قطعا کہنا

---

[1] دفاع ص35، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

جائز نہیں، جیسا کہ اکثر کو اس میں بے احتیاطی ہے، البتہ اگر ظنا کہہ دے تو مضائقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اس کی ظنیت کی تصریح بھی کر دے، لیکن اگر اعتمادا علی قرینۃ المقام والکلام تصریح نہ بھی کرے تب بھی مضائقہ نہیں، ہاں شیخ کہنا کسی کو جزم سے بھی جائز ہے، کیونکہ مشیخت امر مشاہد ہے یعنی طریق تربیت کا جاننا بخلاف ولایت کے کہ امر غیبی ہے یعنی مقبول عنداللہ ہونا۔ [1]

دیوبندیوں کے حکیم الامت صاحب کی اس عبارت سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں

نمبر(۱) کسی کو قطعی طور پر ولی اللہ کہنا جائز نہیں جیسا کہ دیوبندی موصوف نے قاسم نانوتوی اور دیگر اکابرین دیوبند کے متعلق ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس بات پر دیوبندی موصوف کے یہ الفاظ "حقیقت یہ ہے کہ" قابل غور ہیں، یعنی مولوی صاحب موصوف قطعی اور یقینی طَور پر اکابرین دیوبند کو ولی اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو کہ تھانوی صاحب کی نظر میں ناجائز بات ہے۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی موصوف نے اکابرین دیوبند کے لیے ولایت کا دعویٰ کر کے اسے حقیقت قرار دینا، تھانوی صاحب کے بقول ایک ناجائز اور بے احتیاطی پر مبنی کام کا ارتکاب کیا ہے۔
دیوبندیوں کی ولایت تو ثابت نہ ہوئی البتہ دیوبندی موصوف صاحب ناجائز کام کا ارتکاب کر بیٹھے۔

نمبر(۲) تھانوی صاحب کے بقول ظنی طَور پر کسی کو ولی اللہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر دیوبندی موصوف یہ دعویٰ کریں کہ انہوں نے اکابرین دیوبند کو قطعی طَور پر ولی اللہ نہیں کہا بلکہ اپنے ظن کا اظہار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت بھول گئے کہ ظن یقین کا فائدہ نہیں دیتا جس کا مفہوم و مطلب یہ نکلا کہ دیوبندیوں کی ولایت کا دعویٰ خود دیوبندی موصوف کے

---

[1] التکشف عن مهمات التصوف، صفحه 634، اداره تالیفات اشرفیه، ملتان۔

نزدیک مشکوک وغیر یقینی ہے۔اس سے زیادہ کم عقلی اور بےوقوفی والی بات اور کیا ہوگی کہ فن مناظرہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں اُن دلائل سے استدلال کر رہے ہیں جو خود دیوبندیوں کے نزدیک مشکوک اورغیر یقینی ہیں۔ پس ایسی صورت میں جب خود مدعیان کو تردداور شک لاحق ہےتو ہمارے رد کرنے سے پہلے ہی ان کی دلیل لچراور پوچ ثابت ہوتی ہے، وللہ الحمدعلیٰ ذٰ لک۔

قارئین کرام! دیو بندی موصوف نے بڑی دیدہ دلیری اور بے حیائی کے ساتھ ہم پر یہ دھونس جمانے کی کوشش کی کہ اکابرین دیوبند کی ولایت خود بریلویوں کوبھی مسلم ہے ،اس بات کو اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ کہا جائے تو یقیناً مبالغہ نہ ہوگا ، ہمارے نزدیک تو اکابرین دیوبند کا جومقام ومرتبہ ہے وہ تو موصوف خود بارہااس کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ بریلویوں نے تکفیر کی چھری سے اکابرینِ دیو بند کا گلہ کاٹ ڈالا ہے(جس کی وجہ سے دیوبندیت ابھی تک مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہی ہے)ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے، اوردُوسری طرف یہ کہنا کہ اکابرین دیوبند کی ولایت خُود بریلویوں کوبھی مُسلّم ہے کُھلا تضاد نہیں؟۔

جہاں تک ہماری بات ہے کہ ہم دیوبندیوں کو کیا سمجھتے ہیں اس کے متعلق ہماری کتابیں" حسام الحرمین" اور" الصوارم الہندیہ" شاہد ہیں،جن میں برصغیر پاک وہند کے اکابرین اہلِ سنّت کے تکفیر کے فتوے موجود ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ اکابرین دیوبند کی ولایت بریلویوں کو مسلم ہے نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔اور جھوٹ بھی ایسا جس کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی، فالی اللہ المشتقیٰ ،و اللہ المستعان۔

نانوتوی صاحب کی صفائی اور اُس کا تجزیہ

ہم اپنے قارئین پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندی موصوف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۵ سے لے کر ٤٦ تک تقریباً گیارہ (11) صفحات پر وہی پُرانے حوالے درج کیے ہیں

جواس سے پہلے اپنے رسالہ "ازالۃ الوسواس" کے صفحہ نمبر ٨٤ سے ٩٦ تک میں پیش کر چکے تھے یعنی اپنے سابقہ رسالے کا بعینہ مضمون دوبارہ اس کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لیے لگادیا ہے۔

حالانکہ ہم تقریباً ایک ڈیڑھ سال قبل اپنی لاجواب تصنیف "دافع ازالۃ الوسواس" (جس نے دیوبندیت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا اور دیوبندی ملاؤں کی علمیت کا پول کھول کے رکھ دیا) میں دیوبندی موصوف کے اس مغالطہ آفریں مضمون کا پوسٹ مارٹم کر چکے ہیں، اس کے بعد جو دیوبندیت کے اُوپر گزری وہ تو اللہ عزّوجل ہی جانتا ہے مگر موصوف کوتا حال جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی، اور ابھی تک ہمارا اُدھار اُٹھائے بےدم اور بےحال بیٹھے ہیں، اور ان شاءاللہ العزیز ہمارا یہ قرض ان کی قبر تک ان کے ساتھ جائے گا۔

جب ایک مضمون کا جواب پہلے سے موجود ہے پھر بعینہ اس کو دلیل بنانا کہاں کی دیانت داری ہے!!!

اس طرح وہ ہمارا اور قارئین کا قیمتی وقت ضائع کرر ہے ہیں، اور اس تصنیف کے اندر ہمارے مضمون کا جواب نہ دینا ان کی شکست فاش کا بین ثبوت ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے جواب نے انہیں ایسا مبہوت اور ششدر کر دیا ہے کہ جواب الجواب میں ایک جملہ بھی لکھ نہ پائے، گویا کہ اس دیوبندی گیدڑ نے خاموشی میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور اس طرح کا گنگ پنا اختیار کیا کہ گویا حضرت کے منہ میں زبان ہی نہیں، ویسے تو فضول ولایعنی بکواس کرنے اور الزامات لگانے کے لیے ان کی یہ زُبان دوگز لمبی ہوجاتی ہے، اب نہ جانے دیوبندی موصوف کیوں خاموش ہیں !!! یہ ہمارے مسکت اور دندان شکن دلائل کا اثر ہے کہ موصوف نے چپ سادھ لی ہے، اسے کہتے ہیں" جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

کیونکہ موصوف نے اپنے سابقہ مضمون کو بعینہ نقل کیا ہے لہذا ہم بھی جوابی کارروائی کے طور

پر اپنے اُسی مضمون کو کچھ نقل کرنے پر مجبور ہیں، ہاں البتہ اپنے قارئین کی خاطر کچھ تبدیلی و اضافوں کے ساتھ اُسی مضمون کو ھدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت توکّل شاہ انبالوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا حوالہ اور اُس کا جواب

"صاحب الوسواس" دیوخانی صاحب نے یہ سرخی قائم کر کے کہ "حضرت نانوتوی ولایتِ محمدیہ پر فائز ہیں" [۱]

حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک خواب نقل کیا ہے جس کا بخوفِ طوالت ہم خلاصہ بیان کرتے ہیں۔خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نشانات پر نانوتوی صاحب اپنے قدم رکھ رہے ہیں اور اس کے بعد موصوف نے حضرت اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب" تحقیق الاکابر، ص 21" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ بات جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے خاص تھی، پھر موصوف نے مزید لکھا ہے کہ: جب اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پالیا ؟اس کے بعد دیوخانی صاحب نے ولایتِ محمدیہ کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں"۔ [۲]

جواب: دیوخانی صاحب نے جو نانوتوی صاحب کے لئے ولایتِ محمدیہ پر فائز ہونے کی بات لکھی ہے وہ اُن کی خام خیالی ہے بلکہ اُن پر

"پیر نمی پرند مریدا ں می پرانند"

---

[۱] ازالۃ الوسواس، ص84، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[۲] ازالۃ الوسواس، ص84.85، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

والی مثال صادق آتی ہے۔شاید نانوتوی صاحب اپنے وہم وخیال میں بھی لفظ ولایتِ محمدیہ سے آشنا نہ ہوں مگر یہ جناب ہیں کہ ان کے لئے ولایتِ محمدیہ ثابت کرر ہے ہیں۔ کثرت مطالعہ کا دعوی کرنے والے دیوخانی صاحب نے اگر کتبِ تصوف کا مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں شاید یہ لکھنے کی جراٗت نہ ہوتی۔

ولایت محمدیہ کے متعلق ہم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عبرت نشان ہی نقل کردیتے ہیں تاکہ حقیقت حال کھل کرسامنے آجائے۔آپ فرماتے ہیں کہ:

" جب وہ عارف جو بلحاظِ معرفت مکمل اورازرُوئے شہود اَکمل ہواس مقام پر پہنچتا ہے جو عزیز الوجوداور شریف رتبہ ہےتو وہ عارف تمام جہان اوراس کی ظہورات کے لئے بمنزلہ دل ہوجاتا ہے،تب اسے ولایت محمدیہ حاصل ہوتی ہےاور دعوتِ مصطفویہ سے مشرف ہوتا ہے۔قطب ،اَوتاداوراَبدال سبھی اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت میں داخل ہوتے ہیں اور ہرقسم کے اولیاءاللہ مثلاًافرادوآحاد سبھی اس کے نُورِہدایت کے تحت مندرج ہیں کیونکہ وہ جنابِ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب مناب اورحبیبِ الٰہی کی ہدایت سے ھدایت یافتہ ہوتا ہے۔یہ عزیز الوجوداور شریف نسبت مرادوں میں سے کسی ایک سے مخصوص ہوتی ہیں،مریدین کو یہ کمال نصیب نہیں ہوتا،یہ بڑی نہایت اورآخری غایت ہےاس کےاوپر کوئی کمال نہیں اوراس سے عمدہ کوئی بخشش نہیں خواہ اس قسم کا عارف ہزارسال بعد پایا جائے تو بھی غنیمت ہے،اس کی برکت مدت مدیداورعرصہ بعید تک جاری رہتی ہےاورایسے عارف کا کلام بمنزلہ دوااوراس کی نظر بمنزلہ شفاء ہوتی ہے،اس آخری اُمت میں سے ان شاءاللہ حضرت مہدی موعوداس نسبت شریفہ پر پائے جائیں ہے۔"[1]

حضرت امامِ ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت امام مہدی ولایتِ

[1] (مکتوبات امام ربانی،مکتوب124،2\620)

محمد یہ کی نسبت سے مشرف ہو نگے اور انہوں نے وضاحت بھی کر ڈالی کہ مرید کو یہ کمال نصیب نہیں ہوتا، پھر قاسم نانوتوی کو یہ مقام کہاں سے حاصل ہو گیا؟۔

ولایتِ محمد یہ کی نسبت کے حامل ولی کی ولایت کے دائرہ میں قطب، اَوتاد، اَبدال اور ہر قسم کے افراد و آحاد اور ہر قسم کے اولیاء اللہ ہو تے ہیں، حالانکہ نانوتوی تو خُود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا مرید اور اُن کی جوتیاں اُٹھانے والا تھا۔

کیا حاجی صاحب بھی اس کے ماتحت تھے؟ دیوخانی صاحب نے بوجہ جہالت مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے، شاید منصف مزاج دیو بندی بھی ان کے اس غلو کو پسند نا کریں اور پھر قطب، اَبدال، اَوتاد وغیرہ کا نانوتوی کے زیرِ فرمان ہونا تو کجا وہ خود دُوسرے لوگوں کے کتنے زیر فرمان تھے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے ہو جائے گا کہ:

" ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونو حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا: یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے، حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے تو کہنے دو"۔[1]

اس حوالہ کو ہم بلا تبصرہ چھوڑ رہے ہیں، قارئین کرام! نانوتوی کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا اندازہ خود لگا لیں۔

بقول حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ولایتِ محمد یہ کی نسبت کا حامل اگر ہزار سال میں بھی

---

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 302،ص 213،مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

پیدا ہوتو بھی غنیمت ہے، اس قدر عظیم الشان مرتبہ ہے اور ایسے عارف کا کلام بمنزلہ دوا ہے، جبکہ نانوتوی کا کلام ایسی بیماری ہے کہ جس کا علاج سوائے فتوی تکفیر کے کچھ نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ علمائے حرمین شریفین نے اس کے کلام پر کفر کا فتوی دیا۔

بہرحال دیوخانی صاحب کا نانوتوی کو ولایت محمدیہ پر فائز قرار دینا مبالغہ آرائی اور کتب تصوف سے جہالت ہے، البتہ دیوخانی صاحب نے قادیانیوں کی طرح نانوتوی کو بھی مہدی موعود سمجھ لیا ہوتو پھر ایک علیحدہ بات ہے، فیاللعجب۔

مسئلہ خواب اور اُس کی حقیقت

حضرت توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب نقل کرنے والا مشتاق احمد انبیٹھوی ہے جس کے حالات خود مشکوک ہیں اور یہ شخص دیوبندیوں کے اتنا قریب تھا کہ قیلولہ کرنے دیوبند مدرسہ میں جایا کرتا تھا ایسے شخص کی روایت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

علاوہ ازیں اگر ہم اس روایت کو مروی عنہ سے ثابت بھی مان لیں تو بھی نانوتوی کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خواب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جاننا چاہئے کہ غلط کشف کا واقع ہونا محض القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ غیر صادقہ غلط احکام کی ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جن میں شیطان کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا اسی قسم سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں کو خواب میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور وہ بعض احکام آپ سے اخذ کر لیتے ہیں جو فی الحقیقت شرعی احکام کے خلاف متحقق ہو چکے ہیں ایسی صورت میں القائے شیطانی تصور نہیں کی جا سکتی کیونکہ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام کی شکل میں شیطان کسی طرح بھی متشکل نہیں ہوسکتا پس اس صورت میں

سوائے صورت متخیلہ کے کہ وہ غیر واقع کو واقع تصور کر لیتی ہے اور کچھ نہیں۔ [۱]

اس خواب میں بھی ایسا ہی ہوا ہے قوت متخیلہ نے غیر واقع کو واقع فرض کر لیا اور انہیں قاسم نانوتوی اس حالت میں نظر آئے پس یہ سارا کرشمہ اسی قوت متخیلہ غیر صادقہ کا ہے لہذا اس خواب کو کسی طرح بھی نانوتوی کے لئے باعث فضیلت قرار دیا نہیں جا سکتا۔

ہوسکتا ہے کہ دیوخانی صاحب امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو تسلیم نہ کریں اس لئے ہم ان کے بخاری دوراں اور امام اہل سنت گکھڑوی کا حوالہ پیش کرتے ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں

"اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ:

"گوئیم اجماع اہل شرع بر آنکہ ہیچ حکم از احکام شریعت بواقعات ومنامات امتیاں ثابت نمی شود۔ (قرۃ العینین، ص 246، طبع مجتبائی دہلی) ان تمام اقتباسات سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے کسی اِرشاد سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ وہاں تلبیس شیطانی کا کچھ اثر اور دخل ہوتا ہے اور نہ اس لئے کہ معاذ اللہ آپ کا ارشاد اور قول حجت نہیں، بلکہ محض اس لئے کہ بحالت نیند انسان عقل اور ضبط کے وصف کمال سے محروم ہوتا ہے، اور روایت اور سندِ حدیث کے لئے یہ ایک بنیادی شرط ہے کہ راوی ضابط ہو، لہذا اس پر کوئی شرعی حکم مبنی نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔" [۲]

اعتراض : مولوی فیض اویسی نے حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی تھا، مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیرانِ پیر

[۱] مکتوبات شریف، ص 289، دفتر اوّل۔

[۲] مقام ابی حنیفہ، ص 152۔153، مکتبہ صفدریہ، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پا لیا ؟؟؟۔ بینوا وتو جروا۔[1]

جواب : اگرچہ حضرت مولانا فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی محولہ عبارت میں کتابت وکمپوزنگ کی اغلاط موجود ہیں، تاہم اس عبارت کا مطلب ومفہوم وہ نہیں جو دیوخانی صاحب نے کشید کیا ہے۔ دیوخانی صاحب کی کوڑھ مغزی اور کم فہمی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ آسان اور سادہ عبارتوں کو بھی سمجھ نہیں سکتے، وہ فن تصوف کی دقیق اور مغلق عبارتوں کو خاک سمجھیں گے۔ ایک طرف تو وہ حضرت اویسی صاحب کی عبارت سے یہ مفہوم اخذ کر رہے ہیں کہ:" ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں"۔[2]

اور دوسری طرف پھر لکھ رہے ہیں کہ:

"اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا"۔[3]

یہ کھلا تضاد نہیں ہے کہ ایک طرف تو تمام اولیاء کرام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زیر قدم قرار دیا جائے اور دوسری طرف اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کسی اور کو حاصل نہ ہونیکا دعوی کیا جائے۔ کیا یہ بدمغزی اور غباوت فہمی کی انتہاء نہیں ہے؟۔

جو بندہ عام عبارتوں کو سمجھ نہیں پاتا وہ مسائل شرعیہ کو کیا سمجھے گا!!! اگر اس دیوخانی میں اتنی لیاقت نہ تھی کہ یہ عام اردو اور عربی عبارات کو سمجھ سکے تو پھر کیا اس کے اساتذہ آنجہانی ہو چکے تھے وہی اس کو سمجھا دیتے یا وہ بھی اپنی حالت زار پر اس طرح ماتم کر رہے تھے کہ

" نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم "

بہرحال ہم یہاں پر ان کی جہالت کو آشکار و بے نقاب کر رہے ہیں

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 85، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[2] ازالۃ الوسواس، ص 84، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[3] ازالۃ الوسواس، ص 85، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

حضرت اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ:"ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اور حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہیں، یہ مقصد نہیں جو دیوخانی صاحب نے بوجہ جہالت سمجھا ہے کہ ہر ولی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے۔

جو مفہوم ہم نے اویسی صاحب کی عبارت کا بیان کیا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں۔ ہاں اگر دیوخانی والا مفہوم مراد لیا جائے تو پھر تضاد واقع ہوتا ہے کہ جب تمام اولیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہیں تو پھر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی کیا تخصیص باقی رہ جاتی ہے؟۔

اعتراض: دیوخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پا لیا؟؟؟"[1]

جواب: یہی تو ہم کہتے ہیں کہ اس مقام پر سیدنا غوث الاعظم فائز ہیں اور ان کے بعد بقول امام ربانی حضرت امام مہدی فائز ہوں گے۔

نہ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ نانوتوی اس مقام پر فائز ہے اور نہ ہمیں یہ عقدہ حل کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ دیوخانی صاحب کی بات سے ہمیں یہ کہاوت یاد آتی ہے" کیا پدی کیا پدی کا شوربا، یا یہ منہ اور مسور کی دال۔

یہ عقدہ تو دیوخانی صاحب کو حل کرنا ہوگا کہ جب بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ولایتِ محمدیہ پر حضرت مہدی فائز ہوں گے تو پھر نانوتوی صاحب اس مقام پر کیسے فائز ہو گئے؟ اور کیا دیوخانی صاحب نانوتوی کو قادیانیوں کی طرح مہدی موعود سمجھتے ہیں؟

[1] ازالۃ الوسواس، ص85، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

یہ عقدہ تو دراصل دیوخانی صاحب کوحل کرنا تھا کیونکہ نانوتوی کے لئے ولایت محمدیہ کے حصول کا دعوی انہوں نے کیا ہے ہم نے نہیں، ان کے اس اعتراض پر یہ مثال ضرور صادق آتی ہے کہ اُلٹاچورکوتوال کوڈانٹے۔ باقی رہی خواب تو اُس کی حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں۔

اعتراض: دیو بندی مصنف لکھتے ہیں کہ:" حضرت نانوتوی کس قدر نبی ﷺ کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی ﷺ کے نقشِ قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا"۔[1]

الجواب: دیوبندیوں کے حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی کے کرتوتوں کے حوالے سے ہم سابقہ صفحات میں حوالہ بیان کر چکے ہیں کہ نانوتوی صاحب بچوں کے کمر بند تک کھول دیا کرتے تھے، اب ایسی صورتِ حال میں دیوبندی موصوف کا یہ دعوی کرنا کہ" نانوتوی کا کوئی بھی قدم نبی ﷺ کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا" کتنی بڑی جسارت ہے۔ آقا کریم ﷺ تو اخلاق کے اُس اعلی مرتبے پر فائز تھے جس کے لیے قرآن مجید نے "اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡم "[پ ۲۹ القلم:٤] کی گواہی دی ہے۔

دوسری طرف نانوتوی صاحب کا بدتہذیبی اور بداخلاقی کا ایسا مظاہرہ کہ بچوں کو بے ستر کردیا جائے (ظاہر ہے کہ وہ بچہ عمر کے اُس حصہ میں پہنچ چکا ہوگا کہ جس میں وہ کمر بند باندھنے کے لائق ہوگا کیونکہ عام طور پر بہت ہی چھوٹے بچوں کو لاسٹک والی شلوار یا پاجامہ پہنایا جاتا ہے، اس پر مشاہدہ شاہد ہے)اب ایسی بدتہذیبی کو سنتوں کی پیروی قرار دینا بہت بڑی دریدہ دھنی ہے۔

حضرت مولانا نُور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

موصوف نے بحوالہ علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ قاسم نانوتوی کے لئے الفاظ ترحم کا ذکرکیا

---

[1] دفاع ص35، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہے، ملاحظہ کریں[۱]

جواب: علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " کے پہلے ایڈیشن کا عکس الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور سے شائع ہوا ہے اس ایڈیشن میں قاسم نانوتوی کے نام کے ساتھ کلمہ ترحم مکمل موجود نہیں بلکہ اس کا اختصار " ؒ " لکھا ہوا ہے اور یہ کتابت کی غلطی پر موقوف ہے، کاتبوں سے اس طرح کی غلطی کا صادر ہونا بعید از امکان نہیں ہے۔

دیوبندی مسلک کے فقیہ العصر، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر، مفتی حمید اللہ جان صاحب کے" ارشاد المفتیین " میں صفحہ 86 پر لکھا ہے کہ:

" بندہ ضعیف (اللہ تعالی کی ان لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے) کہتا ہے ۔۔۔ الخ"

نعوذ باللہ من ذلک، فقیر خوف خدا اور بارگاہ لم یزل کی عزت وعظمت کے پیش نظر اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا، مگر اتنی عرض کرتا ہے کہ ایک عام سلیم الفطرت انسان بھی اسے کتابت کی غلطی ہی قرار دے گا نہ کہ حقیقت الامر میں مفہوم عبارت کو حقیقت پر مبنی سمجھے گا۔

مولوی سمیع الرحمن دیوبندی نے مشہور گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالی عنہ کی علامت " رض" لکھی ہے۔[۲]

اب کیا دیوخانی صاحب اور ان کے حواری اسے بھی دلیل بنائیں گے کہ ولید بن مغیرہ جیسا گستاخ پکا مومن اور مستحق رضائے الٰہی ہے، جس طرح دیوخانی صاحب نے ہم سے سوال کیا ہے کہ:" ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا جائز ہے؟ "۔[۳]

---

[۱] ازالۃ الوسواس، ص 85، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[۲] کتاب آئینہ غیر مقلدیت، ص 34 مطبوعہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور۔

[۳] ازالۃ الوسواس، ص 86، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

یُونہی ہم بھی دیوخانی صاحب سے سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا دیوبندیوں کے نزدیک شاتمین تاجدارِ ختم نبوت کو رضی اللہ تعالی عنہ کہنا جائز ہے؟۔

علاوہ ازیں علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندیوں کی تکفیر میں علمائے اہل سنّت کے ساتھ ہیں، حضرت مولانا فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کے رد میں" انوار آفتاب صداقت" جیسی ضخیم کتاب لکھی ،اس کتاب کے آخر میں امام اہل سنّت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب" حسام الحرمین" کا خلاصہ بھی موجود ہے جس میں اکابرین دیوبند کے ناموں کی جابجا تصریح بھی ہے اور المہند کا رد بھی ہے اور اس کتاب میں دیوبندیوں کے طرز استدلال پر ان کا رد بھی ہے مثلاً ایک جگہ مرقوم ہے:

"اگر ہم یہ کہہ دیں کہ مولوی اسماعیل یا مولوی رشید احمد یا مولوی خلیل احمد صاحبان فرعون ،نمرود، ہامان، قارون کے بھائی ہیں یا نتھو، کتھو، سینڈھو، چوہڑوں ، چماروں کے مثال بھائی ہیں تو کیا خلاف نص ہے اور آپ یا آپ کے دیوبندی بھائی اس پر خوش ہوں گے، اھ۔ [۱]

دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کے رد میں لکھی گئی مذکورہ کتاب پر علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"فرقہ وہابیہ نجدیہ کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کار آمد ہے"۔ [۲]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تکفیر میں علمائے اہل سنّت کے ساتھ تھے اور وہ اکابرین دیوبند کو اسی فتوی کا مستحق سمجھتے تھے جو اس وقت کے علماء کرام نے ان پر عائد کیا تھا۔ اس صورت حال کے ہوتے ہوئے اگر کوئی تحریر یا جملہ اس کے

---

[۱] انوار آفتاب صداقت ،ص 63،کتبخانہ سمنانی اندر کوٹ میرٹھ۔

[۲] تقریظ علامہ نور بخش توکلی ،ص 7،انوار آفتاب صداقت، ملک سراج دین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار،لاہور۔

خلاف ملتا ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ یہ تحریر قبل از علم لکھی گئی ہے یا وہ امور جن میں کاتب کی غلطی محتمل ہے وہ مبنی بر غلطی کتابت ہیں۔

لہٰذا دیوخانی صاحب کا حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدلال کرنا قطعا ان کے لیے مفید نہیں۔ علامہ نور بخش توکلی صاحب بھی اکابرین دیوبند کو گستاخ اور بے ادب سمجھتے تھے جس کے مندرجہ بالا سطور میں واضح اور بین دلائل موجود ہیں۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

دیوخانی صاحب نے اعتراض قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ: "میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔ (ڈھول کی آواز، ص 116، ثنائی پریس سرگودھا)۔ [1]

جواب: "ڈھول کی آواز" نامی کتاب دیوبندیوں کی ہے، موصوف خود ہی بتائیں کہ کیا دیوبندیوں کی کتاب ہمارے لیے حجت بن سکتی ہے؟۔

اس سلسلے میں موصوف کا بیان کردہ اصول ہی ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں، قارئین خود فیصلہ کرلیں، چنانچہ دیوخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تنبیہ الجہال، قسطاس، فتاوی بے نظیر اپنی ہی کتب سے علماء کی تردید اس اثر کے متعلق نقل کی ہے جو ہمارے لئے معتبر نہیں کیونکہ یہ قاعدہ بریلویوں کو مسلم ہے کہ اپنے گھر کا حوالہ

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 86، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

دُوسروں پر حجت نہیں"۔ [1]

قارئین کرام! کیا یہ دو غلے پن کی واضح مثال نہیں کہ جب ہم حوالہ پیش کریں تو موصوف یہ کہہ کر رد کردیں کہ ہمارے لئے معتبر نہیں، اور خود بطور دلیل اپنے گھر کا حوالہ پیش کریں۔

تف ہے ایسی تحقیق پر اور ایسے محقق پر

اگر دیو خانی صاحب اس کے جواب میں یُوں گوھر افشانی کریں کہ مَیں نے بریلویوں کا مسلّم قاعدہ بیان کیا ہے تو پھر بھی انہوں نے دیو بندیوں کی کتاب بطور حوالہ کیوں پیش کی؟

اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ عوام الناس کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں یا پھر دیو خانیوں میں کا ناراجا بننے کی کوشش کررہے ہیں۔

بہرحال" ڈھول کی آواز" دیو بندیوں کی کتاب ہے جو ہمارے لئے قطعا حجت نہیں، اس سلسلے میں خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے واضح ارشادات اور فرامین موجود ہیں۔

" تذکرہ پیرسیال" میں علامہ بشیرالدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" چک نمبر 66 دھاندرا جھنگ روڈ فیصل آباد کے قریب مولانا عبدالستار سیالوی کے عرض کرنے پر حضور شیخ الاسلام پیر سیال لجپال نے دعوت منظور فرمائی تو آپ تشریف لائے تو شہر فیصل آباد میں پیر بھائی حضرات کافی تھے جس کسی کو معلوم ہوتا گیا حاضر خدمت ہوتے گئے تو ہم علمائے کرام نے کافی تعداد میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے تو حضور خواجہ غریب نواز نے اکابرین مسلک اہل سنّت پر گفتگو شروع کی حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا تذکرہ اور مسلک اہل سنّت کی خدمات اور حضرت مولانا سرار احمد محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگ مولوی اسماعیل کو شہید کہتے ہیں حالانکہ وہ

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 71، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

شہید نہیں قتیل ہے کیونکہ اس نے عقیدہ اہل سنّت کے خلاف جنگ کی تھی نہ کہ سکھوں کے خلاف اس وقت سکھ تو پنجاب میں تھے اور صوبہ سرحد وافغانستان میں غیور سنی مسلمان تھے بلکہ مولوی اسماعیل کی فوج میں ایک تو پکی سکھ تھا اور خزانچی ہندو تھا سید احمد بریلوی اس فوج کا کمانڈر تھا کتاب دیکھو تاریخ وھابی میں ان کے صحیح حالات ہیں ابن عبدالوھاب نجدی نے ایک کتاب توحید لکھی اس کا ترجمہ مولوی اسماعیل دیلوی نے کیا جس کا نام تقویۃ الایمان ہے اس کتاب میں لکھا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں یعنی عقیدہ اہل سنّت کے خلاف اس نے بہت زھر اگلا ہے اسی عقیدہ کی بنیاد پر مولانا قاسم نانوتوی نے کتاب تحذیر الناس کے صفحہ 23 میں لکھا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو لوگ خاتم النبیین کہتے ہیں اگر آپ کے بعد بھی نبی آجائے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان خاتم نبوت پر فرق نہیں پڑتا۔

بے شمار دیوبندی وھابی نے ہمارے محبوب علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی ہے اس لئے ہم دیوبندی، وہابی، اہلحدیث شیعہ مذہب کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا بے ادب کہتے ہیں چونکہ ایسی باتیں ہمارے اہل سنّت عقیدہ کے خلاف ہیں اور ہمارا عقیدہ صاف اور واضح ہے ایک دفعہ مسائل پر گفتگو ہوئی حضور قمر الاسلام خواجہ غریب نواز فرمانے لگے کہ جو فتوی اعلی حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے دیا ہے ہم اس فتوی کو صحیح مانتے ہیں کیونکہ وہ اہل سنّت کے رہنماء ہیں۔

مولانا محمد ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تبلیغی جماعت اور زلزلہ کا مطالعہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ اس کتاب میں تو صحیح اہل سنّت کی پہچان ہے۔ مولانا نے بہت محنت کی ہے کتاب مسلک اہل سنّت کے مطالعہ کے لئے اچھی ہے۔ [1]

---

[1] تذکرہ پیر سیال لجپال، ص 32 و 51۔

ان واقعات سے حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا قاسم نانوتوی کے متعلق نقطہ نظر واضح ہو جاتا ہے، مزید لکھنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، پھر بھی دیو خانی صاحب کی تشفی کے لئے خود حضرت خواجہ صاحب کی تحریر بھی نقل کر دیتے ہیں جس میں انہوں نے واضح طور پر" تحذیر الناس" پر فتوی دیا ہے، دیوبندیوں کی جانب سے ان کے خلاف کیے گئے پروپیگنڈہ کی حقیقت واضح کی ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین ۔اما بعد!

کچھ عرصہ ہوا کہ فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا، کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائیگا۔ بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنّت نے فقیر کے اس فتوی کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ" تحذیر الناس" کی اسی نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنّت نے کفر کا فتوی دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو " تحذیر الناس" کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرقِ بعید ثابت ہوا۔

رسالہ مذکور کی تمہید ہی مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے

(1) خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مصر ہے، حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے، اس پر اجماع صحابہ و من بعدھم الی یومنا ھذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جا رہا ہے۔

(2) رسالہ مذکورہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام

ما قبل لکن وما بعد لکن یعنی مستدرک منہ و مستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا۔

(3) رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو وزائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زاید حرف ماننا پڑے گا۔

(4) کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخرالانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرتے ہیں اور یہ معنی لینے میں کوئی فرق نہیں وغیرہ ذلک من التھافۃ الضیئلۃ الجد وی اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بنا پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے۔

(1) تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جاسکے بلکہ آخرالانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہذا احادیث صحیحہ کا انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ و اجماع سے تضاد قطعی طور پر ثابت ہے۔

(2) مصنف رسالہ کے ذہن میں کلام ما قبل لکن و بعد لکن میں تناسب کی غلطی بیٹھ گئی ہے اگر اپنے کیے ہوئے معنی پر نظر ڈالتا تو اس صورت میں بھی اس کو یونہی نظر آتا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کو فیض رساں ہیں۔ اب بتائیے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا۔ اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی؟۔

(3) اور معنی کے اعتبار سے بھی حرف لکن زائد ثابت نہ ہو تو کیا ہوا۔ واؤ عاطفہ یہ کام نہ کرسکتی تھی؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی؟ اس کودک نادان کو سمجھ ہوتی تو معنی لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اس موصوف بالذات کے لئے اظہر من الشّمس اور ابین بین الامس موجود ہے۔

احادیث صحیحہ کے انکار کی بھی ضرورت پیش نہ آتی شذوذعن الجماعۃ بھی نہ کرنا پڑتا غور فرمایئے اللہ تعالی فرماتا ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ"۔[الْأَحْزَابِ: 40]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم یہ مت خیال کرو کہ باپ کی سی شفقت ورأفت ورحمت سے تم محروم ہو کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین کافۃ اللناس کیلئے قیامت تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت ورحمت باپ سے ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمہیں نصیب رہے گی وہ تو "عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ" [التَّوْبَةِ: 128] کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں۔اب بتایئے موصوف بالذات ومقام مدح والا اشکال ہوا یا نہ؟اورمستدرک منہ اورمستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ؟ اور مصنف کے دماغ سے حشو وزوائد خارج ہوا یا نہ؟ مصنف" تحذیر الناس" ان چند علمی مصطلحات کا ذکروہ بھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوئے اپنی عامیانہ نظروفکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور التزاما منکر احادیث صحیحہ ونصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذعن الجماعۃ وفارق اجماع ثابت ہوا۔لہذا فقیر کافتوی عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ مصنف تحذیر الناس کیلئے۔والحق ما قد قیل فی حقه قبل العلماء والاعلام۔

فقیر محمد قمر الدین السیالوی،سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف۔

مکتوب کے عکس کیلئے" دعوت فکر،محمد منشا تابش قصوری،صفحہ 135.136،ملاحظہ فرمائیں۔

خواجہ غلام فرید چاچڑاں رحمۃ اللہ علیہ

دیوخانی صاحب نے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا کہ:

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں ان کے خلفاء

بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم ۔۔۔۔
اگر چہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دار العلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا، (مقابیس المجالس ص 352)۔ [1]

جواب :" مقابیس المجالس" جسے" اشارات فریدی" بھی کہا جاتا ہے یہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ کتاب مولوی رکن الدین نے ترتیب دی ہے، کتاب روزِ اوّل سے ہی متنازع رہی ہے اور کسی دَور میں بھی اس کو مستند حیثیت حاصل نہ رہی۔

اصل کتاب میں الحاق کر دیا گیا تھا لہذا اس کی حیثیت مسلم ومعتبر نہیں ۔اس کتاب میں مرزا قادیانی کے بارے میں تائیدی الفاظ پائے جاتے ہیں اور اسی طرح نانوتوی وگنگوہی کے بارے میں بھی جس طرح ان ملحق عبارات سے مرزا قادیانی مسلمان قرار نہیں پاتا اسی طرح ان ملحق اقتباسات سے گنگوہی ونانوتوی کا کفر بھی مرتفع نہیں ہوتا۔

ان عبارات کے ملحق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خواجہ صاحب کی کتاب فوائد فریدیہ میں جہاں باطل فرقوں کا ذکر ہے ان میں فرقہ وہابیہ کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ [2]

علاوہ ازیں مذکورہ بالا مقبوس 1314ھ/1894ء کا ہے جبکہ بہاولپور کے مشہور تاریخی مناظرہ، جو حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان 1306ھ میں ہوا، (جس کے حَکَم حضرت خواجہ صاحب خُود تھے) آپ نے حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو فاتح اور مخالفین یعنی دیوبندیوں کو گستاخ اور جہنمی قرار دیا۔حضرت خواجہ صاحب کے فیصلہ کے بعد (خلیل احمد انبیٹھوی کو گرفتار کرنے

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 86، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[2] فوائد فریدیہ، ص 55۔

کے لئے تھانیدار تک پہنچ گیا تھا [۱] پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ خواجہ صاحب فریقین کی گفتگو سنیں اور دیو بندیوں کو گستاخ قرار دیں اور پھر انہیں ہی مسلمان سمجھیں ۔اس سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ خواجہ صاحب کے ملفوظات میں الحاق کیا گیا ہے جس کی نشاندہی غلام جہانیاں معین نے بھی ارشاد فرید الزمان متعلق بمرزا قادیان میں کی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ خواجہ محمد بخش صاحب نازک کریم نے بوقت ملاحظہ ارشادات فریدی ،مقابیس المجالس ارشاد فرمایا تھا:

"میاں رکن دین نے ملفوظ شریف جمع کر کے اپنی نجات کا اچھا سامان کیا تھا مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اور دیگر جو افتراء درج کئے ہیں ۔اپنی محنت رائیگاں کی ہے اور آخرت بھی خراب کی ہے"۔

ان حوالوں سے یہ بات ظاہر و عیاں ہو جاتی ہے کہ "مقابیس المجالس" الحاق شدہ کتاب ہے اس کتاب کا کوئی مقبوس بھی مسلمات اہل سنت کے خلاف ہرگز قابل قبول نہیں ہے ۔خواجہ صاحب خود مناظرہ بہاولپور میں دیو بندیوں کو گستاخ قرار دے چکے ہیں ۔خود دیو بندیوں کو بھی تسلیم ہے کہ یہ کتاب الحاق شدہ ہے، ملاحظہ کریں [۲]

مقدمہ بہاولپور میں بھی" مقابیس المجالس" کے غیر معتبر اور اختراعی ہونے کا معاملہ آشکار ہو چکا تھا ۔پس دیو خانی صاحب کو مندرجہ بالا کتاب سے استدلال کرنا مفید نہیں ہے، نیز اس کا ناشر کیپٹن واحد بخش سیال بھی دیو بندیوں اور وہابیوں کا سہولت کار رہے، لہذا ہمارے لئے یہ اور اس جیسے تمام لوگ قطعًا معتبر نہیں ۔

---

[۱] تذکرۃ الخلیل ص 54۔

[۲] احتساب قادیانیت، جلد اوّل، حضرت خواجہ غلام فرید اور مرزا قادیانی ، از لعل حسین اختر 212 تا 221۔

مولانا فقیر محمد جھلمی رحمۃ اللہ علیہ

دیوخانی صاحب نے حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "حدائق الحنفیہ" کے حوالہ سے قاسم نانوتوی کا تذکرہ لکھا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح قاسم نانوتوی کا دامن بےغبار ہو جائے۔ملاحظہ فرمائیں:[1]

جواب : حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تکفیر میں علمائے اہل سنت کے ساتھ ہیں،اس سلسلے میں ان کی تصانیف شاہد ہیں،" حدائق الحنفیہ" میں قاسم نانوتوی کا ذکر کرنا محض عدمِ علم کی وجہ سے ہے،انہیں یہ پتا نہ تھا کہ جن لوگوں کے رد میں وہ کتابیں لکھ رہے ہیں قاسم نانوتوی خود اُسی تھالی کا بینگن ہے،جس طرح کتبِ اسماءالرجال میں بعض شیعہ، رافضی اور خارجی راویوں کے تذکرہ میں ان کے علم وصلاح کا تذکرہ کر دیا گیا ہے اوران کے عقائد فاسدہ کا ذکر تک موجود نہیں، یہ محض عدمِ علم کی وجوہ سے ہوا،تو کیا وہ الفاظِ تعدیل ان سے اُن بدعات کو رفع کر دیں گے ؟ نہیں ، بالکل نہیں۔اسی طرح اگر کسی تک قاسم نانوتوی کی گستاخانہ عبارات کسی تک نہ پہنچ پائیں اور اُس نے عدمِ علم کی وجہ سے قاسم نانوتوی کا لمبا چوڑا تذکرہ کر دیا ہے تو کیا وہ اس کی گستاخی وکفر کو کالعدم کر دے گا ؟۔

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوبندی عقائد کے متعلق نظریات ہم یہاں ذکر کر دیتے ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ وہ دیوبندیوں کے عقائد ونظریات کو گستاخانہ ہی تصور کرتے تھے،اگر ان کے سامنے قاسم نانوتوی کی عبارت آ جاتی تو یقیناً وہ اُسے بھی کفریہ قرار دیتے۔

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اورحتی الامکان تاویل کے ہوتے ہوئے کسی اہل قبلہ کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتے،

---

[1] ازالۃ الوسواس،ص 87.90،جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

یہانتک کہ یزید پرلعنت کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں (راقم الحروف یزید کے متعلق ان کی بات سے متفق نہیں ہے) کیونکہ اس نے جو کچھ کیا اپنے لئے کیا، اس کے فعل سے کسی کے عقیدہ میں خلل نہیں پڑا بخلاف مولوی محمد اسماعیل صاحب کے، گو اُن سے بعض عمدہ کلام بھی واقع ہوئے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں اس سے ایسی بے ادبیاں صادر نہیں ہوئیں کہ اُن کی کچھ تاویل ہوسکے، اور صرف ان بے ادبیوں پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ اونکی تمام کتب بھی الا ماشاء اللہ مخالف عقائدِ اہل سنّت و جماعت ہیں، جس کی تردید میں متعدد رسائل تالیف ہوئے ہیں چنانچہ وہ تضعیف الایمان کے لقب سے ملقب ہورہی ہے اور اس سے ہندوستان کے اہل اسلام کو ایسا نقصان پہنچا ہے کہ آپس میں بالکل پھٹ گئے ہیں اور متفرق ہو گئے ہیں جس سے مولوی اسماعیل بجائے اس کے صحیح مسلم کی روایت کے پہلے جملہ "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً" کے مصداق بنتے او سکے دوسرے جملہ" مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا ووزرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا " کے مصداق بنے ہیں۔ ہمارے علماء نے مولوی صاحب موصوف کی نسبت تکفیر کا فتوی صرف اس غرض سے دیا تھا کہ دوسرے مسلمان لوگ ان کے عقائد فاسدہ میں، جو کتاب مذکور میں مندرج ہیں، مبتلا ہوکر گمراہ نہ ہوں اور ایسی حالت میں تکفیر تو یک طرف رہی سیاستاً بادشاہ کو ایسے آدمی کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

" مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے مولوی اسماعیل کے عقائد فاسدہ مندرجہ کتاب مذکور کو بالتفصیل لکھ کر علمائے شاہجہان آباد کے سامنے پیش کیا تو سب نے معہ مفتی صاحب مرحوم کے ان کی تکفیر کا فتوی دیدیا۔ [2]

---

[1] آفتاب محمدی، ص 8، مطبع محمدی لاہور۔

[2] آفتاب محمدی، ص 11، مطبع محمدی لاہور۔

آپ نے اپنی اسی کتاب میں مسئلہ ختم نبوت پر بھی دیوبندیوں کا زبردست رد لکھا ہے، چنانچہ آپ اسماعیل دہلوی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

مولوی محمد اسماعیل کا یہ قول ہے کہ "اگر خدا چاہے تو ایک آن میں محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) جیسے کروڑوں محمد پیدا کردے" ۔آیات و احادیث مذکورہ کے سراسر مخالف ہے، اول اس لئے کہ خدا تو یہ فرماتا ہے کہ ہم نے نہ اب نہ آئندہ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا اور کوئی بھیجنا چاہا ہے اور آپ کے پیشوا یہ کہہ کر کہ خدا چاہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے خواہ نخواہ خدا کی مشیت کو حضرت جیسا پیدا کرنے پر متعلق کر کے آنحضرت کی خاتمیت میں لوگوں کو شبہ میں ڈالتے ہیں" ۔[1]

آپ مزید فرماتے ہیں کہ:

" قول مذکور ثابت کرتا ہے کہ حضرت جیسا پیدا ہونا ممکن ہے گو وقوع میں نہ آوے اس کو بھی علماء کرام نے بالاتفاق کفر لکھا ہے" ۔[2]

اسماعیل دہلوی نے تومثل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن جانا، حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے بالاتفاق علمائے کرام اسے کفر قرار دیا، قاسم نانوتوی تو مثل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتم ستہ کے وجود کے قائل ہیں، بایں حالت کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اگر نیا نبی آجائے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں فرق نہیں پڑتا۔ اگر یہ عبارت حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آجاتی تو آپ اسے کتنا بڑا کفر قرار دیتے، اور جب آپ نے دیوبندیوں وہابیوں کے گرو اسماعیل دہلوی کو مرتکب کفریات قرار دے دیا تو آپ کیا ان کے چیلوں ۔۔۔۔۔کو معاف کر دیتے ۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ تک نانوتوی کے عقائد فاسدہ

---

[1] آفتاب محمدی، ص24، مطبع محمدی، لاہور۔

[2] آفتاب محمدی، ص25، مطبع محمدی، لاہور۔

نہیں پہنچے تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی کتاب میں اس کے ذکر کو جگہ دے دی۔
موصوف کی" حدائق الحنفیہ" کی نقل کردہ عبارت بھی سرقہ ہے کیونکہ اس میں بھی اصل جو نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے سے مطابقت کرنے پر بیس کے قریب اغلاط پائی جاتی ہیں۔

حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

عقل وفہم سے عاری دیوخانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں، بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں، ان کے خلیفہ شاہ تجمل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب" کمالاتِ رحمانی" میں لکھتے ہیں کہ:

اب جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہو گئی (فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضات: ص 36، مکتبہ امداد الغرباء سہارنپور بار دوم)۔

جواب :" فیصلہ خصومات" دیوبندیوں کی کتاب ہے، علاوہ ازیں صاحب" فیصلہ خصومات" نے یہ واقعہ" کمالات رحمانی" نامی کتاب سے نقل کیا ہے، اور" کمالات رحمانی" بھی غیر معتبر کتاب ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے" کمالاتِ رحمانی" کے غیر معتبر ہونیکی تصریح کی ہے۔ چنانچہ آپ کے پوتے لکھتے ہیں کہ:

" مختلف رسائل کوائف حضرت قبلہ میں لکھے گئے لیکن اس چیز کا حل نہیں ملتا کہ صرف مولوی تجمل حسین صاحب ہی ان روایات میں منفرد کلی طور پر ہیں، اسی سے حقیقت ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ روایتِ شاذہ ومنفردہ مردود ہے، اگر ہم مولوی تجمل حسین صاحب کو سچا

ماننے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو اصول فقہ کے موافق جو قول ان کا نقل کردہ ہے اس سے حضرت مولانا کا عمل مخالف ہے لہذا باطل"۔(ص،8)۔

مزید لکھتے ہیں کہ: مولوی تجمل حسین صاحب خود شبہات میں رہتے ہیں۔(ص 8)

مزید لکھتے ہیں کہ: سوال یہ ہے کہ تجمل حسین صاحب اگر کچھ نہیں دیکھ پاتے تو یہ ان کا قصور، روایت میں فتور کیوں ڈالیں (ص 9) اگر مولوی تجمل حسین صاحب اپنے بیان روایت واتباع مرشد میں سچے تھے، لنگر خانے کے نام سے رقومات تحصیل کر کے حضرت مولانا قبلہ مولوی محمد علی صاحب کے نام سے خود عرس نہ کرتے۔ برعکس۔۔نام زنگی کافور بھی ہے۔ [1]

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ" کمالات رحمانی" کا مصنف مولوی تجمل حسین جھوٹی اور من گھڑت باتیں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرتا تھا، جس کی تردید شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے کی۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں مذکور ہے کہ معروف معنی میں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا لہذا مولوی تجمل حسین کو ان کا خلیفہ قرار دینا بھی درست نہیں جیسا کہ دیوخانی صاحب نے لکھا ہے۔

مولوی تجمل حسین کا تذکرہ" ارواح ثلاثہ،ص 450" میں موجود ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت کا ابتدائی حصہ کہ" مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب سے تھی" واضح کر رہا ہے کہ مولوی تجمل حسین دیوبندیوں کے آلہ کار تھے لہذا اس اُصول سے بھی یہ روایت قطعاً غلط اور غیر معتبر قرار پاتی ہے۔

حضرت فضل گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا گستاخان رسول کے متعلق عقیدہ ونظریہ معلوم کرنا ہو تو پھر آپ اس حوالہ کو پڑھیں جس میں سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت گنج مراد

---

[1] تبصرہ بر تردید تذکرہ، مرتبہ شاہ احمد رحمن عرف محمد میاں گنج مراد آبادی،ص 11،

آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا تذکرہ اور حضرت گنج مرادآباد رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی ارشاد بھی موجود ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بغرض ملاقات حضرت قدسی صفات مولانا بابا علیہ الرحمہ گنج مرادآباد ماہ رمضان میں آئے اور ایک جگہ ٹھہر کر خدمت اقدس میں اطلاع کرائی کہ ایک شخص بریلی سے ملنے آیا ہوا ہے۔ مولانا بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہاں فقیر کے پاس کیا دھرا ہے ان کے والد عالم دادا عالم وہ خود عالم۔ پھر کمال لطف فرمایا کہ بلالاؤ۔ بوقت ملاقات حضرت بریلوی نے میلاد شریف کی بابت استفسار کیا تو مولانا بابا نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم بتاؤ خود بھی تو عالم ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تو میلاد کو مستحب جانتا ہوں اس پر مولانا بابا نے فرمایا کہ میں سنت جانتا ہوں کیونکہ صحابہ کرام جو جہاد میں تشریف لے جاتے تھے۔ نیز گھروں میں اپنے اہل وعیال سے کیا کہا کرتے یہی نہ کہ مکہ معظّمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اللہ تعالی جل شانہ نے ان پر قرآن اُتارا۔ انہوں نے یہ معجزے دکھائے اللہ تعالی نے ان کو یہ فضائل عطا فرمائے مجلس میلاد میں بھی یہی بیان ہوتا ہے جو صحابہ اپنے مجمع میں کہا کرتے فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڈو بانٹتے ہو صحابہ اپنی مجلس میں موڑ (سَر) بانٹتے تھے۔

حضرت بریلوی نے عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمایئے ارشاد فرمایا کہ تکفیر میں جلدی نہ کیا کرو۔ انہوں نے دل میں سوچا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، کہ مولانا بابا کو کشف ہوا فرمایا کہ ہاں ہاں جو ادنی حرف گستاخی شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں بکے بلا شک کافر ہے، بعد ازاں آپ نے اپنی کلاہ مبارک حضرت بریلوی کو عنایت فرما کر ان کی ٹوپی خود لے لی۔ (طریقہ صوفیاء میں تبدیل لباس بھی فیض رسانی کا ایک طریقہ ہے پس ۲۹ رمضان مبارک ۱۲۹۲ھ کو رخصت

واپسی بخشی ۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر خوب عمل کیا اور کبھی بھی کسی کی تکفیر میں عجلت سے کام نہیں لیا، ہاں البتہ گستاخان رسول نے جب بیبا کانہ شانِ رسالت میں گستاخیاں شروع کر دیں تو آپ نے حضرت فضل رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان ہی کے مطابق شرعی حکم صادر کرنے میں دریغ سے کام نہ لیا۔ اس حوالے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف قلوب حاصل تھا، جیسے ہی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خیال گستاخان رسول کی تکفیر کی جانب مبذول ہوا تو حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاملہ کو جان لیا، اور آپ نے یہ کہہ کر کہ (ہاں! ہاں! جو ادنی حرف گستاخی شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں بکے بلا شک کافر ہے) سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور حمایت فرمائی، اور اسی طرح حضرت علیہ الرحمہ کی تائید وتصویب بھی دربارہ تکفیر وھابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ حاصل ہو گئی۔

حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قلبی کیفیت سے مطلع ہو جانا، اور تکفیر وہابیہ کے سلسلے میں کوئی نکیر نہ فرمایا بلکہ آپ کو اجازت دینا، اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سو فیصد متفق تھے۔ مزید یہ کہ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کلاہ مبارک سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی اور ان کی ٹوپی خود لے لی، پس آپ کا یہ انداز بھی فرط محبت کا عکاس ہے اور روحانیت کی دُنیا میں فیض رسانی کا ایک طریقہ۔

---

[1] افضالِ رحمانی، نواں باب، نقادانِ فن کی عقیدت کیشی ص 171۔172، مصنفہ شاہ افضال رحمن عرف بھولے میاں پیش کردہ: شاہ فضلو میاں سجادہ نشیں اہل خانوادئے فضل رحمانی، جدید اشاعت نومبر ۲۰۱۷ء، وصفحہ 95، مطبوعہ شمسی پریس، گیا، بہار، باہتمام منشی محمد شفیع رحمانی، طبع اوّل۔

مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

دیوخانی صاحب لکھتے ہیں کہ: مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے براہین قاطعہ کا رد بوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔[1]

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ دیوخانی صاحب نے "البوارق اللامعہ" کا صحیح مطالعہ نہیں کیا یا پھر اندھیرے میں تیر چلانے کی کوشش کی ہے، محض کسی سے سن لیا ہوگا کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نانوتوی کی تعریف کی ہے اور کسی دیو بندی کی کتاب میں دیکھ لیا ہوگا، بس پھر موصوف بے قابو ہو گئے اور کتاب کی ضخامت بڑھانے کے شوق میں لکھ مارا کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی نانوتوی کے مداح ہیں۔

افسوس! ان کے لئے گزارش ہے کہ

اِن حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اِتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

موصوف کو بتاتے ہیں کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "بوارق لامعہ" میں کیا تحریر فرمایا ہے، مگر اس سے پہلے حواس بحال رکھنے کی کوشش کیجیے گا ایسا نہ ہو کہ بول خطا ہو جائے۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"تیرھویں صدی کے بعض لوگوں نے "خاتم النبیین" کے ایسے معنی گھڑے تھے کہ اوسپر یہ

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 91، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

امر متفرع کیا تھا کہ لاکھوں انبیاء اس طبقہ زمین یا اور طبقہ زمین پر پیدا ہوویں تو منافی خاتمیت نہ ہوگا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو متصف بوصف نبوت بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بالعرض بواسطہ فی العروض لکھا تھا، جس سے لازم آتا ہے کہ دوسرے انبیاء کی طرف نسبت مجازا ہے نہ حقیقۃ اور سلب نبوت دوسرے انبیاء علیہم السلام سے درست ہے باعتبار حقیقت کے اس لئے کہ جو چیز مجازا منسوب ہوتی ہے اس کا سلب باعتبار حقیقت درست ہوتا ہے، چنانچہ زید کو مجازا اسد وشیر کہہ دینا درست ہے اور باعتبار حقیقت کے سلب بھی اسد وشیر کا زید سے جائز ہے بایں طور کہ کہیں زید اسد وشیر نہیں۔
پس ایسے ہی جب مجازا نسبت نبوت کے جب دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف ہوئی اور باعتبار مجاز کے یہ کہنا درست ہوا کہ مثلا موسی (علیہ السلام) نبی ہیں باعتبار حقیقت کے سلب نبوت کرنا اور یہ کہنا بھی درست ہو جائیگا کہ موسی علیہ السلام نبی نہیں ہیں، اس قول کے کفر ہونے میں کیا کلام ہے، ایسے حالات ان لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں، خدا تعالی مسلمانوں کو ایسے حالات سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ [1]
قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح قاسم نانوتوی کے عقیدہ فاسدہ کا رد فرمایا ہے اور اس عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے، پھر بھی اگر دیوخانی صاحب بضد ہوں کہ مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی کے مداح ہیں تو پھر ان کی مرضی۔
مگر دیوخانی صاحب عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں، ایسے حوالے پیش کریں جن میں ہو کہ کسی متبحر عالم دین نے مذکورہ عقیدہ نانوتوی کو کفریہ نہ قرار دیا ہو، **فافهم ولا تكن من الغافلين۔**

---

[1] البوارق اللامعہ علی من ارا داطفاء الانوار الساطعہ، ص 65، در مطبع دت پرشاد واقع بمبئی۔

حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دیوخانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ: اور مولانا واستاذ نا رئیس المحدثین مولانا قاسم صاحب مغفور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم ومغفور محدث سہارنپوری کے فتوے اجوبہ سوالات خمسہ کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے" ۔(رسالہ تحقیق المسائل: ص 31 مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس طبع ثانی)" ۔[1]

جواب: موصوف علمی خیانتوں کے اِرتکاب میں اس حدتک گزرے ہوئے ہیں کہ چوری پر چوری کرتے جاتے ہیں مگر سینہ زوری کو بھی ترک کرنے کو تیار نہیں۔ محسوس تو یُوں ہوتا ہے کہ موصوف کے پاس علمی ذخیرہ نہ ہونے کے برابر ہے، بس بعض نقال دیوبندیوں کے رسائل ہیں جن سے موصوف نقل درنقل کرتے ہوئے مناظرِ اسلام اور محققِ دوراں بننے میں کوشاں ہیں، شاید آلِ دیوبند تو اُن کو بہت کچھ سمجھ بیٹھیں مگر حقیقتِ حال میں وہ سوائے سارق کے کچھ نہیں ہیں۔

قارئین کرام! ہم نے ہر مقام پر طوالت کے خوف سے ان باتوں کی نشاندہی کرنا مناسب نہیں سمجھا ورنہ تقریباً اکثریت دیوخانی صاحب کی نقل کردہ عبارات چوری کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

نمبر(1) موصوف نے لکھا کہ" اور مولانا واستاذ نا رئیس المحدثین مولانا محمد قاسم صاحب ۔۔۔الخ ۔ جبکہ" تحقیق المسائل" میں عبارت یوں ہے کہ: " اور مولانا واستاذ نا رئیس المحدثین استاد محمد قاسم صاحب۔

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص 91.92، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

نمبر(2) موصوف نے لکھا کہ" حضرت مولانا احمد علی صاحب۔۔۔۔الخ۔جبکہ" تحقیق المسائل" میں عبارت یوں ہے کہ:" حضرتنا مولانا احمد علی صاحب۔

نمبر(3) موصوف نے لکھا کہ" فتوے اجوبہ سوالاتِ خمسہ کی نقل زمان طالب علمی ۔۔۔۔الخ۔جبکہ تحقیق المسائل کی عبارت یوں ہے کہ:" فتوی اجوبہ سوالات خمسہ سے یہی کہ جس کی نقل زمان طالب علمی۔

کیا اس ردوبدل کے ہوتے ہوئے ایک ذی عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ موصوف نے یہ عبارت اصل کتاب سے نقل کی ہو گی،نہیں ،ہر گز نہیں ، بلکہ موصوف کو شاید اساتذہ سے ملنے والے اُن علوم میں سے ایک حصہ یہ بھی ہے کہ چوری کرتے جاؤ اور محقق بنتے جاؤ، ہمارا احرامی کہنا موصوف کے لئے بہت تکلیف کا باعث بنا تھا، اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ موصوف بار بار اپنی چوری کے نشانات ہمارے لیے چھوڑتے جارہے ہیں مگر پھر بھی شکوہ ہم سے ہی ہے کہ ہم نے حقیقتِ حال کیوں بیان کردی۔

حضرت سیّد دیدارعلی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیوبندیوں کے متعلق تعظیمی القابات رسالہ" تحقیق المسائل" میں لکھے تھے لیکن یہ اُس وقت کی بات ہے جب تک حضرت سیّد دیدارعلی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے عقائد فاسدہ کا علم نہ تھا، آپ کے رسالہ کے آخر میں اِس چیز کی وضاحت بھی موجود ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

تنبیه : ناظرین رسالہ ہذا پر واضح ہو کہ تقریبا بتیس سال ہوئے جب بذریعہ خط و کتابت مولوی رشید احمد صاحب سے تحقیق قیام فرحت و اداءِ شکر جو معمول علماء کرام وصوفیاء عظام اور عامہ مومنین عرب وعجم ہندوسندھ مجلس ذکر میلاد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کی گئی تھی اور اس وقت تک" براہین قاطعہ" اور" حفظ الایمان" اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابیں" تقویۃ الایمان" وغیرہ سے جو توہین سرور عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور توہین اولیاء انبیاء اور کلماتِ کفریہ سے مالا مال ہیں بالکل نظر سے نہ گذری تھیں

مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ یہ عقیدہ تھا کہ وہ بڑے حامی سنّت قامع بدعت معین دین متین ہیں اس واسطے خطوط مذکورہ رسالہ ہذا میں اُن کو بہت تعظیم سے یاد کیا گیا تھا مگر بعد مطالعہ کتب مذکورہ مولوی رشید احمد صاحب وغیرہ وہابیہ یقین کامل حاصل ہوگیا کہ فی الواقع یہ لوگ اور اُن کے متبعین گمراہ ہیں اور گمراہ بنانیوالے اور مستحق تمغہ کفر وشرک۔

لہٰذا اب طبع ثانی میں جی چاہتا تھا کہ اب طبع ثانی میں وہ القاب تعظیمی قطعا نکال دیئے جاویں اور اس طرح اون سے خطاب کیا جاوے جیسے ایک غیر مسلم سے وقت گفتگو خطاب کیا جاتا ہے مگر اس خیال سے کہ اصلی خطوط سے وقت مقابلہ مخالفت نہ ہو اور طبع ثانی مخالف طبع اول نہ ہوجاوے اوسیطرح تمام خطوط طبع کرادیئے گئے اور بغرض رفع شکوک عوام اس تنبیہ کے ساتھ متنبہ کرنا خواص وعوام کا ضروری ہوا۔ فقط ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی الوری۔ حال خطیب مسجد وزیرخان، لاہور۔ [1]

حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی خود وضاحت کردی کہ عدم علم کی وجہ سے تعظیمی القاب لکھے گئے اب اگر کوئی اس سے یہ استدلال کرے کہ نانوتوی وغیرہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلمان تھے تو وہ اس کی خام خیالی ہے جب کہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی بھی موجود ہے جس میں انہوں نے "حسام الحرمین" سے اتفاق کا اظہار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"حسام الحرمین میں جو فتوی علمائے حرمین شریفین ہے وہ سرتا پا حق وبجا ہے، اور جن اقوال پر فتوی دیا گیا ہے فریقین میں منصف کو ان کی کتابوں سے ان اقوال کو مطابق کر کے دیکھنا کافی ہے اور معاند کو تمام قرآن بھی پڑھ لے نفع نہیں بخشتا، اللہ جل شانہ مسلمانوں کو توفیق انصاف دے اور بے دینوں سے اپنے امن میں رکھے، فقط ابو محمد دیدار علی عفا اللہ عنہ۔ [2]

[1] تحقیق المسائل معہ چند مناظرات، صفحہ آخری، لاہور پرنٹنگ پریس لاہور۔

[2] الصوارم الہندیہ 42۔

اس فتوی کے باوجود دیوخانی صاحب کا حضرت سیّد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ نقل کرنا کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ موصوف کا اس طرح کے حوالے پیش کرنا محض ایک حرکتِ مذبوحی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں

سنا تھا کہ غالب کے اُڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے مگر تماشا نہ ہوا

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

موصوف نے پیر صاحب کے حوالہ سے پہلے ایک خط، بعدہ "تحذیر الناس میری نظر" میں سے دو عبارتیں ذکر کی ہیں۔ راقم الحروف اس پر تفصیلی گفتگو کرنے کی بجائے موصوف کی جماعت کے ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی سے ہی اس کا جواب نقل کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"**بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب ابتداءً مولانا احمد رضا خان کے پیرو نہ تھے** مولانا احمد رضا نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی "تحذیر الناس" میں جوتوڑ پھوڑ کی اور تین مختلف جگہوں سے عبارات الٹا کر انہیں ایک عبارت بنایا، اور پھر اس پر حکم کفر آرام سے اُتار دیا۔ پیر کرم شاہ صاحب اس مشق تحریف میں ان کے ساتھ نہ تھے۔ آپ نے تحذیر الناس کے حق میں بیان دیا جسے ہم شرح تحذیر الناس کے مقدمہ میں نقل کر چکے ہیں اور وہاں پیر کرم شاہ صاحب کے اصل خط کا عکسی فوٹو بھی ساتھ دیا ہے، جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ **لیکن کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب اپنے اس موقف پر جم نہ سکے اور مریدوں کے جمگھٹے میں انہیں بھی بریلوی دھارے میں بہنا پڑا اور اُمت مسلمہ کو تھوک تکفیر کا صدمہ ہر چھوٹے بڑے بریلوی کے ہاتھوں سہنا پڑا۔**" [1]

کیوں جناب! آپ کے اپنے تو اس خط وغیرہ کے بعد کے حالات کو دیکھتے ہوئے اظہار

---

[1] مطالعہ بریلویت 1\413، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یو۔پی۔

افسوس کر رہے ہیں کہ پیر صاحب اس موقف پر جم نہ سکے مگر آپ ہیں کہ بے شرمی و بے حیائی کی سب حدیں پھلا نگتے ہوئے انہیں باتوں کو ذکر کیے جا رہے ہیں۔

علمائے فرنگی محل

دیوخانی صاحب نے مولانا عبدالباری فرنگی محل کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں **ان کو ان سے** کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔(الطاری الداری: حصہ دوم، ص16 حسنی پریس بریلی)[۱]

جواب :"الطاری الداری" کی پُوری عبارت اس طرح ہے کہ:

"ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اسواسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں **اُن سے ان کو** کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ہم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اب جس کے نام کا جو لقب کسی نے ہمارے اکابر سے لکھا ہے اُسی کی اتباع میں لکھا کرونگا اُس سے زیادتی و کمی نہ کرونگا ،اور اُس کے مماثل کے لیئے بھی ایسا ہی لقب لکھونگا۔اسی طرح مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمد تقی خود تبرائی نہیں تھے بلکہ اُن کے دستخطی فتاوے ہیں جن میں تبرا کو وہ منع کرتے ہیں اور اپنی کتب سے اُس کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہیں، علاوہ ہمارے اکابر مجتہدین لکھنؤ سے جو تعلق رکھتے تھے اُس کو ہم نے دیکھا اور برتا ہے اُن کی عیادت اُن کی دعوت اُن کی تعزیت میں برابر ہم لوگ شرکت کرتے رہے ہیں" ۔[۲]

جس طرح مجتہدین لکھنؤ شیعہ سے اکابرین فرنگی محل کے تعلقات کی بنا پر اس کی

---

[۱] ازالۃ الوسواس، ص93، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[۲] الطاری الداری، حصہ دوم، ص16 ۔ 17، حسنی پریس بریلی۔

عیادت کرنا، دعوت وتعزیت میں شریک ہونا ان کے عقائد کفریہ کو رفع نہیں کرتا اسی طرح عدم علم کی بنا پر۔

اگر اکابرین فرنگی محلی نے تکفیر نہیں کی تو وہ بھی دیوبندیوں کے لئے مفید نہیں اس کی وضاحت" الطاری الداری" میں موجود ہے، نہ جانے کیوں دیوخانی صاحب شپرہ چشمی سے کام لے رہے ہیں، ہم یہاں" الطاری الداری" کی وضاحتی عبارت نقل کر دیتے ہیں، ملاحظہ کریں:

" مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے اب وجد کو دیوبندیوں کے ان کفروں پر اطلاع نہ ہوئی ہو گی تو ان کا برتاؤ بعد ظہور امر کیا حجت رہا 1307ھ تک کہ میں نے " سبحان السبوح " لکھا خود مجھے اُن کے کفروں پر اطلاع نہ تھی ولہذا اجبتک اُن پر صرف لزوم کفر لکھا اس کی بھی ایسی ہی ضد ہے تو ان شاء اللہ العزیز ممکن کہ میں خود آپ کے اکابر کی تصانیف سے ثابت کر دوں کہ وہابیہ کافر ہیں"۔[1]

خلاصہ کلام

اکابرین فرنگی محل کا دیوبندیوں کی عدم تکفیر کا معاملہ عدم علم پر مبنی ہے، اگر دیوخانی صاحب کو اکابرین فرنگی محل کا دیوبندی نظریہ کے متعلق فتوی درکار ہے تو ہم یہاں اس کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں

" حضرت مولانا جمال الدین فرنگی محل قدس سرہ حضرت بحرالعلوم کے نواسے تھے آپ نے کرناٹک میں رد وہابیت کا مجاہدہ عظیم فرمایا۔ مولوی محمد علی رامپوری خلیفہ سید احمد رائے بریلوی نے یہاں بہت سے مرید کر لئے تھے۔آپ نے مسئلہ شفاعت پر مولوی محمد علی سے مناظرہ کیا اور مجبور کیا کہ تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارتوں سے اپنی برأت کا اظہار

---

[1] الطاری الداری، حصہ دوم، ص84، حسنی پریس بریلی۔

کریں۔

مولوی محمد علی رامپوری نے مسجد والا جاہی میں بعد نماز جمعہ تحریری برأت نامہ پیش کیا جو حاضرین کو سنایا گیا مگر اس مجمل برأت نامے سے آپ مطمئن نہ ہوئے۔ مولوی محمد علی رامپوری نے دُوسرا برأت نامہ پیش کیا مگر اس کے بعد وہ دوبارہ ایسی تقریریں کرتے رہے جن سے اسمٰعیل دہلوی اور رائے بریلوی کی تعریف وتوصیف ظاہر ہو رہی تھی۔

آپ نے ان حرکتوں کے پیشِ نظر ایک فتوی مرتب کیا اور علماء سے تصدیقات کرالیں۔ اس فتوے میں مولوی محمد علی رامپوری وھابی کے قتل کا شرعی حکم موجود تھا۔ نواب ارکاٹ کو قتل کا اختیار نہ تھا اس لئے مدراس کے چیف مجسٹریٹ نے مولوی محمد علی کو بحری جہاز کے ذریعہ کلکتہ روانہ کر دیا۔ مولوی محمد علی کے چلے جانے کے بعد آپ نے ایک ایک مرید سے فرداً فرداً مسجد والا جاہی میں توبہ کرائی۔ نواب محمد علی والا جاھی ولائی ارکاٹ المتوفی 1210ھ کی بیوی بھی ان سے مرید تھیں، ان سے بھی توبہ کروائی۔[1]

مزید اس بارے میں وہابی مؤرخین کے حوالے بھی ملاحظہ ہوں:

"الشیخ جمال الدین اللکھنوی

الشیخ الفاضل جمال الدین بن علاء الدین بن أنوار الحق الأنصاری اللکھنوی أحد الفقھاء الحنفیة، ولد ونشأ بلکھنؤ، وقرأ العلم علی عمه نور الحق، ثم رحل إلی مدراس وولی التدریس فی المدرسة الوالاجاھیة مقام والده ونال منزلة أبیه، وکان شدید الرغبة فی المباحثة، شدید التعصب علی من خالفه ، طویل اللسان بالتکفیر والتضلیل، کان یکفر الشیخ إسماعیل ابن عبد الغنی الدھلوی علی ما نسب إلیه من عبارة فی کتابه

[1] ملاحظہ فرمائیں: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 75۔ 76، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد۔

تقوية الإيمان يستدلون بها على إساءة أدبه فى مقام النبوة، أعاذنا الله منها، والحق أن الشيخ ساحته بريئة من هذا القبيح، وقد أفرط الجمال فى ذلك، فكان يكفر من يستحسن تقوية الإيمان فضلاً عن مصنفه، حتى نال منه السيد محمد على الواعظ أحد أصحاب سيدنا أحمد بن عرفان الشهيد البريلوى أذى كثيراً ببلدة مدراس.

مات لثمان خلون من ربيع الثانى سنة ست وسبعين ومائتين وألف بمدراس فدفن فى المقبرة الوالاجاهية ، كما فى الأغصان الأربعة.[1]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"مولوی جمال الدین لکھنوی متوفی 1276ھ بھی آپ (اسماعیل دھلوی) کے زبردست مخالفین میں سے تھے، یہ متعصب قسم کے انسان تھے، اپنے مخالفین پر تکفیر وتضلیل کا فتوی لگانے میں بڑے جری تھے، اور مباحثہ میں شرکت کا جنون کی حد تک شوق رکھتے تھے، انہوں نے امام صاحبؒ پر سوءِ ادبِ نبوت کا بہتان باندھ کر آپ پر کفر کا فتوی لگایا۔

علامہ سید عبدالحیؒ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقد أفرط الجمال فى ذلك، فكان يكفر من يستحسن تقوية الإيمان فضلاً عن مصنفه،

جمال الدین نے اس سلسلہ میں بڑی زیادتی کی ہے مصنف" تقویۃ الایمان" تو کجا وہ تو " تقویۃ الایمان" کو اچھا سمجھنے والے پر بھی کفر کا فتوی لگاتا ہے۔

مولانا نے یہ بالکل بجا فرمایا ہے اس کے تعصب اور عداوت کا اندزہ اس سے بھی لگایئے کہ حضرت سید صاحبؒ نے جب مولانا محمد علی محدث رامپوریؒ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدراس کی

---

[1] نزھۃالخواطروبھجۃالمسامعوالنواظر 7\946، دار ابن حزم،بیروت۔

طرف دعوت وارشاد کے لیے روانہ فرمایا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے اللہ تعالی نے وہاں کے ہزاروں آدمیوں اور عورتوں کو ہدایت نصیب فرمائی تو یہ جمال الدین صاحب آتش حسد میں جل اُٹھے، انہوں نے دیگر اہل بدعت کو ساتھ ملا یا اور محدث رامپوری ؒ کے خلاف ہنگامہ برپا کر دیا۔ ان پر کفر کا فتوی لگایا، تقویۃ الایمان کے نسخے نذر آتش کر دینے میں بھی ذرہ بھر خوف خدا محسوس نہ کیا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ آپ کے خلاف سازشیں کر کے حکام سے آپ کی مدراس سے جلا وطنی کے احکام نہ صادر کرا دیئے، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے تقویۃ الایمان کی تقبیح اور معتقدین کی تکفیر میں ایک فتوی شائع کر کے خوب مشہور کیا"۔ [1]

محمد رضا انصاری فرنگی محلی لکھتے ہیں:

" ملک العلماء ملا علاء الدین احمد ہی مدراس میں آخر عمر تک مقیم رہے اور ملا بحر العلوم کی جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے، ان کے انتقال کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی مدراس میں آخر عمر تک قیام پذیر رہے، اور ردو ہابیت کے معرکہ عظیم میں جو وہاں تقویۃ الایمان (مصنفہ مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی) کے سلسلے میں ہوا تھا، بہت پیش پیش رہے، مولوی میر محمد علی واعظ رام پوری نے سید احمد شہید بریلوی ؒ، مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی ؒ اور اس گروہ کے دیگر علماء کے عقائد کی بہت ترویج کی تھی جس نے مدراس میں دو گروہ پیدا کر دیے تھے یہ قاضی بدر الدولہ کا زمانہ تھا سخت نزاع پھیل گئی جس میں نواب ارکاٹ اور انگریزوں کو دخل دینا پڑا، ملا جمال الدین احمد (نواسہ ملا بحر العلوم) نے اس میں یہاں تک دلچسپی لی کہ میر محمد علی سے شفاعت پر مناظرہ کیا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ تقویۃ الایمان کی قابل اعتراض عبارتوں سے اپنی برأت ظاہر کریں، میر صاحب نے مسجد

[1] تذکرہ شہید، از خالد سیف، ص 240۔241، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور

والا جاہی میں بعد نماز جمعہ برأت نامہ تحریری پیش کیا جو حاضرین کو سنایا گیا، مگر اس مجمل برأت نامہ سے ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی اور اُن کے ہم خیال مطمئن نہیں ہوئے، دوسرا برأت نامہ میر صاحب نے پیش کیا، ایک طرف برأت، دوسری طرف ایسی تقریری جن سے مولانا اسماعیل شہیدؒ وغیرہ کی تعریف وتوصیف نکلتی ہو میر صاحب کرتے رہے، آخر کار ملا جمال الدین احمد اور اُن کے ہم خیال علماء نے میر محمد علی واعظ رام پوری کے کفر کا فتوی دے دیا اور انہیں واجب القتل قرار دے دیا، قتل کا اختیار نواب ارکاٹ کو نہ تھا اس لیے ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی نے ایک اور اشتہار تیار کر کے مسجد والا جاہی میں سنایا اور معاملہ اس حد تک پہونچ گیا کہ شہر مدراس کے چیف مجسٹریٹ نے میر صاحب کو بحفاظت تمام بذریعہ بحری جہاز مدراس سے کلکتہ روانہ کر دیا، ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی نے اس کے بعد میر صاحب کے ایک ایک مرید سے فرداً فرداً توبہ کرنا شروع کر دیا اور اصرار کیا کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں نہیں، مسجد والا جاہی میں عام لوگوں کے سامنے توبہ کریں، نواب محمد علی والا جاہ مرحوم کی ایک بیوہ بھی میر صاحب کے مریدوں میں تھیں، ان کو بھی مجبور کر کے توبہ کرائی گئی، ملا جمال الدین احمد کسی طرح ان کو مستثنیٰ کرنے پر راضی نہیں ہوئے۔

نزھۃ الخواطر کے فاضل مؤلف علامہ سید عبدالحیٔ الحسنی رائے بریلوی نے ملا جمال الدین احمد کے ذکر میں لکھا ہے:

ثم رحل إلى مدراس وولى التدريس فى المدرسة الوالاجاهية مقام والده ونال منزلة أبيه.

(ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی نے لکھنؤ میں اپنے چچا ملا نور الحق سے تکمیل درس کیا) پھر مدراس چلے گئے، جہاں مدرسہ والا جاہی میں مدرس ہوئے اور درس وتدریس کے فرائض انجام دینے لگے، اور اپنے والد (ملک العلماء ملا علاء الدین احمد) کا رتبہ پایا اور اُن کے جانشین ہوئے۔

صاحب نزھۃ الخواطر کا خصوصی رجحان سید احمد شہید بریلوی ؒ کی تحریک کی طرف تھا جس کا اثر اُن کی غیر جانبدار تاریخ نویسی پر برابر رہا ہے، اسی لیے وہ ملا جمال الدین احمد پر آگے چل کر سخت معترض ہوتے ہیں:

"وکان شدید الرغبة فی المباحثة، شدید التعصب علی من خالفه ، طویل اللسان بالتکفیر والتضلیل".

" بحث و مباحثہ کے بڑے ہی دلدادہ اور جو ان کے خلاف ہو اس سے سخت تعصب رکھتے تھے، کافر اور گمراہ قرار دینے میں بڑے زبان دراز تھے"۔

مصنف نزھۃ الخواطر نے سخت الفاظ میں اعتراض جو کیا ہے تو اس کی وجہ بھی مخفی نہیں رہنے دی اس کے فوراً ہی بعد لکھتے ہیں:

کان یکفر الشیخ إسماعیل ابن عبد الغنی الدهلوی علی ما نسب إلیه من عبارة فی کتابه تقویة الإیمان یستدلون بها علی إساءة أدبه فی مقام النبوة ، أعاذنا الله منها، والحق أن الشیخ ساحته بریئة من هذا القبیح ، وقد أفرط الجمال فی ذلك ، فکان یکفر من یستحسن تقویة الإیمان فضلاً عن مصنفه ، حتی نال منه السید محمد علی الواعظ أحد أصحاب سیدنا أحمد بن عرفان الشهید البریلوی أذی کثیراً ببلدة مدراس.

وہ مولوی اسماعیل دہلوی ؒ اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان کی بعض منسوب عبارتوں کی بنا پر تکفیر کرتے تھے، اور ان عبارتوں سے لوگ حضرت رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سوء ادب کا پہلو نکالتے تھے۔ خدا ہم سب کو ایسے سوءِ ادب سے بچائے۔ حق یہ ہے کہ مولوی اسماعیل اس قبیح حرکت سے بالکل بری تھے، جمال (یہی ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی) اس معاملے میں حد سے گزر گئے تھے، وہ اس شخص تک کی تکفیر کرتے تھے جو تقویۃ الایمان کو اچھی کتاب سمجھتا تھا، مصنف تو رہے الگ، یہاں تک کہ سید محمد علی واعظ کو جو

سید احمد شہید بریلوی کے گروہ کے ایک فرد تھے، ان کے ہاتھوں سخت ایذائیں شہر مدراس میں پہنچیں" ۔ یہ " سخت ایذائیں" وہی ہیں جن کی تفصیل" خانوادہ قاضی بدرالدولہ" کے مصنف کے حوالے سے اوپر نقل ہوچکی ہے، مگر اس کی تنہا ذمہ داری ملا جمال الدین احمد فرنگی محلی پر نہ تھی، قاضی بدرالدولہ اور دوسرے علماء بھی اس میں برابر کے شریک تھے، اس کے علاوہ تقویۃ الایمان پر مباحثہ تنہا مدراس ہی تک محدود نہ تھا، پورے ہندوستان میں تقویۃ الایمان نے دو حریف گروہ پیدا کردیئے تھے، اور دونوں اسی وقت سے متصادم تھے، اول تو حد سے گزرنے کا گناہ اکیلے" جمال" (ملا جمال الدین احمد) نے نہیں کیا، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کتاب کے خلاف یہی سب کچھ کرنے والے موجود تھے، دوسرے ایک ہی فریق حد سے نہیں گزرا، دوسرا فریق بھی اس مباحثے کے دوران بلکہ اس کے تذکرہ کے وقت بھی توازن قائم رکھنے پر قادر نہیں رہ سکا" ۔ [1]

ان حوالوں کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جمال الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ تقویۃ الایمان کے متنازعہ مندرجات کو گمراہی وکفر قرار دیتے تھے اور اس معاملہ میں آپ سخت متصلب تھے اور کسی طرح کی بھی کوئی مداہنت نہیں کرتے تھے اس سلسلہ میں آپ کی جھڑپیں بھی واقع ہوئیں مگر آپ کے پائے استقامت میں کوئی لغزش واقع نہ ہوئی، پس جن جن علماء کو وہابیانہ گستاخانہ نظریات کا علم ہوتا گیا وہ ان نظریات کو گمراہی وکفر قرار دیتے رہے، جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ میں حضرت جمال الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے معیت میں قاضی بدرالدولہ اور دیگر علماء مدراس کا ذکر موجود ہے، یعنی بعد از علم علماء حق نے ان عبارات سے برأت و بیزاری کا اظہار کیا، دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ علماء فرنگی محل نے دیوبندیوں کی تکفیر نہیں کی یہ درست نہیں، حضرت جمال الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ علماء

---

[1] بانی درس نظامی استاذ الہند ملا نظام الدین محمد، از محمد رضا انصاری فرنگی محلی، 121-124، نامی پریس، نخاس لکھنؤ۔

فرنگی محل میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

یاد رہے کہ مولانا عبدالباری فرنگی محل حضرت مولانا جمال الدین فرنگی محل قدس سرہ العزیز کے پڑپوتے ہیں حضرت جمال الدین فرنگی محل کا ذکر خیر "نزھة الخواطر" میں بھی موجود ہے ان کا لقب ہی "مھلک الوھابین" ہے۔ چنانچہ آپ کے اس لقب کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا محمود احمد قادری صاحب لکھتے ہیں:

" قدوۃ الخلف ، بقیۃ السلف ، حضرت علامہ شاہ محمد عبدالباری ابن حضرت شاہ عبدالوہاب ابن حضرت مولانا شاہ محمد عبدالرزاق ابن غیظ المنافقین ، مہلک الوہابیین حضرت مولانا شاہ محمد جمال الدین فرنگی محلی قدست اسرارہم"۔

پس جب حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کے علم میں یہ چیزیں آئیں تو آپ نے دیوبندیوں سے برأت کا اظہار کیا۔ تذکرہ علمائے اہل سنّت میں موجود ہے کہ آپ ہی کے حکم سے اشرفعلی تھانوی کی " بہشتی زیور" اور" حفظ الایمان" فرنگی محل میں جلائی گئی تھیں۔ آپ نے تھانوی کو" حفظ الایمان" کی کفری عبارت سے توبہ کے لئے بار بار متوجہ کیا مگر اُن کو توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوسکی۔[1]

ان حوالوں سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا دیوبندیوں کے متعلق نقطہ نظر بخوبی واضح اور عیاں ہوتا ہے۔

جب حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سے واقف ہوئے تو پھر آپ نے اپنے سابقہ معاملات سے توبہ کی جس کا تذکرہ دوسرے مقام پر کردیا گیا ہے، اور آپ اپنے اجداد کی روش پر لوٹ آئے اور ایک بار پھر فرنگی محل میں حفظ الایمان اور بہشتی زیور کو نظر آتش کر کے حضرت جمال الدین فرنگی محلی رحمۃ

[1] ملاحظہ فرمائیں: تذکرہ علمائے اہل سنّت، ص 174، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد۔

اللہ علیہ کی تاریخ کو دھرایا گیا، جس طرح انہوں نے مدراس میں تفویۃ الایمان کو آگ کی نظر کیا تھا۔ پس اس سے زیادہ علماء فرنگی محل کی بیزاری ونفرت از عباراتِ اکابرینِ دیو بند کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

مولوی خلیل خان برکاتی

دیوخانی صاحب نے اپنے رسالہ "الوسواس، ص 93" پر مولوی خلیل خان برکاتی کی کتاب "انکشافِ حق" کا حوالہ دیا ہے کہ وہ اکابر دیوبند کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف تھے۔

جواب : یہ مولوی خلیل خان در پردہ دیوبندی تھا، جب علمائے اہلِ سنّت پر اِس کی دیوبندیت واضح ہوئی تو انہوں نے اس کے خلاف سخت نوٹس لیا اور اس کی کتاب "انکشافِ حق" کا باقاعدہ رد لکھا۔ دار العلوم امجدیہ ناگپور کے شیخ الحدیث مفتی غلام محمد خان صاحب نے عجائب انکشاف عجائب دیوبند" کے نام سے خلیل خان کی وہابیت کو طشت از بام کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

" آپ نے اہل سنّت سے قطعی منہ موڑ کر اپنی اصل دیوبندیت، وہابیت کا کھلا اعلان کر دیا اور واضح طور پر اکابر دیوبند کی کفریہ عبارتوں کو صحیح مان کر دیوبندیوں کی طرح باطل تاویلیں شروع کر دیں۔ چنانچہ اس چوتھے رنگ میں وہ خالص دیوبندی وہابی بن کر بدایوں میں علماء اہل سنت کے ساتھ 1401ھ میں پہلی بار مناظرہ بھی کر گئے"۔ [1]

علاوہ ازیں خلیل خان جو دراصل بجنوری ہے اُس نے اپنے اس چوتھے رنگ میں اپنے بیٹوں کو دیوبندیوں کے حوالے کیا۔ چنانچہ اس کا بڑا لڑکا عتیق احمد مشہور دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی کے مدرسہ امینیہ میں اور دوسرا لڑکا فضیل انظر احمد میاں دار الندوہ لکھنؤ میں زیر تعلیم ہے۔

---

[1] عجائب انکشاف عجائب دیوبند، ص 23، مجلس اتحاد اسلامی، کراچی۔

بزم قاسمی برکاتی بدایونی کے اراکین کی طرف سے مولوی خلیل بجنوری کے متعلق ایک اہم استفتاء اکابر علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا اور ۳۰ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ میں علامہ مفتی شریف الحق امجدی نے مولوی خلیل بجنوری کے خلاف فتوی صادر کیا جس پر مشہور وممتاز علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں جو کہ "شرعی فیصلہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام

مولوی خلیل خان فرضی برکاتی دراصل دیوبندیوں کا آلہ کار تھا، اس کے خلاف علماءِ اہل سنّت کی تحریریں موجود ہیں جن میں انہوں نے خلیل خان کی حقیقت واضح کی ہے، لہذا اس فرضی برکاتی کا حوالہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

دیوخانی صاحب نے "ضیاء القلوب" سے ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ: "جو شخص مجھ سے محبت وعقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کمالات ظاہری وباطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے۔۔۔۔الخ۔ [1]

جواب: موصوف کا حاجی صاحب کے نام سے یہ حوالہ پیش کرنا بھی سُودمند نہیں اِس لئے کہ خُود دیوبندیوں نے حاجی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ:

" حضرت حاجی صاحب کے اندر اسقدر حسنِ ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا، جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے تھے۔حضرت ان کو صاحب باطن فرماتے"۔ [2]

جن لوگوں کو اکابرینِ دیوبند تک کافر سمجھیں ان کو حاجی صاحب بوجہ حسنِ ظن صاحبِ باطن سمجھتے تھے، موصوف ہی بتائیں کہ جن کو اکابرینِ دیوبند نے کافر سمجھا کیا وہ حاجی صاحب کے حسنِ ظن کی بنا پر مسلمان قرار پائیں گے؟۔اگر دیوخانی صاحب کا جواب ہاں میں ہوتو

---

[1] ازالۃ الوسواس، ص94، جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔

[2] ارواح ثلاثہ، تذکرہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حکایت نمبر 176، ص 145، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

راقم الحروف کا اگلا سوال ان سے یہ ہے کہ کیا اکابرین دیوبندا تنے غیر محتاط تھے کہ صاحبِ باطن افراد پر بھی کفر کا فتوی داغ دیتے تھے۔

اگر موصوف کا جواب نہ میں ہو اور یہ کہیں کہ ہم حاجی صاحب کے حسنِ ظن کی بنا پر حکم تکفیر کو کالعدم نہیں کر سکتے تو پھر وہ کس منہ سے حاجی صاحب کے حوالہ سے عبارتیں پیش کر رہے ہیں؟۔اس پر سوال تو کئی کیے جا سکتے ہیں مگر راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ حاجی صاحب کی تحریریں اکابرین دیوبند کے گلے کا پھندا ہیں یا سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی طرح نہ اُگل سکتے ہیں نہ نگل سکتے ہیں۔

لطیفہ :

بقول دیوبندی علماء حاجی صاحب کافروں کو صاحب باطن سمجھتے تھے اور موصوف کی نقل کردہ عبارت میں بھی نانوتوی کو صاحب باطن قرار دیا گیا ہے، اب آپ خُود ہی سمجھ لیں کہ نانوتوی صاحب کیا قرار پائے۔

خلاصہ کلام

حضرت حاجی صاحب حسنِ ظن کی وجہ سے کافروں کو بھی صاحب باطن سمجھ لیتے تھے، اگر انہوں نے رشید گنگوہی یا قاسم نانوتوی کے متعلق ایسا لکھ دیا تو وہ بھی اسی قبیل سے ہوں گے (بشرطیکہ ان سے بنقل ثقہ ثابت ہو) پس حاجی صاحب کی اس طرح کی عبارتیں دیوبندیوں کے لئے قطعاً مفید نہیں ہیں، یہ میدان ان کے لئے سُودمند بھی نہیں کیونکہ

"شیر نیستان دگراست وشیر قالین دگر"

خواجہ غُلام فرید رحمۃ اللہ علیہ پر بُھتان

دیوبندی موصوف" محدث العصر حضرت امام رشید احمد گنگوہی" کی سرخی لگا کر لکھتے ہیں کہ:

" تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ سخت متبع تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد ان

کے تمام مریدین اور خلفاء کے ہندوستان میں سر پرست اور سر براہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مانے جاتے ہیں آپ پر اگر چہ شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا۔۔۔۔۔الخ ۔(بحوالہ مقابیس المجالس:ص173)

نوٹ: خط کشیدہ جملہ بار بار پڑھیں اور صاحب حسام الحرمین کا نظریہ اور خواجہ صاحب کے نظریہ کا موازنہ کرکے فیصلہ کریں۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف نے حضرت خواجہ صاحب پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے، مرزائی بھی اپنے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کی برأت ثابت کرنے کے لئے حضرت خواجہ صاحب کا نام لیتے ہیں اور اُن پر بہتان باندھتے ہیں، اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے موصوف نے بھی حضرت خواجہ صاحب کی جانب جھوٹ منسوب کیا ہے، گویا کہ اس معاملہ میں یہ دونوں ایک ہی پستان کے شیر خوار ہیں، علاوہ ازیں ہمارا یہ اندازہ بھی صحیح ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کا مطالعہ حوالہ جاتی کتابچوں تک ہی محدود ہے، اصل کتاب کی جانب مراجعت کرنا اور اُن کا مطالعہ کرنا موصوف کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے، اور موصوف حوالے کا اصل کتاب سے تقابل کرنا حرام سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ جا بجا ٹھوکریں کھا کر جہالت کی دلدل میں ایسے پھنستے ہیں کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

الغرض موصوف کا یہ حوالہ بھی ان کی جہالتوں کی تسلسل کی ایک کڑی ہے، آیئے ہم آپ پر اس حوالے کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔

"مقابیس المجالس" نامی کتاب کے مقبوسات جو کہ خواجہ صاحب کی جانب منسوب ہیں وہ" مقابیس المجالس" مطبوعہ: الفیصل ناشران وتاجران، لاہور، وبزم اتحاد المسلمین لاہور کے صفحہ نمبر 243 سے شروع ہو رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے یعنی صفحہ 63 سے لے کر صفحہ

---

[1] دفاع،ص46، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

242 تک احوال ومقامات کےعنوان سے خواجہ صاحب کے حالات ومقامات کپتان واحدبخش سیال نےقلم بند کیے ہیں۔

قارئین سےگزارش ہےکہ" مقابیس المجالس" کاصفحہ نمبر 63 ملاحظہ کریں، وہاں پروہ خُود دیکھ سکتے ہیں کہ واحدبخش سیال کا نام موجود ہے۔کپتان واحدبخش سیال کی فنکاریوں کو خواجہ صاحب کی جانب منسوب کرنا سراسرظلم وناانصافی ہے۔اگر یہ خواجہ صاحب کی عبارت ہوتی اورصحت کے ساتھ اُن سےمنقول ہوتی تو ہم اس کے جوابدہ تھےمگر یہ تو دیوبندیوں کے رضائی بھائی کپتان واحدبخش سیال وھابی کا اپنا نظریہ ہے جو کہ وہابیوں دیوبندیوں کے لئےتو حجت ہوسکتا ہےمگر ہم مسلمانوں کے لئےقطعًا حجت نہیں۔

گنگوھی کا قلم عرش کے پرے چلنا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتاہےکہ:

"رضاخانی مفتی اعظم۔۔۔۔۔۔پرستارفضلہ خوار تھے۔[1]

الجواب: دیوبندی مؤلف نےاس جگہ بہت بڑے دجل وفریب سےکام لیاہےاور ہاتھ کا ایسا کرتب دکھانے کی کوشش کی ہے کہ لوگ سمجھ بیٹھیں کہ حضرت مولانا عبدالوہاب قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبندی مولوی کےمداح تھے،حالانکہ حقیقت اِس کے برعکس ہے،انہوں نے یہ حوالہ لکھ کر دیوبندیوں کےعقائد کی روشنی میں اس کی تردید کی ہےاور درایتی اُصولوں کے ماتحت اِس واقعہ پرکڑی تنقید کی ہے۔آیئے ہم آپ کےسامنے مذکورہ حوالہ کی حقیقت پیش کرتے ہیں

نمبر(۱) مذکورہ حوالہ دیوبندیوں کی اپنی مَن پسند کتاب" تذکرۃ الرشید" کا ہے۔تذکرۃ الرشید کتاب کٹر دیوبندی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی تصنیف ہے اور یہ کتاب رشیداحمد

---

[1] دفاع،ص 47، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

گنگوہی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔اُصُولی طَور پر ہمارے لیے قطعًا حجت نہیں۔ میدانِ مناظرہ میں یا تو مسلّم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے یا مسلّماتِ خصم کو دلیل بنایا جاتا ہے،مگر یہ دیو بندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں۔اگر انہیں اپنی کتابیں ہی پیش کرنا منظور تھا تو یہ کتاب لکھنے کی انہیں کیا ضرورت!!!

بس اپنی ہی کتب سے دس بیس حوالے دے دیتے جن میں دیوبندی عقیدت مندوں نے اپنے مُلّاؤں کی عقیدت میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں، بہرحال ہمارے خلاف اس کتاب سے استدلال درست نہیں۔

نمبر(۲) حضرت مولانا عبد الوھاب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ حوالہ" تذکرۃ الرشید" سے نقل کر کے دیو بندیوں کی دوغلی پالیسی کو واضح کیا ہے(دیوبندی ویسے تو دعوی کرتے ہیں کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی شان ہے(تقویۃ الایمان صفحہ ۳٤،مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور) پھر جب اپنے مولویوں کی مدح سرائی کرنی ہوتو اس طرح کی روایتیں بھی لکھتے ہیں کہ" میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں"،اسی بات کو مولانا عبدالوہاب خان صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرمایا،چونکہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھ دیا کہ" غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے، چنانچہ سائیں توکل شاہ نے جب چاہا گردن جھکا دی اور غیب کا علم حاصل کر لیا،صاعقۃ الرضا،ص ۱۷۳۔مذکورہ تنقید کا مقصد یہ ہے کہ" تقویۃ الایمان" کے دھرم کے تناظر میں دیوبندیوں نے توکل شاہ صاحب کی جانب مذکورہ روایت کی نسبت کر کے گویا العیاذ باللہ اللہ تعالی کی شان ان کے حوالے کردی)

اب آپ ہی بتائیں کہ مولانا عبدالوہاب خان صاحب نے اس روایت کو تسلیم کیا یا اس

روایت کی تردید کی؟ پھر آپ دیوبندی مؤلف کی اس چالاکی اور مکاری کو بھی ملاحظہ کریں کہ وہ بڑی معصومیت کے ساتھ لکھتے ہیں"الحمدللہ رضا خانی مولوی نے سائیں توکل شاہ انبالوی کی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ سائیں توکل شاہ انبالوی علماء دیوبند کے فضلہ خوار و پرستار تھے"۔ [۱]

قارئین کرام! یہی وہ دیوبندیوں کی دوغلی پالیسی ہے جس کی جانب مولانا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا۔ ایک طرف دیوبندیوں کا یہ دعوی ہے کہ معاذاللہ،

"(حضور علیہ الصلاۃ والسلام) کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" [۲]

اور دُوسری جانب رشید گنگوہی کی برأت ثابت کرنے کے لئے ایک صوفی درویش کے لئے یہ بھی تسلیم کرلیا کہ انہوں نے تھوڑی دیر مراقب ہوکر گنگوہی کی قلم کو عرش سے پرے چلتا ہوا بھی دیکھ لیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے تو دیوار کے پیچھے کا علم بھی تسلیم نہ کیا جائے اور ایک صوفی درویش کے لئے عرش سے پرے قلم چلنے کا علم بھی مان لیا جائے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو دیوبندیوں کے اس نقل کردہ حوالہ کی تردید کے لئے کافی ہیں دیوبندیوں کی ایسی دوغلی پالیسی کی وجہ سے شاید اکبرالہ آبادی نے صحیح کہا تھا

میں تمہیں بتاؤں یہ ملاں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہیں

دیوبندی موصوف نے پھر حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سائیں توکل شاہ کے اس حوالے کو دوبارہ اپنی اسی دفاع کی جلد دوم کے صفحہ پچاس (50) پر ذکر کیا ہے، حالانکہ دیوبندی اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ موصوف جنہوں نے اپنی اس کتاب کی پہلی جلد میں پرانی باتوں کو دُہرایا ہے شاید دُوسری جلد میں کوئی نئی بات کریں گے لیکن موصوف نے دیوبندیوں کی

---

[۱] دفاع، ص 47، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] البراهين القاطعة، ص 55، ناشر: مدنی کتب خانہ، اردو بازار گوجرانوالہ۔

اُمیدوں پر پانی پھیر دیا، بجائے اس کے کہ کوئی نئی بات کرتے پہلی جلد والی باتوں کو دوبارہ نقل کرنا شروع کر دیا، اس سے بڑھ کر اُن کے عاجز اور مبہوت ہونے کی اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔ دیوبندی موصوف نے اس حوالے کو دوبارہ نقل کیا ہے ہم اس کے جواب میں دوبارہ اپنے سابقہ تجزیہ کو پیش نہیں کرتے بلکہ ایک دُوسری جہت سے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

نمبر (۱) سائیں توکل شاہ صاحب کی مبسوط سوانح حیات" ذکرِ خیر المعروف صحیفہ محبوب" کے نام سے محبوب عالم سیدوی صاحب نے تصنیف کی ہے۔ سیدوی صاحب نے اُس وقت دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی جس وقت محمود الحسن دیوبندی صاحب مدرسہ کے صدر مدرس تھے، اس کے بعد سیدوی صاحب نے رشید گنگوہی سے درس حدیث لیا، ملاحظہ فرمائیں [1]

سیدوی صاحب جو کہ دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے توکل شاہ صاحب کی پُوری سوانح حیات ترتیب دی، کشف و مکاشفہ کی باتیں لکھیں، حالات وواقعات بھی لکھے مگر انہوں نے اس کتاب میں گنگوہی صاحب کے متعلق مذکورہ واقعہ کا اشارہ تک نہ کیا، حالانکہ ان کے لیے تو یہ فخر کی بات ہوتی کہ وہ ایسے استاذ کے پاس پڑھتے رہے جس کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے، مگر اس واقعہ کا ذکر تک نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کوئی معاملہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور نہ سیدوی صاحب ضرور بالضرور اس واقعہ کو ذکر کرتے۔

نمبر (۲) دیوبندی کتاب" تذکرۃ الرشید" میں لکھنے والے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ہیں جو توکل شاہ صاحب سے کوسوں دُور رہتے تھے، جب کہ سیدوی صاحب کے متعلق اُن کی کتاب کے سرورق پر توکل شاہ انبالوی صاحب کا خلیفہ اعظم ہونا مسطور ہے۔ اب خلیفہ اعظم تو ایسے کسی واقعہ پر اطلاع نہ پا سکے مگر کوسوں دُور رہنے والے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی

---

[1] ذکرِ خیر، ص 3، محمد یونس بٹ، تاجر کتب مسلم بازار گجرات پاکستان۔

صاحب اس قصہ سے واقف ہو گئے، جس سے یہی لگتا ہے کہ انہوں نے مراقبے میں کشفی غوطہ لگا کر یہ دیکھ لیا کہ سائیں توکل شاہ صاحب عرش کے پرے دیکھتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ گنگوہی کا قلم عرش کے پرے چلتا ہے۔

یہ دیو بندیوں کی فرسُودہ اور بناوٹی کہانیاں ہیں، ہم آپ کو سیدوی صاحب کی کتاب کی طرف ہی لئے چلتے ہیں، پہلے حوالہ ملاحظہ کریں اس کے بعد کچھ عرض کرتے ہیں:

"اسی تذکرہ کے متعلق ایک روز گفتگو ہوئی کسی نے عرض کیا کہ حضور فلاں شخص نے شیطان کے علم کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ کہا ہے، یہ اس بنا پر کہ یہ مدت کا پیدا ہوا ہوا ہے اور حضرت آدم اور دیگر انبیاء علی نبینا علیہم الصلاۃ (والسلام) کو دیکھے ہوئے ہے اور اسی امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اس کی معلومات زیادہ ہیں، یہ کس طرح ہے؟۔ حضور نے جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے۔ علم کی صفت خُداوند تعالی کی ہے اور حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو اور رِضاءِ الٰہی والے کاموں میں لگ جائے اور ناراضگی کے کاموں سے دور رہے اور حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا درجہ اعلی و برتر ہے تمام ما سوی (سوا) اللہ سے، کیوں کہ آپ کے رُتبہ کو نہ کوئی نبی پہنچتا ہے نہ فرشتہ، حتی کہ باوجود مقرب ہونے کے جبرئیل و میکائیل کوئی آپ کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اور خُدا تعالی کی تمام صفات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں تو علم جو خدا تعالی کی بڑی صفت ہے وہ بھی آنجناب میں بدرجہ اتم موجود تھا۔

اور شیطان جاہل ہے، وہ خدا تعالی کی صفت نہیں لے سکتا تھا کیونکہ اگر شیطان کو علم ہوتا تو اُسے یہ بھی تو معلوم ہوتا کہ میں سجدہ کے انکار سے لعنتی ہو جاؤں گا اور اس سے باز رہتا۔ پھر جب اتنا بھی نہ سمجھا اور سجدہ سے انکار کیا اور پھر اس کو افسوس بھی نہ ہوا اور نہ توبہ کا خیال ہوا تو اس سے زیادہ کون جاہل ہے۔ یہ امر صاف ظاہر کرتا ہے کہ شیطان کی اصل جہل ہی تھی اور وہ حقیقی جاہل ہی تھا کیونکہ اُس نے شانِ عبودیت کو نہ جانا اور یہ نہ سمجھا کہ عبودیت کا حق یہی

ہے کہ مولی کے حکم کو بے چُون و چرا ماننا چاہئے ورنہ اس کے غضب میں گرفتار رہوکر ہمیشہ کے لئے ملعون ومَردود ہوجاؤں گا۔ [1]

تجزیہ:

گنگوہی صاحب تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مقابلہ میں شیطان کو اَعلم قرار دیتے ہیں معاذ اللہ، جبکہ توکل شاہ صاحب تو شیطان کو جاہل مطلق، نرا جاہل اور اجل المخلوقات قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی براھینی نظریہ کی تغلیط فرماتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے بحالت کشف ومشاہدہ گنگوہی کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھا ہوتا تو اُس کے قلم سے لکھی ہوئی کتاب کے نظریہ کی تغلیط نہ فرماتے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب براھینی نظریہ سے متفق نہ تھے اور نہ ہی گنگوہی کے حامی ومؤید تھے اور نہ ہی اس کے قلم کو عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھا، یہ یار لوگوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں کہ انہوں نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے یہ الف لیلوی داستان گھڑی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، علاوہ ازیں اس اجنبی شخص نے اپنے مخصوص انداز سے براھینی نظریہ کے متعلق استفسار کیا تو شاہ صاحب نے باوجود اُمی ہونے کے اس کا زبردست رد کیا، اگر وہ نامعلوم شخص" براھین قاطعہ" کی اصل عبارت کو شاہ صاحب کے سامنے رکھتا تو نہ جانے کیسا شدید ردِ عمل ہوتا۔

گنگوھی کے مُتبحر عالِم ھونے کی حقیقت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود لکھتا ہے:

" حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا متبحر عالم۔(فتاوی مظہریہ:349)

---

[1] ذکرِ خیر، المعروف صحیفہءمحبوب، ص220۔221، محمد یونس بٹ، تاجر کتب مسلم بازار گجرات پاکستان، وص232۔233، بزم توکلیہ، گوجرانوالہ۔

مولانا گنگوہی ؒ۔(فتاوی مظہریہ،ص 356) پروفیسر صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف متبحر عالم مانا بلکہ ان کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بھی کی ۔[1]

الجواب : دیو بندی موصوف نے لفظ متبحر دیکھ لیا تو اُن کی آنکھیں پتھرا گئیں،اور خُوشی میں پھُولے نہیں سمارہے،لیکن حقیقت میں بیچارے کتبِ دیو بند کی روشنی میں اس لفظ کی حقیقت سے نا آشنا ہیں،اگر وہ کتب دیو بندیت کا مطالعہ کرلیتے تو اُنہیں بغلیں بجھانے کی نوبت نہ آتی ۔

آیئے ہم آپ کو دیو بندیوں کے حکیم الامت کی جانب لیے چلتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا گل افشانی فرماتے ہیں،حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔دیو بندی حکیم الامت صاحب اِرشاد فرماتے ہیں:

"میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متبحر کی دو قسمیں ہیں،ایک کدو متبحر ایک مچھلی متبحر،کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کے اندر کیا ہے،اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچتی ہے گو یا تمام دریا پر نہ تیرے،سو یہ آج کل کے مدعی کدو متبحر ہیں،اوپر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں ،جیسے ایک انگریز نے دعوی کیا تھا کہ ہم اُردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی،شعر یہ ہے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اُسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا ایک بڑا آدمی ،یہ میر کا ترجمہ ہوا،سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا۔

ایک ایرانی نے دعوی کیا تھا کہ ہم اُردو سمجھتا ہے۔ہندوستانی نے کہا: چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی تم سمجھے؟ ایرانی نے کہا بلے فہمیدم ہاں سمجھا ،ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تم کیا سمجھے تو وہ

---

[1] دفاع،ص 48،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

ایرانی کہتا ہے کہ شش گربہ رنگین رسن گرفت چھ رنگین بلیوں نے رسی پکڑ لی ،بس یہی حال ہےان مدعیوں کا خوب سمجھ لو" ۔ [1]

پس دیوبندی صاحب کو لفظ" متبحر" پرزیادہ خُوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رشید احمد گنگوہی صاحب چھیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی کی طرح متبحر ہیں، اُن کی عقل شش گربہ رنگین رسند گرفت جیسی ہے، اُن کے لیے مسعودِ ملت پروفیسر مسعود احمد صاحب نے لفظ متبحر کدّو متبحر کے معنی میں استعمال کیا ہے، یعنی جوسمندر کی سیر تو کر لیتا ہے لیکن اسے سمندر کی گہرائی کی حقیقت کی خبر نہیں ہوتی ،اسی طرح گنگوہی صاحب نے کتابوں کا بوجھ تو سر پر لا دلیا لیکن علم کے سمندر کی حقیقت کے بارے میں وہ" کدو" متبحر ہی ہیں۔

ان کے کدّو متبحر ہونے کا ثبوت ان کی فتنہ انگیز کتاب" براھینِ قاطعہ" ہے، جس کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے لوگ ابھی تک دست وگریبان ہیں، ایسا کدو متبحر عالم دیوبندیوں کو ہی مبارک ہو، بیشک وہ ایسے رنگیلی رسیلی فہمیدی کدو متبحر کی آرتی اُتاریں یا اُس کے نام کا منگل سوتر گلے میں باندھیں،ان کی مرضی ۔

مے خانے سے مل گئی مٹی مے خانے کی

(رح)کی علامت کی وضاحت

دیوبندی موصوف صاحب نے گنگوہی کے نام کے ساتھ" رح " کی علامت دیکھ لی تو فرمانے لگے کہ پروفیسر صاحب نے گنگوہی کے لیے" رحمۃ اللہ علیہ" کی دُعا بھی کی ہے۔

شری مان! آپ نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے یعنی" فتاوی مظہریہ" کا، اسی" فتاوی مظہریہ" میں رشید گنگوہی سمیت دیگرا کابرینِ دیو بند اسماعیل دہلوی ،قاسم نانوتوی ، خلیل انبیٹھوی اور اشرفعلی تھانوی کی عبارات پر کفر کا فتوی موجود ہے،حوالہ ملاحظہ کریں:

"اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے ہیں وہ یقیناً کفر ہیں لیکن

---

[1] ملفوظات حکیم الامت ،بسلسلہ الا فاضات الیومیہ،جلد 3 ص 81 ۔ 80،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان

اب جب یہ لوگ انتقال کر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ توبہ کی یا نہ کی اور ان کی عاقبت کیسی ہوئی ہے اس لئے میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے، البتہ جو شخص ان عبارتوں کا قائل ہو یقیناً کافر ہے"۔ [۱]

باقی رہا معاملہ" رح" کی علامت کا تو کتابیں طبع کرنے والے حضرات پر یہ معاملہ مخفی نہیں ہے کہ کتابت کے دوران بیشمار لفظی غلطیاں ہو جاتی ہیں (جیسا کہ موصوف کی اسی کتاب میں بھی ہیں) یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، بعض کاتب حسبِ عادت ہر نام کے ساتھ اس طرح کی علامت ڈال دیتے ہیں۔ جب اسی کتاب میں کفر کا فتوی موجود ہے تو ایسی صُورت میں" رح" کی علامت دیوبندی مدعیوں کے لیے قطعاً مفید نہیں ہے۔

ہم پچھلے اوراق میں مولوی سمیع الرحمن دیوبندی کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں کہ اُس نے مشہور گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کے ساتھ" رض" لکھا جو کہ رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کیا اُس کی اس غلطی سے وہ اس کے نزدیک صحابی قرار پائے گا؟

شاہ ابُو الخیر دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ اور اُس کی حقیقت

اعتراض : دیوبندی موصوف "بزم خیر از زید، ص94۔95" کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

" مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح دیندار اس وقت عنقا کے حکم میں ہے"۔ [۲]

الجواب : حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں نے روافض کی طرح اپنے آپ کو تقیہ کے دبیز پردوں میں چھپا رکھا تھا، اپنے اصل عقائد سے اپنے قریبی دوستوں تک کو واقفیت نہ دیتے تھے، یہاںتک کہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ جیسا مناظر عالم دس سال سے

---

[۱] فتاوی مظہریہ، ص374، ادارہ مسعودیہ، ناظم آباد، کراچی۔

[۲] دفاع، ص148، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

خلیل انبیٹھوی سے مراسم ہونے کے باوجود اس کے اصل عقائد سے واقف نہ ہو سکا،تو آپ دیگر شخصیات کے متعلق خود اندازہ لگا لیں۔

حضرت شاہ ابُوالخیر دھلوی اکابرینِ دیوبند کی عبارات سے بے خبر تھے،اور دیوبندیوں کے اصل عقائد اُن تک نہیں پہنچے تھے،چنانچہ اسی کتاب کے اندر جس کا حوالہ موصوف دیوبندی صاحب نے دیا ہے،اُس میں تصریح موجود ہے

"یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو پُوری طرح ان اختلافات کا علم بھی نہ تھا جو دیوبند اور بریلی کے علماء میں تھا،اگر پیر سیّد گلاب شاہ "براہین قاطعہ" اور "حفظ الایمان" کی عبارتیں پڑھ کر نہ سناتے تو آپ کو اس کا علم بھی نہ ہوتا کیونکہ اردو کے رسائل کا آپ مطالعہ نہیں فرماتے تھے، بلکہ بارہا آپ نے ہم ہر سہ برادران سے نصیحۃً فرمایا تھا کہ سو سال کے اندر جو تالیفات ہوئی ہیں اُن کا مطالعہ نہ کیا کرو،متقدمین کا طریقہ آپ کو پسند تھا اور ان ہی کی کتابوں کو (کا) آپ مطالعہ کیا کرتے تھے"۔[1]

پس اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ابُوالخیر دھلوی صاحب دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سے بے خبر تھے،اور اسی عدمِ علم کی وجہ سے جب گنگوہی کے آنجہانی ہونے کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے تعزیتی کلمات لکھے،لیکن اس سے آپ کے "شری مان" کی پوزیشن صاف نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ باتیں عدمِ علم کی بنا پر ہیں،مگر جب دیوبندیوں کی توہین آمیز عبارات آپ تک پہنچیں تو پھر آپ کا رَدِّعمل کیسا تھا اس سلسلے میں چند حوالے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حافظ احمد صاحب اور مولوی اشرفعلی تھانوی جب ابوالخیر دھلوی صاحب کی بارگاہ میں پہنچے تو پھر ان کے ساتھ کیا معاملہ درپیش ہوا اور کس طرح وہ اپنے عقائد فاسدہ کی شاعت کو اپنے ساتھ لے کر دُم دبا کر بھاگے،اس حوالے سے آپ ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] بزمِ خیراز زید در جواب بزم جمشید،ص 93۔94،حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی نمبر ٦۔

حوالہ نمبر (1)

" یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں بہت اچھی ہوتی رہی، حاضرین لطف اندوز ہوتے رہے، پیر سید گلاب شاہ بھی یہ مکالمہ سُن رہے تھے، وہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مؤلف رسالہ" تقدیس الوکیل" کے طرف داروں میں سے تھے۔اس موقع پر انہوں نے جیب سے مختصر رسالہ نکالا جس میں مولوی اسماعیل دھلوی اوران کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کا ذکر تھا، انہوں نے حضرت سیّدی الوالد سے عرض کیا: حضور! دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے۔

مولوی خلیل احمد" براہین قاطعہ" کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں:" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت وشرک ہے اور مثل کنھیا کے جنم کی" ۔اس آخری ناشائستہ عبارت کوسُن کر آپ کو بڑا ملال ہوا، آپ نے فرمایا: افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری تشبیہ دیتے ہیں اورآپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں ۔آپ نے یہ بھی ارشاد کیا، جہاں کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اورحسب احوال اُس جگہ کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے اور زیب وزینت دیتے ہیں، یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کواس سے بھی روکتے ہیں،اور پھر آپ نے فرمایا: ہم نے سنا ہے کہ مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے ہیں جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو۔ اس موقع پر مولوی اشرف علی صاحب نے کہا: مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کریں گے اور بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے،آپ سے کسی نے غلط بات کہہ دی ہے۔ چونکہ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین صاحب میرٹھی نے کہی تھی اور وہ اس موقع پر حاضر تھے آپ نے ان کومخاطب کر کے فرمایا: ارے بھائی جواب دو، چنانچہ مولوی شمس الدین نے واقعہ بیان کیا۔

شاید اس موضوع پر کچھ گفتگو ہوتی لیکن پیر سید گلاب شاہ نے پھر سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب" حفظ الایمان " کے صفحہ سات کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا" دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم توزید وعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ یہ سن کر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب سے کہا: کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی صاحب نے کہا: میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کردی ہے۔آپ نے بجواب ارشادفرمایا: تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے ہم دُوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی، پھرآپ نے فرمایا: نماز کا وقت ہوگیا ہے، جس کا وضو نہ ہو وضو کر لے۔اس موقع پر کچھ لوگ اُٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اس وقت تشریف لے گئے ،آپ نے نماز پڑھائی ،حسبِ معمول نماز شروع کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا: ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے ۔نماز سے فارغ ہوکرآپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ دونوں کہاں ہیں؟ شیخ وحید الدین صاحب نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے ۔آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ ان دونوں صاحبان سے کچھ گفتگو فرماتے ،لیکن ما شاء الله کان ومالم یشاء لم یکن، یہ ہے میرٹھ کی ملاقات کا صحیح بیان۔[1]

حوالہ نمبر (2)

"جو شخص میلاد شریف نہیں کرتا تھا یا اس مبارک محفل میں شریک نہیں ہوتا تھا آپ کو اُس سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ایسے افراد بہ کثرت آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن

---

[1] بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید،ص 18 ۔ 21،حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی،دہلی نمبر٦۔

سے بہ محبت ملتے تھے، البتہ آپ کو اُن لوگوں سے نفرت تھی جو محفل مبارک کے انعقاد کو بُرا کہتے تھے۔آپ ان لوگوں کو" بدعقیدہ" فرماتے تھے اور ایسے افراد سے آپ نہیں ملتے تھے"۔[۱]

حوالہ نمبر (3)

" آپ کے سامنے ایک بدعقیدہ آ کر کھڑا ہوا، آپ نے حاجی مُلّا احمد خان سے فرمایا: بے نمازی سے ہم کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بدعقیدہ شخص سے ہوتی ہے، جاؤ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹادو"۔[۲]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ منکرانِ میلاد کو بدعقیدہ فرمایا کرتے تھے، اور بدعقیدہ شخص کو بےنمازی سے زیادہ بدتر سمجھتے ہوئے اپنے سامنے کھڑا نہ ہونے دیتے تھے۔اگر آپ کے سامنے گنگوہی صاحب کے حوالے سے" براہین قاطعہ" کی وہ عبارت، جس میں گنگوہی صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے میلاد کو کنھیا کی جنم اشٹمی سے تعبیر کیا ہے، پیش کی گئی ہوتی تو آپ اندازہ لگائیں کہ آپ کا کیسا شدید رد عمل ہوتا، آپ گنگوہی کی تعزیت تو درکنار اس کا نام سننا بھی گوارہ نہ کرتے، اور آپ نے خلیل انبیٹھوی کے متعلق بھی اپنے شدید رَدِ عمل کا اظہار کیا چونکہ" براھینِ قاطعہ" اس کے نام سے شائع شدہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ براھینی عبارات سے بیزار تھے، جیسا کہ" بزم خیر" کے حوالے میں مرقوم ہے کہ" مولوی خلیل احمد" براھینِ قاطعہ" کے صفحہ 228 پر لکھتے ہیں:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لیے کھڑا ہونا بدعت وشرک ہے، اور مثل کھنیا کے جنم کی" ۔اس آخری نا شائستہ عبارت کو سن کر آپ کو بڑا

---

[۱] مقاماتِ خیر، صفحہ 374، شاہ ابوالخیر اکاڈمی، ترکمان گیٹ، دہلی۔

[۲] مقاماتِ خیر، صفحہ 494، شاہ ابوالخیر اکاڈمی، ترکمان گیٹ، دہلی۔

ملال ہوا، آپ نے فرمایا: افسوس ہے، مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں"۔ [۱]

پس معلوم ہوا کہ اکابرین دیوبند کے عقائد ونظریات سے عدمِ علم کی وجہ سے حضرت شاہ ابُو الخیر نے ان کے لئے تعزیتی کلمات یا تعریفی جملے بولے، اگر آپ ان کے عقائد ونظریات سے واقف ہوتے (جیسا کہ ایک کا حال مذکورہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے) قطعاً ان کے لئے تعریفی کلمات یا تعزیتی کلمات نہ کہتے۔

تھانوی کی کرامت کی حقیقت اور حوالہ میں بددیانتی

دیوبند موصوف نے منور حسین سیف الاسلام دھلوی نامی ایک شخص کی کتاب کا حوالہ نقل کیا ہے جو کہ ڈیڑھ صفحہ پر محیط ہے، بخوافِ طوالت ہم اُس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں کہ بقول منور حسین دھلوی کے وہ منظر اسلام بریلی شریف میں طالب علم تھا، اس دوران تھانوی صاحب وعظ کرنے کے لئے بریلی شریف میں کسی کے پاس حاضر ہوئے، حضرت مولانا حشمت علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرے کی خواہش کا اظہار کیا، تھانوی نے صاف انکار کردیا، پھر یہ صاحب یعنی منور حسین دھلوی جو کہ طالب علم تھے سوالات پوچھنے کے لئے تھانوی صاحب کے پاس پہنچے مگر ان کے عقیدت مند بن گئے، ملاحظہ فرمائیں۔ [۲]

اسی واقعہ کو دیوبندی موصوف نے تھانوی کی کرامت اور طالب علم کا اعترافِ حق قرار دیا ہے۔ دیوبندی موصوف کے اس اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔

نمبر (1) اس واقعہ کو تھانوی صاحب کی برأت وصفائی کے لئے بطورِ دلیل پیش کرنا نِری جہالت و بے وقوفی ہے۔ اگر دیوبندی موصوف یہ سمجھتے ہیں کہ منظرِ اسلام بریلی شریف کا طالب علم تھانوی صاحب کے وعظ کی محفل میں اُن پر لٹو اور فریفتہ ہوگیا، اور یہ تھانوی

---

[۱] بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید، ص 19، حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی نمبر ۶۔

[۲] دفاع، 48۔49، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

صاحب کی بہت بڑی کرامت ہےتو یہ اِن کی بہت بڑی غلطی ہے۔

پس ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے ہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک طالبِ علم کا واقعہ نقل کرتے ہیں، پھرآپ اندازہ لگائیں کہ کیا اس قسم کے واقعات دلیل بننے کے لائق ہیں؟۔

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طالب علم کا واقعہ

دیوبندیوں کے سرغنہ رشید احمد گنگوہی صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

"ایک دن رسول شاہی فقیروں کا تذکرہ تھا حضرت امام ربانی نے فرمایا رسول شاہ الوری کا باشندہ ایک فقیر تھا اگرچہ احکام شرع کا پابند تھا مگر شراب پیا کرتا تھا اور شاید اس کی وجہ ہوگی کہ اُس نے اپنے جہالت سے سے یوں سمجھا کہ حالت سکر میں طبیعت زیادہ لگتی ہے اُس کا ایک مرید تھا محمد حنیف اُس نے چار ابرو کا صفایا یعنی سرداڑھی بھون اور موچھوں کا منڈانا ایجاد کیا اُسکا خلیفہ ہوا فدا حسین ،اس کمبخت نے یہ زیادتی کی کہ نماز سے منع کرتا جنابت کے لئے بدن پر بھبوت کا مل لینا کافی سمجھتا تھا ساری شریعت کا یہ مردود انکار کرتا تھا مگر باایں ہمہ صاحب تصرف تھا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ شخص دہلی آیا تو بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے شاہ صاحب نے اس کو کہلا بھیجا کہ تو مسلمان کہلاتا ہے اور شریعت کا انکار کرتا ہے تجھے زیبا نہیں کہ دعوی اسلام کرے اور پھر قطعیات کا انکار کرے اس نے شاہ صاحب کے پاس جواب بھیجا کہ نہ تو آپ میرے پاس آئیں اور نہ میں آپ کے پاس جاؤں یوں کرو کہ اپنے کسی معتبر شاگرد کو بھیجدو کہ ہم سے مناظرہ کرجائے۔

شاہ صاحب کے شاگردوں میں عبداللہ بڑے ذکی اور ذی استعداد طالب علم سمجھے جاتے تھے انہوں نے کہا حضرت مجھے بھیج دیجئے ،شاہ صاحب نے فرمایا اچھا کوئی بات دریافت کرنی ہوتو کرلینا گرمی کا زمانہ تھا دہلی میں یوں بھی گرمی زیادہ ہوتی ہے اور پچھلے

تو آجکل سے بھی زیادہ گرمی پڑتی تھی بلکہ ہماری طالب علمی کے وقت دہلی میں جتنی گرمی پڑتی تھی وتنی (اتنی) اب نہیں پڑتی اُس سے پہلےتو اور زیادہ ہوگی غرض سبق کے بعد عبداللہ مناظرہ کے لئے بھیجا گیا، گرمی کا وقت تھا عین دوپہر کو فدا حسین کے پاس پہونچا اُس نے اُن کی بڑی خاطر کی اپنے چیلون سے کہا مولوی صاحب کو پنکھا کرواور ان سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر لیٹ رہیں گرمی کا وقت ہے ذرا آرام لیلو (لے لو) تو اطمینان سے مناظرہ ہوگا ان کی جو شامت آئی تو لیٹ رہے ٹھنڈی ہوا میں عافیت معلوم ہوئی لیٹتے ہی سو گئے اور فدا حسین پاس بیٹھ کر تو جہ دینے لگا اور چیلون سے کہا کہ ہنڈیا پکاؤ کسی نے کہا بھی کہ حضرت کوئی چیلہ تو ہونے والا ہے نہیں پھر ہنڈیا کیون پکواتے ہیں؟ اُس نے دھمکا کر کہا تمہیں اس سے کیا غرض (اُس کے یہاں چیلہ بنانے کے وقت کسی قسم کی ہنڈیا پکتی تھی) تھوڑی دیر بعد مولوی صاحب جو اُٹھےتو یہی کہتے اُٹھے کہ حضرت مجھے چیلہ کر لیجئے۔اُس کمبخت نے سوتے سوتے اپنا کام کر لیا فدا حسین نے کہا میاں تم تو مناظرہ کرنے آئے تھے مرید ہونا کیسا؟ بولے بس حضرت ہولیا مباحثہ مجھے تو مرید کر لیجئے آخر فدا حسین نے مولوی عبداللہ کی داڑھی مونچھ منڈوائی اور وہ ہنڈیا منگائی جو مریدوں سے پکوائی تھی جب ہنڈیا آئی تو مولوی عبداللہ سے پوچھا اسے اپنے استاد کے پاس بھی لیجا سکتے ہو؟ عبداللہ نے کہا جہاں حکم ہو لیجاؤں غلام کو کیا انکار ہے۔غرض ہنڈیا لیکر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں پہونچا ادھر شاہ صاحب اُس کے انتظار میں بیٹھے بار بار فرماتے تھے" شاید مناظرہ طویل ہوگیا" اتنے میں عبداللہ سر پر ہنڈیا رکھے آ پہونچا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اُس وقت نابینا ہو چکے تھے میر محبوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کی خدمت میں بہت ہی بے تکلف تھے عبداللہ کو چار ابرو کا صفایا کئے دیکھ کر کہنے لگے لیجئے حضرت آپ کے مولوی عبداللہ مچھندر بنے آرہے ہیں" شاہ صاحب حیران ہوئے اور فرمایا تم یوں ہی بکا کرتے ہو میر صاحب نے عرض کیا اب پہونچا چاہتے ہیں معلوم ہو جائیگا۔تھوڑی دیر میں عبداللہ پاس آیا اور کہا کہ مرشد نے بھیجا ہے لینا ہوتو لیجئے ورنہ جاتا ہوں۔

شاہ صاحب متحیر تھے کہ کیا قصہ ہے آخرفرمایا" میاں کیا شبہ پیش آیا جس کا جواب بن نہ پڑا تجھے کیا ہوا کس بلا میں گرفتار ہوا" شاہ صاحب نے سب کچھ کہا مگراس نے کچھ جواب نہ دیا کہا تو یہ کہا" کچھ نہیں ہوا بس مرید ہوگیا" شاہ صاحب نے خفا ہوکرفرمایا دور ہو اُس نے کہا" بہتر مجھے اس کی بھی پروانہیں اور چلا گیا۔

اس کے بعد حضرت امام ربانی نے غالبا اسی عبداللہ کا نام لیکر یوں فرمایا کہ اس میں یہ اثر تھا کہ جو اُس کے پاس گیا وہ اُسی کا ہوگیا ایک شخص کا نام لے کرفرمایا کہ وہ کہتے تھے ایک بار میں اُس کے پاس چلا گیا اُس کمبخت نے مجھے گلے سے لگالیا اُسی وقت میرے سینہ میں ایک آگ لگ گئی اور میں فوراًاس کے پاس سے بھاگا۔

حضرت نے فرمایا میری طالبعلمی کے زمانہ میں وہ دہلی کے اندر موجود تھا اور دہلی بھر میں یہ بات مشہور تھی کہ اُس سڑک سے لوگ نہیں جاتے ۔ایک مرتبہ اس قصہ کے بعد یہ بھی ارشادفرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو اُس کے سامنے مت پڑنا پہاڑ کی چوٹیوں پراور غاروں کے اندر پناہ پکڑنا" ہزارہا مخلوق اُس کے مقابلہ پرآئیگی مگراُسی کی ہوویگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم سے اہل باطل کا تصرف اوراہل حق پر غلبہ ظاہر ہوتا ہے آخراس کے مقابلہ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے۔

ایک بار شاہ سلیمان تونسی کے مرید میاں دادا رنجش جو ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات اور کئی ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اس بات پر کہ توکل حسین نے ان کے پیر کا ایک مرید توڑ لیا تھا فدا حسین کے خلیفہ توکل حسین مچھندر کے پاس چلے گئے اور شکایت کی کہ تجھے مناسب نہیں ہے کہ دوسروں کے مرید کو اپنا مرید بنائے اس نے جواب دیا سلیمان زنخہ کیا جانے درویشی اور فقیری کیا چیز ہے اسی لئے میں اُس کے مریدوں کو اپنا مرید بنا لیتا ہوں پیر کی شان میں یہ کلمہ اُن سے ضبط نہ ہو سکا غصہ آ گیا اور لگے بُرا بھلا کہنے کہ تو خود گمراہ ہے دوسروں کو گمراہ بناتا ہے تجھے نماز روزہ سے سروکار نہیں ان باتوں پر توکل حسین کو بھی غصہ آ

گیا اس نے لال پیلی آنکھیں نکالیں اور چیلوں سے کہا نکال دو کان پکڑ کے مجھ سے شکایت کرنے آیا ہے۔

بس اتنے ہی قلیل عرصہ میں ان پر اثر ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر لگے کہنے مجھے مرید کر لیجئے وہ تو خدا کا فضل تھا کہ غصہ کے جوش میں توکل حسین نے ان کی طرف التفات نہیں کیا نہ ان کی درخواست پر توجہ کی یہی کہے گیا کہ نکال دو کان پکڑ کے مریدوں نے دونوں کان پکڑ کر ان کو باہر دھکیل دیا آخر نیچے آئے تو آنکھ کھلی اور ہوش آیا کہ زبان سے کیا درخواست نکلی اُسی وقت اُٹھ کر بھاگے اور اپنے گھر آ کر دم لیا اس کے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا یاد رکھو ملحدوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے پاس جانا بہتر نہیں اس توکل شاہ مچھندر کو میں نے بھی دور سے دیکھا ہے۔ [1]

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہین ترین اور ذی استعداد طالب علم جو کہ مناظرہ کرنے کے لئے گیا مگر وہ ایک ایسے شخص کا معتقد و مرید بن گیا جو کہ نماز سے منع کرتا اور جنابت کے لئے بدن پر بھبوت کامل لینا کافی سمجھتا تھا۔

کیا دیوبندی اس واقعہ میں بھی یہی کہیں گے کہ یہ فدا حسین کی کرامت ہے اور اس طالب علم کا اعترافِ حق ہے۔ اسی طرح جب فدا حسین کی کرامت نہیں بن سکتی اور نہ ہی وہ طالب علم کا اعترافِ حق بن سکتا ہے۔

یونہی یہ بھی تھانوی صاحب کی نہ تو کرامت ہے اور نہ ہی اسے اعترافِ حق قرار دیا جا سکتا ہے، بلکہ یہ تو شومیٔ قسمت ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور منظر اسلام بریلی شریف کی تعلیم و تربیت میں رہنے کے باوجود پہلا شخص تو مچھندر کا مرید بن گیا اور دُوسرا شخص منور حسین مچھندر کے ہی عقائد و نظریات رکھنے والے تھانوی پر لٹو ہو گیا۔

پھر جس طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکی اور ذی استعداد طالب علم

---

[1] تذکرۃ الرشید، جلد 2 صفحہ 242۔ 243۔ 244۔ 245، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

کے منحرف ہونے سے اُن کی صداقت وعظمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح سیف الاسلام دہلوی جیسے لوگوں کے منحرف ہو جانے سے بھی مسلکِ حق اہلِ سنّت و جماعت (بریلی) پر بھی کوئی حرف نہیں آتا۔

پھر شقاوتِ اَزلی جس کے لئے مقدر ہوا اُس کو نہ منظرِ اسلام کا پاکیزہ ماحول اور تعلیم وتربیت اثر کرسکتی ہے اور نہ سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت۔ کسی نے خُوب کہا ہے کہ

گلیم بخت کہ بافت اند سیاہ
بے آب کوثر و تسنیم نتواں سفید کرد

مزید یہ کہ اہل باطل کے اندر بھی ایسے تصرفات پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ مسحور ہوجاتے ہیں چنانچہ اہلِ باطل کے تصرفات کے متعلق خود تھانوی صاحب نے بھی نشاندھی کی ہے، ملاحظہ کریں:

" پھر ارشاد فرمایا کہ اہل باطل کی اسی قوت تصرفہ کی وجہ سے حدیث میں ارشاد ہے کہ جب تم سنو کہ دجال آیا ہے تو اس سے دور بھاگو۔

اور فرمایا کہ دجال بھی بڑا صاحب تصرف ہوگا چنانچہ بعض لوگ اس کے تصرفات کو دیکھ کر اس کے معتقد ہوجائیں گے۔ (القول الجمیل ص 6)[1]

ایک اور حوالہ تھانوی صاحب کا ہی ملاحظہ فرمائیں:

"اہل باطل کے تصرفات زیادہ قوی کیوں ہوتے ہیں"

اہل حق کے تصرفات اتنے قوی نہیں ہوتے جتنے اہل باطل کے تصرفات قوی ہوتے ہیں اور اہل حق کے تصرفات قوی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تصرفات کے اثر کی قوت کا دارومدار قوت

---

[1] مناظرہ کے اصول واحکام، افاداتِ تھانوی، ترتیب: محمد زید مظاہری، ص 61، ادارہ تالیفات اشرفیہ ھتورا، باندہ۔

خیالیہ پر ہے۔اور خیال میں قوت ہوتی ہے یکسوئی سے اور حق کو اس خیال سے جو ذات حق کے علاوہ سے متعلق ہو زیادہ یکسوئی نہیں ہوتی کیونکہ اہل حق کے دل میں تو صرف ایک ہی ذات بسی ہوئی ہے ان کے دل میں وہی حق تعالی کا خیال رہتا ہے،لہذا غیر حق کی طرف جو ان کی توجہ ہوتی ہے اس توجہ میں ان کو پوری یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ غیر کی طرف اتنی توجہ کہ جس میں حق تعالی کا خیال بالکل نہ آئے یا مضمحل ہو جائے وہ اس کو خلاف غیرت بھی سمجھتے ہیں ۔۔۔۔تو چونکہ اہل حق کی وہ توجہ جو غیر حق کی طرف ہوتی ہے ضعیف درجہ کی ہوتی ہے اس وجہ سے اہل حق کو اس خیال میں پوری یکسوئی نہیں ہوتی،لہذا اس خیال میں قوت بھی زیادہ نہیں ہوتی اور قوت خیالیہ ہی تصرف کے اثر کی قوت کا دار و مدار تھا اس وجہ سے اہل حق کے تصرفات میں اتنی قوت بھی نہیں ہوتی جتنی اہل باطل کے تصرفات میں ہوتی ہے ،(القول الجمیل،ص4)"۔[1]

حوالہ میں بددیانتی

نمبر (2) دیوبندی موصوف کے ممدوح منور حسین سیف الاسلام دہلوی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے کافی سال بعد بریلی شریف میں پڑھنے کے لئے آئے تھے،جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

"حالانکہ میری تعلیم کا زمانہ اعلی حضرت کی وفات کے کئی سال بعد کا تھا"۔[2]

مگر دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ"اب پہنچے ہم اعلی حضرت کے پاس"۔[3]

---

[1] مناظرہ کے اصول و احکام،افاداتِ تھانوی،ترتیب:محمد زید مظاہری،ص 61۔62،ادارہ تالیفات اشرفیہ ھتورا،باندہ۔

[2] تصویت الایمان،ص 67،از (منور حسین) سیف الاسلام دھلوی،شیش محل روڈ ۲۳ پیر مکی بازار لاہور پاکستان۔

[3] دفاع،ص 49۔50،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

اب آپ ہی اپنے اداؤں پہ غور کریں، جو شخص سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے کئی سال بعد بریلی شریف میں آیا ہو وہ شخص کیسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا؟ دیوبندی موصوف نے اپنے حوالے کا قد بڑھانے کے لئے بہتاناً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی لکھ دیا ہے، حالانکہ اصل حوالے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچنے کا تذکرہ نہیں۔

موصوف نے جو حوالہ نقل کیا ہے نہ تو اُس کے اصل ماخذ تک موصوف کی رسائی ہوئی اور نہ ہی اصل کے مطابق وہ عبارت نقل کر سکے، بلکہ موصوف نے یہ حوالہ کسی پَرلے درجے کے سارق سے سرقہ کیا ہے، جس کے باعث موصوف کتاب کا حوالہ لکھتے ہوئے کتاب اور مصنف کا نام بھی صحیح نہ لکھ سکے، اور جس طرح اُس دیوبندی سارق نے بددیانتی کرتے ہوئے یا اپنے کسی بڑے بددیانت سے نقل کیا تھا اُسی طرح موصوف نے بھی نقل کر دیا (ویسے موصوف کو محقق العصر ومناظر اسلام ہونے کا دعوی ہے)

اس کے علاوہ موصوف کی اس نقل کردہ عبارت میں مزید تیئیس (23) اغلاط موجود ہیں، جن سے ہم صرف نظر کرتے ہیں۔

قارئین کرام! موصوف نے جو بات مولانا غلام مہرعلی گولڑوی کی کتاب "دیو بندی مذہب" کے متعلق کہی، اُس کا درحقیقت مصداق وہ خود ہیں، چنانچہ انہی کے الفاظ انہی کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

"کتاب پڑھ کر یقین نہیں آیا کہ خُود کو عالِمِ دین (محقّق ومناظر) کہلانے والے (ساجد خان) ایک ہی کتاب کے ہر صفحہ پر مکر و فریب، جھوٹ، کتر و بیونت، دجل وتلبیس کے اتنے شرمناک مظاہرے کرسکتا ہے"۔[1] اس سے بڑھ کر مکروفریب، جھوٹ، کتر وبیونت، دجل وتلبیس کی مثال کیا پیش کی جاسکتی ہے۔ صاحبِ کتاب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

[1] دفاع، ص22، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

وصال کے کئی سال بعد مدرسہ تعلیم پانے کا بانگِ دُہل اعلان کر رہا ہے [۱]۔ مگر موصوف ساجد دیوبندی صاحب اور جس سارق سے موصوف نے سرقہ کیا اُنہوں نے اُسے سیّدی اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچنے میں تبدیل کر دیا۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کا رجوع حق

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مولوی اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے"۔ (سیرت انوار مظہریہ: ص 292)۔ [۲]

الجواب : سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ سے خط وکتابت کا سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا جس کی تفصیل "الطاری الداری" میں موجود ہے، بالآخر حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کر لیا تھا، اور آپ کا رجوع نامہ اخبارات ورسائل میں شائع بھی ہوا۔

جیسا کہ مولانا یسین اختر مصباحی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب" امام احمد رضا اور ردّ بِدعات ومنکرات" میں بحوالہ اخبارِ ہمدم لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

" میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ سب سے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے جو امور قولاً وفعلاً وتحریرًا وتقریرًا ابھی کئے جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور ان

---

[۱] تصویت الایمان ص 67، از (منور حسین) سیف الاسلام دھلوی، شیش محل روڈ ۲۳ پیر مکی بازار لاہور پاکستان۔

[۲] دفاع ص 50، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کے مانند امور سے جن میں میرے مشائخ اور مرشدین سے میرے لئے کوئی قاعدہ نہیں ہے محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری توبہ قبول کر۔ فقیر عبدالباری عفی عنہ"۔ [1]

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان میں واضح تصریح موجود ہے کہ آپ نے ان تمام اُمور کو کفر و معصیت جانا جن کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کفر وضلال و معصیت قرار دیا تھا، پھر آپ نے ان اُمور کو کفر و معصیت سمجھتے ہوئے ان سے رجوع کرلیا، گویا آپ تکفیر وہابیہ کے سلسلہ میں بالآخر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متفق ہو گئے تھے۔

یُونہی ماہنامہ "السوادالاعظم" مراد آباد، بابت ماہ رمضان 1339ھ کے صفحہ 19۔20 پر "مولانا عبدالباری صاحب کی دعائے توبہ" شائع ہوئی جو کہ مندرجہ ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ! میں نے بہت گناہ محض تیرے کیے ہیں اور بہت گناہ وہ کیے ہیں جن میں مخلوق کو بھی لگاؤ ہے، میں دونوں قسموں کے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں تو معاف کرا اور معاف کرا دے۔ اے اللہ! میں نے بہت گناہ ظاہر کیے ہیں اور بہت سے چھپا کر کیے، دونوں کو بخش دے۔ اے اللہ! میں نے بہت گناہ دانستہ کیے، اور بہت نادانستہ کیے سب کی توبہ میں کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا استغفار قبول فرما۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً وفعلاً، تقریراً وتحریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا ہوں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اُن کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور اُن

---

[1] اخبار ہمدم لکھنؤ، ص 3 کالم 4، جمعہ 11 رمضان المبارک 1339ھ، بمطابق 20 مئی 1921ء، بحوالہ امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، از مولانا یسین اختر مصباحی ص 366۔ 367، المجمع الاسلامی مبارکپور۔

کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لیے نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔

اے اللہ! اے اللہ توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کر اور مجھے توفیق دے کہ تیری معصیت کا ارتکاب نہ کروں اور وہ امور بجا لاؤں جو تیری رضا مندی کا باعث ہوں اور تیرے حبیب کی شفاعت کا استحقاق پاؤں۔ اللہ تیرے حبیب کی محبت عظیم کا واسطہ مجھے بخش دے اور مجھ سے اپنے دین کی نصرت کرا اور اپنے دشمنوں کو ذلت دے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ۔

چنانچہ وہ حوالہ جو" سیرت انوار مظہریہ" سے پیش کیا گیا ہے۔

اولاً: اس کی صحت ہی محلِ نظر ہے۔

ثانیاً: بفرض تسلیم وہ سابقہ احوال پر محمول ہو کر اس حوالہ سے مرجوح قرار پائے گا۔

بھشتی زیور کے متعلق مفتی مظھر اللّٰہ کا فتوی اور اُس کا پس منظر

دیوبندی موصوف نے یہ سرخی قائم کر کے کہ" بہشتی زیور (مصنف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کی توہین کرنے والے پر مفتی مظہر اللہ کا فتوی"، بطور حوالہ یہ عبارت لکھی ہے کہ:" بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر توبہ لازم ہے گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں" (بحوالہ فتاوی مظہریہ: ج ۲ ص ۴۰۹)"۔[1]

---

[1] دفاع، ص 50، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الجوب : دیوبندی موصوف نے اس مقام پر بڑی چالاکی سے کام لیا ہے اور سادہ لَوح حضرات پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اشرفعلی تھانوی کی تصنیف" بہشتی زیور" مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اتنی معتبر ومستند تھی کہ آپ نے اس کی توہین کرنے والے پرفتوی لگایا، حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے، اس فتوے کا پس منظر ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص مرادی کتاب" بہشتی زیور" کے متعلق کہتا ہے کہ دل میں آتی ہے کہ کھڑے ہوکر اس کتاب پر پیشاب کردوں۔ مرادی کا ایسا کلام کہنا درست ہے یا نہیں،؟ اگر درست نہیں ہے تو مرادی کے لئے شریعت سے کیا حکم عائد ہوتا ہے"۔[1]

اس سوال کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے مذکورہ بالا فتوی تحریر فرمایا، جس میں مفتی صاحب نے یہ وضاحت فرمادی کہ بعض مسائل اس میں اہلِ سنّت و جماعت کے خلاف ہیں، اور اکثر مسائل اہلِ سنّت کے موافق ہیں، جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں، یعنی توہین نہ کرنے کی وجہ وہ مسائل ہیں جو اہل سنّت و جماعت کے موافق ہیں، اب اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ پُوری" بہشتی زیور" کتاب معتبر ومعتمد ہے یا اس کا مصنف مستند ہے۔ یہ فتوی تو دیوبندی صاحب کے لئے اس وقت مفید ہوتا جب علماءِ اہلِ سنّت میں سے کسی نے بھی" بہشتی زیور" پر پیشاب کرنے کا حکم دیا ہوتا، جب ایسا معاملہ نہیں ہے تو دیوبندی صاحب پیشاب میں کیوں پڑھ رہے ہیں!!! اگر اِن کے پاس تھانوی صاحب کی صفائی میں کوئی حوالہ ہے تو پیش کریں۔

باقی اس حوالے سے تو ان کی برأت ثابت نہیں ہوتی، حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیوبندی موصوف تھانوی صاحب کا مقام ومرتبہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ" فتاوی مظہریہ" کا صفحہ 377 ملاحظہ کریں، جس میں مفتی صاحب سے مولوی اشرفعلی تھانوی

---

[1] فتاوی مظہریہ، ص 408 جلد 2، ادارہ مسعودیہ، کراچی۔

کا نام لے کر اُن کی گستاخانہ عبارت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص ان عبارتوں کا قائل ہو یقیناً کافر ہے۔

مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب تو اکابرینِ دیوبند کی گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دے رہے ہیں، لیکن دیوبندی شپرہ چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فتوی سے گریزاں ہیں، بہرحال ان کی ایسی عاجزی اور بے بسی سے یہ ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ ان کے پاس کتر وبیونت کے علاوہ کچھ نہیں۔

تھانوی صاحب کے ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے فیض احمد گولڑوی صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

" حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے، مزید دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ جو آدمی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے کس قدر ظلم وافتراء عظیم ہے۔[1]

الجواب : فیض احمد گولڑوی صاحب کا تھانوی صاحب کے متعلق یہ تأثر اُن سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے جو کہ دیو بندی عقیدت مندوں نے ان کے لئے مشہور کر رکھی تھیں، اور ان افسانوں کو فیض احمد گولڑوی صاحب نے بوجہ سادہ دلی حقیقت سمجھ لیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب شرعی مسائل میں دُنیوی منفعتوں کو ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے، حوالہ ملاحظہ کریں، دیوبندی مؤلف عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رقم طراز ہیں کہ:

" تھانوی صاحب نے گنگوہی کی جانب ایک مراسلہ لکھا تھا جس میں اُنہوں نے لکھا کہ بہرحال وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب محال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دُنیوی

[1] دفاع، ص 51، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے"۔ [1]

اس حوالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تقسیم پاک و ہند سے پہلے سرزمین ہند میں مولود شریف کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں اور عشاقان رسول اُن محافل میں قیام کرتے تھے، جبکہ دیوبندی مُلّاؤں نے اُن محافل کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کرر کھا تھا اور اُن پاکیزہ محافل کو بدعت وشرک سے تعبیر کرر کھا تھا، اشرفعلی تھانوی صاحب اُن دنوں ایسے علاقے میں تھے جہاں پر انہوں نے لوگوں پر اپنے عقائد کا اظہار نہیں کیا تھا اور صرف دُنیوی منفعت کی خاطر محافل مولود میں شریک ہوتے تھے، جس کا علم دیوبند والوں کو ہوا جس پر تھانوی صاحب نے اپنی صفائی کے لئے گنگوہی کے ساتھ مکاتبت ومراسلت کی، جس میں یہ صاف لکھا کہ" اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دُنیوی منفعت بھی ہے"۔

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کریں کہ ایک ایسے نازک مسئلہ پر جس کی وجہ سے مسلمانانِ ہند میں اضطراب پایا جاتا تھا اُس مسئلہ کو بھی تھانوی صاحب دُنیوی منفعت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اب ہم یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ تھانوی صاحب ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا دیوبند وفد بھیجنا اور اُس کی اصلیت

دیوبندی موصوف یہ سرخی" آستانہ کرمانوالے کے تاثرات" قائم کرکے لکھتے ہیں کہ:

" حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیّد نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے۔اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

---

[1] تذکرۃ الرشید، جلد 1 ص 118، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

میں حاضر ہوئے جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمادیا وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف نیاز حاصل کروں۔ چنا چہ وہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے لئے شرق پور شریف تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض وبرکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے"۔ (بحوالہ معدن کرم مشتمل بر احوال واثار کر مانوالے:ص 137 ومؤلف محمد اکرام عبدالعلیم قریشی ، نیا ایڈیشن ١٤ذوالحج ١٤١٩ھ)

نوٹ : حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دو مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنا اور وفد بھیجنا دار العلوم دیوبند میں، اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فتاوی جات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔[1]

الجواب : یہ واقعہ غیر معتبر روایات پر مبنی ہے، ہم آپ کے سامنے اصل واقعہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

" ہمارے ضلع شیخوپورہ میں منڈی وار برٹن کے متصل ایک چھوٹی سے بستی ہے جسے" علی پُور" یا" میاں غُلام کا کھوہ" کہتے ہیں۔وہاں حضرت صاحب قبلہ کے ایک عقیدت مند حافظ امیر علی مرحوم رہتے تھے، ان کا ایک بھائی دیوبند میں زیرِ تعلیم تھا، حافظ صاحب اکثر آپ سے دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کیا کرتے تھے، بار بار باتیں سننے سے آپ نے چند ایک عقیدتمندوں سے کہا:" جاؤ تو سہی اور دیکھو تو دیوبند کیسا ہے"، سو حسب الارشاد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، سید نُورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ امیر علی اور حکیم محمد

[1] دفاع،ص 51، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اسحاق مزنگوی کی معیت میں دیوبند کے لئے تیار ہوئے۔آپ نے فرمایا: پہلے سرہند شریف جانا اور حضور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دینا، اُس کے بعد "امیبیٹا پیراں" جانا، وہاں منشی محمد اعلی صاحب کی قدمبوسی کرنا۔

تینوں اصحاب حضرت صاحب قبلہ کے حکم کے مطابق پہلے سرہند شریف پہنچے اور سرکار مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے بعد ان مذکورہ بزرگوں کے پاس گئے، وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں۔ یہ تینوں اُن کے مکان پر پہنچے، دروازہ کے باہر ایک مست بیٹھا ہوا تھا، اندر اطلاع کرنے پر ان بزرگوں نے انہیں اندر بلا لیا اور فرمایا کہ تم شرقپور شریف سے آئے ہو اور پھر یکے بعد دیگرے سفر کے سارے حالات بیان کر دیے اور فرمانے لگے" تم نے دیکھا ہوگا کہ باہر ایک مست بیٹھا ہوا ہے اس کو یہاں بیٹھے ہوئے بارہ برس ہو گئے ہیں یہ مجھے کہتا ہے کہ میں اس کے محکمہ میں چلا جاؤں، لیکن بتاؤ! میں سول کا محکمہ چھوڑ کر پولیس کے محکمہ میں کیسے چلا جاؤں۔ان بزرگوں کی مُلاقات کے بعد یہ تینوں دیوبند روانہ ہو گئے۔

یہ سہ رُکنی وفد دیوبند پہنچ کر مدرسہ گیا اور مدرسہ کی تمام عمارت کا گھوم پھر کر معائنہ کیا، لڑکے پڑھائی میں مشغول تھے، وہاں کسی نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔گھوم پھر کر یہ تینوں انور شاہ صاحب کے پاس پہنچے وہ اس وقت سبق پڑھا رہے تھے انہوں نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا" شرقپور شریف سے" یہ سُن کر انور شاہ صاحب نے کہا" ہاں میں نے سُنا ہے وہاں ایک بزرگ میاں صاحب ہیں۔ا

س کے بعد نُور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمع اپنے دونوں ہمراہیوں کے کوئی قابل ذکر چیز دیکھے بغیر ماسوا درس وتدریس کے غیر مطمئن سے واپس شرقپور شریف چلے آئے اور تمام حالات حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کر دیے۔حالات سُن کر سرکار میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"انور شاہ صاحب کو تو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کی پیدائش کشمیر کی ہے جو کہ اہل

عرفان بزرگوں کا مرکز ہے" ۔[1]

اس واقعہ کو آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں، اس میں تصریح ہے کہ حافظ امیر علی صاحب کے بھائی دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے اور وہی حضرت میاں شیر محمد شرپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ دیوبند کی تعریف کیا کرتے تھے، آپ نے تفتیش حال کے لئے سہ رُکنی وفد ہندوستان بھیجا ، پہلے وہ لوگ سرہند شریف پہنچے، اُس کے بعد امبیٹا سے ہوکر دیو بند پہنچے، انہوں نے جو مدرسہ کے حالات معائنہ کئے تو وہاں کا ماحول غیر تسلی بخش تھا، پھر ان کی ملاقات انور شاہ کشمیری سے بھی ہوئی۔

واپسی پر انہوں نے حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ کے غیر تسلی بخش احوال عرض کر دیے اور کوئی قابل ذکر چیز انہوں نظر نہیں آئی ۔ حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ" انور شاہ صاحب کو تو ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کی پیدائش کشمیر کی ہے جو کہ اہلِ عرفان بزرگوں کا مرکز ہے"۔

اب اس حوالہ سے دیو بندیوں کی اور دیو بند کے مدرسہ کی عظمت کہاں ثابت ہوتی ہے؟ یہ تو دیوبندیوں کا پاگل پن ہے کہ وہ اصل حقائق سے منہ چھپا کر غیر مستند اور ادھورے واقعات سے استدلال کرتے ہیں ۔ حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سہ رُکنی وفد دارالعلوم دیوبند بھیجنا مدرسہ کی محبت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ تفتیش احوال کی غرض سے تھا، یہ اصلیت ہے اُس واقعہ کی جو حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے موصوف نے بیان کیا ہے۔

باقی رہی بات" معدن کرم" میں انور شاہ کے لئے الفاظِ ترحم کی تو اس کے لئے گزارش یہ ہے کہ" معدن کرم" نہ ہی حضرت میاں شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور

[1] حدیثِ دلبراں، ص 273۔274، مؤلفہ حاجی فضل احمد مونگہ شرقپوری، ناشر: مونگا برادران شرقپور شریف، شیخوپورہ، اشاعت دوم محرم الحرام 1418ھ 1997ء۔

نہ ہی میاں صاحب نے ان کے لئے تعریفی وتوثیقی کلمات بیان فرمائے، بلکہ اُلٹا آپ نے تو ناراضگی کا اظہار فرمایا، جیسا کہ ذکر ہو چکا، اب اگر کوئی غیر مستند شخص اکابرین دیوبند کے لئے دعائیہ کلمات لکھتا ہے تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں، ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو اُن اکابرین اہلِ سنّت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنّت و جماعت کا تشخص قائم ہے۔

دیوبند میں چار نوری وجود ہونے کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے "خزینہ معرفت" اور "معدن کرم" کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انورشاہ کی بڑی عزت وتکریم کی اُس کی خواہش پر اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور دیوبند میں چار نوری وجود ہونے کی خبر دی، ملاحظہ فرمائیں (دفاع صفحہ 52)

الجواب : یہ واقعہ بھی دُرُست نہیں۔ اصل واقعہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد انور شاہ صاحب جب لاہور آئے تو شرقپور شریف بھی حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب جب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے تو آپ بیٹھک میں تشریف نہ رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کو وہاں بٹھا دیا گیا۔ تھوڑے سے لمحوں کے بعد سرکار بھی تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے دروازہ میں داخل ہوتے ہی فرمایا:" اخاہ، آج تو میرے بھی چند ایک مسائل حل ہو جائیں گے کیوں کہ دیوبند کے بڑے مولوی صاحب جو آ گئے ہیں"۔

آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا:" مولانا صاحب! یہ تو فرمایئے کہ حدیث شریف پہلے ہے یا قرآن شریف"۔ لیکن مولوی صاحب خاموش بیٹھے رہے، آپ نے دوبارہ پھر ارشاد فرمایا:" مولوی صاحب آپ نہ بتائیں گے تو کون بتائے گا؟ بتایئے نا کہ قرآن شریف پہلے

ہے یا حدیث شریف پہلے" ۔شاہ صاحب پھر بھی خاموش رہے اور ان پر رقت طاری ہو گئی ۔آپ نے تیسری بار وہی الفاظ دہرائے، جب پھر بھی مولوی صاحب خاموش رہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو آپ نے خود ارشاد فرمایا:

" ہم تو خُدا کو نہیں جانتے تھے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لب مبارک ہلے تو پتہ چلا کہ خُدا ایک ہے اور یہ قرآن شریف اللہ تعالی کا کلام ہے، ہم تو خدا کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ سرکار مدینہ علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ہے" ۔

انور شاہ صاحب جتنا وقت حضرت صاحب کی بیٹھک میں رہے خاموش بیٹھے رہے اور روتے رہے کچھ دیر کے بعد آپ سے رُخصت کی اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ان دنوں اہل علم اور اہل نسبت حضرات میں اس بات کی خاصی شہرت ہوئی ۔واپسی پر جب انور شاہ صاحب لاہور پہنچے تو ان کے بعض احباب نے پوچھا کہ شرقپور شریف کیسے گئے تھے؟، تو شاہ صاحب خاموش رہے، لیکن دیوبند پہنچنے پر جب وہاں کے باسیوں نے بھی یہی پُوچھا کہ شرقپور شریف گئے تھے وہاں کیا دیکھا ہے تو انور شاہ صاحب رو دیے اور کہا "علم اِدھر دیکھا ہے اور اس کا عمل وہاں دیکھا ہے" ۔[1]

" خزینہ معرفت" میں مذکورہ حوالہ غیر مصدقہ اطلاعات پر مبنی تھا اور جب اُس کی اصل حقیقت سامنے آئی تو اس طرح اس واقعہ کو کتاب سے نکال باہر کیا گیا جس طرح دُودھ میں سے مکھی کو نکال دیا جاتا ہے۔

ویسے اگر انور شاہ صاحب کی آستانہ شرقپور پر عزت وتکریم ہوئی ہوتی تو انور شاہ صاحب نے ضرور اپنے متعلقین کو بتایا ہوتا اور ان کی کتبِ سوانح حیات میں ضرور موجود ہوتا، مگر انور شاہ صاحب سے اس طرح کا کوئی بھی واقعہ خُود اُن کی زبانی ان کی کتب سوانح حیات میں

[1] حدیث دلبراں، ص 275۔ 276، مؤلفہ حاجی فضل احمد مونگہ شرقپوری، ناشر: مونگا برادران شرقپور شریف، شیخو پورہ، اشاعت دوم محرم الحرام 1418ھ۔

موجود نہیں، حالانکہ دیوبندیوں کے لئے یہ بڑی دلیل بن سکتی تھی کہ اہل سنّت کے ایک بڑے آستانہ نے انورشاہ صاحب کے لئے نوری وجود ہونے کی گواہی دی ہے۔
انورشاہ کے سوانح میں خود انورشاہ کی زبانی ان واقعات کا نہ ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آستانہ شرقپور پر انورشاہ کا سحر نہیں چل سکا اور وہ اپنا سا منہ لے کر واپس آئے اور پُوری زندگی اس واقعہ کو ذکر نہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

آمدم بر سر مطلب یا مطلب سے فرار

دیوبندی موصوف نے ایک طویل عبارت لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دیوبندی مناظرین اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان پر بات کرتے ہیں تو بریلوی فوراً کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو فلاں فلاں مولانا نے مسلمان تسلیم کیا ہے پھر ان کے ایمان پر بات کیسے ہوسکتی ہے؟ اب ایسے ہی جب اکابرینِ دیوبند کو عمائدینِ اہل سنّت نے مسلمان تسلیم کیا تو علماءِ دیوبند کی تکفیر و تضلیل کیسے ہوسکتی ہے (ملخص از دفاع،ص 53،52)

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ اُصول بالکل غلط ہے اِس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مؤمن و مسلمان سمجھنے والے وہ دیوبندی اکابرین ہیں جن کے ساتھ کفریہ عبارات پر جھڑپ جاری تھی، جبکہ ان اکابرینِ دیوبند کو جن کی کتب میں گستاخانہ عبارتیں پائی جاتی ہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اور نہ ہی آپ کے متوسلین میں سے کسی نے مسلمان کہا۔ باقی اس سلسلہ میں دیوبندی اپنے اکابرین کی صفائی میں جن بزرگانِ اہلِ سنّت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ بزرگان اہل سنّت ہیں جو دُور دَراز کے علاقوں میں رہتے تھے، جن کی اکابرینِ دیوبند سے شناسائی نہ تھی اور نہ ہی ان کی کتب سے آگاہی تھی انہوں نے عدم علمی کی وجہ سے محض سنی سنائی باتوں پر تأثرات دے دیے۔ (ان کی لاعلمی کی وجہ سے دیے گئے تأثرات دیوبندیوں کے لئے چنداں مفید نہیں اور نہ ہی ان سے اکابرین دیوبند کی برأت ثابت ہوسکتی ہے)

دُوسری قسم میں وہ بزرگانِ اہلِ سنّت آ جاتے ہیں جن کے نام پر فرضی اور جھوٹے حوالے بنائے گئے یا جب تک اُن کے علم میں گستاخانہ عبارتیں نہ آئیں تب تک اُن کے وہ تأثرات تھے (مگر بعد از علم انہوں نے شدید ردِعمل کا اظہار کیا) یا اُن کی عبارات میں کتر و بیونت اور الحاق کیا گیا، ایسے حوالے بھی دیوبندیوں کو قطعًا مفید نہیں، بہرحال دیوبندی موصوف کا یہ قیاس بالکل باطل اور نری جہالت ہے، سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تو دیوبند کا بچہ بچہ بھی جانتا تھا اور اس اختلاف سے بھی واقف تھا جو سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیوبندی اکابرین کے مابین تھا۔ اب اس صورت میں اپنے پکے حریف کی مدح وثناء کرنا اس بات کا پکا ثبوت ہے کہ بسیار کوشش کے باوجود سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں کوئی ایک ایسا جملہ بھی انہیں نہ مل سکا جس کی وجہ سے وہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کرتے۔ اب کچھ کوڑھ مغز دیوبندی سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر تکفیر کا فتوی داغنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا یہ کام اکابرین دیوبند کے ساتھ وہی سلوک کرنے کے مترادف ہے جو کہ تھانوی صاحب نے سیڑھی پر چڑھ کر اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔

دیوبندی موصوف نے جو یہ سرخی قائم کی کہ" کاشف اقبال رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر" (دفاع،ص53) اس اعتراض کا خلاصہ بھی بالفاظِ دگر یہی ہے جس کا اُوپر ذکر ہو چکا، باقی ان کا مولانا کاشف اقبال صاحب پر یہ الزام کہ وہ علمائے یہود کے نقشِ قدم پر ہیں (مولانا کاشف اقبال صاحب کا ایک مضمون کلمہ حق رسالہ میں شائع ہوا تھا پھر اس کو دوبارہ سے میلاد پبلی کیشنز لاہور نے" سبز عمامے کا جواز" کے نام سے شائع کیا) اس دوبارہ شائع کردہ مضمون میں اشاعتی ادارے" میلاد پبلی کیشنز لاہور" نے ملکی حالات اور اپنے تاجرانہ معاملات کے تناظر میں وہ جملے جو انہوں نے اپنی دانست میں سخت سمجھے حذف کر ڈالے۔ اسی کا الزام دیوبندی موصوف نے مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے سر ڈال دیا اور

ناشر کی اس کارروائی کو مولانا کاشف اقبال کے لئے علمائے یہود کا نقشِ قدم قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام اہل سنّت اور مولانا کاشف اقبال مذکورہ بالا اصول پر ابھی تک قائم ہیں (اگرچہ کوئی ادارہ ملکی حالات کی وجہ سے اسے شائع کرے یا نہ کرے)

اگر ہمیں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو خود کتب دیابنہ سے ہی ثابت کرتے کہ اکابرین دیوبند ہی علمائے یہود کے نقش قدم پر ہیں۔ اور دیوبندی صاحب کو ایسا کی بہ تر کی جواب دیتے کہ اس کی سات نسلیں بھی یاد رکھتیں۔ اس کے علاوہ دیوبندی موصوف نے کاشف اقبال صاحب، غلام مہر علی اوکاڑوی، اور دُوسرے لوگوں کو کذاب و مفتری اور علم و عقل سے عاری قرار دیا ہے (دفاع، ص 54) اس کے جواب میں مرزا بیدل کا شعر ہدیہ تبریک کے طَور پر پیش کرتے ہیں

اگر دشنام بے حد خسیسے چارہ نہ بود بے جز شنیدن

گر پائے کسے را سگ گزید ہا عوض نبود سہ را گزیدن

"اگر کوئی ذلیل آدمی کسی شریف آدمی کو گالی دے تو شریف آدمی سننے کے سوا کیا کر سکتا ہے جس طرح اگر کوئی کتا کسی انسان کو کاٹ لے تو بدلے میں کتے کو تو نہیں کاٹا جا سکتا"

کوکب نورانی صاحب کے حوالہ جات پر دیوبندیوں کے تجزیے کا جائزہ

دیوبندی موصوف نے "معدن کرم" کے حوالے سے لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مرحوم پہلے ہائی سکول میں معلم تھے، نوے روپے اُن کی تنخواہ تھی، حضرت میاں صاحب نے اُن کو چار سو روپے تنخواہ کی خُوش خبری کا اشارہ دیا، بعد میں وہ میمن مسجد کراچی کے خطیب منتخب ہوئے اور اُن کی تنخواہ چار سو روپے مقرر ہوئی۔

دیوبندی موصوف تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امین اوکاڑوی کو ماسٹر کہا جا سکتا ہے تو

شفیع اوکاڑوی کو بھی ماسٹر کہنے پر ناراض نہیں ہونا چاہیے اور ان کو چار سو روپے تنخواہ ملی تو اس صورت میں کسی پیٹ پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو ایسے اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے ۔ملخص (دفاع ،ص54)

الجواب : نمبر(1) ہم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو ماسٹر کہنے پر قطعًا ناراض نہیں، بلکہ ہمیں تو یہ فخر ہے کہ وہ خطابت سے پہلے معلم اسلامیات تھے اور وطنِ عزیز کے نونہالوں کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔مگر نہ جانے کیوں دیوبندیوں کو امین اوکاڑوی کے نام کے ساتھ ماسٹر سنتے ہی مرچیں لگ جاتی ہیں اور پیٹ میں مروڑ اُٹھنے شروع ہو جاتے ہیں اور بندروں کی طرح اُچھل کود شروع کر دیتے ہیں ،اس سلسلہ میں وہ اپنے مسئلہ کا علاج خُود کریں اور ہمارے اُوپر قیاس کرنے کی کوشش نہ کریں۔

نمبر(2)خطیبِ پاکستان حضرت مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو ماہوار چار سو روپے اہلِ سنّت و جماعت کی طرف سے وظیفہ ملنے پر بھی دیوبندی موصوف کو تکلیف ہے اور اسے وہ افتراق اور انتشار کا باعث قرار دیتے ہیں جبکہ تھانوی صاحب کو تو انگریزوں کی جانب سے چھ سو روپے ماہوار ملا کرتے تھے" ۔[1]

جب مولانا اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ،دیوبندی موصوف کیا تھانوی صاحب کے متعلق بھی یہ تبصرہ کریں گے کہ پیٹ پرستی کے باعث انہوں نے فرقہ بندی کی خلیج کو وسعت دی،جس کی شہادت ہم پچھلے اوراق میں ذکر کر چکے ہیں ۔

خطابت و امامت کے وظائف تو دیوبندی مساجد و مدارس میں بھی آئمہ و خطبا کو ملتے ہیں اور میں دیوبندی موصوف کو طلاقِ زَن کی قسم دے کر پُوچھتا ہوں کہ کیا وہ ماہوار وظیفہ نہیں لیتے رہے؟

---

[1] مکالمۃ الصدرین ،ص 10 ،مطبع رحمانی پریس محلہ گڑھیہ دہلی ۔

پھر ان کی اس شرانگیز کتاب اور جملہ تحاریر کو پیٹ پرستی کا نتیجہ کیوں نہ قرار دیا جائے ؟ (دیوبندی موصوف کے اصول کی روشنی میں)

باقی رہا معاملہ حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے یا نہ ہونے کا، تو یہ اُن مسائل میں سے نہیں ہے جس سے اکابرینِ دیوبند کی برأت ثابت ہوتی ہو یا دیوبندی دھرم کی تائید وحمایت ہوتی ہو۔ دیوبندی موصوف نے تو گستاخانہ عبارات کا دفاع کرنا ہے اور اُن کی صفائی پیش کرنی ہے، جس سے وہ عاجز آ چکے ہیں۔ مولانا کوکب نورانی صاحب اگر اپنے والدِ گرامی مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کو مجدد مسلک اہلِ سنّت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو یہ اُن کی انفرادی رائے ہے، جمہور اہلِ سنّت کا اِس معاملہ میں اُن سے اِتفاق نہیں۔

بعض علماء اہلِ سنّت سے جو اس کا رد منقول ہے وہ ہماری بات کا بین ثبوت ہے، بہرحال دیوبندی موصوف اپنے جعلی مجدد و حکیم الامت کی برأت و صفائی ثابت دیں اور ادھرا دھر نا بھاگیں۔

ابوالاعلی مودودی اور دیوبندی نظریات

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابوالاعلی مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علماء دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا" ۔ [1]

الجواب : ابوالاعلی مودودی اور دیوبندی نظریاتی طَور پر ایک جیسے ہی عقائد کے حامل ہیں۔ مودودی صاحب کی ہمدردی اہل سنّت و جماعت سے وابستہ نہ تھی، بلکہ وہ دیوبندی علماء اور دیوبندی نظریات کے حامی تھے۔ انہوں نے وہابیانہ نظریات کے سلسلے میں تفویۃ

[1] دفاع، ص 55، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الایمانی دھرم کے گھاٹ کا پانی پیا ہوا تھا۔ پس اگر آج کل دیوبندیوں کو مودودی صاحب اچھے نہیں لگتے تو وہ ان کا سیاسی اختلاف ہے، اور ان اختلافات کی شروعات ٹانڈوی صاحب کے وقت سے ہوئیں ورنہ مودودی اور دیوبندی ایک ہی تھالی کے بینگن تھے اور ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر دیوبندی موصوف کو مودودی صاحب کا حوالہ منظور نہیں تو ہم بھی اصرار نہیں کرتے اگرچہ دلائل کا وسیع میدان ہمارے لئے موجود ہے۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللّٰہ علیہ کی تعریف، کوثر نیازی صاحب کی گواھی

دیوبندی موصوف نے اعتراض قائم کرتے ہوئے چند سطریں لکھی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کوکب نورانی صاحب نے بحوالہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء کوثر نیازی صاحب کا یہ حوالہ دیا کہ تھانوی صاحب کہتے تھے کہ احمد رضا خان صاحب عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، انہوں نے اگر ہماری تکفیر کی تو وہ عشق رسالت کی بنا پر کی، کسی اور غرض سے نہیں کی، ملخص۔ [1]

پھر لکھتے ہیں کہ: "اس قسم کی بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہوسکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے کیا یہ بد دیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشق رسول کے جذبے میں کی تھی؟

پھر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر

---

[1] دفاع، ص 55، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرما دیئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس دجل وفریب پر نظر نہ تھی ۔سو ایسی حکایات جوان حضرات کے نام سے لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہر گز لائق اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے،ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بد دیانتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے" مطالعہ بریلویت: ج۵ ص۸٤)"۔[1]

الجواب : مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان آغا شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹٦۲ء میں شائع ہوا اور شائع ہونے کے بعد اکابر و اصاغر کے ہاتھوں تک پہنچا،مگر عمائدین دیوبند میں سے کسی نے بھی اِس واقعہ کی تردید نہیں کی، حالانکہ اُس وقت تھانوی صاحب کے کافی خلفاء وتلامذہ اور متوسلین و معتقدین زندہ موجود تھے،اور نہ ہی کسی نے کوثر نیازی صاحب کی دیوبندیت پر انگشتِ اعتراض اُٹھایا، کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد خالد محمود صاحب اپنے اندازے،رائے اور قیاس سے اس کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں، حالانکہ اس حوالے کو جھوٹا ثابت کرنا ہوتا تو اُس وقت اخبار ورسائل میں تردید کی جاتی،مگر ایسا نہ ہوا۔

علاوہ ازیں خالد محمود صاحب کے تردید کرنے سے اس حوالے کی صداقت کیسے مجروح ہوسکتی ہے کیونکہ کوثر نیازی صاحب نے اپنے بیان میں ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب اور مفتی شفیع دیوبندی صاحب کا نام لیا کہ یہ باتیں میں نے ان سے سنی ہیں ،لہٰذا یہ افراد بھی اس وقت زندہ تھے اور ان لوگوں نے کبھی ان باتوں کی تردید وتکذیب نہ کی اور نہ

[1] دفاع،ص 56، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہی خالد محمود دیوبندی صاحب نے ان دونوں افراد سے اس کے متعلق کوئی استفسار کیا۔

پس ثابت ہوا کہ خالد محمود صاحب کا یہ تبصرہ ضد و عناد پر مبنی ہے کیونکہ اس الزام کی تردید وہی افراد کر سکتے ہیں جن کا نام لیا جائے یا کوئی اس معاملہ میں ان سے تفتیش کرے، مگر خالد محمود صاحب کے تبصرہ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں، محض قیاس آرائیاں ہیں جو قطعًا دلیل نہیں بن سکتیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف عبارات کو جمع کر کے کفر کا فتویٰ دیا تو اس کی بابت بحث متعلقہ صفحات میں آئے گی، ان شاء اللہ العزیز۔

کوثر نیازی صاحب پر کٹر بریلوی ہونے کا انتساب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضا خانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دیوبندی تھا حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضا خانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضا خانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے۔[1]

الجواب: مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے، عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے"۔[2]

(مولانا کوثر نیازی کا یہ مقالہ مختلف اخبار و رسائل میں شائع ہوا اور پاکستان کے مشہور و معروف اخبار" جنگ" میں بھی چھپا، اس مقالہ کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر ادارہ

---

[1] دفاع، ص 58، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص 19۔

تحقیقات امام احمد رضا نے کتابی صورت میں اس کو شائع کیا)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے، البتہ یہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ اپنے عشق ومحبت کو خُود منکروں سے منوالیا۔ جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اُس وقت دیوبندی تو اُن کے تلوے چاٹا کرتے تھے، مگر آج انہیں دیوبندیت سے ہی خارج کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس طرح تو ہوسکتا ہے کہ کچھ سالوں بعد دیوبندی موصوف کی حماقتوں کو دیکھ کر ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ دیوبندی ان کی دیوبندیت کا ہی انکار کردیں، کیونکہ وہ تمام لوگ جنہوں نے دیوبندیوں سے جواب مانگا دیوبندیوں نے انہیں دیوبندیت سے خارج کردیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اہل سنّت کوثر نیازی صاحب کو اپنی مجلسوں میں بطور مہمانِ خصوصی بلایا کرتے تھے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی شخصیت تھی اوران کی وزارتِ مذہبی امور ۱۹۷٤ سے ۱۹۷۷ تک رہی، ملک کے دیگر بڑے عہدوں سے بھی وابستہ رہے، اس لحاظ سے ریاست کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے انہیں محافل میں مدعو کیا جاتا تھا، اب اس کی وجہ سے وہ مذہباً بریلوی ثابت نہ ہوں گے، مدرسہ دیوبند کے صد سالہ جشن کے موقع پر دیوبندیوں نے اندرا گاندھی کو بھی مدعو کیا تھا اور وہاں پر ایک عجب نظارہ یہ تھا کہ علماء دیوبند نیچے اور اندرا گاندھی جی ساڑھی سمیت اوپر۔

دیوبندی موصوف کے اس اصول کے مطابق اندرا گاندھی تو محمود الحسن دیوبندی جانشین قرار پائیں گی، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیوبندی موصوف اندرا گاندھی کو دیوبندی عالمہ کا خطاب ہی نہ دے دیں!!!

دیوبندی موصوف نے کوثر نیازی صاحب پر نجیب اللہ عمر دیوبندی کے حوالہ سے شراب کباب اور مجرے کا الزام لگایا ہے، جس کو حکیم محمود صاحب سے بیان کرنے والا نجیب اللہ عمر ہمارے نزدیک پرلے درجے کا جھوٹا ہے، لہذا اُس کا بیان ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔

دیوبندی موصوف کی بکواس کا جواب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ" امام احمد رضا خان کے عقائد باطل تھے، مولانا تھانوی"۔ مزیدآگے لکھتے ہیں کہ:

" پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں پچیس سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیل مناسب نہیں "(ملفوظات حکیم الامت : ج ۷ ص ۱۳) اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائد باطلہ تھے عقائد حقہ نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا، باقی یہ جو کہا کہ تعجیل مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رہتی ہے گویا آپ اسی انتظار میں بیٹھے ہیں اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دکھاؤ اس کے بعد بیعت کرلوں گا۔(دفاع ،ص 56۔57)

الجواب : اشرفعلی تھانوی صاحب کا یہ جواب کہ تعجیل مناسب نہیں اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد باطل نہیں تھے ،اور نہ ہی آپ کے عقائد پر عمل پیرا افراد کفر وشرک میں مبتلا تھے ،اگر ایسا ہوتا تو تھانوی صاحب اس توبہ کرنے والے شخص سے فورًا توبہ کا کہتے ، کیونکہ اگر کوئی کافر ومشرک مسلمان ہوتا ہے تو ایک لمحے کی تاخیر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

پس اگر تھانوی صاحب کے نزدیک سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کفریہ وشرکیہ تھے تو اس توبہ کرنے والے کو توبہ میں تعجیل نہ کرنے پر حکم دینے کا مطلب یہی ہوگا کہ تھانوی صاحب نے اُس شخص کو کفر وشرک میں رہنے دیا ،اور اگر اس صورت میں وہ شخص بلا توبہ مر

جاتا تو اس کا گناہ کس کے سر عائد ہوتا ؟ گویا دیوبندی موصوف کے اصولوں کے مطابق تھانوی صاحب کفار ومشرکین کی توبہ میں تاخیر اور لیت ولعل سے کام لیا کرتے تھے جو کہ سراسر ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ دیوبندی موصوف چلے تھے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد باطل ثابت کرنے، اُلٹا تھانوی صاحب کا فسق وفجور ثابت ہوگیا۔

کیونکہ اسلام کے معاملہ میں تاخیر کرنا گناہ ہے چنانچہ تمام علماء دیوبند کا ترجمان فتاوی یعنی فتاوی دارالعلوم دیوبند کے اندر مرقوم ہے کہ:

سوال : (۹) ایک بھنگی مسلمان ہونا چاہتا ہے، یہاں پر مسلمان کہہ رہے ہیں کہ اس کو مسہل دیئے جائیں تب مسلمان کیا جائے، یہ لکھ دیجئے کہ بھنگی کو مسلمان کرنے میں کیا کیا قید شریعت نے رکھی ہیں؟

جواب : اس بھنگی کو فورًا ابلا کسی شرط اور قید کے مسلمان کرلیا جائے، کیونکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے اس کو فورًا مسلمان کرلیا جائے اور کچھ قید اور شرط اس کے لیے نہیں ہے، بلکہ تاخیر کرنا گناہ ہے اور ممنوع ہے۔[۱]

یُونہی دیوبند مذہب کے قطب عالم گنگوہی صاحب اپنے فتوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گناہ گار رہوگا۔[۲]

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تھانوی صاحب کی نظر میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بدعتی ومشرک تھے معاذ اللہ، تو تھانوی صاحب پر یہ واجب ولازم تھا کہ فی الفوران کے مرید کو توبہ کی تلقین کرتے مگر تھانوی صاحب نے یہ کہہ کر کہ تعجیل مناسب نہیں اس شخص کو

---

[۱] مکمل ومدلل فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد 18 ص 29، مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور۔

[۲] فتاوی رشیدیہ، ص 69، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

بدعت وشرک میں رہنے دیا۔

پس اس لحاظ سے "الرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ"۔[1]) پس تھانوی صاحب مرتکبِ کفر ہوئے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

دیوبندی موصوف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تھانوی کی نظر میں بدعتی ومشرک ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن خود تھانوی صاحب دیوبندیوں کے استدلالی مقدمات کی روشنی میں مرتکب بکفر ہوئے۔

جلانے والے ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

مزید گنگوہی صاحب فاسق کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

" تارک جماعت فاسق ہے ہرگز ہرگز اس سے بیعت نہ کرنا چاہیے کہ وہ لائق شیخی نہیں ہے"۔[2]

اب دیوبندیوں کے پاس تھانوی صاحب کو کفر سے نکالنے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ مان لیں کہ تھانوی صاحب کی نظر میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بدعتی ومشرک تو کُجا بلکہ فاسق وفاجر بھی نہ تھے کیونکہ فاسق وفاجر کی بیعت توڑنا بھی لازم اور واجب ہے، **وھو المقصود** ، فللّٰہ الحمد علی ذالك۔

افاضاتِ یومیہ کی ایک عبارت اور اُس کا جواب

دیوبندی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ:" یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے، علوم وحقائق سے کورے

[1] تفسیر القرطبی، سورۃ النساء 5\418، ومرقاۃ المفاتیح وغیرہ۔

[2] فتاویٰ رشیدیہ، ص 52، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

ہوتے ہیں ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر، مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب محیط ہے، اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالی کو قدرت نہیں، اس قسم کے اُن کے عقائد ہیں ۔۔۔۔اور اب تو اکثر [بدعتی] شریر بلکہ فاسق و فاجر ہیں"۔ (ملفوظات: ج ۷ ص ۲۳) اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا لغویات ہانکنے والا، فاسق و فاجر شخص قرار دے رہے ہیں"۔ [1]

الجواب: اگر دیوبندی صاحب موصوف کی بات کو دو منٹ کے لئے تسلیم کرلیں تو بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے مقدمہ قائم کیا تھا کہ" بریلوی مناظرین کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے کفر و ایمان پر بات کریں تو فوراً اُچھل پڑتے ہیں"۔ [2] یعنی دیوبندیوں کا موضوعِ مناظرہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کفر و ایمان ہے، مگر دیوبندی صاحب نے جو حوالہ پیش کیا اُس میں ایک تو سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی موجود نہیں ہے، اس کے علاوہ اہلِ بدعت کی جانب بدفہم، فاسق، فاجر کے الفاظ ملتے ہیں تو ان الفاظ سے کفر تو ثابت نہیں ہوگا ۔تو کیا دیوبندی مذہب کے اندر ایسے لوگ موجود نہیں جو علم سے کورے ہوں (کیا تمام دیوبندی مذہب سے تعلق رکھنے والے عالم وفاضل ہی ہیں) یا عقل کی پختگی سے دُور اور لغویات میں مشغول ہوں، پھر کیا دیوبندی صاحب ان تمام دیوبندیوں کو جو داڑھی منڈے ہیں یا لغویات میں مشغول ہیں اُن کو کافر و مشرک قرار دیں گے؟۔

جانِ من! موضوع سے فرار اختیار کرنا اُصولِ مناظرہ کے مطابق شکست قرار پاتی ہے ،موضوع ہے کفر و ایمان کا ،اور جناب بات کر رہے ہیں ان لغویات کی ،علاوہ ازیں موضوع

---

[1] دفاع،ص 57، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] دفاع،ص 52، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اور دلیل میں تقریبِ تام موجود نہیں، یہ بھی عاجزی و بے بسی کی دلیل ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے اس قول میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ پاک مُراد نہیں ہے، کیونکہ تھانوی صاحب نے ملفوظات کی اسی جلد میں صفحہ نمبر ۳۸ پر کہا ہے کہ:

" ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے" ۔اب تھانوی صاحب تو خود اقرار کر رہے ہیں کہ ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے، جبکہ دوسری جانب دیوبندی موصوف کا یہ دعوی ہے کہ حضرت تھانوی تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو علم سے کورا ،لغویات ہانکنے والا ،فاسق وفاجر شخص قرار دے رہے ہیں، اب کس کی بات کو سچ مانا جائے ۔اگر تھانوی صاحب کی اس بات کو سچ سمجھتے ہیں تو دیوبندی موصوف جھوٹے قرار پاتے ہیں اور اگر دیوبندی موصوف کی بات کو سچ سمجھتے ہیں تو تھانوی صاحب دروغ گو اور کذاب ثابت ہوتے ہیں

اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ تیرے دل کا

نوٹ : دیوبندی موصوف کے ویسے تو تقریبا تمام حوالے ہی کتر و بیونت اور حذف والحاق کا شکار ہیں، حد تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اکابرین کی کتب کے حوالوں میں کتر و بیونت شروع کر دی ہے، جس کی جا بجا تصریحات آپ کو اس کتاب میں نظر آئیں گی ،اور اکثر مقامات پر تو ہم نے صرفِ نظر سے کام لیا ہے ۔اس حوالہ میں بھی دیوبندی موصوف نے اپنی دیرینہ روش کو قائم رکھا اور دو باتوں کا الحاق کیا اور دو کو حذف کر ڈالا۔

سب سے پہلے اہلِ بدعت سے قبل " یہ" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ تھانوی صاحب کا اشارہ اہل سنّت و جماعت بریلوی کی جانب ہے۔

نمبر(۲): مثلاً کے بعد" یہ کہ" کو حذف کر ڈالا ،حالانکہ اُس کا حذف کرنا نہ دیوبندی موصوف کو مفید تھا ،اور نہ اُن کے مخالفین کو مضر، بس دیوبندی موصوف نے اپنی روش کو برقرار رکھنے کے لئے خواہ مخواہ بے فائدہ کام سرانجام دیا۔

نمبر(۳):چار مقامات پر موصوف نے ڈاٹس یعنی نقطے لگائے جہاں پر عبارت متصل تھی لیکن جہاں پر دیوبندی موصوف نے جملہ کو حذف کیا وہاں پر اس قسم کا کوئی نشان نہیں دیا ،آپ کے سامنے حذف شدہ جملے کو ہم نقل کرتے ہیں"اور پہلے تو اکثر بدعتی بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھےاس لئے فسادِ عقائد سے گزر کر فسادِ اعمال، فسادِ اخلاق ان میں نہ ہوتا تھا"۔

اس جملہ کو اس لئے دیوبندی موصوف نے حذف کیا کیونکہ اُن پر یہ سوال عائد ہوتا ہے کہ یہ کون سے افراد تھے جن کی تعریف وتوصیف تھانوی صاحب کر رہے ہیں اور اُن کو اللہ اللہ کرنے والا قرار دے رہے ہیں، اُردو محاورہ میں اللہ اللہ کرنا نیک وصالح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،اب نہ تو فاسق وفاجر کے ساتھ کسی کا نام موجود ہےاور نہ ہی اللہ اللہ کرنے والوں کے ساتھ کسی کا نام موجود ہے، پھر دیوبندی موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام کہاں سے کشید کرلیا۔

نمبر(2) اصل حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی موصوف نے اس حوالے کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر منطبق کر کے دھوکہ دہی اور دجل وفریب سے کام لیا ہے کیونکہ تھانوی صاحب کا یہ ملفوظ ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ بعد نماز جمعہ کا ہے جبکہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہے، گویا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے تقریباً گیارہ سال بعد کا ہے۔

اس میں تھانوی صاحب اُس وقت اُس دور کے لوگوں کی حالت بیان کر رہے ہیں جیسا کہ اُن کے ان الفاظ سے ظاہر ہے،الفاظ ملاحظہ کریں:

"اوراب تو اکثر شریر بلکہ فاسق وفاجر ہیں"۔

اور لفظ" اب" حال پر دلالت کررہا ہے، پس ۱۳۵۱ھ کے لوگوں کا معاملہ تقریباً گیارہ سال پہلے وصال شدہ حضرات پر منطبق کیسے کیا جاسکتا ہے؟

دیو بندی دھرم میں ہےکوئی ان سے پوچھنے والا کہ آپ اس طرح کی دھاندلی کیوں کرتے ہیں؟۔

نمبر (3) دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جوحوالہ پیش کیااس میں وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تو نہ دکھا سکےاور نہ ہی دکھا سکتے ہیں، اور نہ کوئی ایسا ٹھوس شاہد موجود ہے جو کہ ان کےادعاء باطل پر دلالت کرتا ہو،مگرہم تھانوی صاحب کا ایسا ملفوظ پیش کرتے ہیں جس میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی موجود ہےاوران کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کےامکان کومسترد بھی نہیں کیا گیا،حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

"مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق (بزعم دیوبندیاں) سےعموماًاورحضرت والا سےخصوصاً شہرہ آفاق ہےان کےبھی بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اورشدومد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہےان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہواور وہ غلط فہمی (بزعم تھانوی) سے ہم لوگوں کونعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ ہی سمجھتے ہوں ۔کیا ٹھکانا ہےاس رواداری اورحسن ظن اور اہتمام حفظ حدود کا۔ بالخصوص ایک شخص کےانتقال کے بعد کیونکہ خاتمہ کی کس کوخبر ہے کہ کیسا ہوا ہو"۔[1]

پس دیوبندیوں کو چاہیے کہ تھانوی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے حفظِ حدود کا اہتمام رکھیں اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت جاری رکھیں اوراُنکو بُرا بھلا کہنے والوں کا شدومد سے رد کریں کیونکہ جوشخص سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کےخلاف زبانِ طعن دراز کرتا ہے وہ تھانوی صاحب کی نظر میں شریعت کی حدود کے حفظ کا اہتمام نہیں رکھتا تو اس لحاظ سےبھی دیوبندی موصوف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پراعتراض کر کےتھانوی

---

[1] اشرف السوانح،جلد 1ص188، جدیدایڈیشن،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان۔

صاحب کے نظریہ کے مطابق شریعت کے باغی قرار پائے۔

نمبر(4) پھر دیوبندی موصوف کا یہ دعوی کہ جن عقائد کے متعلق تھانوی صاحب نے اظہار خیال کیا وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، یہ بھی سفید جھوٹ ہے، اس لئے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم محیط حقیقی کے قائل نہیں، بلکہ آپ نے تو اسی مسئلہ پر اپنے تصنیفِ لطیف" خالص الاعتقاد" میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اوّل ہے، یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی۔ تو آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعًا یہی قسمیں مُراد ہیں، فقہاء کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر منبائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دُوسرے کے لیے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی، حاشا للہ علم عطائی خدا کے ساتھ ہونا درکنار خدا کے لیے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیے سے اسے علم حاصل ہو، پھر خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے، یا غیر محیط، حاشا للہ علم غیر محیط خدا کے لیے محال قطعی ہے"۔[1]

اور اپنی لاجواب تصنیف" الدولة المکیة بالمادة الغیبیة " میں فرماتے ہیں کہ:

"وقد اقمنا الدلائل القاهرة علی ان احاطة علم المخلوق بجمیع المعلومات الالهیة محال قطعًا عقلًا وسمعًا "۔

"(اور) ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہونا یقینًا عقل

---

[1] خالص الاعتقاد، ص 41۔ 42، غوثیہ بک ڈپو، مرید کے، فتاوی رضویہ جلد 18، ص 578، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، انڈیا، ورسائل علم غیب بتخریجی، ص 236۔

سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل"۔ [1]

نمبر (5) جیسا کہ آپ نے جان لیا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عقیدہ نہیں ہے جس کی نسبت دیوبندی موصوف کر رہے ہیں۔ آگے چل کر تھانوی صاحب کو خود بھی اس کا احساس ہوا کہ قائلینِ علم غیب کا عقیدہ علم محیط والا نہیں اور اس سلسلے میں اُن تک غیر مصدقہ اِطلاعات پہنچی ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی بات کو اس طرح بدلا ہے کہ:

"ہاں یک مسئلہ علم غیب ہمارے اور ان کے درمیان ایسا متنازعہ فیہ ہے کہ اس میں اثبات صفت باری تعالیٰ غیر کے لئے لازم آتی ہے مگر اس کی تاویل قادیانیوں کے اقوال کی تاویل سے زیادہ دشوار نہیں (تھانوی صاحب قادیانیوں کی سب باتوں کی تاویلیں کر لیتے اور اُن کو کافر نہ کہتے جبتک مرزا نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا اور مرزائی اس کے رسالت کے قائل نہیں ہوئے تھے جیسا کہ اس سے پہلے ملفوظ میں ہے)" اور اب تو سنا ہے کہ وہ علم غیب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ اس کی حد مانتے ہیں۔

الی ان یدخل اھل الجنۃ الجنۃ و اھل النار النار

اگر یہ صحیح ہے تو شرک ثابت نہیں ہوتا کیونکہ صفت خاص باری تعالیٰ علم محیط ہے اور علم محدود نہیں تو اب ہم میں اور ان میں خلاف ایک امر ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں یعنی یہ علم **الی ما یدخل اھل الجنۃ الجنۃ و اھل النار النار**۔ حضور کو دیا گیا یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہ ممکن ہے مگر وقوع اسکا شریعت سے کہیں ثابت نہیں اور وہ کہتے ہیں ثابت بھی ہے، ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوعہ کی جو وہ پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں اور ان کے مدعا

---

[1] الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، مع الفیوضات المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ ص 216۔217، ناشر المکتبۃ، اندرون کھٹاؤ مارکیٹ، نیو نہام روڈ کراچی مکمل اشاعت، بار اوّل، 1274ھ، بمطابق 1955ء۔

کو ثابت نہیں کرتیں تو زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کہ کافر کی۔ ١٤ ذیقعدہ ١٣٣٢ھ روز سہ شنبہ بعد عصر بر مصلی۔ [1]

نمبر (6) جس طرح دیوبندی موصوف نے ایک عمومی بات سے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام کشید کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح تو تھانوی صاحب کے ملفوظات سے ماسٹر امین اوکاڑوی بد عقل اور بدفہم بھی ثابت ہوتا ہے، دلیل ملاحظہ کریں

ماسٹر امین اوکاڑوی کا بد عقل اور بد فہم ہونا تھانوی صاحب کی گواہی

یہ تو پوری دُنیائے دیوبندیت جانتی ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب سکول کے ماسٹر تھے، اب آپ سنیں کہ تھانوی صاحب ماسٹر لوگوں کے لیے کیا فرماتے ہیں:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی انگریزی اسکول میں ماسٹر رہ چکا ہے، یہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے، میں نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ تمہاری تعلیم کہاں تک ہے اور کیا کیا پڑھا ہے اور اس وقت تک کیا مشغلہ رہا، سب لکھو، اس سے سب معلوم ہوجائے گا، اکثر ایسی بد عقلی اور بد فہمی کی باتیں ماسٹر لوگوں سے زیادہ سرزد ہوتی ہیں، ان کی عقل لڑ کے لے جاتے ہیں"۔ [2]

پس اب کیا فرماتے ہیں دیوبندی موصوف کہ وہ اپنے آنجہانی ماسٹر امین اوکاڑوی کو بدفہم اور بد عقل سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو پھر اس کی وجہ کیا ہے؟

حالانکہ تھانوی صاحب کے ملفوظ میں تو جلی حروف سے عنوان قائم ہے کہ "ماسٹر لوگوں کی عقل لڑ کے لے جاتے ہیں"۔

---

[1] ملفوظات، جلد 29، ص 226، مجلس پنجاہ ودوم، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملفوظات، جلد 7، ص 126۔127، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

پس لا محالہ دیوبندی موصوف کو اپنے اصولوں کے تحت یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب بدفہم اور بدعقل تھے (ایسے بدفہم اور بدعقل کو دیوبندی ترجمانِ دیوبندیت بنا کر مناظروں میں بطور مناظر پیش کیا کرتے تھے) اُمید واثق ہے کہ دیوبندی موصوف اپنے دوسری تصنیف میں اپنے حکیم الامت کی لاج رکھتے ہوئے امین اوکاڑوی کے بدفہم اور بدعقل ہونے کا اعلان فرمائیں گے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو اپنے دام میں خود صیاد آ گیا
شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

میں تو مالک ہی کہوں گا

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہیں کہ:

" حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(حدائق بخشش: ج ۱ ص۱، مدینہ پبلشنگ کراچی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر یہ فتوی دیا: اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے (اس کا تعلق پہلے شعر کے ساتھ ہے جو کسی نامعلوم شخص کا ہے، محمد ارشد عفی عنہ) دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا

ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی (ہو) خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اوّل کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہاں پر دجل و فریب و تلبیس کی انتہا کر دی ہے، ویسے تو عمومی طور پر اِن کی پوری کتاب ہی اِن کے سیاہ کارناموں کی عکاس ہے مگر اس مقام پر جو جھوٹ بولے گئے ہیں اُن کی مثال نہیں ملتی

نمبر (1) دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ" حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے" حالانکہ یہ بھی نرا جھوٹ ہے اور خُود دیوبندی موصوف بھی صرف ایک شعر کو نقل کر سکے اور دعوی تو اشعار کا کیا گیا۔ یہ چال اِس لئے چلی گئی کہ جس فتوے کا حوالہ دیو بندی موصوف دے رہے ہیں اُس میں دو اشعار موجود ہیں۔ دیو بندی موصوف نے ان دونوں شعروں کو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اس لئے منسوب کر دیا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ دونوں شعر اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، حالانکہ ان میں سے ایک شعر کسی نا معلوم شخص کا ہے اور دُوسرا شعر سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، دونوں میں کوئی ربط اور تعلق نہیں اور نہ ہی دونوں شعر ایک دُوسرے کے عقیدے کے ترجمان ہیں۔

نمبر (2) یہ بھی نرا جھوٹ ہے کہ یہ شعر تھانوی صاحب کے سامنے پیش ہوئے۔ جس فتوے کا حوالہ دیوبندی موصوف دے رہے ہیں وہ تو تھانوی صاحب کا ہے ہی نہیں۔ دیوبندی موصوف نے دجل و فریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فتوے کو تھانوی صاحب کا فتوی قرار دیا حالانکہ یہ ایک مستقل مضمون ہے، جس کا نام ہے ہے" توضیح احکام شرعیہ بہ

---

[1] دفاع، ص 57، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

نسبت بعض عقائد مبتدعین متعلقہ حضرت غوث الاعظم" اس کا مصنف محمد عبدالواحد نامی ایک شخص ہے"۔ [۱]

یعنی مضمون کے ساتھ مضمون نگار کا نام بھی موجود ہے، جس کا صاف اور صریح مطلب ہے کہ یہ تھانوی صاحب کا فتوی نہیں بلکہ محمد عبدالواحد نامی شخص کا فتوی ہے اور اِس فتوے کو مکمل پڑھا جائے تو بھی اِس میں تصریح موجود ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ:

" حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الوقت مولانا الحاج الحافظ الشاہ اشرف علی صاحب دام اللہ فیوضہم ۔۔۔ان سوالات کے متعلق احکام شرعی کا اظہار تو حضرت اقدس نے اپنے متعدد اور قدیم فتوؤں میں فرما دیا ہے ۔۔۔اس لئے حضرت اقدس کی اجازت سے سوالات متذکرہ کے بارے میں مفصل جواب حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔۔۔ [۲]

اگر یہ تھانوی صاحب کا فتوی ہوتا تو اس کے اندر حضرت اقدس کیوں لکھا ہوا ہوتا؟ کیا تھانوی صاحب اپنے آپ کو ایسے ہی القابات دیتے تھے؟۔گویا (اپنے منہ میاں مٹھو)۔لا محالہ ماننا پڑے گا کہ یہ تھانوی صاحب کا فتوی نہیں ہے۔

نمبر (3) یہ بھی نرا جھوٹ ہے کہ یہ اشعار تھانوی صاحب کے پاس پیش ہوئے حالانکہ سائل نے تو ان اشعار کے متعلق پوچھا ہی نہیں، سائل نے جن چیزوں کے متعلق پوچھا اُن میں یہ اشعار موجود نہیں ہیں کیونکہ سائل کے سوال کی نقل حرف بحرف فتوے میں موجود ہے مگر سوال میں اشعار کا نشان تک نہیں ملتا ،سوال کی نقل دیکھنے کے لئے ملاحظہ کریں ،امداد الفتاوی جلد ششم صفحہ 69۔70۔ یہ تو صاحبِ رسالہ نے کمال فنکاری سے اپنی طرف سے ذکر کردیئے اور چال یہ چلی کہ ان دونوں اشعار کو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] جس کو امداد الفتاوی کی جلد ششم ،صفحہ ٦٨ ،مطبوعہ، مکتبہ دارالعلوم کراچی، وجلد ششم ص 63 مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

[۲] امداد الفتاوی ،ص 64۔ 65۔ 66۔

کی منقبت میں نظم ہونا ذکر کیا (ص 76) حالانکہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شعر حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں نہیں بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان میں ہے، اس سلسلہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام کے مجموعہ "حدائق بخشش" کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ کلام : ان تمام معروضات کا ما حاصل یہ ہے کہ یہ تھانوی صاحب کا فتوی نہیں ہے، دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کو مفت میں بدنام کیا ہے اور اپنی جہالت کا بھانڈا بیچ چوراہے پر پھوڑا ہے، چونکہ اربابِ نظر اور اصحابِ نکتہ شناس کو پہلے سے ہی پتہ تھا کہ دیوبندی موصوف نرا جاہل ہے اور مطالعہ تو بالکل ہی نہیں، چند حوالہ جاتی کتابچے موصوف نے اسی سلسلے میں رکھے ہوئے ہیں اور انہیں پر موصوف کا گزارا ہوتا ہے، مزید چند مشٹنڈوں کی معاونت بھی حاصل ہے جو اس کی جہالت کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں۔

چرا کار کند عاقل کہ بعض آید پشیمانی

نوٹ : موصوف کی "امداد الفتاوی" کی نقل کردہ عبارت دونوں نسخوں سے بعینہ مطابقت نہیں رکھتی، ذوقِ تحقیق رکھنے والے خود ہی مطابقت کر کے اپنی تشفی کر لیں، ہم کتنی عبارات کی نشاندہی کریں گے یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، اور کتاب کی ضخامت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتا ہے:

" حیرت ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیس جلدوں میں ملفوظات بتیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نا معلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جاتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم مانتے ہیں"۔[1]

الجواب : آجکل کے چھچھوندر نما دیوبندی تو سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان پر بحث کریں مگر دیوبندی حکیم الامت کے بتیس جلدوں کے خطبات اور تیس جلدوں کے ملفوظات اور ہزار سے زائد تصنیفات میں ایک بھی فتوی سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر ان کے خلاف موجود نہیں۔ بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد دیو بندیوں نے جو حوالے پیش کیے جنہیں سرقہ کر کے موصوف نے بھی اپنی کتاب کا جزو بنایا، اس کی حقیقت تو آپ دیکھ چکے ہیں

عیاں را چہ بیاں

نوٹ : خطبات و ملفوظات کے علاوہ ہزار سے زائد کتب کا تو نرا دعوی ہی ہے، دُنیائے وجود میں اس کا کوئی نشان نہیں، ہاں البتہ محمد عبد الواحد جیسے لوگوں کا مسروقہ مال تھانوی صاحب کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہو تو وہ ایک علیحدہ بات ہے، باقی جو چند کتابیں تھانوی صاحب نے لکھی ہیں ان میں سے تو کچھ قادیانی اقتباسات کی مرہونِ منت ہیں، جس کی طرف اشارہ ہو چکا۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم، وسیع النظر اور ان کے فتووٴں میں محققانہ شان ہوتی ہے، ترجمان ندوہ کی گواہی

دیوبندی موصوف نے سیّد سلیمان ندوی کی جانب منسوب ایک حوالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے چند سطریں لکھی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"۱۹۱۳ء کے رسالہ میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرحوم کیسے لکھا گیا ہے، اور کسی

---

[1] دفاع، ص 58، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں ندوی مرحوم نے ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو"۔[1]

الجواب : اگر دیوبندی موصوف سیّدسلیمان ندوی کے خیالات سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ہم" ندوہ" کے ترجمان رسالہ" معارف" کا حوالہ پیش کرتے ہیں ۔ یہ رسالہ سیدسلیمان ندوی کی ادارت میں نکلا کرتا تھا،حوالہ ملاحظہ کریں:

" مولانا شاہ احمدرضاخاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اورفقیہ تھے، انہوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں، قرآن کاایک سلیس ترجمہ بھی انہوں نے کیا تھا۔ان علمی کاموں کے ساتھ ہزارہا فتووں کے جواب بھی انہوں نے دیے ہیں ،ان کے بعض فتوؤں میں محققانہ شان ہوتی ہےان کی دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں ،اب تیسری جلدسنی دارالاشاعت مبارک پور نے شائع کی ہے،اس جلد میں 842 مسائل ہیں ۔ابھی ان کےفتاوے کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں ۔ان فتاوی میں بعض نئے پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعتِ نظر سے دیا ہے۔

مولانا کے فتوؤں کوزیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے متشددانہ فتووں کوحذف کر دیا جائے ، یہ حالات کا بھی تقاضا ہےاورانصاف کا بھی ، جن مسائل کی بنیاد پر کبھی تکفیراور تفسیق کا بازارگرم تھا آج ان کی یادبھی لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں ہے ،ان کوخواہ مخواہ زندہ کرکے اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنا اسلام کی خدمت نہیں ہے،مثلاً صفحہ 276 کی یہ عبارت اور بعض دوسری عبارتوں کو پڑھ کر طبیعت میں حددرجہ تکدر پیدا ہوتا ہے " جوشخص وہابیہ اوراہل سنّت علماء کو یکساں سمجھتا ہے،اسی قدر بات اس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے، اس کے پیچھے نماز باطل ہے، جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے" اختلافی

[1] دفاع،ص 60، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

مسائل کے سلسلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو طرز عمل اختیار فرماتے تھے، کاش وہی یہ حضرات بھی اختیار کرتے تو بہت اختلافات خود بخود ختم ہو جاتے۔ بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات سے قطع نظر ان کے فتاوے اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے، ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ ندوہ والے بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے معترف تھے، انہیں یہ بھی اعتراف تھا کہ آپ وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے، اور نئے پیدا شدہ مسائل کے متعلق آپ نے بڑی وسعتِ نظر سے جواب دیئے۔

باقی جو دیوبندی موصوف نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ۱۹۱۳ء ندوہ رسالہ میں احمد رضا خان صاحب کو مرحوم لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ حالانکہ یہ کتابت کی غلطی بھی ہوسکتی ہے، دیوبندی موصوف نے اعتراض کرنے سے پہلے ایک لمحہ کے لئے یہ کیوں نہ سوچا کہ ۱۹۳۱ء بھی ہوسکتا ہے، کتابت کی غلطی کی وجہ سے ۱۹۱۳ء ہو گیا ہو، پھر دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ تھانوی صاحب کے لئے کلمہ ترحم موجود ہے تو اس کے متعلق انہیں خود بھی یہ اقرار ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے جب یہ حوالہ دیا تو ان کے حوالے میں تھانوی صاحب کے لئے علیہ الرحمہ کے لفظ موجود نہیں اس سے بھی یہی واضح ہو رہا ہے کہ معارف رضا کے شمارے میں یہ کتابت کی غلطی ہے۔

باقی رہا یہ کہ ندوی صاحب نے کہیں بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کا حوالہ نہیں دیا تو یہ اُن کا مسلکی تعصب تھا کیونکہ ندوی صاحب دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی کے کفش بردار اور دریوزہ گر تھے، پس ایسی صورت میں وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کا حوالہ نہ بھی دیں تو اُس سے کیا فرق پڑتا ہے، اگر کوئی شخص آفتاب نیمروز کی تابنا کی کا انکار کرے تو کیا آفتابِ عالم تاب کی روشنی میں کوئی فرق آئے گا۔

---

[1] معارف نمبر 2 جلد 89، ص 157۔ 158، رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ، مطابق فروری ۱۹۶۲ء۔

دیوبندی موصوف نے اس کے بعد بھی" سفید وسیاہ" کے چند حوالوں کی نشاندہی کر کے کوئی بہت بڑا تیر نہیں مارا، اور نہ ہی تحقیق کے کسی نئے باب کا آغاز کیا ہے، بلکہ یہ پرانی کہانی ہے جس کے متعلق سب سے پہلے خود علمائے اہل سنت نے نشاندہی فرمائی کہ جن ذرائع سے یہ حوالے مذکورہ مؤلفین تک پہنچے ان کی تصدیق نہ ہوسکی۔

اس کے بعد علماء اہل سنّت و جماعت بریلوی نے بیانگ دھل اس بات کا اعلان کیا کہ ان حوالوں کی تصدیق نہیں ہوسکی۔

یہ تو ہمارا سینہ وجگر ہے کہ جس چیز کی تصدیق نہ ہو پائی اُس کا کھلے بندوں اعتراف کیا عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کیا مگر دیوبندیوں میں یہ جرأت و ہمت بالکل بھی نہیں، مسئلہ امکانِ کذب کی نحوست اِن پر ایسی پڑی ہوئی ہے کہ جھوٹ بولنے میں بالکل شرم وحیاء محسوس نہیں کرتے اور کمال ڈھٹائی کے ساتھ اس طرح جھوٹ گھڑتے ہیں کہ کذّابانِ جہاں بھی اِن کے سامنے شرمندہ وسرنگوں ہوجائیں۔

ایسی ہی کارروائی مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام نے" الشہاب الثاقب" کتاب میں کی، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

دیوبندی موصوف کو تو قطعًا یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ ان حوالوں کے متعلق اعتراض کریں کیونکہ آنجناب خُود اس جرم کے مرتکب ہیں، اور ان کی ہر کتاب میں جھوٹا حوالہ تقریباً موجود ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے

(۱) حوالہ بمطابق اصل نہیں ہوگا، الفاظ کی کمی بیشی ضرور ہوگی۔

(۲) حوالہ سیاق وسباق سے ہٹا ہوا ہوگا۔

جن کی مثالیں پچھلے اوراق میں کافی ذکر ہوچکیں اور اگلے اوراق میں بھی قارئین کثرت سے ملاحظہ فرمائیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

(۳) حوالہ سرے سے موجود ہی نہیں ہوگا۔

جس کی ایک مثال ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں ۔موصوف نے" تہذیب الکمال" امام ابو الحجاج المزی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ جلد صفحہ کے ساتھ اپنے ایک مضمون میں نقل کیا تھا، جس میں موصوف نے" ابن مزی" کو صاحبِ کتاب ذکر کیا۔جس کے متعلق راقم الحروف نے اپنے رسالہ" المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما" کے صفحہ 42۔43 پر تعاقب کیا۔جس کے نتیجہ میں موصوف نے اپنے رسالہ" ازالۃ الوسواس" میں جب دوبارہ وہی مضمون ضخامت کو بڑھانے کے لئے شامل کیا تو اصلاح کرتے ہوئے لفظ" ابن" کو ہٹا کر صرف" مزی" رہنے دیا،مگر راقم الحروف کی نشاندہی کہ یہ" تہذیب الکمال" میں نہیں بلکہ بعض لوگوں سے غلطی ہوئی کہ ان میں سے پہلے نے اس کو صرف" تہذیب" کی طرف منسوب کر کے نقل کیا جبکہ اس کے بعد والوں نے" تہذیب الکمال" بنا دیا،مگر اصل بات تہذیب یا تہذیب الکمال میں موجود نہیں ہے،جس پر شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے موصوف نے لکھا کہ:

" لو جی محدث عصر نے خود اس بات کا اقرار کیا کہ علامہ عبدالحیؒ نے لکھا کہ بعض حضرات نے تہذیب الکمال والے کے حوالے سے لکھا"۔

راقم نے تو اس بناوٹی کہانی سے پردہ اُٹھایا تھا کہ یہ کہاں سے اور کیسے" تہذیب الکمال" کی طرف منسوب ہوا،جس پر موصوف نے بجائے اپنی اصلاح کرنے کے اُلٹا عوام کو دھوکہ وفریب میں رکھتے ہوئے سہ بارہ وہی حوالہ اپنی اسی دفاع کے صفحہ 675 پر جُوں کا تُوں "ابن مزی" کی غلطی کے ساتھ ہی نقل کردیا۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب" دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس" میں پُوری ذُریتِ دیوبند کو چیلنج کیا تھا کہ پُورے ذخیرہ اسماءالرجال سے اس صراحت کے ساتھ ایک حوالہ پیش کردو،مگر نہ ہوسکا، نہ قیامت تک ہوسکے گا،ان شاءاللہ العزیز۔

مزید موصوف کی اپنی علمیت اور وُسعتِ مطالعہ کا اندازہ اِس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

موصوف ایک حوالہ کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" یہ رسالہ النور کس کا ہے؟اس کی کیا حیثیت ہے؟ "(دفاع ،ص 64) حالانکہ موصوف نے چند اوراق قبل جس" امداد الفتاوی" کا حوالہ نقل کیا ہے اس میں اسی" النور" رسالہ سے تھانوی صاحب کے کئی فتاوے لے کر نقل کیے گئے ہیں، اور تھانوی صاحب خُود اپنی" اشرف السوانح " میں" کشف حقیقت اشرف السوانح" کے تحت اسی" النور" رسالہ کا ذکر کررہے ہیں،مگر موصوف ہیں کہ اس رسالہ کے بارے میں بھی لاعلم ۔کیا محقق ومناظر ایسے ہی ہوتے ہیں؟ ۔

بہرکیف موصوف کی بےشرمی دیکھیں کہ جس عمل کا خُود ارتکاب کیا اورعلم ہونے کے باوجود اُس کی اصلاح کرنے کی بجائے اُلٹا اس جھوٹ کوعوام الناس کی دھوکہ دھی کے لئے نشر کرتے پھرتے ہیں۔

پس جب خُود موصوف اس حرکت کے مُرتکب ہیں تو پھر وہ کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں!! پہلے اپنے معاملات کی صفائی پیش کریں اس کے بعد زُبان طعن دراز کریں ،کسی نے سچ کہا ہے کہ

ایں آں گناہ است کہ در شہر شما نیز می شود

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کے جھُوٹے حوالے

جھوٹے حوالے دینے میں صرف دیوبندی موصوف ہی ذریتِ دیوبند میں فردِواحد نہیں ہیں بلکہ اصاغروا کابر دیوبند اس کام کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، چنانچہ ہم یہاں پر دیوبندی مذہب کے ایک بہت بڑے کاریگر کی کاری گری بتاتے ہیں جو مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور مذہب دیوبند کے شیخ الاسلام ہیں،ان حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے اپنی رُسوائے زمانہ کتاب" الشہاب الثاقب" میں جھوٹے اورمن گھڑت حوالے دیئے ہیں اوران حوالوں کو جن کتابوں کی جانب منسوب کیا ہے حق وصداقت کی دُنیا میں اُن کا کوئی وجود نہیں ہے ۔ سب سے بڑا ظلم تو یہ کہ" الشہاب الثاقب" نامی کتاب دیوبندی شیخ الحدیث کی پہلی تصنیف

ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب نے تصنیف و تالیف کے باب کا آغاز جھوٹ فریب اور خُود تراشیدہ بلکہ وضعی حوالوں سے کیا، حوالے ملاحظہ کریں۔

حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں:

حوالہ نمبر(۱) " جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم" خزینۃ الاولیاء" مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں۔۔۔الخ "۔[۱]

حوالہ نمبر(۲)" علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے دادا یعنی مولوی رضا علی خان صاحب" ہدایۃ الاسلام" مطبوعہ صبح صادق، سیتا پور، صفحہ 30 میں فرماتے ہیں۔الخ"۔[۲]

تبصرہ : یہ دونوں حوالے فرضی اور جھوٹے ہیں بلکہ دیوبندیوں کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہیں۔ حضرت سید حمزہ میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب کا نام" خزینۃ الاولیاء" نہیں اور نہ ہی آپ نے کوئی اس نام سے کتاب تصنیف کی ہے۔ جب کتاب تصنیف ہی نہیں کی گئی تو کانپور میں طبع ہونے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ اور پھر صفحہ نمبر پندرہ (15) لگا دینا بھی جھوٹ اور بد دیانتی کی بدترین مثال ہے۔

اسی طرح" ھدایۃ الاسلام" نام کی کوئی کتاب حضرت قبلہ مفتی رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ ہی صبح صادِق سیتا پُور میں طبع ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے لہٰذا نہ ہی اس کے صفحہ تیس (30) کا کوئی وجود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ من گھڑت اور جھوٹے حوالے خُود بنائے گئے اور فرضی کتابوں کی جانب منسوب کردیئے گئے۔

اعتراض : دیوبندی موصوف اپنے شیخ الحدیث حسین احمد ٹانڈوی کی صفائی میں لکھتے ہیں کہ :" حضرت مدنی نے وہ حوالہ جات مولانا محمد نقی خان صاحب کی کتاب" سیف النقی"

---

[۱] الشہاب الثاقب، ص 99، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔

[۲] الشہاب الثاقب، ص 99، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔

سے نقل کیے تھے اور مؤرخ بریلویت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:
"علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے"۔(مقالات رضویہ: ص ۱۸۰ الممتاز پبلی کیشنز لاہور) تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے صرف اتنا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے ذمہ دار نہیں ۔سیف النقی راقم کے پاس موجود ہے۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف نے یہاں خُوب اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا ہے اور بڑی معصومیت سے فرماتے ہیں کہ ٹانڈوی صاحب تو ناقل ہیں اور وہ اس بات کے ذمّہ دار نہیں ہیں کہ حوالے درست ہیں یا غلط۔

یہ ایک عجیب کہانی ہے کہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ پر بحث چل رہی ہے، حرمین شریفین سے دیابنہ اربعہ کی تکفیر کے فتوے آ چکے ہیں اور ٹانڈوی صاحب اپنے بزرگوں کی صفائی و برأت ثابت کرنے کے لیے میدان تصنیف وتالیف میں اُتر چکے ہیں اور انہی فرضی حوالوں کو لکھ کر اپنے بزرگوں کی وہ برأت ثابت کر رہے ہیں، اب آپ ہی بتائیں کہ جن حوالوں سے انہوں نے استدلال کیا اور جن کی بنیاد پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ کاذب تک لکھا اور تقریباً ۲۰۶ گالیاں دیں، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ وہ ان حوالوں کے ذمّہ دار نہیں، اور جو قاعدہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے یہ اُن حوالوں کے متعلق ہے جو مسلم بین الفریقین ہوں، اُن حوالوں کے متعلق نہیں کہ آپ اپنے ہی مذہب کی جھوٹی کتابوں کے حوالے دیں اور پھر جھوٹا ثابت ہونے پر صاف مکر جائیں کہ ہم اس کے ذمّہ دار نہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ علاوہ ازیں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ

[1] دفاع،ص 66،مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" [1]

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والا بھی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتا اور اُسے جھوٹا قرار دیا گیا ہے، حالانکہ وہ خُود اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کر رہا، بلکہ بِلاتحقیق دُوسروں کی باتیں نقل کر رہا ہے۔

ایک دُوسری روایت میں توصریحاً

"كَفَى بِهِ إِثْمًا أَنْ يحدث بِكُل مَا سمع" [2]

کے الفاظ موجود ہیں، جس میں بِلاتحقیق باتیں نقل کرنے والے کو گناہ گار ٹھہرایا گیا ہے۔

قارئین کرام! ٹانڈوی صاحب مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث تھے اور دیوبندیوں کے نزدیک منصبِ شیخ الاسلام پر فائز تھے، ان کو مدرسہ دیوبند کی صدارت حاصل تھی، کوئی دودھ پیتے بچے نہ تھے کہ اُن کے منہ میں دودھ والے فیڈر کی نپل تھی کہ یہ احادیث ان کے آنکھوں سے اُوجھل ہوگئیں، اور اتنے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے بھی نہ تھے کہ یہ نہ سمجھ پائیں کہ یہ فرضی اور جھوٹے حوالے ہیں۔ حقیقت میں ٹانڈوی صاحب اُس" سیف النقی" کے مصنف کے ساتھ اس جرم میں برابر کے شریک ہیں اور کسی بھی طرح اُن کا جرم کم نہیں ہوتا۔ ٹانڈوی صاحب کی ان کارستانیوں کا خود اکابرین دیوبند کو بھی اندازہ تھا اور وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ان معاملات پر لوگ کہیں ٹانڈوی صاحب کی مخالفت پر کمر بستہ نہ ہو

---

[1] صحیح مسلم ، المقدمة ،بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ، مصنف ابن أبی شيبة 5\237(25617)، مسندالبزار 15\20(8201)

[2] المسند المستخرج على صحيح مسلم لأبي نعيم 1\46(30)، و 1\95(67)بلفظ :"كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ"۔

جائیں،فوراانہوں نے ایسی صورتِ حال کو بھانپتے ہوئےحکم لگادیا کہ

"مولاناحسین احمد کی مخالفت کرنے والوں کےسوئے خاتمہ کااندیشہ ہے"۔[١]

اس طرح کےتہدیبی احکامات حسین احمد کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جاری کیے گئے تھے تاکہ کوئی بھی شخص ان کے خلاف آواز نہ اُٹھا سکے۔دیوبندی موصوف کے لیےبھی اب دوطرح کی مصیبتیں ہیں۔اگروہ ان حوالوں کوجعلی اورفرضی قرار دیتے ہیں تو ان کا خاتمہ بالخیرنہیں ہوتا،اگروہ ٹانڈوی کی حمایت کرتے ہیں تو مناظرانہ دُنیا میں ان کی حیثیت دو ٹکے کی بھی نہیں رہ جاتی،اس لیے کہ دیوبندی مذہب کے میڈاِن پاکستان میاں جی شیخ الاسلام اپنی کتاب"نقوشِ رفتگاں" میں دیوبندی مناظرمنظورنعمانی کےحوالے سے تحریرکرتے ہیں کہ:

"اوراسی زمانے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب"الشہاب الثاقب" لکھی تواس کے اعتماد پردو(2)حوالے دیدیئے۔اس غلطی نے"الشہاب الثاقب" کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا"۔[٢]

جب کہ دیوبندی موصوف ان حوالوں کوجھوٹا اورفرضی ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:"دُوسری بات ان کتابوں وحوالہ جات کوجھوٹا کہنا بھی مولانااحمدرضاخان اوران کےمتبعین کا بدترین دجل وسیاہ ترین جھوٹ ہے"۔[٣]

اب ایک طرف تو دیوبندیوں کے دیسی شیخ الاسلام ان حوالوں کوغلط تسلیم کررہے ہیں جبکہ دوسری جانب اُن کے پردیسی شیخ الاسلام ان حوالوں کےزورپراپنے بزرگوں کی صفائیاں ثابت کررہے ہیں۔اب دیوبندی موصوف کے لیےدوطرح کی مصیبت اس طرح ہے کہ

---

[١] شیخ الاسلام نمبر،ص60۔

[٢] نقوشِ رفتگان،ص400،وصفحہ 505،مکتبہ معارف القرآن کراچی،طبع جدید 2014ء۔

[٣] دفاع،ص66،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

پردیسی شیخ الاسلام کی مخالفت کے باعث اُن کا خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اور اگر دیسی شیخ الاسلام کی مخالفت کرتے ہیں تو کم از کم اگر ان کا خاتمہ خراب نہ ہوا تو دُنیا میں منہ ضرور کالا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی موصوف خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہیں، نہ ان کی دُنیا اچھی، اور اگر اسی طرح موت آ گئی تو، نہ آخرت اچھی۔

کتاب "هداية البريه" کے متعلق وضاحت

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اس لیے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے :" فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ" ۔(ابحاث اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج۲ ص ۴۹۳ ، حامد اینڈ کمپنی لاہور) اسی طرح صفحہ ۴۹۲ پر" مطبع صبح صادق، سیتا پُور" کو تراشیدہ اور فرضی کہا ہے حالانکہ وہی" ہدایۃ البریہ" جس کے حوالے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے، اور جس کو خان صاحب فاضل بریلوی فرضی کہہ رہے ہیں راقم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

"اصلاح عقائد واعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خان صاحب ۔۔۔والد ماجد امام احمد رضا ۔۔۔ادارہ معارف نعمانیہ لاہور" ۔ کتاب پر" حرف اوّل" محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے ۔تقدیم لکھنے والے عبدالسلام رضوی مہوا کھیڑوی خادم تدریس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف ہے۔جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اوران کے ماننے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تقدیم لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"ہدیۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتا پور میں

طبع ہوئیں"۔(فضائل دعا:ص ۳۸]مکتبۃ المدینہ کراچی)۔[1]

الجواب : اس جگہ بھی دیوبندی موصوف نے تلبیس اور دجل وفریب سے کام لیا ہے، بلکہ وہ اس تلبیس میں اپنے" پردیسی شیخ الاسلام" سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں ۔سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ تو" ہدایۃ البریۃ" کے متعلق لکھا مگر جھوٹ یہ بولا کہ:" مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے متعلق لکھا ہے" (دفاع ، 66) اب کوئی اس دیوبندی پاگل سے یہ پُوچھے کہ حوالہ تم ایک کتاب کے متعلق دے رہے ہو اور اس ایک کتاب کے متعلق حوالے کو باقی تمام فرضی کتابوں پر منطبق کر رہے ہو، کیا یہ دھاندلی نہیں ؟اور کیا دن دھاڑے سفید جھوٹ کی بدترین مثال نہیں ؟۔

قارئین کرام ! دیوبندی موصوف کے اس حوالے جس میں" ھدایۃ البریۃ" کا ذکر ہے اس سے" الشہاب الثاقب" میں بیان کردہ دو کتابوں یعنی" ھدایۃ الاسلام" اور" خزینۃ الاولیاء" کے جھوٹے حوالوں کی صفائی ہرگز ثابت نہیں ہوتی، جس کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں ، اور جس کا اعتراف دیوبندیوں کے" دیسی شیخ الاسلام" کی کتاب سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔

باقی رہا دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے" ابحاث اخیرہ" میں ھدایۃ البریۃ" کے متعلق لکھا ہے کہ" فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ" ۔جبکہ فضائل دُعا میں" ہدایۃ البریۃ" کو امام المتکلمین حضرت مفتی محمد نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف تسلیم کیا گیا ہے ۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ" ہدایۃ البریۃ" کتاب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دَور مبارک میں" مطبع صبحِ صادق، سیتا پُور سے شائع ہوئی تھی اور اُس زمانے میں کہیں بھی کسی اور مطبع سے وہ کتاب شائع نہیں ہوئی تھی ، دیوبندیوں نے دیابنہ اربعہ کی صفائی ثابت کرنے کے لیے ایک فرضی مطبع لاہور کا افسانہ گھڑا اور وہاں سے ہی" ہدایۃ

[1] دفاع،صفحہ 66۔67،مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

البریۃ" کے شائع ہونے کی کہانی بنائی۔ جب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں "ھدایۃ البریۃ" صبح صادق، سیتاپُور کے علاوہ کہیں سے شائع نہ ہوئی تو اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ تھا کہ دیوبندیوں نے "ھدایۃ البریۃ" کتاب گھڑی اور لاہور سے شائع ہونا فرض کرلیا، اسی کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں پر اعتراض کرتے ہوئے بیان فرمایا:

" جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ 20 پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی" ہدایۃ البریۃ" سے ایک فتوی گھڑا اُس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ کی مُہر بھی دل سے تراش لی جس میں 1301ھ لکھے حالانکہ حضرت والا کا وصال شریف 1297ھ میں ہو چکا"۔ [1]

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس خیالی" ھدایۃ البریۃ" کے متعلق کلام فرمایا جس میں امام المتکلمین کے مہر 1301ھ کو گھڑا گیا اور جیسا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمایا کہ اُن کے والد ماجد 1297ھ میں وصال فرما گئے، پس ان کے وصال کے بعد 1301ھ کی مہر بنانا اور اُسے فتوی پر ثبت کرنا خیالی دُنیا میں تو ہوسکتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی بات کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرضی مطبع لاہور کی خیالی" ہدایۃ البریۃ" سے تعبیر فرمایا، کیونکہ یہ کلام الامام ہے، اس کو سمجھنا ہرایرے غیرے نتھو خیرے کا کام نہیں، کلامِ امام کو سمجھنے کے لیے عقلِ سلیم، فہمِ کامل اور کمالِ علم کا ہونا ضروری ہے، مگر دیوبندی موصوف ان باتوں سے خالی وعاری ہیں، نہ علم ہے اور نہ ہی فہم اور عقل نام کی تو کوئی چیز ان کے قریب سے بھی نہیں گزری۔

اگر ان کو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سمجھ نہیں آرہا تھا تو وہ اپنے مسلک و مذہب کے پاکستانی شیخ الاسلام کی کتاب کو ہی پڑھ لیتے، جس میں پُورا اقتباس موجود ہے کہ یہ

[1] ابحاث اخیرہ ص 91، وفتاوی رضویہ جلد 15 ص 91، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

کتابیں گھڑی ہوئی ہیں، حوالہ ملاحظہ کریں:

"الشہاب الثاقب" اپنے مواد کے لحاظ سے بڑی قیمتی کتاب تھی "رجوم المدنین" کے ابتدائی واقعاتی حصہ کے علاوہ آگے جوابی حصہ میں ہمارے بزرگوں کے جو واقعات اور قصائد وغیرہ نقل کئے ہیں وہ مقصد کے لئے مفید ہیں، لیکن اس کی زُبان اور حضرت مولانا کی غیر معمولی مزاجی شدت کی وجہ سے اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوسکا۔ اس کے علاوہ اس میں ایک خاص کمزوری یہ ہے کہ اس میں "سیف النقی" کے اعتماد پر 2 حوالے غلط دیئے گئے ہیں، یہ سیف النقی" حسام الحرمین" کے جواب میں اسی زمانے میں شائع ہوئی تھی اس میں مولوی احمد رضا خان کے باپ، دادا، پیر، دادا پیر حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کتابیں گڑھ گڑھ کے ان کے صفحات اور مطابع کے ساتھ حوالے دیئے گئے تھے، (اور یہ سب حوالے بالکل بے اصل تھے) یہ کتاب کسی نے لکھ کر دیوبند بھیجی تھی، اور اسی زمانہ میں (غالباً حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کی طرف سے) چھپ کر شائع ہوئی تھی، بعد جب مولوی احمد رضا خان نے گرفت کی اور حوالوں کو چیلنج کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دشمن کی حرکت تھی، اس کا مصنف (محمد نقی اجمیری) نا معلوم تھا۔ جب وہ چھپی تو ہمارے حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی"۔ [1]

دیوبندی اکابرین تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتابیں گھڑی ہوئی ہیں جبکہ دیوبندی موصوف ان گھڑی ہوئی کتابوں میں سے ایک کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہ کتاب ان کے پاس موجود ہے"۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خالصتاً عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں، کیونکہ جو کتاب ان کے پاس موجود ہے اس کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہی نہیں ہے، اور جسے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خیالی قرار دے رہے ہیں اُس کے متعلق دیوبندی

[1] نقوشِ رفتگان، صفحہ 504۔ 505، طبع جدید۔

موصوف کے اکابرین بھی سرِ تسلیم کئے ہیں کہ یہ من گھڑت کتابیں ہیں۔

باقی موصوف نے جو اپنے میاں مٹھو بنتے ہوئے اپنے پاس ادارہ معارفِ نعمانیہ کی مطبوع "ہدایۃ البریۃ" کے ہونے کا ذکر کیا ہے، ہم اس پر مزید گفتگو کی موصوف کو ہی دعوت دیتے ہیں، وہ اس کتاب میں ہمیں 1301ھ کی مہر دکھادیں۔

باقی لاہور سے ادارہ معارفِ نعمانیہ نے جو "ہدایۃ البریۃ" چند سال قبل شائع کی ہے وہ وہی مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہونے والی ہے جس پر نہ تو 1301ھ کی مہر ہے اور نہ ہی وہ مسئلہ علم غیب اور نہ ہی مسئلہ تبدیلیٔ گورستان بحمایت گنگوہی صاحب ہے۔

پس اب اگر "ہدایۃ البریۃ" اہلِ سنّت و جماعت کے ہزاروں ادارے بھی شائع کرتے رہیں تو اس سے سیّدی اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ الفاظ میں کوئی فرق نہیں آتا، نیز یہ بھی کہ اہلِ سنّت کے اداروں سے موجودہ دَور میں شائع شدہ "ھدایۃ البریۃ" سے اس خُود تراشیدہ "ہدایۃ البریۃ" کا وجود کیسے ثابت ہوسکتا ہے، جس میں 1301ھ کی مہر اور حمایتِ گنگوہی کا مسئلہ بیان کیا گیا تھا۔

ببیں راہ تفاوت است از کجا تا بکجا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اب وہ تمام گالیاں جو اجمل سنبھلی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیں جن کا ذکر ماقبل میں گزر چکا ہے ایک چادر پر لکھ کر مولانا احمد رضا خان صاحب کی قبر پر چڑھا دیا جائے اس سے زائد ہم کچھ نہیں کہتے"۔[1]

الجواب: مذکورہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکابر واصاغر دیوبندی مل جل کر بھی "الشہاب الثاقب" کے جھوٹے اور خُود تراشیدہ حوالوں کو سچا ثابت نہ کر پائے، اگرچہ انہوں نے اس

[1] دفاع، صفحہ 67۔68، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

سلسلہ میں ایڑی چوٹی کا زور تک لگا دیا، لہٰذا ہم بھی جواب آں غزل کے طور پر دیوبندی موصوف کو یہ کہتے ہیں کہ ٹانڈوی کی وہ 640 گالیاں جو اس نے اپنی کتاب میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دی ہیں اُن گالیوں کو گاندھی کی دھوتی میں لپیٹ کر مدرسہ دیوبند بھجوا دیں، دیوبندی مولویوں میں اگر ایک ایک گالی بھی مہتمم نے تقسیم کی تو مہتمم سمیت 640 دیوبندی ٹانڈوی صاحب کی گالیوں سے سرفراز ہوجائیں گے۔

اب پتہ نہیں کہ یہ مجدد الضآلین والی گالی کس کے حصہ میں آتی ہے، صرف زندہ مولویوں میں ان کو بانٹتے ہیں یا آنجہانی نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی اور تھانوی کو بھی تحفہ دیں گے۔

دیوبندی بریلوی اختلاف، اُصولی اعتقادی یا فروعی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" مسلمانوں کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے"، مزید لکھتے ہیں کہ:

"علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل، نور و بشر وغیرھا پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفریہ وشرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح فروعی اختلاف نہیں کہا جاسکتا"۔ [1]

الجواب : جی ہاں ! ہم مسلمانوں کا دیوبندیوں کے ساتھ اُصُولی اختلاف ہے لیکن ان مسائل پر نہیں جو دیوبندی موصوف نے لکھے ہیں بلکہ اِن مسائل کی اُن گستاخانہ تشریحات پر ہے جو دیوبندی اکابرین نے کی ہیں، جن کی وجہ سے نہ شانِ الوہیت باقی رہتی ہے اور نہ ہی عظمتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ جن کی وجہ سے آدمی ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے، جیسا کہ علم غیب کی یہ تشریح ہے کہ:

"اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے

---

[1] دفاع، صفحہ 68، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

لئے بھی حاصل ہے"۔[1]

بقیہ تفاصیل آگے اپنے اپنے مقامات پر آتی رہیں گی۔

رشید گنگوھی کا فتوی اور اُس کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اُن کے اکابرین نے کفر کا فتوی لگایا ہے، العیاذ باللہ، اس سلسلہ میں ایک فتوی رشید گنگوہی کا نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں

" سوال: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلا د میں حاضر رہنا و حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کیسی ہے؟۔

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے، فقط۔ واللہ تعالی اعلم"۔ (فتاوی رشیدیہ: ص۴۷)۔

اس جگہ حضرت گنگوہی نے واضح فتوی دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا۔"[2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اس جگہ بھی مغالطہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، جس کی

---

[1] حفظ الایمان، ص 7، مطبوعہ کریمی پرنٹنگ پریس لاہور۔

[2] دفاع، صفحہ 68، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

حقیقت ہم قارئین کے سامنے واضح کرتے ہیں۔گنگوہی صاحب سے سوال علمِ غیب کے متعلق پُوچھا گیا اور سائل نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی بھی ذکر کیا مگر گنگوہی صاحب نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی حکم نہیں لگایا، اور حکم لگانا تو دُور کی بات سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں ذکر تک نہیں کیا۔سائل نے تو خُوب کوشش کی کہ کسی طرح گنگوہی صاحب تکفیر کا فتوی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صادر فرمادیں مگر گنگوہی صاحب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق قلم کو جنبش تک نہ دے سکے، گویا کہ انہیں سانپ سونگھ گیا ہو، زُبان اور منہ تو خشک ہو ہی گیا مگر ساتھ ہی قلم کی سیاہی بھی خشکی میں تبدیل ہوگئی کیونکہ گنگوہی صاحب خُوب جانتے تھے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد مسئلہ علم غیب اور دیگر مسائل میں ایسے نہیں ہیں کہ اُن پر تکفیر یا پھر تضلیل کا فتوی لگایا جائے اور نہ ہی مسئلہ علم غیب (جیسا کہ اہلِ سنّت و جماعت بریلوی اس کے متعلق نظریہ رکھتے ہیں) ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جا سکے۔چنانچہ گنگوہی صاحب نے یہ چال چلی کہ علم غیب کے متعلق ایسے شخص کی تکفیر کا فتوی دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ عزوجل کے برابر علم مانتا ہے، ہم بھی ایسے شخص کی تکفیر کے قائل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو اللہ عزوجل کے علم پاک کے برابر تسلیم کرتا ہو۔

پس نہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور نہ ہی ہمارے اکابرین کا بالخصوص نہ ہی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ثابت ہے، لہذا اس فتوے کو ہمارے اوپر منطبق کرنا کسی صورت بھی صحیح نہیں ہے۔ ہاں! البتہ یہ دیوبندی موصوف کی چال بازی کا منہ بولتا ثبوت ضرور ہے۔ اسی چال بازی کا یہ نمونہ بھی ملاحظہ کریں کہ وہ دن دھاڑے کس طرح جھوٹ بول رہے ہیں کہ "استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی نے کسی قسم

کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا"۔ [1]

دیوبندی جی! اگر آپ کی آنکھوں میں کالا پانی نہیں اُترا اور آپ کی نظر سلامت ہے یا آنکھوں میں اپنے ہمنواؤں کی طرح بھینگا پن نہیں آیا تو آپ اس حوالے کو دن کے اُجالے میں ایک مرتبہ ضرور پڑھیں اور ساتھ ہی کوئی عمدہ قسم کی عینک بھی لگا لیں، البتہ دل ودماغ پر سوار دیوبندیت کا خمار ضرور اُتار لیں کہ اس گنگوہی صاحب نے اپنے جواب میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کہاں فتوی دیا ہے، وہ تو مساوی علم کی قید لگا کر بات کو گول کر گئے، اور اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی علم کا عقیدہ رکھنے والے پر فتوی لگا دیا۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ورسائل مسئلہ علمِ غیب پر موجود ہیں، جس کا جی چاہے وہ ملاحظہ کرسکتا ہے کہ علمِ غیب کے بارے میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ قطعاً اللہ عزّوجل کے مساوی علم والا عقیدہ نہیں ہے۔

راقم الحروف نے بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائلِ علمِ غیب پر تخریج کا کام سر انجام دیا ہے، اس سلسلہ میں ان رسائل کا مطالعہ مفید ونافع ثابت ہوگا، ان شاء اللہ العزیز اگر پھر بھی کسی دیوبندی کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تو ہم اسے چیلنج کرتے ہیں کہ وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی ایک ایسی عبارت پیش کرے جس میں آپ نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اللہ عزوجل کے علم کے برابر ومساوی قرار دیا ہو، ورنہ ہم سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کے متعلق نقل کرتے ہیں، مگر پہلے وہ باتیں جو اشقیاء کا افتراء ہیں اُن کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

(1) کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ ذاتی، بے عطائے الٰہی مانتا ہے۔

---

[1] دفاع، صفحہ 68، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

(2) کبھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علمِ الٰہی سے مساوی جانتا ہے، صرف قدم وحدوث کا فرق کرتا ہے۔

(3) کبھی یہ کہ باستثناء ذات وصفاتِ الٰہی باقی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محیط بتاتا ہے۔

(4) کبھی یہ کہ اُمورِ غیر متناہیہ بالفعل کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بتفصیل تمام حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ اللہ واحد قہار یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء کا افتراء ہے، سچے ہیں تو بتائیں کہ اِن میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوے اور کس تحریر میں ہے؟۔[1]

مزید سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی تصنیف لطیف میں لکھتے ہیں:

"بِلا شبہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی درکنار۔ تمام اوّلین وآخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بُوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بُوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے، بخلاف علومِ الٰہیہ کہ غیر متناہی درغیر متناہی درغیر متناہی ہیں۔

اور مخلوق کے علوم اگر چہ عرش وفرش، شرق وغرب و جملہ کائنات از روزِ اوّل تا روزِ آخر محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں، شرق وغرب دو حدّیں ہیں، روزِ اوّل وروزِ آخر دو حدّیں ہیں، اور جو کچھ دو حدّوں کے اندر سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توھّمِ مساوات"۔[2]

---

[1] رسائل علم غیب، رسالہ خالص الاعتقاد، صفحہ 219۔ 220، پروگریسو بکس، لاہور۔

[2] رسائل علم غیب، رسالہ خالص الاعتقاد، صفحہ 245 پروگریسو بکس، لاہور۔

دیوبندیوں کے گھر سے شہادت، اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کا عقیدہ علمِ مساوی کا نہیں

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کے طریقت وشریعت میں شاگرد، بلکہ بقول مفتی خیرمحمد جالندھری، دُنیا میں چلتا پھرتا جنتی، علم وعمل، زہد واتقاء، فضل وکمال اور طریقت وشریعت کے مجمع البحرین، مفتی محمد عبداللہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اہلِ بدعت کے عقائد در بارہ علمِ غیب جو ہمیں معلوم ہوئے ہیں کہ وہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو عالمِ ما کان وما یکون تسلیم کرتے ہیں اور ما یکون کی تفسیر **الی وقت النفخة الاولی یا الی دخول الجنة** کرتے ہیں، اور اس علم کو عطاءِ باری تعالی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ علم جس کا اثبات پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے کیا جاتا ہے محدود ہے، اور حادِث ہے اور وہ علم جو صفتِ باری تعالی ہے وہ قدیم اور لامحدود ہے۔ اور حادث غیرِ خدا کے لئے ثابت کرنا، چاہے وہ کتنا ہی عظیم اور کثیر ہو، شرک اور کفر نہیں ہوسکتا۔ علمِ غیب کلی غیر اللہ کے لئے ثابت کرنے کے لئے ماننا پڑے گا کہ ایک لامحدود اور غیر متناہی علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا جائے۔ حضرات بریلویہ اس کے قائل نہیں۔ اِس لئے علماءِ دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ [1]

قارئین کرام! یہ دیوبندیوں کے گھر کی گواہی ہے اور گواہی بھی ایک ایسے شخص کی ہے جس کے متعلق دیوبندیوں کا گمان ہے کہ وہ چلتا پھرتا جنتی آدمی ہے۔ اس حوالہ میں اُس نے تسلیم کیا ہے کہ ہم اہلِ سنّت وجماعت (بریلوی) کا عقیدہ مساوی علم کا نہیں ہے۔ دیوبندی موصوف نے تکفیر کے سلسلہ میں گنگوہی صاحب کا جو فتوی اہلِ سنّت وجماعت پر منطبق کرنے کی کوشش کی تھی وہ خُود دیوبندیوں کے گھر کی گواہی سے باطل قرار پاتا ہے

---

[1] خیر الفتاوی، جلد 1 ص 208، مکتبہ امدادیہ، ملتان، طبع دوم: صفر 1408ھ، ستمبر 1987ء۔

۔دیوبندی اگر اس سلسلہ میں کسی اور کی بات نہیں مانتے تو کم از کم اُس کی گواہی کو تو ضرور قبول کر لیں جو کہ ان کے نزدیک چلتا پھرتا جنّتی ہے۔

نوٹ: قارئین کرام! دیوبندی موصوف اپنی کتر و بیونت کی عادت سے ایسے مجبور ہیں کہ کوئی موقع شاید ہی ایسا ہو جہاں موصوف کی کتر و بیونت کی عادت عود نہ کرتی ہو، موصوف نے اپنے اس گنگوہی بزرگ کی عبارت میں بھی کتر و بیونت سے کام لیتے ہوئے راقم الحروف کے پاس موجود (فتاوی رشیدیہ، مبوّب بطرز جدید، عالمی مجلس تحفظ اسلام، کراچی) نسخہ کے مطابق "اور اللہ کے برابر" والے جملہ سے ایک لفظ" تعالی" کو اپنی دیرینہ عادت کا نشانہ بنایا ہے، عبارت یُوں ہے" اور اللہ تعالی کے برابر"۔

یُونہی اپنی عیارانہ تھیلی کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہوئے سوال میں" وظائف بکثرت پڑھتے ہیں " کا اضافہ ٹھونس دیا، اسی طرح" اس سے میل جول محبت و مؤدت" کے جملہ میں" و مؤدت " کو بڑھا دیا۔

بس یہی نہیں بلکہ اسی مختصر سی عبارت میں مزید تین جگہ اپنے اسی کرتب کا اظہار بھی کیا ہے، المختصر دیوبندی موصوف کی نقل کردہ کم و بیش ہر عبارت سرقہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ موصوف کے اپنوں کی عبارات ہوں یا فریقِ ثانی کی، نقل بمطابق اصل شاید ہی ہوں، مگر طاہر حسین گیاوی نے حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے موصوف کے حق میں اصل عبارتوں کے نقل کرنے کی بات ذکر کر کے اپنے جھوٹے ہونے کو واضح و عیاں کر دیا ہے۔

دار العلوم دیوبند کے فتاوی اور اُن کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے دیوبندی مفتی سعید پالن پُوری کا فتوی نقل کیا ہے جس کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہم قارئین کرام کے سامنے دیوبند کے اس" حضرت اقدس، محدّث کبیر، جلیل القدر صاحب قلم، فقیہ النفس، محدث دار العلوم دیوبند، شارح حجۃ اللہ البالغہ" کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں جن سے اس مفتی کی حیثیت واضح ہو جائے گی، اور

جب مفتی کی حیثیت واضح ہوگئی تو پھراس کے فتوے کی حیثیت کو قارئین کرام خُود جان لیں گے، آیئے ملاحظہ فرمائیں، سعید پالن پوری وہ شخصیت ہے جس کی "تحفة الالمعی شرح سنن الترمذی" کے نام سے تقریرات آٹھ جلدوں میں پاکستان میں زمزم پبلشرز کراچی نے شائع کی ہیں۔

اگرچہ راقم الحروف کے کتب خانہ میں موجود ہے، مگر راقم الحروف اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے دیو بندیوں کے ہی مناظر ومحقق ابوبکر غازی پُوری سے اس کے متعلق ذکر کرتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مفتی سعید پالن پُوری کی گستاخیاں

غازی پُوری صاحب نے لکھا کہ:

" آپ فرماتے ہیں کہ اللہ کا علم معلومات سے منتزع ہے، اگرچہ اللہ کا علم [کا] حضوری ہے حصولی نہیں ہے۔ مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:" معلوم علم کے تابع نہیں ہوتا کہ جیسا جس نے جان لیا معلوم ایسا ہی ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے، مگر چونکہ اللہ کا علم حضوری ہے، حصولی نہیں اس لئے وہ معلومات کے وجود کے محتاج نہیں مگر ہے وہ علم معلومات سے منتزع پس اس کا معلومات کے مطابق ہونا ضروری ہے، مگر معلومات کا علم خداوندی کے مطابق ہونا ضروری نہیں کیونکہ معلومات علم کے تابع نہیں ہوتے، (200\8)"۔

میں نے جب آپ کا یہ کلام پڑھا تو میرا سر چکرانے لگا اور میں نے اپنے بعض بزرگوں سے اس کلام شاہی کی تفسیر چاہی تو ہر ایک نے اس کی تفسیر سے معذرت کرلی۔ حضرات اہل علم غور فرمائیں کہ حضرت والا مفتی صاحب کی یہ بات کہ:" اللہ تعالی کا علم معلومات سے منتزع ہے" اور آپ کی یہ بات کہ معلومات کا اللہ کے علم کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے، کتنی خطر ناک ہے، مفتی صاحب کے اس فلسفیانہ کلام کی رو سے اللہ کی صفت علم کا قدیم ہونا باطل ہوتا

ہے، اور اللہ تعالی کی طرف جہل کی نسبت لازم آتی ہے"۔ [1]

قارئین کرام ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دیوبندی موصوف نے جس مفتی کے فتوی کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے اُس مفتی کے علم کی حالت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے صفت علم جو کہ قدیم ہے اُس کو باطل قرار دے رہا ہے اور جہل کو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کررہا ہے، خیر اسی مفتی صاحب کے مزید کرشمہ کو ذکر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے یہی محقق ومناظر غازی پوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مولانا فرماتے ہیں: "اللہ کی صفات بھی ہماری صفات کی طرح من وجہ مستقل ہیں"، مطلب بالکل سمجھ میں نہیں آیا کہ مفتی صاحب کہنا کیا چاہتے ہیں ،اس کے بعد مفتی صاحب نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی مذکورہ عبارت کا مطلب واضح نہیں ہوتا، مفتی صاحب نے ایک تو اللہ کی صفات کو بندوں کی صفات کی طرح قرار دیا ہے، پھر صفات خداوندی کو من وجہ ہی مستقل کہا میں نے حضرت مفتی صاحب کو فون کر کے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب وہی ہے جو شرح عقائد والا صفات کے باب میں لا ھی عینه و لا ھی غیره کہتا ہے، مفتی صاحب کی اسی تشریح نے مجھے اور بھی غرق حیرت کردیا"۔ [2]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس مفتی صاحب کے فتوی سے دیوبندی موصوف نے اپنی کتاب کو زینت بخشنے کی کوشش کی ہے وہ اللہ عزوجل کی صفات جو کہ قدیم اور ذاتی ہیں اُن کو بندوں کی حادث اور عطائی صفات کی طرح قرار دے رہے ہیں۔

مزید ملاحظہ فرمائیں کہ پالن پوری نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ دیوبندیوں کے یہی مناظر و

---

[1] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ربیع الاول ،ربیع الثانی 1332ھ، ص 30، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور، یوپی۔

[2] مجلہ زمزم، جلد 13، شمارہ 1، ربیع الاول، ربیع الثانی 1431ھ، ص 63، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور، یوپی۔

محقق غازی پوری صاحب اسی مفتی پالن پوری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" آپ نے اس کتاب (رحمۃ اللہ الواسعۃ) کی جلد اول صفحہ 80 پر"استبد " کا ترجمہ قادر مطلق ہونا بھی کیا ہے، قادر مطلق ہونا اللہ تعالی کی صفت ہے، مخلوق پر اس کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے، خواہ وہ مخلوق ڈکٹیٹر ہی کیوں نہ ہو، مگر آپ کو یہ فرق سمجھ میں نہیں آیا، استبد کا ترجمہ قادر مطلق ہونا کس لغت میں ہے؟ ذرا بتلائیں تو سہی؟ ۔[1]

قارئین کرام! دیوبندیوں کے مفتی پالن پُوری نے اپنی "رحمۃ اللہ الواسعۃ، شرح حجۃ اللہ البالغۃ، زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخ اشاعت، جنوری 2005ء" جلد 1 صفحہ 80، پر لغات کے تحت "استبد بالأمر " کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ: "ڈکٹیٹر ہونا، قادر مطلق ہونا"۔

جس پر دیوبندی مناظر نے گفتگو کی ہے، پس مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ موصوف کے یہ مفتی پالن پوری صاحب نہ صرف جاہل ہیں بلکہ اللہ عزوجل کی صفات کو غیروں کی طرف منسوب کر کے شرک کے بھی مرتکب ہورہے ہیں، مگر دیوبندی موصوف ہیں کہ اسی مشرک سے اہلِ سنّت و جماعت کے متعلق مبنی بر جہالت ایک فتوی نقل کر کے تکفیر ثابت کرنے کے در پے ہیں، جس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ "شرک" کے معنی کیا ہیں اُس کے فتوے کی حیثیت کیا ہوگی؟، ملاحظہ فرمائیں پالن پوری صاحب فرماتے ہیں:

" شرک کے ایک معنی تو معروف ہیں یعنی اللہ کا ساجھی بنانا، یعنی اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ شیطان مجھے شرک میں مبتلا کردے، اور شرک کے دوسرے معنی ہیں: جال، یعنی میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں شیطان کی جال میں پھنس

---

[1] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ربیع الاول، ربیع الثانی، 1432ھ، ص 33، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور، یوپی

جاؤں"۔[۱]

دیوبندیوں کے مناظر و محقق غازیپوری نے اس کے متعلق لکھا کہ:

" حضرت اقدس مفتی صاحب یہ شرک کا دوسرا معنی جال کس لغت میں ہے، مہربانی فرما کر اس کا حوالہ دیں، شرک اور شرک میں آپ کو فرق سمجھ میں نہیں آیا، شرک جس کے معنی جال کے ہیں وہ" ش" اور" را" کے فتحہ کے ساتھ ہے، اور شرک جس کے معنی ساجھی بنانے کے ہیں وہ" ش" کے زیر اور" را" کے سکون کے ساتھ ہے، شرک مصدر ہے اور شرک اسم ہے اس کی جمع اشراک اور شرک آتی ہے"۔[۲]

پس موصوف کا یہ مفتی نہ صرف شانِ خداوندی میں گستاخیوں کا مرتکب ہوا ہے بلکہ یُونہی شانِ رسالت میں بھی گستاخیاں کرنے والا ہے، جس کی ان" تقریرات" والی شرح کے متعلق انہی کے دیوبندی مناظر و محقق صاحب لکھتے ہیں کہ:

" آپ کی شرح سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کم عقل ہونا اور معمولی سی بات کو بھی نہ سمجھنا لازم آتا ہے"۔[۳]

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس پالن پُوری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقول غازیپوری جھوٹی تسلیاں دینے والا کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں، ابوبکر غازیپوری لکھتا ہے کہ:

"اور پھر مفتی صاحب نے کتنی غلط یہ بات فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی تسلی کی خاطر ان کلمات کو شاندار ذکر قرار دیا۔یعنی یہ کلمات فی نفسہ شاندار ذکر نہیں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو خلاف واقعہ شاندار ذکر قرار دیا (یعنی معاذ اللہ حضرت معاذ کو جھوٹی تسلی دی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مفتی صاحب کی یہ

---

[۱] تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، جلد 8 ص 64، زمزم پبلشرز کراچی، دسمبر 2013ء۔

[۲] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ص 28۔29، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور، یوپی۔

[۳] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ص 37، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ، غازیپور، یوپی۔

بات کتنی خطرناک ہے،قارئین اندازہ کر سکتے ہیں"۔[1]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ موصوف کے مفتی پالن پُوری نہ صرف شانِ اُلوہیت میں گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بھی گستاخی کا ارتکاب کر چکے ہیں ، پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے معصوم فرشتوں پر بھی غیر مہذب مثالیں فٹ کرتے ہوئے اس دیوبندی مفتی کو شرم وحیاء نہ رہی،اگر چہ جو خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ نہ رکھ سکا اُس کے نزدیک فرشتے کیا ہوئے ، بہرحال قارئین اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں کہ جس مفتی کا فتوی موصوف نقل کر رہے ہیں اس کی حالت غیر کیسی ہے،جس سے اس کے فتوے کی حالت کا اندازہ بخوبی ہو جائے گا، ملاحظہ فرمائیں:

"اس لئے کہ مفتی صاحب کی دوسری کتابوں میں بھی ناگفتنی ملتی ہے ،مثلا فرشتوں پر ایک عوامی اور غیر مہذب مثال فٹ کرنا۔اس کا قصہ یہ ہے کہ بارہویں پارہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قصہ ہے ،جس میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو فرشتوں کو انسان سمجھا اوران کو کھانا پیش کیا مگر فرشتوں نے کہا ہم تو فرشتے ہیں،قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

جب فرشتوں نے یہ کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے جو پیچھے کھڑی یہ سب سن رہی تھیں نے کہا "لو بھائی کھودا پہاڑ اور نکلی چوہیا" یعنی بجائے انسان اور مہمان کے یہ تو فرشتے نکلے ،مفتی صاحب نے ہدایت القرآن میں(جلد چہارم)اس عوامی اور غیر مہذب مثال کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مبارکہ کی زبان سے فرشتوں پر فٹ

[1] مجلہ زمزم،جلد14،شمارہ 1،محرم الحرام،صفر المظفر 1432ھ،ص14،مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ ،غازیپور،یوپی۔

کر دیا، حضرت کواس کا بھی پتہ نہ چل سکا کہ اس مثال کا موقع اور محل کیا ہے"۔ [۱]

قارئین کرام ! یہ تھیں موصوف کے مفتی پالن پوری کی شانِ اُلوہیت ،شانِ رسالت اور فرشتوں کے متعلق گستاخیاں ، اب ملاحظہ فرمائیں اس مفتی دیوبند کی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے بارے میں بے ادبیاں

پالن پوری کی بارگاہِ صحابیت میں بےادبیاں

دیوبندی مناظر و محقق ابوبکر غازی پوری" تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی" میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے متعلق پالن پوری سے سرزَد ہونے والی بےادبیوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

" مگر آپ کی نگاہ ان موٹی موٹی غلطیوں پر بھی نہیں پڑی،حتی کہ ان عبارتوں پر بھی نہیں پڑی جن سے توہین صحابہ کا پہلو نکلتا ہے"۔ [۲]

اب آیئے بطور نمونہ تین مقامات ملاحظہ فرمایئے جن میں پالن پوری نے صحابہ کی بےادبیاں کی ہیں،

(1) پالن پُوری صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ایک صحابی حضرت حبان بن منقذ تھے ان کی گرہ میں کمزوری تھی ، یعنی عقل کا ایک اسکرو ڈھیلا تھا"۔ [۳]

اس کے متعلق دیوبندی مناظر غازی پُوری صاحب نے لکھا ہے کہ:"

---

[۱] مجلہ زمزم،جلد 14،شمارہ 1،ص 23،مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور، یو پی۔

[۲] مجلہ زمزم،جلد 14،شمارہ 2، ربیع الاول، ربیع الثانی،ص 31، مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ، غازیپور ،یو پی۔

[۳] تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی،جلد 4،ص 169،زمزم پبلشرز، کراچی۔

اگر یہی لفظ کوئی حضرت مفتی صاحب کے بارے میں استعمال کرے تو کیا مفتی صاحب اس کو گوارا کر لیں گے، انہوں نے کتنا غیر مہذب لفظ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا ہے، قارئین دیکھ رہے ہیں"۔[۱]

مزید یہی غازی پُوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

(2) "ایک صحابی بوڑھے تھے وہ دو آدمیوں کے سہارے چل رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح چلتے دیکھا تو پوچھا" **ما بال هذا ؟**"

یعنی کیا بات ہے اس طرح کیوں چل رہے ہیں؟ مفتی صاحب نے "**مابال هذا** "کا ترجمہ کیا ہے: آپ نے پوچھا یہ کیا ناٹک ہے اس طرح کیوں چل رہا ہے؟

یعنی مفتی سعید کے نزدیک وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم واقعۃً کمزوری کی وجہ سے ٹیک لگا کر نہیں چل رہا تھا بلکہ وہ کمزوری کے دکھلاوے کا ناٹک کر رہا تھا۔(**استغفر الله العلی العظیم**) میں نے جب عبارت پڑھی تو میں کانپ گیا اور میری طبیعت پر کئی روز اس کا اثر رہا"۔[۲]

دیوبندی محقق ابو بکر غازیپوری صاحب نے ہی مزید لکھا ہے کہ:

" قارئین دیکھیں کہ اصل حدیث کتنی تھی اور کیا تھی ،اور حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی طباعی اور افسانہ نگاری سے اپنی طرف سے باتیں بڑھا کر اس حدیث کے مفہوم اور معنی کو کیا سے کیا بنا دیا ،اور کمال تو یہ ہے کہ اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حضرت مفتی صاحب نے اپنی دوربین نگاہ سے کند ذہنی اور بلاہت بھی تلاش کر لی ، آپ کی شرح سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کم عقل ہونا اور معمولی سی بات کو بھی نہ سمجھنا لازم آتا ہے، جب کہ اس حدیث میں اس بات کا دور دور تک بھی کہیں نشان نہیں ،اور بالکل

---

[۱] مجلہ زمزم، جلد 14 شمارہ 1، ص 27۔

[۲] مجلہ زمزم، جلد 14 شمارہ 1، ص 27۔

غلط طریقہ پر حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم (جو مفتی صاحب کی نگاہ میں ابلہ اور کندذہن تھا) کی طرف اسے منسوب کردیا"۔[1]

قارئین کرام! بات شانِ اُلوہیت، شانِ رسالت، اور عظمتِ صحابہ میں سعید پالن پوری کی بے ادبیوں کے حوالے سے طویل ہوتی جارہی ہے لہٰذا ہم طوالت سے بچنے کے لئے اب اسی صاحب فتوی مفتی پالن پُوری کی علمی لیاقت کو آپ کے سامنے ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی انہی کے مناظر و محقق غازیپوری صاحب کی تحریروں کی روشنی میں، جس سے غرض یہ ہے کہ موصوف اور جماعتِ دیوبند کو ہوسکتا ہے کہ ہمارے ذکر کردہ الفاظ میں کچھ تردد ہو، مگر اپنے محقق ومناظر کی بات تو ان کے ذہنوں پر شاید اثر انداز ہو، پس ملاحظہ فرمائیں:

پالن پُوری کی علمیت اور اُس کی حقیقت غازیپوری کے قلم سے

دیوبندی مناظر و محقق ابوبکر غازیپوری صاحب نے سرخیاں قائم کی ہیں کہ:

"حدیث کی من مانی شرح"۔ "حدیث پاک کا غلط معنی"۔[2]

یہ سرخیاں قائم کر کے غازیپوری صاحب نے اس بات کی نشاندھی کی ہے کہ جہاں مفتی پالن پُوری نے حدیث کی شرح میں من مانی سے کام لیا اور جہاں حدیث کے معنی غلط بیان کیا ہے، یُونہی غازیپوری صاحب نے آگے چل کر مفتی پالن پوری کی اصول حدیث سے ناواقفی کے متعلق مندرجہ ذیل سرخی اور الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"حدیث مرسل کی غلط تعریف" حدیث مرسل کی تعریف حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:

---

[1] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ص 37۔

[2] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 1، ص 18۔

"متاخرین کی اصطلاح میں مرسل وہ روایت ہے جس کی سند کے آخر سے صحابی کا نام حذف کر دیا گیا ہو"۔ اگر مرسل کی یہی تعریف ہے تو اس کے حجت ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ وہ حذف شدہ صحابی معلوم ہو یا نا معلوم، اگر وہ صحابی ہے تو الصحابة کلھم عدول کے تحت آتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں جو اس کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے والوں کو ملیں گی"۔ [۱]

بالآخر یہی غازیپوری صاحب مفتی سعید پالن پوری کی حدیث اور اصول حدیث سے جہالت کے پیش نظر ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ:

"حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالی جتنے محتاط تھے، مفتی صاحب دامت برکاتہم اتنے ہی غافل اور بے پروا نظر آتے ہیں، جو نہایت قابل افسوس بات ہے"۔ [۲]

قارئین کرام! اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات ملاحظہ کریں جس پر آپ مفتی صاحب کی علمی حیثیت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے، یہ صاحب یعنی مفتی سعید پالن پُوری قرآن و احادیث جو کہ اصل لغت عرب کے مطابق ہیں جس کو امّ اللغات کہا جاتا ہے، اُس سے تو جتنے واقف ہیں سو آپ نے سابقہ عبارات میں ملاحظہ فرمایا، اب لغتِ اُردو جو کہ برصغیر پاک و ہند میں قبل از تقسیمِ ہند تقریبًا قومی لغت کی حیثیت رکھتی تھی اس میں مفتی صاحب کی مہارت پر گفتگو کرتے ہوئے اسی مجلہ زمزم میں لکھا ہے کہ:

"مفتی صاحب نے اپنی اس کتاب میں "وضو" کو ہر جگہ مؤنث استعمال کیا ہے، وضو ٹوٹ گئی، وضو نہیں ٹوٹی، ان کی وضو جاتی رہی وغیرہ ہمارے کانوں کو ان کا مؤنث استعمال عجیب سا لگا، میں نے سوچا شاید اس کا مؤنث استعمال بھی ہوتا ہو، تو لغت کی طرف

---

[۱] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 1، ص 22۔

[۲] مجلہ زمزم، جلد 14، شمارہ 2، ص 38۔

مراجعت کی، میرے پاس اُردو لغت میں صرف فیروزا للغات تھی ،اسی کی طرف رجوع کیا تو لفظ وضو کے بارے میں کوئی صراحت تو نہیں ملی مگر دوسرے استعمالات سے اس لفظ کا مذکر ہی ہونا معلوم ہوا ،مثلاً لکھا ہے (وضوتازہ کرنا) (وضوٹوٹنا) وضو (ٹھنڈے ہونا) وضو ڈھیلے ہونا"۔[1]

لطیفہ : قارئین کرام! راقم الحروف نے جب اس عبارت کو پڑھا تو تعجب ہوا کہ لفظ "وضو" کے بارے میں لغت میں صراحت کیوں نہیں کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث، اتفاق سے لائبریری میں بیٹھا جہاں پڑھ رہا تھا قریب ترین اردو لغات میں سے "فیروزا للغات" ہی نزدیک رکھی تھی، سوچا اس کی طرف ہی مراجعت کرلی جائے، پس جب اُسی فیروزا للغات کو کھولا معلوم ہوا کہ مجلہ زمزم کے مضمون میں غلط لکھا ہوا ہے کہ لفظ "وضو" کی صراحت نہیں ہے حالانکہ اُس میں ہے کہ:" وضو" (ع۔ا۔مذ)"۔[2]

نوٹ : راقم الحروف علماءِ دیابنہ کے حوالہ جات پر نقد وتبصرہ بخوفِ طوالت نہیں کر رہا اور اکثر اپنی کتب میں یہی طریقہ رکھا گیا ہے تاکہ طوالت سے بچا جا سکے سوائے مخصوص مقامات کے، ورنہ علماء دیوبند کی حیثیت ہمارے نزدیک ایک جیسی ہی ہے کہ یہ سب جاہل ہی ہیں، چاہے غازی پُوری ہو چاہے پالن پُوری، جس سے یہ سمجھنے کی ضرورت نہیں کہ اُن کی تحریرات سے اتفاق کیا گیا ہے۔

صاحبِ فتوی پالن پُوری ایک معمولی مسئلہ کا جواب صحیح نہ دے سکا

دیوبندیوں کے یہی مناظر ومحقق ابوبکر غازیپوری صاحب مفتی سعید پالن پوری کی فقہ دانی

---

[1] مجلہ زمزم، جلد 11، شمارہ 5، رمضان المبارک وشوال المکرم 1429ھ، ص 63۔

[2] فیروزاللغات، جامع، صفحہ 1477، کالم دوم، فیروزسنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 2005ء۔

کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" میں کہتا ہوں حضرت مفتی صاحب نے نہ امامِ اعظم کا مسلک صحیح بتلایا ہے نہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استنجا میں تین کا عدد"۔۔۔۔کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حضرت مفتی صاحب اس حدیث کی شرح میں فقہ حنفی کا مذہب بھی ایک معمولی سے مسئلہ میں صحیح نہیں بیان کر رہے ہیں، جب کہ حضرت والا دیوبند کے دارالافتاء میں معین بھی رہ چکے ہیں"۔ [۱]

قارئین کرام ! سعید پالن پُوری جس کے فتوے کو موصوف نے بڑا تیر مارتے ہوئے نقل کیا ہے اس کی فقاہت کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں ،ابوبکر غازی پُوری صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

" آپ رحمۃ اللہ الواسعۃ کی جلد اول صفحہ 444 کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "ایک صورت میں مرد پر بھی عدت لازم ہے" عدت ایک خاص لفظ ہے جو خاص معنی کے لئے شریعت میں استعمال ہوتا ہے،اور اس کا تعلق عورتوں سے ہے، مرد پر اس کا اطلاق یہ آپ کی ایجاد ہے ،آپ اس کی تشریح انتظار بھی کریں گے تب بھی اس لفظ کا استعمال مردوں کیلئے مستنکر اور مستنکرہ ہے اور بدعت (بمعنی لغوی) ہے"۔ [۲]

قارئین کرام ! آپ نے ساجد خان دیو بندی کے نقل کردہ فتوی کے مفتی سعید پالن پوری کے متعلق ملاحظہ فرمایا کہ موصوف مفتی صاحب شانِ اُلوہیت، شانِ رسالت، شانِ ملائکہ اور عظمتِ صحابہ میں کیسی بےادبیاں سرانجام دینے والے اور حدیث کا ترجمہ، تشریح غلط کرنے والے ،اصول حدیث سے ناواقف ،فقہ میں ایک معمولی مسئلہ کا جواب صحیح نہ دے سکنے والے ہیں بلکہ بقول غازی پوری صاحب اپنی طرف سے بہت سی باتیں ایسی کہنے والے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ،ملاحظہ ہو (مجلہ زمزم جلد 14،شمارہ 1 ،ص 13) تو

[۱] مجلہ زمزم، جلد 14،شمارہ 2،ص 28۔27۔

[۲] مجلہ زمزم، جلد 14،شمارہ 2،صفحہ 32۔33۔

ایسے مفتی کے فتوی کی حیثیت کیا ہوسکتی ہے؟اور وہ فتوی کس حقیقت پر مبنی ہوگا؟۔

پالن پُوری بدعتی وشیعہ دیوبندیوں کے اقوال کی روشنی میں

دیوبندیوں کے فاضلِ اجل،محقق غازی پُوری صاحب لکھتے ہیں کہ:" تب بھی اس لفظ کا استعمال مردوں کیلئے مستنکر اور مستنکرہ ہے اور بدعت(بمعنی لغوی) ہے"۔

پس جو بندہ بقول غازی پوری خُود بدعتی ہے اُس سے اہلِ سنّت و جماعت کی تکفیر میں فتوی نقل کرنا ،چہ معنی دارد۔

اور دیوبندی موصوف نے سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اپنے ایک رسالہ "مسلکِ اعلی حضرت" میں ایک مقام پر بے جا اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان میں لفظ "صحبہ" ہم نشین ساتھی دوست کے لیے استعمال ہوتا ہے،اس کی جمع اصحاب ہوتی ہے،اہل السنت والجماعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میں آپ کی آل کو شامل کرتے ہیں تو عموماً آپ کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا "والہ واصحابہ اجمعین" کے الفاظ کہہ کر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کر لیتے ہیں،لیکن چونکہ شیعہ سوائے دو چار کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ کافر سمجھتے ہیں،اس لئے احمد رضا خان کا اپنا شیعی عقائد بیان کرتے ہوئے جمع کو چھوڑ کر صرف "صحبہ" لکھنا بھی بہت کچھ بتا رہا ہے"۔[1]

قارئین کرام! آپ نے پالن پُوری کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں گستاخانہ نمونے پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرمائے اور اس کا درود وسلام میں صرف "صحبہ" کہنا بھی اس کی تقریراتِ ترمذی کے مقدمہ سے ہی ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] مسلک اعلی حضرت،صفحہ 5،جمعیت اھل السنۃ والجماعۃ پاکستان،جولائی 2017ء۔

"صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا"۔ [۱]

پس ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف نے جس بات کی بنیاد پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کو شیعی قرار دیتے ہوئے بہت کچھ بتائے جانے کی بات کی ہے وہی بات دیوبندی موصوف کے اس مفتی سے بھی ثابت ہے، لہذا موصوف کے خیال ونظریہ کے مطابق پالن پُوری شیعہ قرار پایا تو بدعتی اور شیعہ کا فتوی موصوف اہلِ سنّت و جماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کر رہے ہیں؟۔

پالن پُوری کا فتوی اور علماء دیوبند کی تحریروں سے غفلت

دیوبندی موصوف یعنی ساجد خان صاحب نے جو فتوی نقل کیا ہے اُس میں ڈیڑھ صفحہ سوال کی عبارت نقل کرنے کے بعد جواب میں نقل کیا ہے کہ:

"دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ: دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے"۔ [۲]

الجواب : قارئین کرام! صاحبِ کتاب نے صفحہ 72 پر اس فتوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: "یہ فتوی آپ کے مسائل اور اُن کا حل میں موجود ہے حوالہ آخر میں آرہا ہے"۔

یہ" آپ کے مسائل اور اُن کا حل" یوسف لدھیانوی صاحب" کی ہے جس سے اس فتوی کو نقل کیا گیا ہے، کمال کی بات یہ ہے کہ اسی یوسف لدھیانوی صاحب کی زندگی میں ان سے محمد کریم نامی ایک شخص نے سوال کیا جس کے جواب میں لدھیانوی صاحب نے ایک طویل جواب تحریر کیا جس کو بعد میں "اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم" کے نام سے ماہنامہ" بینات " بنوری ٹاؤن کراچی سے رجب وشعبان 1399ھ، بمطابق جون جولائی 1979ء،

[۱] تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، جلد 1 ص 43، زمزم پبلشرز، کراچی۔

[۲] دفاع، صفحہ 70، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اشاعتِ خاص کے حوالہ سے شائع کیا گیا، جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"دیو بندی بریلوی اختلاف" تیسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے میری رائے طلب کی ہے وہ" دیوبندی بریلوی اختلاف" ہے اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟ میرے لئے" دیو بندی بریلوی اختلاف" کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔ آپ سُن چکے ہیں کہ شیعہ سُنّی اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا، اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ہدی کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا، لیکن "دیو بندی بریلوی اختلاف" کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے، اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں، عقائد میں دونوں فریق امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کو امام و مقتدا مانتے ہیں، تصوف وسلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنّت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق ہیں، صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں، اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں، اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی، تاہم میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ انکے درمیان چند امور میں اختلاف ہے اس لئے میں کسی فریق کا نام لئے بغیر قرآن وسنّت اور فقہ حنفی کی تصریحات کی روشنی میں ان کے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں"۔[1]

قارئین کرام! یہ مولوی یوسف لدھیانوی صاحب کی وہ عبارت ہے جو ان کی زندگی میں

[1] بینات، رجب وشعبان 1399ھ، بمطابق جون جولائی 1979ء، اشاعت خاص، ص 33۔34۔

شائع ہونے والے مضمون" اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم" میں شائع ہوئی، جس میں وہ صریح اور عام فہم لفظوں میں لکھتے ہیں کہ" یہ دونوں فریق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں ، عقائد میں دونوں فریق امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ومقتدا مانتے ہیں، تصوف وسلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی ،سہروردی ،نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں ۔

الغرض یہ دونوں فریق اہلِ سنّت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق ہیں ،صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں" ۔اور لدھیانوی صاحب کی زندگی میں شائع ہونے والی" آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی 9 جلدیں اور دُوسرے کئی مضامین ہیں مگر کسی میں بھی اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کی تکفیر کا فتوی موجود نہیں مگر لدھیانوی صاحب کے آنجہانی ہونے کے بعد شائع ہونے والی" آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی جلد 10 میں بعض مرتبین و ناشرین متشددین کی جانب سے بعض مخصوص مقاصد کے حصول کی خاطر اہل سنّت وجماعت بریلوی کی تکفیر کے فتوے شامل کر دیئے جاتے ہیں، جن کو موصوف اور موصوف کے بعض ہمنواؤں نے اپنی بعض کتابوں کی زینت بنایا۔

پس راقم الحروف نے جب" آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد 10 " سے موصوف کی طرف سے نقل کردہ فتوی کو پڑھا اور مطابقت کی غرض سے اصل کتاب کو کھولا تو حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ محولہ صفحات تو درکنار پوری جلد 10 میں کہیں بھی یہ فتوی نظر نہ آیا، پس اس کی حقیقت کو جاننے کے لئے بعض احباب سے پوچھا اور نیٹ سے جب جلد نمبر 10 ڈاؤن لوڈ کی تو اس میں بھی اس فتوی کو موجود پایا، پس" آپ کے مسائل اور ان کا حل" پر دیئے گئے موبائل نمبرز پر رابطہ کیا، جس میں سے ایک صاحب نے بجائے کسی قسم کا جواب دینے کے

سوال سُن کر دوسرے صاحب کا موبائل نمبر دے دیا اور ساتھ میں کہا کہ کل صبح گیارہ بجے دن کے بعد کال کیجئے گا، جس پر راقم الحروف نے دوسرے دن گیارہ بجے کے بعد دو مرتبہ کال کی مگر کال رسیو نہ کی گئی، بعد میں بیک کال آئی مگر موبائل پاس نہ ہونے کی وجہ سے راقم بھی اٹنڈ نہ کر سکا، دوبارہ رابطہ کیا تو رابطہ ہونے کے بعد جب راقم نے پُوچھا کہ "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی جلد دس میں 2002ء کے ایڈیشن میں موجود بعض طویل مضمون جن میں تکفیر کے فتوے موجود ہیں بعد والے ایڈیشن سے نکال دیئے گئے ہیں اور نہ ہی دوسرے جدید تخریج شدہ نسخہ میں نظر آئے تو ان صاحب نے بتایا کہ بالکل وہ مضامین بعد کے ایڈیشن میں سے نکال دیئے گئے ہیں، جس پر راقم الحروف نے سوال کیا کہ اس کی وجہ ارشاد فرمائیں؟ جس پر اُن صاحب نے کہا کہ آپ صاحبزادہ صاحب سے رابطہ کریں انہیں علم ہوگا ہم صرف ناشر ہیں تو جب راقم نے اس صاحب سے صاحبزادہ صاحب کا رابطہ نمبر طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

قارئین کرام! ایک بات تو واضح ہے کہ اُن فتووں کا لدھیانوی صاحب کی کتاب میں ان کے آنجہانی ہونے کے بعد شامل کیا جانا اور بعد کے ایڈیشنز میں سے اُن کا صفایا کر دیا جانا کئی سوالات پیدا کرتا ہے مگر ایک بات تو واضح ہے کہ لدھیانوی صاحب کی زندگی میں ایک چیز سامنے نہیں آتی، بعد میں سامنے لائی جاتی ہے مگر اس کے فوراً ہی بعد اُس کو دوبارہ صفحہ قرطاس سے اُڑا دیا جاتا ہے، اُس کا سبب اُس سے اتفاق نہ ہونا ہی ہوسکتا ہے۔

سرفراز گکھڑوی صاحب کے نظریات

دیوبندی موصوف نے سرفراز گکھڑوی صاحب کا ایک ملفوظ نقل کیا ہے جو کہ بقول دیوبندی موصوف محمد رشید صاحب دیوبندی نے ان سے سنا اور پھر اس بات کو حمزہ احسانی نے رشید دیوبندی سے سن کر مضمون میں نقل کیا، جس میں اہلِ سنّت بریلوی کے مولوی اور پیروں پر کفر کا فتوی لگایا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں (دفاع، ص75)

الجواب : دیو بندی موصوف نے اس بارے میں سرفراز گکھڑوی صاحب سے جو بات نقل کی ہے وہ تعارض اور تضاد کا شکار ہے اس لیے کہ مفتی رفیع عثمانی صاحب نے جب 1986ء میں گکھڑوی صاحب سے ملاقات کی اس ملاقات میں مفتی رفیع عثمانی صاحب نے اس نظریہ کا اظہار کیا کہ عقائد کے بارے میں دونوں مکا تب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔ تو سرفراز گکھڑوی صاحب نے مسرت کا اظہار کیا اور اس کی تائید کی، ملاحظہ ہو ہی مجلہ صفدر شمارہ 30 ص 5۔

اب ایک طرف تو دیو بندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیو بندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں، دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہیے!! ظاہر ہے کہ جو دیو بندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں وہ فہم وفراست عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں اِن چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے، جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے۔

دیو بندی موصوف کو اگر کوئی فتوی نقل ہی کرنا تھا تو کم از کم ایسے آدمی کا فتوی نقل کرتے جس کے متعارض اور متضاد اقوال نہ ہوتے اور جس کی جلوت اور خلوت میں کوئی فرق نہ ہوتا، وہ اپنی نجی محافل ومجالس میں اپنے رُتبہ وہم مرتبہ افراد کے سامنے تو اس بات پر مسرت کا اظہار کریں کہ دونوں مکا تبِ فکر کے عقائد میں کوئی فرق نہیں، صرف تعبیرات تشریحات کا فرق ہے اور اپنے چیلوں کو اس کے برخلاف سمجھائیں۔

نقطہ : سرفراز گکھڑوی صاحب نے مفتی رفیع عثمانی صاحب کے سامنے اس کی تائید اس لئے کر دی کہ وہ مفتی شفیع صاحب کا بیٹا تھا اور دیو بندی اکابرین کے اندرونی معاملات سے واقف تھا، اگر گکھڑوی اس کے سامنے اپنی روایتی فنکاری کا مظاہرہ کرتا تو وہ دس بیس

حوالے اکابرین دیوبند ہی سنا دیتا۔اس سلسلہ میں مفتی رفیع عثمانی صاحب کا فتوی بھی موجود ہے ،جس میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ بریلویوں کے کافر ہونے کا فتوی ہمارے بزرگوں نے نہیں دیا"،حوالہ ملاحظہ ہو

" سوال (۲۳۳): کیا بریلوی عقائد کے لوگ صریحا مشرک ہیں ؟۔ جواب: ان کے کافر ہونے کا فتوی ہمارے بزرگوں نے نہیں دیا، البتہ یہ اہل بدعت ہیں اور بدعت حرام ہے اور عذاب کا موجب ہے بخشش کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے،واللہ اعلم۔[1]

نوٹ: اگرچہ دیوبندی نوخیز لڑکوں نے مفتی رفیع عثمانی صاحب کا رد کرنے کی کوشش کی ہے مگر پورے مضمون میں کسی بھی دیوبندی کو مفتی رفیع عثمانی صاحب کو جھوٹا کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

ایسی صورت میں دیوبندی موصوف کا مندرجہ بالا حوالہ غیر معتبر قرار پاتا ہے،لہذا دیوبندی موصوف کا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

(2) دیوبندی موصوف کا دعوی اکابرینِ دیوبند کے فتووں کا ہے مگر دیوبندی موصوف اس معاملہ میں دور حاضر و ماضی قریب کے دیوبندی مولویوں کو گھسیٹ لائے ہیں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس معاملہ میں اپنے اکابرین کی تصریحات پیش کرتے مگر وہ اس سلسلہ میں عاجز و ناکام رہے ہیں، جو کہ ان کی شکستِ فاش کی دلیل ہے۔

(3) سرفراز گکھڑوی صاحب دیوبندی مولوی حسین علی واں بھچراں کے شاگرد تھے اور وہ اپنے اعتزالی نظریات کی وجہ سے علماء دیوبند میں مشہور و معروف تھے، ان کے اعتزالی نظریات کی جھلک تفسیر "بلغۃ الحیران" میں دیکھی جا سکتی ہے،انہی اعتزالی نظریات کی وجہ سے تفسیر "بلغۃ الحیران" کو تھانوی صاحب نے اپنی کتابوں میں رکھنا بھی گوارہ نہ کیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی ،ان شاء اللہ العزیز) سرفراز گکھڑوی صاحب پر حسین علی واں

[1] فتاوی دار العلوم کراچی، جلد 1 ص 247،ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جنوری 2012ء۔

پھر ان کی اعتزالی بھنگ کا نشہ چڑھا ہوا تھا اور وہ اسی نشہ سے سرشار تھے لہٰذا اس لحاظ سے بھی اور اس کے متشددانہ رویہ اور نظریہ کی وجہ سے بھی یہ حوالہ اس قابل نہیں کہ اسے دلیل سمجھا جائے۔

ترجمانِ دیوبندیت کا اعلان

دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اکابرین دیوبند کا اہل سنّت و جماعت بریلوی کے متعلق تکفیر کا فتوی ہے، اس سلسلہ میں چند لائنیں لکھی ہیں وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

"ان فتاوی کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اکابر علماء دیوبند مثلاً حضرت تھانوی ،مولانا اعزاز علی اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم کا احمد رضا خان یا بریلوی مسلک کے متعلق وہی موقف ہوتا جو کوکب اوکاڑوی یا مجید نظامی یا دیگر رضاخانیوں نے جھوٹے حوالے گھڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کے علوم وعقائد کے امین ان کے اصاغر وتلامذہ خلفاء ہرگز یہ موقف نہ اپناتے جن کا ذکر ماقبل کے فتاوی میں موجود ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندی اکابرین کا اہل سنّت و جماعت بریلوی کے متعلق جو عقیدہ ونظریہ ہے وہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے مگر ہم یہاں دیوبندی موصوف کی ضیافتِ طبع کی خاطر ایک حوالہ نقل کردیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"ہندوستان کے علمائے احناف میں بعض فروعی مسائل پر جن اختلاف کو افتراق کا سبب بنایا گیا ہے ان میں حضرت شاہ صاحب کا رویہ ایسا تھا جو ان کے رتبے کے عالم دین کے شایان شان کہا جاسکتا ہے، مقدمہ بہاولپور کی شہادت میں قادیانی وکیل نے جرح کرتے ہوئے کہا تھا کہ علمائے بریلی علمائے دیوبند پر کفر کا فتوی دے رہے ہیں اور علمائے

---

[1] دفاع، صفحہ 75، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

دیوبند علمائے بریلی پر۔حضرت شاہ صاحب نے ارشادفرمایا تھا کہ جج صاحب! احقر بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہے کہ حضرات دیوبندان کی تکفیر نہیں کرتے ،اور اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے قانون کا نہیں ، چنانچہ فقہائے حنفیہ نے تصریحات فرمائی ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کلمہ کفر کسی شبہ کی بنا پر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے ۔(انور،ص485)

ان فروعی اختلافی مسائل میں قیام میلاد کا سوال بھی تھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہوکر یا دعا کے طور پر ہاتھ اُٹھا کر حضور رسالت مآب ابی وامی فداہ کی خدمت میں صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے اس مدح میں یہ فرمایا: بھائی مجھے تو اس میں لطف آتا ہے یعنی نہ جواز کا فتوی دیا نہ عدم جواز کو قبول کیا، یہیں کشمیر میں بھی کسی نے حضرت شاہ صاحب سے سوال کیا کہ صلاۃ وسلام کے وقت ہم اپنے ہاتھوں کو نماز کی طرح ادب سے باندھیں گے یا بصورت دعا دونوں ہاتھ پھیلائیں گے؟ حضرت نے جوابًا فرمایا کہ "ادب سے ہاتھ باندھو تو عین ادب ہے، پھر مولانا عارف رومی کا یہ شعر زبان پر لائے

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل درگوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ادب کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے،

ہزار بار بشویم دھن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اور فرمایا کہ اگر کوئی دعا کی نیت سے ہاتھ اُٹھائے تو اَلصَّلاۃُ عَلَی النَّبِیِّ دُعَاء یعنی سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا دعا ہے (الانور،ص637۔638)"۔[1]

---

[1] محدث عصر،صفحہ 32،ستمبر اکتوبر 2018،جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند،عقب عیدگاہ دیوبند۔

قارئین کرام ! مذہبِ دیو بند کے وکیلِ صفائی انور شاہ کشمیری صاحب نے تمام مسلکِ دیوبند کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے بطورِ وکیل بھرے مجمع میں اِس بات کا اعلان کیا کہ حضراتِ دیو بندان کی (بریلویوں کی) تکفیر نہیں کرتے ،اور علماءِ دیو بند اور علماءِ بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے قانون کا نہیں ۔اب اس صریح اور واضح حوالہ کے باوجود دیو بندی موصوف کا ہم اہلِ سنّت وجماعت بریلوی کے متعلق چند نام نہاد مولویوں کا فتوی نقل کرنا اور اُس پر مصر رہنا اور اُسے اکابرینِ دیو بند کی ترجمانی قرار دینا نرا جھوٹ اور فریب ہے۔

اکابرینِ دیو بند کا تو نظریہ ہمارے متعلق وہی ہے جس کا اقرار انور شاہ کشمیری نے بطورِ وکیل کیا، اب اگر دیو بندی اصاغرین اپنے اکابر کا سبق بھول جاتے ہیں اور اُن کی راہ سے منحرف ہو جاتے ہیں تو اِس میں ہمارا تو قصور نہیں ، بلکہ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اِدھر اُدھر کے دیو بندی اصاغرین نے اپنے اکابرین سے اُونچا اُڑنے کی کوشش کی ہے، جن باتوں کو اکابرینِ دیو بند نے کفر وشرک نہیں سمجھا اُن مسائل کو یہ لوگ دھوکہ وفریب سے کفر وشرک قرار دے رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ علمی صلاحیت وقابلیت میں یہ لوگ تھانوی ،اعزاز علی اور کشمیری سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ، جو بات اُنہیں نظر نہ آئی ان لوگوں کو نظر آ گئی۔

اور پھر دیو بندی موصوف کا معمولاتِ اہلِ سنّت وجماعت کو بریلوی دیو بندی اختلاف کا اصل سبب قرار دینا بھی دُرُست نہیں ،اس لئے کہ معمولاتِ اہل سنّت کو دیو بندی علماء فروعی اختلاف کی نظر سے دیکھتے ہیں ،جیسا کہ حوالہ میں ذکر ہوا ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیو بندیوں کی طرف سے ہمارے ساتھ اختلاف اصولی نہیں جس کی وضاحت انور شاہ صاحب نے ان الفاظ سے کی کہ" علماءِ دیو بند اور علماءِ بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے ،قانون کا نہیں" ۔ہاں البتہ ہماری جانب سے دیو بندیوں کے ساتھ اختلاف اُصولی ہے ،اوران گستاخانہ عبارات پر ہے ،جس سے دیو بندی راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتے

ہیں ،کبھی دُعا بعد نماز جنازہ پر مباحثہ شروع کر دیتے ہیں،کبھی انگوٹھے چومنے کا مسئلہ،کبھی گیارہویں شریف کا مسئلہ تو کبھی میلاد شریف کا مسئلہ۔

ہم دیوبندیوں کو جواباً کہتے ہیں کہ ہمارا اصولی اختلاف دیو بندی اکابرین کی گستاخانہ عبارات پر ہے،اوران کی وجہ سے ہی ان کی تکفیر کرتے ہیں۔باقی دیگر مسائل اس نوعیت کے نہیں کہ جن پر اُن کی تکفیر کی گئی ہو۔چنانچہ اس بات کا اعتراف علماء دیوبند کو بھی ہے ،حوالہ ملاحظہ کریں:

"یہی وجہ ہے کہ ان مسائل یا ان جیسے دیگر مسائل میں علماء رضا خانی کے مسلک ومشرب سے ہٹ کر بہت سے علمی حلقے ایسے بھی ہیں جن کی تحقیق ورائے علماء دیوبند کی تحقیق ورائے سے مختلف ہے مگر اِس کے باوجود اُن میں کوئی بھی دُوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا، بلکہ باہمی عقیدت واحترام کے تعلقات قائم ہیں۔

مثال کے طور پر علماءِ اھل حدیث، علماءِ فرنگی محل ،علماءِ ندوہ ،علماءِ دارالمصنفین اعظم گڑھ یا اس قسم کے کئی ایک اسلامی حلقے ،علمی سلسلے اور خانوادہ مشہورہ کا نام لیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کی نظر وفکر علماء دیوبند کی نظر وفکر سے کچھ مختلف ہے،لیکن جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ان میں نہ کبھی تکفیری جذبہ کارفرما رہا۔ نہ باہمی احترام وعقیدت میں فرق آیا اور آج بھی یہی صورتِ حال ہے،زیادہ سے زیادہ اس اختلاف کو رائے وفکر کا اختلاف کہا جا سکتا ہے جو کبھی بھی فرقہ بندی کا باعث نہیں بنا"۔ [1]

مطلب کہ معمولاتِ اہلِ سنّت ایسے نہیں کہ ان پر کوئی فتوی لگایا جا سکے،تکفیر تو کجا تفسیق بھی نہیں کی جا سکتی۔ دیوبندی موصوف اصل موضوع سے ہٹ کر بات کو اس طرف پھیرنا چاہتے ہیں کہ دیو بندی بریلوی اختلاف کا موجب عقائدِ اہلِ سنّت ہیں،حالانکہ ایسا نہیں،

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے،ص 5۔6، ربانی بک ڈپو،کٹرہ چاند لال کنواں، دہلی نمبر 6۔

برصغیر میں اختلاف وانتشار اورفرقہ بندی کا باعث دیوبندی اکابرین کی گستاخانہ عبارتیں ہیں۔

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب پر ایک جھوٹا الزام اور اُس کی حقیقت

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے دیوبندی کتب" فیصلہ کن مناظرہ" اور" فتوحات نعمانیہ" سے مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا ہے:

" شاید بہت لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام،عرس،قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں برسی وغیرہ رسوم کا جائز وناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جونظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اورنہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے"۔[1]

اوراسی عبارت کے متعلق مولانا منشا تابش قصوری صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اس سلسلہ میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں۔الخ۔

دیوبندی موصوف نے اس حوالہ کا رد کرتے ہوئے ایک لمبا چوڑا تبصرہ لکھا ہے جسے ہم آسانی کی خاطر ٹکڑوں میں نقل کرتے ہیں

(۱) دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:" پھر ان دونوں کا فراڈ دیکھیں کہ یہ عبارت عرض ناشر

---

[1] دفاع،صفحہ 76،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

کی ہے اوراس پر جلی قلم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کرتا ہےاور دوسرا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف"۔[۱]

(۲)جوعبارت کا شف اقبال صاحب یا قصوری صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرضِ ناشر کی ہے۔ یہ صاحب کون ہیں؟ عالم یا جاہل،ان کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اِس کا کچھ پتہ نہیں،لہذا ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(۳)مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے" دیوبندی علماء" اور منشا تابش قصوری لکھتا ہے" علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد"، یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت بہت سے دیوبندی علماء کی ہے اورثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، دونوں میں سے ہم کس کو سچا تسلیم کریں۔[۲]

الجواب : نمبر (1) دیو بندی موصوف کا مطالعہ انتہائی ناقص اور قلیل ہے، دیوبندی موصوف کو اپنے گھر کی کتب کا بھی کچھ علم نہیں ہے، بجائے اس کے کہ دیوبندی موصوف اپنی جہالت پر افسوس کرے اور اپنے قلّتِ مطالعہ کا تدارک کرے وہ اپنی اس جہالت کا الزام دوسرے کے سرڈال دیتا ہے۔ دیوبندی موصوف نے جس حوالے کو عرضِ ناشر قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے، اُس حوالہ کا مضمون خانوادہ دیوبندیت کے ایک ممتاز فرد محمد عبدالرحمن صاحب مظاہری جو کہ دیوبندی مذہب کے استاذ حدیث وتفسیر و ناظمِ اوّل مجلسِ علمیہ حیدرآباد ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں الفاظ کے تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

" شاید بعض حضرات ناواقفیت کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہوں کہ مروّجہ میلاد شریف، عرس شریف، قوالی شریف ، فاتحہ شریف، نذر و نیاز شریف، دسواں ، بیسواں، چالیسواں وغیرہ

---

[۱] دفاع، صفحہ 77، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] دفاع، صفحہ 77، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی اور بریلوی علماء میں جو اختلاف ہے وہی اس کی بنیاد ہوگی؟ لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں کیونکہ ان مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے چلا آرہا ہے جبکہ بریلویّت، رضا خانیّت کا لفظ کسی خاص مسلک کا نہ ترجمان بنا تھا نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے، یقیناً دیوبند ایک قدیم تاریخی قصبہ کا نام ہے، جیسا کہ بریلی ہندوستان کا ایک مستقل ضلع ہے، اسکو مسلک و مذہبیت سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس قسم کے مسائل کو بریلی یا رضا خانیت کی بنیاد نہیں کہا جا سکتا"۔ [1]

قارئین کرام! یہ وہی مضمون ہے جس کی ذمّہ داری سے دیوبندی موصوف سبکدوش ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ اقتباس عالم کا ہے یا جاہل کا اور اُس کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اِس کا کچھ پتہ نہیں، اب وہ رات کی تاریکی کی بجائے دن کے اُجالے میں غور سے دیکھ لیں کہ یہ اقتباس کسی جاہل کا نہیں بلکہ دیوبندی مذہب کے عالم کا ہے (ہوسکتا ہے کہ اب دیوبندی موصوف اسے بھی جاہل قرار دے دیں) اور دیوبندی مسلک میں ان کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ دیوبندی مذہب کے استاذِ حدیث و تفسیر و ناظمِ اوّل مجلسِ علمیہ حیدرآباد ہیں اور خیر سے دیوبندی پیر سے انہیں خلافت بھی حاصل ہے، لہذا دیوبندی موصوف نے ناشر کی جانب اس کی ذمہ داری ڈال کر گلو خلاصی کرانے کی کوشش کی کہ دیوبندیوں کا ہم اہلِ سنّت و جماعت کے ساتھ ان مسائل پر اصولی اختلاف ہے، اس کی ساری کی ساری کہانی باطل قرار پاتی ہے۔ کیونکہ دیوبندی مذہب کے استاذ حدیث و تفسیر نے تو پُوری ذمہ داری کے ساتھ اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ ان مسائل کی حیثیت اہل سنّت و جماعت کے کسی بھی فریق کے ہاں ایسی نہیں کہ ان کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر یا اسلام سے خارج کہا جا سکے۔

وہ مزید لکھتے ہیں: "الغرض فاتحہ نذر و نیاز وغیرہ کے اختلاف کو بریلوی و دیوبندی اختلاف

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے، صفحہ 5، ربانی بک ڈپو، کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی۔

سمجھنا صحیح نہیں"۔[1]

خلاصہ کلام : یہ حوالہ کسی ناشر کا نہیں بلکہ دیوبندی مذہب کے ذمہ دار عالم کا ہے، دیوبندی موصوف کا اس کی ذمہ داری قبول کرنے سے گریزاں ہونا اس کی شکستِ فاش کی بیّن دلیل ہے۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب اور مولانا منشا تابش قصوری صاحب کی جانب فراڈ کو منسوب کیا کہ انہوں نے اس بات کو علمائے دیوبند کے پینل کی طرف منسوب کیا ہے، جب کہ یہ خُود دیوبندی موصوف کا فراڈ ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا کہ یہ مضمون کسی ناشر کا نہیں بلکہ دیو بندی مذہب کے ذمہ دار عالم کا ہے، لہذا دیوبندی موصوف خودفراڈی ثابت ہوتے ہیں۔

نمبر (3) مولانا منشا تابش قصوری صاحب اور مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کے بیان میں کوئی اختلاف نہیں ،مولانا منشا تابش قصوری صاحب نے جو اس حوالے کو منظور نعمانی صاحب کی جانب منسوب کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اقتباس منظور نعمانی صاحب کی کتاب میں موجود ہے اور یہ کتاب منظور نعمانی صاحب کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی ،مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا، اگر چہ انہیں موقع بھی میسر تھا اور ایک رسالہ کی ادارت بھی حاصل تھی ،مگر کبھی بھی اُس نے اِس مضمون کی تردید میں ایک حرف تک نہیں لکھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ سارا کام اس کے اِیما واشارہ اور رضا کے ساتھ سرانجام پایا۔لہذا منشا تابش قصوری صاحب نے اسے منظور نعمانی کی جانب منسوب کر دیا تو کوئی غلط نہیں کیا اور پھر کاشف اقبال مدنی صاحب نے اس مضمون کو دیوبندی علماء کی جانب منسوب کیا ہے تو وہ بھی غلط نہیں کیونکہ ان کے پیشِ نظر فتوحاتِ نعمانیہ کے علاوہ مظاہری صاحب کا حوالہ بھی تھا۔اس بنیاد پر انہوں نے اسے

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضاخان، حیات اور کارنامے، صفحہ 5۔6۔

علمائے دیوبند کا اقرار قرار دیا، لہٰذا دونوں باتوں میں کوئی تعارُض نہیں اور دیوبندی موصوف کو خوش ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، اِس لیے کہ فراڈ کا الزام ہمارے اُوپر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اِس گھناؤنے کام میں خُود آنجناب ملوث ہیں۔

اگر دیو بندی موصوف یہ کہیں کہ حرف بحرف اور بریکٹ اور قومہ کے ساتھ وہی عبارت دُوسرے علماء سے دکھائیں تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو موتی کی طلب ہے نہ صدف کی

اسی بات پر اس بحث کا اختتام کرتے ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ پر الزام اور اُس کی حقیقت

دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

" مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے منظرالاسلام بریلوی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد گورداسپوری کو ان عبارات پر چاروں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دو چار کیا جس کے بعد انہیں بریلی چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لئے" فتح بریلی کا دلکش نظارہ" یا فتوحات نعمانیہ" ملاحظہ ہو۔[1]

الجواب: نمبر (1) دیوبندی موصوف نے یہ لکھ کر اپنے مذہب کے شیخ الحدیث خلیل احمد انبیٹھوی کی ذلت ورسوائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ دیو بندی خلیل احمد انبیٹھوی کو مناظرہ بہاولپور میں ایسی شکست ملی تھی جس کی وجہ سے خلیل انبیٹھوی کو بہاولپور سے بھاگ کر آنا پڑا اور اسے ذلت ورسوائی سے ایسا دو چار ہونا پڑا جس کا خمیازہ دیوبندی

---

[1] دفاع، صفحہ 78، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ابھی تک بھگت رہے ہیں۔حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندی مناظر خلیل انبیٹھوی کو چاروں شانے چت کر دیا تھا اور انبیٹھوی صاحب اپنا ایمان بھی ثابت نہ کر پائے تھے اور اسی شکست اور ذلت ورسوائی کے جھومر کے ساتھ بہاولپور سے بھاگے تھے اور ماتھے پر وہ کلنک کا ٹیکہ لگوا لائے جس کو صاف کرنے میں دیوبندیوں کو تقریباً اسی سال لگ چکے ہیں مگر وہ سیاہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ بہاولپور سے بھاگ آنے کی تفصیلات آپ دیوبندی مذہب کی مشہور ومعروف کتاب اور خلیل انبیٹھوی کی سوانح حیات" تذکرۃ الخلیل" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں

نمبر (2) حضرت محدّثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا پاکستان آنے کا سبب پاکستان وہندوستان کا بٹوارہ تھا نہ کہ منظور نعمانی سے مناظرہ ،اس طرح تو کافی لوگ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے، پھر کیا اُن پر بھی یہی الزام لگایا جائے گا،خود دیوبندی مذہب کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی صاحب،اور شبیر احمد عثمانی بھی تو ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آئے تھے اُن کے متعلق بھی دیوبندی موصوف یہی خامہ فرسائی کریں گے؟۔

باقی رہی مناظرہ کی بات تو اس مناظرہ کی اصلی روئیداد" مناظرہ بریلی" کے نام سے شائع شدہ ہے اور ہر خاص وعام اُس کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ کس کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ دیوبندیوں نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے ایک جعلی اور جھوٹی روئیداد" فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کے نام سے شائع کی ہے۔اس طرح فرضی اور جھوٹی روئیداد سے تو ہر کوئی شخص طرم خان بن سکتا ہے،لہذا ایسی جھوٹی روئیداد سے کسی بھی طرح دیوبندی اکابرین کی برأت ثابت نہیں ہوتی ،حقیق الامر یہ ہے کہ منظور نعمانی صاحب نے مناظروں میں پے در پے شکست کا سامنے کرنے کے بعد اور لگاتار ذلیل ورُسوا ہونے کے بعد ہمیشہ کے لئے میدان مناظرہ کو الوداع کہہ دیا تھا، چنانچہ دیوبندی مذہب کی کتاب" افکارِ عالم "جو کہ مرغوب الرحمن مہتمم دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی ،اور بدرالدین اجمل علی القاسمی رُکن

شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے زیرِ انتظام شائع ہوئی، اس میں منظور نعمانی کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ: " آپ نے مناظروں کی راہ ترک کر دی اور خدمتِ دین کی دُوسری راہوں پر غور کرنا شروع کر دیا" ۔[1]

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام

دیوبندی موصوف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر الزام تراشی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: " مولانا احمد رضا خان کے واویلے پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود احمد رضا خان کا مقابلہ کرنے کے لیے حسام الحرمین میں دی گئی عبارات پر مناظرہ کرنے کا اعلان کیا مگر خان صاحب کو آنے کی جرأت نہ ہوئی" ۔[2]

الجواب : یہ بھی دیوبندی موصوف کا دروغ بےفروغ ہے اور محض اپنے حواریوں کو خُوش کرنے کی کوشش ہے۔ یہ دیوبندیوں کی خُوش فہمی تو ہوسکتی ہے مگر حقیقتِ حال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دیوبندی موصوف کی اس بات پر ہنسی آتی ہے بلکہ زور زور سے قہقہہ لگانے کو بھی دل چاہتا ہے کہ تھانوی صاحب نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرے کے لئے للکارا۔ تھانوی صاحب اور مناظرہ شاید اسی موقع پر کہا جاتا ہے کہ یہ منہ اور مسور کی دال، اِس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے چند حوالے ہدیہ قرطاس کرتے ہیں

(1) سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ وخلیفہ حضرت ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط مُرتضی حسن دربھنگی کی طرف لکھا (مناظرے کے تمام خطوط تھانوی صاحب دربھنگی کے حوالے کر دیتے تھے)

دربھنگی صاحب نے حضرت ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خط اپنے رسالہ " اسکات

---

[1] افکار عالم، جلد 2 ص 117، شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند، ۲۰۰۸ءِ۔

[2] دفاع، صفحہ 78، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

المعتمدی" میں نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

اس بندہ مسلمان کے نام جو مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ہو بعد ہدیہ سنّت اس مدرسہ کے مدرس کی ایک رجسٹری بطلب مناظرہ آئی، ان مدرس کے اکابر اساتذہ ومشائخ کہ جن کے تلمذ کے لائق بھی اپنے آپ کو نہ جانیں یعنی گنگوہی ونانوتوی وتھانوی سال ہا سال رسائل وسوالات کے جواب سے بحمد اللہ تعالی عاجز رہے۔ 1309ھ سے کتابیں ان کے رد میں چھپا کیں اور بحمد اللہ تعالی اب تک لا جواب رہیں سب میں اخیر تحریر جو گنگوہی کے پاس رجسٹری شدہ گئی، وہ سوالات تھے جن کے جواب میں گنگوہی نے صاف لکھ دیا اور یوں گریز کی کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی (دیکھو زیغ وزاغ صفحہ 15)

جسے چھپے ہوئے پانچ (5) برس ہوئے اور اب تک لا جواب رہے اور تھانوی کا فرار ابھی تازہ ہے، سوالات کے جوابات میں صاف کہہ دیا کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل تھے۔

یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے دیکھو ظفر الدین الجید جس کو چھپے ہوئے ڈھائی سال سے زائد ہوئے اور اب تک لا جواب رہے۔

عجب نہ ایک عجب بلکہ صد ہزار عجب کہ جس فن دینی سے اس مدرس کے اساتذہ اور اساتذۃ الاساتذہ سب جاہل رہے ہوں اور اسے فساد جانیں یہ مدرس اس پر آمادہ ہوں اور طرفہ شاگرد یکہ میگوید سبق استاد را عجب عجب نہ ایک عجب بلکہ ہزار عجب کہ جس بندہ خدا کے مقابلہ میں ان مدرس کے اساتذہ ومشائخ واکابر یوں عاجز رہے ہوں اور عمریں گزاریں ہوں، نہ زبان کھول سکے ہوں۔ یہ ان کے یہاں کے ایک نہایت نو آموز طفل مکتب یوں چھوٹا منہ بڑی بات کرنے کو تیار ہیں جن کی حالت یہ ہو کہ نہ املا ٹھیک نہ اردو عبارت صحیح۔

خود غلط املا غلط انشا غلط۔ مدرس نے اپنے اساتذہ کے چاک عجز کو یوں رفو کرنا چاہا کہ انہوں نے قابل خطاب نہ سمجھا، یہ عذر اگر قابل سماعت نہیں جب تو اکابر مدرس کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے اور اگر عذر صحیح وقابل قبول ہے تو جو بندہ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابل خطاب نہ جانتا ہو صرف اس ضرورت سے کہ طائفہ گمراہ انہیں اپنا مقتداء اور امام مانے ہوئے تھا ان سے مخاطبہ کیا اور بعون العزیز المقتدر ان کا عجز تمام عقلاء پر ظاہر ہوگیا اور ان اطفال مکتب کے طفل مکتب سے مخاطبہ کرے حاشا للہ ان میں دو مر گئے۔ ایک تھانوی بقید حیات ہیں۔

مدرس سے کہیے انہیں آمادہ کرے سوالات کا جواب دیں یا جواب دینے کی آمادگی اپنی مہر دستخطی بھیجیں ورنہ وہی مثل نہ ہو جو حدیث میں ارشاد ہوئی۔ معاف فرمائیے میں حدیث بیان کرتا ہوں، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے

قالت الکلبۃ لا انبح فعوی جرأھا فی بطنھا رواہ احمد والبزار عن عبد بن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضاف ضیف الحدیث ۔

بیان آمادگی تھانوی کے سوا ان مدرس کے کسی خط کا جواب نہ دیا جائے گا علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ تعالی شرفاوتکریما مذکورین پر حکم کفر وارتداد دے چکے ہیں اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے پیرو جو ان ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں مرتد نہ جانے خود مرتد ہے اور شرعًا مرتد سے مخاطبہ جائز نہیں ۔

پٹنہ کا واقعہ بھی ان مدرس نے اپنے اکابر کے مقتضائے مذہب پر لکھا کہ جب ان کے نزدیک جو ان کے معبود کو بالفعل جھوٹا کہے وہ مرد مسلمان سنی حنفی ہے اسے فاسق تک نہ کہنا چاہیئے نہ اس سے کوئی سخت بات کہی جائے جب ان کے معبود کا جھوٹا ہونا اس حد تک صحیح ہے کہ اس کا قائل فاسق بھی نہیں ہوتا تو ان کا خود جھوٹ بولنا ہر فرض سے اہم تر فرض ہوا۔

ورنہ عابد معبود سے افضل ہوجائیں گے یہ تو اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ کمال مہذب صاحب جو پٹنہ کے جلسہ میں عین وسط بیان میں احادیث سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطع کر کے کچھ پوچھنے کھڑے ہوئے تھے کہ مجھے کچھ دریافت کرنا ہے وہ مہذب یہ مدرس ہیں مسلمانوں نے یہ جواب دیا تھا کہ بات کاٹ کر عین بیان میں پوچھنا کون سی تمیز ہے، ختم بیان پر جو استفادہ منظور ہو دریافت کر لیں، ختم بیان پر لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قبل ختم گھبراہٹ میں ڈبیا اور رومال چھوڑ کر تشریف لے جا چکے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ! پھر بھی شاباش ہے کہ اپنے اساتذہ کی سنت پر قیام کیا۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ فقیر ظفر الدین قادری ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۶ ہجری یوم الخمیس

وصلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔[1]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز اور مدرسہ دیوبند کے ناظم مرتضی حسن کی جانب خط لکھا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ تھانوی صاحب نے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی اور اس بات کا اقرار کیا کہ وہ اس فن میں جاہل ہیں اور اس کے اساتذہ بھی جاہل تھے۔ اس خط کا جواب دربھنگی صاحب نے لکھا وہ بھی اس رسالہ "اسکات المعتدی" میں موجود ہے۔

مگر دربھنگی صاحب ان معروضات کا کوئی بھی جواب نہ دے سکے جس سے اس بات کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ جو حضرت ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا وہ بالکل درست اور صحیح تھا ورنہ دربھنگی صاحب ان باتوں کا انکار کر دیتے، اور حضرت ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دیتے کیونکہ دربھنگی صاحب رسائل لکھنے اور ان میں سبّ و دشنام اور گالی گلوچ درج کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مگر وہ اس معاملہ میں

[1] رسائل چاندپوری، رسالہ اسکات المعتدی، جلد 1 ص 370۔ 373، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

ایک حرف بھی نہ کہہ سکے، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

اس خط کے تناظر میں آپ دیو بندی موصوف کی اس لاف زنی کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں جو اس نے تھانوی صاحب کی للکار کے متعلق لکھی ہے۔ تھانوی صاحب تو فن مناظرہ سے جاہل ہونے کا اقرار کریں اور تھانوی صاحب کے اُٹھائی گیر یہ دعوی کریں کہ تھانوی صاحب نے مناظرے کا چیلنج کیا، یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے۔

اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی مرتبہ تھانوی صاحب کو خطوط لکھے، رجسٹریاں کیں اور کتنی مرتبہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء وتلامذہ ومتوسلین نے تھانوی صاحب کو دعوت مناظرہ دی اور تھانوی صاحب کے خورد ونوش، آمد ورفت، اُٹھک بیٹھک کے اخراجات تک کو اُٹھانے کی ذمہ داری بھی لی مگر تھانوی صاحب کو میدانِ مناظرہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جو شخص سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء وتلامذہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا وہ علم وفضل کے آفتاب وماہتاب کا مقابلہ کرنے کی ہمت کیسے کر سکتا تھا!!

مزید تفصیلات کلیات ومکاتیبِ رضا، ظفر الدین الجید، ابحاثِ اخیرہ اور فتوحاتِ رضویہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اشرف علی تھانوی صاحب کے بھائی کی دَرینہ تمنّا اور اھل سنت وجماعت بریلوی کی طرف سے دعوتِ مناظرہ

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"میرے بھائی اکبر علی نے مجھ سے ایک دن کہا کہ اب تمہارا شمار ہندوستان کے بڑے آدمیوں میں ہے اس لئے چاہیے کہ سفر کم از کم سیکنڈ کلاس میں تو کیا کرو"۔ [1]

---

[1] حیاتِ اشرف، صفحہ 187، مکتبہ تھانوی، کراچی۔

یعنی تھانوی صاحب کے بھائی کی خواہش تھی کہ تھانوی صاحب کو کم از کم سیکنڈ کلاس میں سفر کرنا چاہیے۔اب دوسری جانب اہلِ سنّت کی دعوتِ مناظرہ ملاحظہ کریں:

کھلی چٹھی بنام مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

واضح ہو کہ مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر 25 نومبر 1933ء بوقت 10 بجے دن کے آپ کو جوابی تار ارسال کیا گیا تھا،جس کا مضمون بعینہ یہ تھا

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھون ضلع مظفرنگر۔

حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں،علمائے اہلِ سنّت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے،اس بہتر موقعہ پر آپ تشریف لاکر حفظ الایمان،براہین قاطعہ،تحذیر الناس کی عبارات کے متعلق تصفیہ کرلیں تاکہ تمام ہندوستان کی پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہوجائے۔اس موقعہ پر تکلیف سفر گوارہ کرنا آپ پر لازم ہے،تار کے ذریعہ سے تشریف آوری کے وقت سے اطلاع دیجئے۔آپ کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائیگا،اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائیگی۔از جانب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

جواب کے لئے موازی 13 نقد ڈاک خانہ میں ادا کئے گئے تھے جس کی رسید دفتر میں محفوظ ہے،لیکن آپ نے ہماری مخلصانہ گذارش کو شرف قبولیت نہ بخشا،یعنی آج تک واپسی تار کا جواب نہیں دیا۔کاش ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عبارات حفظ الایمان وبراہین قاطعہ،تحذیر الناس کے متعلق اکابر علمائے اہلِ سنّت سے (جو جلسہ میں رونق افروز تھے) فیصلہ کن مناظرہ ہوکر تصفیہ ہوجاتا۔اور فریقین سے حقارت ومنافرت کا سلسلہ منقطع ہوکر اس عالمگیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوجاتا،ہمیں آپ کے اس موقعہ پر سلوک و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ رنج پہنچا ہے۔

خیر اب چونکہ آپ کے معتقدین عمائدین شہر لاہور نے اس فیصلہ کن مناظرہ کے لئے جناب محترم سردار خان صاحب ناظم جمعیۃ الاحناف نے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی اور مولوی

ابوالقاسم صاحب اور مولوی ابوالوفاء شاہجہانپوری اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے یہ فیصلہ کن مناظرہ کے لئے 15 شوال 1352ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرمادی ہے جو عنقریب شائع کرادی جائے گی۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پر بنفس نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے ہمیشہ کے لئے فریقین میں صلح وآشتی اور محبت واتحاد کی بنیاد قائم کردینگے، فقط۔ جواب کا منتظر: فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ، ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف، ہند لاہور۔ [۱]

کاش! تھانوی صاحب مناظرے کے لئے آجاتے، اس طرح تھانوی صاحب کے بھائی کی خواہش آپ کے سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے والی بھی پُوری ہو جاتی اور مسلمانانِ پاک و ہند کا دیرینہ تقاضا بھی تکمیل کو پہنچ جاتا، مگر تھانوی صاحب نے نہ تو اپنے بھَرا (بھائی) کی خواہش پوری کی اور نہ ہی مسلمانانِ پاک وہند کے مطالبے کو پورا کیا، اور یہ تو حزب الاحناف کی فراغ دلی تھی کہ تھانوی صاحب کو سیکنڈ کلاس کا کرایہ پیش کر رہے تھے وگرنہ تھانوی صاحب چوڑوں چماروں کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتے تھے، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ: "کیا کروں، میری طبیعت کے خلاف ہے، میں ریل میں گنواروں اور بھنگی چماروں کے ساتھ بیٹھتا ہوں" (کمالات اشرفیہ، ص 375)"۔ [۲]

تھانوی صاحب سیکنڈ کلاس میں سفر کر کے مناظرہ کے لیے لاہور نہ پہنچے بلکہ گنواروں، بھنگیوں، چماروں کے ساتھ بیٹھ کر بھی لاہور نہ آئے، حالانکہ یہ گنوار، بھنگی اور چمار وہ لوگ تھے جن کے ساتھ بیٹھ کر تھانوی صاحب سفر کیا کرتے تھے۔ لاہور کے مناظرے میں تو

---

[۱] ہفت روزہ اخبار الفقیہ امرتسر، جلد 16، نمبر 45، 18 شعبان المعظم 1352ھ، بمطابق 7 دسمبر 1933ء، ص 10، کالم 3، ص 11، کالم اوّل۔

[۲] حیات اشرف، ص 187، مکتبہ تھانوی، کراچی۔

اُن کی عزت افزائی ہو رہی تھی کہ گنواروں، بھنگیوں اور چماروں سے نکال کر سیکنڈ کلاس میں لانے کا انتظام کیا جا رہا تھا، مگر آنجناب تھے کہ مناظرہ میں نہ آنے کی ضد پر اڑے رہے اور بعد میں طے کردہ مقررہ تاریخ کو مناظرہ میں بھی نہ آئے، مگر ان کے موجودہ موصوف جیسے حواری ہیں کہ تھانوی صاحب کی بے جا تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا رہے ہیں

دیوبندیوں کی اس سادگی پہ کون نہ مرجائے

حسین احمد ٹانڈوی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے دعوی مناظرہ کی حقیقت

دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مولانا حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لئے تیار ہیں مگر ان کو جرأت نہ ہوئی"۔[1]

الجواب: معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی موصوف کو لمبی لمبی پھینکنے اور گپیں ہانکنے کی بہت بری عادت ہے، کتنا بھی ان کو کوئی سمجھائے لیکن وہ اپنی اس طبعی عادت سے باز نہیں آتے۔ چشمِ فلک تو یہ نظارہ دیکھنے کے لیے ترس گئی تھی کہ اکابرینِ دیوبند سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مناظرہ کے لئے آئیں مگر کبھی بھی کسی دیوبندی مولوی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

دیوبندی موصوف ان مسلّمہ حقائق سے آنکھیں چُرا کر جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں، جس کی حیثیت گوز شتر کے ماسوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پس ٹانڈوی صاحب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کیا مناظرہ کرتے وہ تو پہلے ہی دیوبندیوں کی ناک کٹوا چکے تھے، اور جن فرضی کتابوں کے بل بوتے پر دیوبندیوں کو طفل تسلیاں دے رہے تھے ان کتابوں کا تو دُنیا

---

[1] دفاع، صفحہ 78، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ئے حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں ۔

علاوہ ازیں ٹانڈوی صاحب نے "الشہاب الثاقب" میں کفریہ عبارات کی جو تاویلات وتوجیہات کی ہیں وہ تو کفر پر ڈگری کے طَور پر ثابت ہوتی ہیں ۔

اولاً : تو ٹانڈوی صاحب نے کبھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرے کی حامی ہی نہ بھری، اگر بالفرض ٹانڈوی صاحب مناظرہ کرنے کے لیے آتے تو شکست کا اُسی طرح کا تمغہ اپنے ساتھ لے جاتے جو تمغہ بہاولپور سے اُن کے محسن ومربی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب اپنے ساتھ لائے تھے ۔

دیوبندیوں کے نزدیک ٹانڈوی صاحب نے جو فرضی اور خیالی مناظرہ کرنا تھا اُس کا ایک نمونہ آپ کے سامنے ہم پیش کرتے ہیں ۔ٹانڈوی صاحب تھانوی جی کی "حفظ الایمان" والی عبارت کی صفائی میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا عبارت میں لفظ ایسا فرمارہے ہیں، لفظ اتنا تو نہیں فرمارہے ہیں، اگر لفظ اتنا ہوتا تو اُس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا، یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے، اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہہ کا ہے"۔[۱]

جبکہ دیوبندی مذہب کے مناظرِ اعظم منظور سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"پس" حفظ الایمان" کی اس عبارت میں بھی" ایسا " تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے" اتنا" کے معنی میں ہے"۔[۲]

تبصرہ : دیوبندی مناظرین" حفظ الایمان" کی عبارت کی صفائی میں لفظ "ایسا" کو اتنا کے معنی میں شمار کرتے ہیں ، جیسا کہ آپ نے دیوبندی مناظر منظور سنبھلی صاحب کے

---

[۱] الشہاب الثاقب،ص 102،کتب خانہ اشرفیہ،راشد کمپنی دیوبند سہارنپور،یوپی۔

[۲] فتوحات نعمانیہ،صفحہ 606،ناشر انجمن ارشاد المسلمین،لاہور۔

حوالے سے معلوم کیا،اوراس تاویل کوٹانڈوی صاحب گستاخانہ قرار دے رہے ہیں ،یعنی ٹانڈوی صاحب کے نزدیک ایسا بمعنی اتنا کے ہوتو پھر گستاخی ہوگی ۔ یہ نمونہ ہے ٹانڈوی صاحب کی گیدڑ بھبھکیوں کا،ظاہر ہے کہ وہ مناظرہ میں آ کر بھی یہی گل کھلاتے اوراپنے حکیم الامت کوکسی طرح بھی کفر سے نہ بچا سکتے ۔

خلاصہ کلام: ایسا کہیں بھی مستندروایات وواقعات سےثابت نہیں کہ ٹانڈوی صاحب نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کومناظرے کا چیلنج دیا ہو،اور ٹانڈوی صاحب کواپنے اکابرین کی وکالت حاصل ہو، یہ دیوبندی موصوف کا نرا جھوٹ ہے،محض اپنے ہمنواؤں کو خُوش کرنے کی کوشش ہے،شایداس کے ہمنواؤں نے بھی کہہ رکھا ہے کہ تم چھوڑتے جاؤ ہم لپیٹتے جاتے ہیں ۔

خلیل انبیٹھوی سھارنپوری

دیوبندی موصوف نے اس مقام پرخلیل انبیٹھوی صاحب کا بھی نام لیا ہے،ہم اپنے قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ خلیل انبیٹھوی صاحب دیوبندی مذہب کی وہ مایہ ناز ہستی ہیں جومناظرہ بہاولپور میں شکست کھا کے دم دبا کر بھاگے تھے۔ یہ خلیل انبیٹھوی صاحب موصوف بہاولپور میں" براہین قاطعہ" کی گستاخانہ عبارات پر امام المناظرین حضرت علّامہ غلام دستگیرقصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہتھے چڑھ گئے ، پھران کو جو ذِلت ورُسوائی نصیب ہوئی وہ (دیوبندیوں کےنزدیک) نہ بتانے کے قابل تھی نہ سننے کے،حضرت کے ماتھے پر ایسا کلنک کا ٹیکہ لگا جوابھی تک مٹنے کا نام نہیں لیتا،اوروہ ہندوستان کاایسا علاقہ نہیں تھا جہاں پر اپنے دُوسرےدیوبندیوں کی طرح" یاپولیس المدد" کا شورمچا کراپنی جان چھڑاجاتے ،مگر بہاولپور ایک اسلامی ریاست تھی لہذاخلیل انبیٹھوی صاحب کی روایتی ریشہ دوانیاں کامیاب نہ گئیں اوراس کومناظرے کے لیے سامنے بیٹھنا پڑا،جس میں انبیٹھوی صاحب کو ذلت آمیز شکست ہوئی اوراسی ذلت آمیز شکست ورُسوائی کا طوق گلے میں لٹکائے واپس

ہندوستان لوٹے۔حوالہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے، ویسے بھی اس مناظرے کے متعلق حوالہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں، خلیل انبیٹھوی صاحب کو اس مناظرے میں جو ذلت آمیز شکست اُٹھانی پڑی اُس کے متعلق بہاولپور کا بچہ بچہ بخوبی واقف ہے،اور اپنے پراؤں سے بھی یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

اس مناظرے کے بعد انبیٹھوی صاحب اتنے دہشت زدہ اور حواس باختہ ہوئے کہ مناظرے کے لیے منتیں کی گئیں ،خرچہ اُٹھانے کی ذمّہ داری لی گئی مگر پھر بھی انبیٹھوی صاحب مناظرے کے لیے آمادہ نہ ہوئے ،حوالہ ملاحظہ فرمائیں

نمبر(1)اخبار الفقیہ امرتسر میں لکھا ہے کہ:

فیصلہ کن مناظرہ کا جواب دیو بندیوں کی مجبوریوں کا احتساب

اخباری دُنیا سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ سیٹھ جمال بھائی،قاسم بھائی متوطن پادرہ ضلع بڑودہ نے مسلمانوں سے دیو بندی مسائل کا فتنہ رفع کرنے کے لئے ایک فیصلہ کن مناظرہ چاہا تھا اور دیو بندی علماء مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو خصوصی دعوت دی تھی اور ہر طرح کے انتظامات و ذمہ داری کا بار اپنے سر لیا تھا۔

دیو بندیوں میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری المعروف بہ (دربھنگی صاحب) نے گالیوں سے لبریز اشتہار کے ذریعہ جواب دیا ،جس پر اخبار سیاست لاہور نے بھی ازرُوئے انصاف اظہارِ نفرت کیا ہے۔

دُوسری جانب مقامی دیو بندی مولوی غلام نبی صاحب تاراپُوری نے یہ عیاری برتی کہ چند آدمیوں کو سیٹھ جمال بھائی کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ ہم 18 ستمبر کو بمقام جبکھو درا ضلع کھیڑا تعلق آنند گجرات،مناظرہ کریں گے،آپ اپنے علماء کو لے کر آجائیں۔باوجود عدم فرصت 16 تاریخ کو یک لخت یہ اطلاع آنے پر سیٹھ جمال بھائی،سیٹھ سلیمان رجب اور مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی وقت مقررہ پر مقام مذکورہ میں پہنچ گئے ،لیکن دیو بندی عالم

مولوی غلام نبی صاحب کا کہیں پتہ نہ لگا۔ بار بار تلاش وتقاضوں کے بعد جواب آیا کہ کل 4 بجے شام کو ہم ضرور آئینگے۔

دوسرے روز شام کو 4 بجے جب کہ مناظرہ کی تیاری کی گئی اور مولوی غلام نبی صاحب دیوبندی کا انتظار تھا، بجائے مولوی صاحب کے پولیس آئی اور دفعہ 500 کے ماتحت سیٹھ جمال بھائی اور سیٹھ سلیمان رجب کا وارنٹ لائی ۔سیٹھ سلیمان رجب وہاں موجود نہ تھے اس لئے صرف سیٹھ جمال بھائی کو گرفتار کرلیا، جو بعد میں فوراضمانت پر رہا ہو گئے،مقدمہ زیرِ عدالت ہے۔

یہ ہے دیوبندیوں کی مجبوریاں اورعیاریاں کہ جب دینی مسئلہ کوعلمی طور پرثابت نہیں کر سکتے تو حکومت کے قانون سے ناجائز فائدہ اوٹھا(اُٹھا) کر اہلِ حق کو پریشان کرتے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ" براہین قاطعہ" مصنفہ(مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی)اور" حفظ الایمان" اور" الطہور" مصنفہ(مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)میں نبی کریم صلعم(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اشدرجہ توہین کی گئی ہے کہ آج آریہ سماجیوں کو جو جرأت ہوئی ہے وہ ایسے ہی لوگوں کی تحریروں سے ۔سیٹھ جمال بھائی اِس بلائے عظیم کا انسدادخُوش اصلوبی سے چاہتے تھے جس کا جواب وارنٹ سے ملا ہے،اب دیکھئے کچہری میں کیا ہوتا ہے؟خُدا مسلمانوں کو نیک ہدایت دے،فقط:راقم اثم خادمِ اِسلام داؤد بن سلیمان ٹھکانہ نیا ناگپارہ، دوسری پیرخان گلی،دوکان نمبر38،پوسٹ نمبر8بمبئ،تاریخ21 ستمبر1927ء)[1]

قارئین کرام! سیٹھ جمال بھائی اورسیٹھ قاسم بھائی دونوں دردِدل رکھنے والے افراد تھےاور صاحبِ ثروت بھی تھے،اُن کو دیوبندی بریلوی اختلافات کی فکر لاحق رہتی تھی،انہوں نے یہ سوچا کہ دیوبندی عمائدین میں سےجن کی عبارات پراختلاف ہےاُن میں سے کچھ افراد

---

[1] اخبارالفقیہ امرتسر،جلد 10،شمارہ 37،9ربیع الثانی 1346ھ، بمطابق 7اکتوبر 1927ء،ص2، کالم اوّل دوم۔

مثلاً تھانوی اور انبیٹھوی زندہ ہیں، لہذا اُن کی زندگی میں اِن معاملات کا تصفیہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کافی کوشش کی ،فریقین کی جانب خطوط لکھے، اخبارات ورسائل میں اشتہارات دیئے، خرچہ تک اُٹھانے کی ذمّہ داری لی ،اور بالخصوص دیوبندیوں کی جانب اخباری اشتہارات میں اس امر کی تصریح کی گئی کہ یہ دونوں سیٹھ برادران دیوبندیوں کے ہر آرام وآسائش کا خیال رکھیں گے، یہاں تک کہ بیٹھنے کی جومسہری ہے اُس کا خرچہ بھی اُٹھانے کے لیے یہ دونوں بھائی تیار ہیں۔تھانوی اور انبیٹھوی کا نام لے کر عرض گذاشت کی گئی، انبیٹھوی صاحب کے لئے اتنی سہولت بھی فراہم کی گئی کہ وہ اس سلسلہ میں مناظرے کے لئے ہندوستان آجائیں تو اُن کا آنے جانے کا خرچہ بھی اُٹھانے کے لئے وہ تیار ہیں،ان تمام ترسہولیات کے باعث نہ تھانوی صاحب ہی مناظرہ میں پہنچے اور نہ ہی انبیٹھوی صاحب۔یہ ہے وہ حقیقت جس کے متعلق دیوبندی موصوف کہتے ہیں کہ" خلیل احمد سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لئے تیار ہیں،مگران کو جرأت نہ ہوئی"۔

آپ خُود غور کریں کہ یہ کتنا بڑا بھیانک جھوٹ ہے، دردِدل رکھنے والے حضرات تو مناظرے کے لئے ان کو ہدیے نذرانے تک دیں لیکن یہ حضرات بجائے اِس کے کہ میدانِ مناظرہ میں آتے اور اپنی گستاخانہ عبارات کی صفائی پیش کرتے اس کے برعکس دیوبندیوں نے سیٹھ برادران کے وارنٹ گرفتاری جاری کروائے،شاید دیابنہ کے دل میں یہ خیال تھا کہ جمال بھائی اور قاسم بھائی دونوں کاروباری آدمی ہیں، وہ پولیس وغیرہ کے معاملات سے ڈر کر پیچھے ہٹ جائیں گے،مگران کے دلوں میں جوشمع فروزاں تھی اس نے ان دونوں برادران کو پیچھے نہ ہٹنے دیا،ان تمام ترصعوبتوں وتکالیف کو برداشت کرنے کے بعدبھی وہ اپنے عزمِ مصمم پر ڈٹے رہے اوراس کے بعدبھی دیوبندی اکابرین کومناظرے کے لئے بُلاتے رہے،حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

دعوتِ مناظرہ اور وہابی دُنیا میں کھلبلی مولوی اشرف علی صاحب سے مکرر عرض

جنابِ والا ہم پھر اطمینان دلاتے ہیں کہ للّٰہیت کے ساتھ، سنجیدگی اور متانت سے، اپنے اور اپنے دونوں پیشواؤں کے سر سے کفر کے الزام اُٹھانے اور اُن کے جواب دینے کے لئے جناب ضرور تشریف لائیں، اور اگر آپ کی نظر میں جواب ناممکن ہو تو مسلمانوں کی خانہ جنگیوں پر رحم کر کے اللہ عزّوجل کے حضور گردن جھکائیں اور توہینِ مصطفی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جرم سے توبہ کیجئے، اس میں بندے کی شان نہیں جاتی، یہ شرم کی بات نہیں۔

مَیں مخلصانہ عرض کر رہا ہوں، ابھی وقت ہے اِس سے فائدہ اُٹھایئے، ہم پھر آپ کے جواب کا اس دعوتِ مکرر کے وصول ہونے کی تاریخ سے ایک ماہ تک انتظار کریں گے، جو اشتہار ہماری دعوتِ مناظرہ کے جواب میں آپ کے معتقدین نے شائع کئے ہیں، یقیناً آپ کے علم میں ہوں گے۔ اوّل تو اِن صاحبوں کو دخل در معقولات کا حق کیا ہے؟ آپ کو دعوتِ مناظرہ دیتے ہیں، آپ خاموش اور دُوسرے صاحبان اشتہار دے رہے ہیں پھر ان اشتہاروں میں کیا ہے؟ سبّ وشتم، گالی گلوچ، سوقیانہ الفاظ، کذب افترا، بہتان اور غیر متعلق باتیں"۔ [1]

قارئین کرام! ان دونوں برادران کی خیرخواہی کا جواب بدخواہی اور گالیوں سے دیا گیا، ان کی دعوتِ مناظرہ کو قبول نہیں کیا گیا، یہ حضرات مسلسل دعوت دیتے رہے اور اِن کو گالیاں ملتی رہیں، متانت وسنجیدگی کا جواب سبّ وشتم سے، خیرخواہی کا جواب بدخواہی سے، اور نیک نیتی کا جواب بدنیتی سے دیا گیا، لیکن پھر بھی ان حضرات کے پائے استقامت میں لغزش تک نہ آئی، چنانچہ وہ اس امر کا اظہار اسی اخبار کے ذریعے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[1] ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرتسر جلد 10، شمارہ 43، 25 جمادی الاوّل 1346ھ، بمطابق 21 نومبر 1927ء، ص 8 کالم 3۔2۔

" ہم نے دعوت الی الخیر کے عوض گالیاں کھائی ہیں، کسی جُرم کے پاداش میں نہیں، کسی کو بُرا کہنے پرنہیں، کسی کی توہین کرنے پرنہیں، ہمیں تو ربّ العزت سے اِس کی جزا ملے گی لیکن کون اہلِ عقل ہے جو اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ اگر دعوتِ مناظرہ کا جواب، اگر اپنی حقانیت کا کچھ بھی خیال ہوتا، تو دو حرفوں میں دیا جاسکتا تھا، اس قدر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، کیا مجبوری تھی۔" [1]

خلاصہ کلام : یہ وہ حقائق ہیں جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیے، اگر ان حقائق سے آنکھیں بند کر کے دیوبندی موصوف بغلیں بجانا شروع کر دیں تو ہم ان کا کیا کر سکتے ہیں؟ ویسے بھی ڈھیٹ اور جھوٹے آدمی کا حوالوں سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

بہرحال دیوبندی موصوف کے شیخ الحدیث خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی صاحب" براہینِ قاطعہ" کی عبارت کی صفائی پیش نہ کر پائے اور بہاولپور کی شکست والے دھبے نے انہیں ایسا داغ دار کردیا تھا کہ کوئی بھی دیوبندی بطورِ وکیل دیوبندی مذہب اِن کا رسک اُٹھانے کا لیے تیار نہ تھا، اور نہ ہی خُود انبیٹھوی صاحب عرضِ مکرر کے طَور پر دوبارہ شکست کھانا چاہتے تھے، لہٰذا نہ وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آمادہ مناظرہ ہوئے اور نہ ہی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے شہزادگان اور خلفاء وتلامذہ کے سامنے آنے کی جُرأت کر سکے، یہی دیوبندیوں کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے جسے وہ لفاظی اور ملمع سازی کے ذریعے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر وہ بھول گئے

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اُصولوں سے
خُوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

---

[1] ہفت روزہ اخبارالفقیہ، امرتسر، جلد 10، شمارہ 43، 25 جمادی الاوّل 1346ھ بمطابق 21 نومبر 1927ء، ص 8 کالم 3۔2۔

مرتضی حسن دربھنگی کے دعوی مناظرہ کی حقیقت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مولانا مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی مناظرے کے لئے احمد رضا خان صاحب کو للکارتے رہے مگر خان صاحب اپنے بل میں دبکے بیٹھے رہے"۔ [1]

الجواب: حسبِ معمول دیوبندی موصوف کا یہ اُسی طرح کا جھوٹ ہے جس طرح کا وہ ٹانڈوی، تھانوی اور انبیٹھوی کے متعلق لکھ چکے ہیں، اور اس کی حقیقت بھی وہی ہے جو ہم بیان کر چکے، لیکن قارئین کی معلومات میں اضافہ کے خاطر چند باتیں بیان کر دیتے ہیں

نمبر (1) اشکال گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی اور تھانوی صاحب کی عبارات پر تھے اور ان میں سے تین افراد تو زندہ تھے مگر کوئی بھی مناظرے کے لئے آمادہ نہ ہوا، پھر مرتضی حسن دربھنگی صاحب کس حیثیت سے مناظرے کے لئے اچھل رہے تھے؟ یہ تو وہی معاملہ ہو گیا کہ مدعی سست گواہ چست۔

تھانوی، انبیٹھوی صاحب تو مناظرے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور اِدھر اُدھر کے لوگ اُچھل کود میں مصروف ہوں، شاید اسی کو کہتے ہیں کہ بیگانے کی شادی میں عبداللہ دیوانہ

نمبر (2) تھانوی صاحب مناظروں کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"آج کل کا مناظرہ ہے ہی واہیات چیز، اس میں احتیاط ہو ہی نہیں سکتی، گڑ بڑ ہی ہو جاتی ہے اس لیے مجھ کو اس سے سخت نفرت ہے۔ وقت کا خراب ہونا، حق بات کو نہ ماننا۔ غرض آج کل کے مناظرہ کا حاصل صرف یہ ہے کہ ہیٹی نہ ہو، سبکی نہ ہو، اَڑنگ بڑنگ، اُصول بے اُصول ہانکے چلے جاؤ، زیادہ بولنا چُپ نہ رہنا، بس یہ کمال ہے مناظرہ کا"۔ [2]

---

[1] دفاع، صفحہ 78، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] ملفوظات حکیم الامت، جلد 7، صفحہ 46، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

مرتضی حسن دربھنگی کو ایسے ہی مناظرے میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ اَڑ نگ بڑ نگ بولنا اور سوقیانہ زبان استعمال کرنا اِن کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

جب مرتضی حسن دربھنگی نے اپنی اس فطرتِ ثانیہ کا اظہار کیا تو جمال بھائی اور قاسم بھائی نے بذریعہ اخبار تھانوی صاحب کو آگاہ کیا، ملاحظہ کریں:

"ان میں سے ایک صاحب مولوی مرتضی حسن صاحب، ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند، آپ کے جائز وکیل ہونے کے مدعی ہیں، کسی وکیل کو کلام کرنے کا تو اُس وقت حق ہوتا جب ہم نے وکیل کی گفتگو منظور کرلی ہوتی، لیکن اس سے قطع نظر ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ نے ان صاحب کو اپنا وکیل قرار دیا ہے، اور آپ ان کے ہر کلام کو مانتے ہیں، اگر ایسا نہیں ہے تو دُنیا کو غلطی میں مبتلا ہونے سے بچایئے۔ اور آپ امرِ حق کا صاف اعلان کیجئے کہ وکالت کا دعوی کرنے میں ناظم صاحب دارالعلوم دیوبند باالقابہ کاذب ومفتری ہیں، اور اگر آپ نے وکیل کیا ہے تو اس کا بھی صاف اقرار کیجئے، تاکہ اِن کی تقریر کو آپ کی تقریر اور اِن کی تہذیب کو آپ کی تہذیب سمجھا جائے۔ اگر یہ جناب کے وکیل ہوں تو ایسے وکیل، لائق اور ایسے قابل ناظمِ تعلیمات کی تہذیب سے، اور آپ کی ذات اور دارالعلوم کی تہذیب کو خاص شہرت حاصل ہوگی۔ مشکل سے کسی درس گاہ کو ایسا مہذب اور شائستہ ناظم میسر آسکے اور ایسے ناظم کے انتخاب کرنے والے بھی مستحق آفریں ہیں۔ اگر ناظم صاحب تعلیمات دارالعلوم دیوبند کا یہ اشتہار کسی غیر مسلم کے ہاتھ میں پہنچے گا تو وہ اس دارالعلوم کی تعلیم وتربیت پر کیا خُوب رائے قائم کرے گا؟"۔ [1]

نمبر (3) مرتضی حسن دربھنگی کو تھانوی صاحب کی جانب سے وکالتِ عامہ حاصل نہ تھی اور نہ ہی تھانوی صاحب نے دربھنگی کو اپنے تمام عدول ونقول کا وکیل مطلق بنایا تھا، لہذا مرتضی حسن کے دخل درمعقولات پر سیٹھ برادران نے تھانوی صاحب کو یُوں عرض کیا:

---

[1] اخبارالفقیہ، حوالہ سابق۔

مولوی اشرف علی صاحب سے سہ بارہ عرض

جناب یہ تیسری بار ہم خدّامِ اسلام آپ سے باصرارِتام گذارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے اور اپنے پیشواؤں کے سر سے بارالزام کفراُٹھایئے، اُن شرائطِ مذکورہ چیلنج پر پادرے تشریف لایئے، یہ نہ ہوسکتا ہوتو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم سنی علماء کو لے کرآپ جہاں بتائیں وہاں حاضرہوں، اورالزامِ کفر نہ اُٹھ سکتا ہوتو ہم اس یقین پر پہنچ لئے ہیں کہ ایساہی ہےتوللہ توبہ کر لیجئے، توبہ سے عزّت نہیں جاتی، آپ اگرتوبہ کرلیں گےتو یقین جانیے آپ کوحقیقی عزّت ملی گی، اورآپ کی وُقعت مسلمانوں کےقلوب میں بہت بڑھے گی۔توبہ ورنہ مناظرہ کے لئے طیار(تیار) ہوجائیں، آپ کے معتقدوں کے یہ حیلے، بہانے، جھوٹ، افتراءآپ اورآپ کے پیشواؤں پرسے کفرکا واقعی الزام دھونہیں سکتے، یُوں کفرکا بوجھ آپ کی گردن سے اُترنہیں سکتا، اسماعیل دہلوی کومسلمان کہاں کہا؟ آپ بتایئے۔اعلی حضرت نے اُس کے عقائدکوکفرہی کہا، ہرگز اُسے مسلمان نہیں کہا۔آپ سے باصرارعرض ہے کہ آپ فورًابتایئے کہ اعلی حضرت نے اسماعیل کوکہاں مسلمان لکھا۔ **والسلام علی من اتبع الھدیٰ**۔

(جمال بھائی، قاسم بھائی، ساکنان پادرہ)"۔ [1]

نمبر (4) مولوی مرتضی حسن دربھنگی کےاسی اٹرنگ بڑنگ شوروغوغا پرخلیفہ اعلی حضرت، حضرت ملک العلماءرحمۃ اللہ علیہما نے اُس کی جانب برائے راست خط لکھا، جس میں اُنہوں نے اس امرکا اظہارکیا کہ چاندپوری صاحب کی حیثیت نہایت نُوآموز طفلِ مکتب جیسی ہے، اس کی نہ اِملاء ٹھیک، نہ اُردوعبارت درست، حضرت ملک العلماءرحمۃ اللہ علیہ کا خط سابقہ اوراق میں "رسائل چاندپُوری" کےحوالے سے حوالہ قرطاس کیاجاچکا ہے۔

---

[1] ہفت روزہ اخبارالفقیہ، امرتسر، جلد 10، شمارہ 43، 25 جمادی الاوّل 1346ھ بمطابق 21 نومبر 1927ء، ص 8۔ص 9 کالم اوّل۔

نمبر (5) جب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرتضیٰ حسن دربھنگی کے بارے میں پتہ چلاتو آپ نے فرمایا:

"اگر یہ بات واقعی ہے تو الحمد للہ مدّت کی تمنّائے اہلِ اِسلام بعونہ تعالیٰ پُوری ہونے کی خُوشخبری ہے"۔[1]

اور آپ نے براہِ راست تھانوی کو خط لکھا، جس میں اہلِ اسلام کی خُوشی پُوری ہونے کا اظہار کیا، یہ پُورا خط ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"حامدًا اومصلیًا و مسلمًا

مولوی اشرف علی صاحب

توہین و تکذیب خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ کا جو الزام مدّتوں سے آپ اور مولوی گنگوہی و نانوتوی وانبیٹھی صاحبان وغیرہم پر ہے، سنا گیا ہے کہ اب آپ اس میں مناظرہ پر آمادہ ہوئے اور اس میں اپنا وکیلِ مطلق کسی شخص مرتضیٰ حسن نامی دیوبندی یا چاند پُوری کو کیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے تو الحمد للہ مدّت کی تمنائے اہلِ اسلام بعونہ تعالیٰ پُوری ہونے کی خُوش خبری ہے۔ آپ فوراً اپنی مہری و دستخطی تحریر خُود اپنے قلم سے لکھ کر بھیجیں کہ میں نے" بطش غیب" و" تمہید ایمان" و حسام الحرمین" کے سوالات و اعتراضات کا جواب دینے کے لئے مرتضیٰ حسن مذکور کو اپنا وکیلِ مطلق و نائب عام کیا۔ اس کا تمام ساختہ پرداختہ، قول، فعل، سکوت، قبول، نکول، عدول جو کچھ ہوگا، سب بعینہٖ میرا قرار پائے گا، مجھے اس میں کوئی عذر کی گنجائش نہ ہے اور نہ ہوگی۔ جب آپ یہ تحریر باضابطہ بھیج دیں گے، تو میں باقی اُمور جو گزارش کرنے ہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا مولیٰ عزوجل حق ظاہر کو ظاہر تر فرمائے۔ وللہ الحجۃ البالغہ۔

آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں تو تستر و تعلل کے کوئی معنیٰ نہیں، سامنے سے پہلے کہا تھا کہ"

---

[1] مکتوبات امام احمد رضا ص 127، مکتبہ نبویہ، لاہور

مَیں مباحثہ کرنا نہیں چاہتا، مَیں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں، یہ فنِ فساد آپ کو مبارک رہے'' یہ خط جس دن آپ کو پہنچے، ایک وہ دوسرا اور تیسرے دن جواب اپنے قلمِ خاص سے اور وکالت نامہ مضمون بالا اپنے مہر و دستخط و خامہ سے روانہ کریں۔ احتیاط چاہیں تو رجسٹری کرائیں۔

تنبیہ! تنبیہ!! تنبیہ!!!

اگر اس کا جواب مذکورہ میں خود نہ دیا یا وکالت نامہ بمضمون مذکور بطورِ مسطور نہ بھیجا، یا رجسٹری واپس کردی، تو ثابت ہوگا کہ آپ نے شخصِ مذکور کو وکیل نہ کیا تھا، یا معزول کردیا۔ اور یہ کہ آپ حسبِ عادت چند سالہ، مسائل وسوالاتِ مذکورہ میں بحث سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ میرے اس التماس کا جواب معقول آنے پر اور جو مجھے استفسار کرنا ہے، کروں گا۔ اس کے جواب کے بعد آپ کی نوبت ہوگی۔

آپ کو جو پوچھنا ہوگا، خود پُوچھیں گے۔ مَیں بعونہ تعالیٰ خُود جواب دُوں گا۔ اِبتدائے سوال میری طرف سے ہے۔ میرے استفسارات طے ہونے سے پہلے بے جواب معقول دئے۔ سوال علی السوال کی طرف عدول، مدفوع ومخذول ہوگا۔

پھر کہتا ہوں اور بتاکید کہتا ہوں کہ آپ اگر واقعی آمادہ ہوئے ہیں۔ تو صاف طَور پر سمجھ لیجئے، بچنے، چھپنے بدلنے کی حاجت نہیں۔

و للّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین والحمدللّٰہ رب العلمین۔

اس خط کے جواب میں کسی دُوسرے کی کوئی بات نہ سنی جائے گی۔

آپ جب کہ عاقل بالغ ہیں تو وکالت نامہ خود آپ کے قلم و دستخط ومہر سے ہو، ورنہ توکیل میں تسلسل مستحیل لازم آئے گا۔

وحسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا وھادینا و ناصرنا محمد و الہ وابنہ و حزبہ و بارك وسلم ابداً آمین۔

فقیراحمدرضا قادری عفی عنہ بقلمِ خود

۱۴ ربیع الآخر روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۲۸ھ [۱]

اسی خط کا ایک حصہ مرتضی حسن دربھنگی صاحب نے بھی اپنے رسالہ "بعث المهاد لمن يخلف الميعاد" صفحہ 13 پر نقل کیا ہے، جس میں موجود ہے کہ تھانوی صاحب نے یہ خط دربھنگی صاحب کے حوالے کر دیا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ خط تھانوی صاحب تک پہنچا اور تھانوی صاحب نے دربھنگی کی وکالت کے متعلق ایک حرف بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کو دربھنگی صاحب پر کوئی خاص اعتماد نہ تھا، بس اَڑنگ بڑنگ بولنے کے لئے دَربھنگی صاحب کو آگے کر دیتے تھے۔

مگر تھانوی صاحب نے مرتضی حسن دربھنگی کو نہ ہی اپنا علی الاطلاق وکیل قرار دیا اور نہ ہی مناظرے کے لئے میدان میں آئے، اب صاف ظاہر ہے کہ بغیر وکالت کے دربھنگی صاحب کس طرح مناظرہ کر سکتے تھے، اور انہیں تھانوی کی جانب سے مناظرہ کرنے کا حق کیسے پہنچتا تھا؟ جب کہ تھانوی صاحب خود زندہ تھے۔

مناظرہ جھنگ میں اہل سنّت (بریلوی) کی عظیم الشان فتح اور دیوبندیوں کے پیٹ میں درد

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: "امیرِ عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات پر ذلت آمیز شکست دی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو" قاصمۃ الظہر" "فتوحاتِ نعمانیہ" ، رسائل چاندپوری، "نورِ سنت کا مناظرہ جھنگ نمبر"۔ [۲]

---

[۱] مکتوبات امام احمد رضا، ص 127۔ 128، مکتبہ نبویہ، لاہور۔

[۲] دفاع، صفحہ 78۔79، مکتبہ ختمِ نبوت، پشاور۔

الجواب : یہ بات تو عالم آشکار ہے کہ مناظرہ جھنگ میں دیوبندیوں کے سرخیل و چوٹی کے عالم حق نواز جھنگوی کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی اور حضرت سیالوی صاحب نے دیوبندیوں کے ھوم گراؤنڈ پر جھنگوی کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ دلائل و براہین کے شکنجے میں ایسا جکڑا کہ دیوبندیت کو جان کے لالے پڑھ گئے اور اس مناظرے کے بعد دیوبندیوں کے لئے سرزمین جھنگ تنگ ہو گئی تھی اور ہر طرف سے نفرین اور تھُو تھُو کی صدائیں پیچھا کر رہی تھیں۔ دیوبندی موصوف بڑی معصومیت بھرے انداز میں کہتے ہیں کہ نور سنّت کا مناظرہ جھنگ نمبر دیکھو۔

جنابِ من! نورِ سنّت کا مناظرہ جھنگ نمبر دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اور پڑھے لکھے کو فارسی کیا

مناظرہ جھنگ کی آڈیو ریکارڈنگ موجود ہے وہ سن لیں، خود بخود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ مناظرے میں کس کا پلہ بھاری رہا۔

نوٹ : یہ مناظرہ سرکاری عملداری میں ہوا تھا اور فریقین کے مسلمہ حکموں نے دیوبندیوں کی شکست کا فیصلہ تحریری طور پر دیا تھا جو کہ مناظرہ جھنگ کی روئیداد کے ساتھ منسلک ہے اور سرکاری فائلوں میں بھی موجود ہے۔

گھر بیٹھ کر تو ہر شخص پھنّے خان اور تیس مار خان بن سکتا ہے، اگر جناب اپنی شکست کو چھپانے کے لئے رسالہ نورِ سنّت کا " مناظرہ جھنگ نمبر: شائع کر دیں ہم کیا کر سکتے ہیں ؟ اس مناظرے کی روئیداد شائع کرنے کی جرأت تو آج تک دیوبندیوں کو نہ ہو سکی اور نہ ہی مناظرہ نمبر میں روئیداد کو شائع کیا گیا، کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اور پھر رسالہ " نور سنّت " کے " مناظرہ جھنگ نمبر " میں یہی رونا رویا گیا ہے کہ دیوبندیوں کے مولوی حق نواز جھنگوی ستائیس سال کی عمر کے تھے جب کہ حضرت سیالوی صاحب کو تو صرف تدریس کا اٹھارہ سالہ تجربہ تھا۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو دیوبندیوں کو کس نے کہا تھا کہ تم ستائیس سال

کے دُودھ پیتے بچے کو میدانِ مناظرہ میں گھسیٹ لاؤ، کیا دیوبندیوں کو حضرت سیالوی صاحب کا ہم عمر کوئی مناظر نہ ملا یا ساری دیو بندیت کے مناظرین مرکھپ گئے تھے کہ اس دودھ پیتے بچے کو کہنہ مشق مدرس کے سامنے لے آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کے عمر رسیدہ مولوی ومدرسین کو اندازہ تھا کہ جس موضوع پر جھنگوی مناظرہ کرنے جارہا ہے اُس کی وجہ سے دیوبندی مذہب کے لئے ایک ایسا بھیانکر آنے والا ہے جس کی تلافی صدیوں میں بھی ممکن نہیں، اس لئے کوئی بھی عمر رسیدہ مناظر اس مسئلہ میں سامنے نہ آیا، اور جھنگوی صاحب کے ذہن میں یہ خمار تھا کہ وہ اس مناظرے میں اڑنگ بڑنگ کے سہارے جیت جائیں گے، مگر ان کی اُمید بَر نہ آئی اور دل کی حسرت کو دل میں لے کر چل بسے۔

اس موقع پر ہمیں جھنگوی صاحب کی حالتِ زار پر بہادر شاہ ظفر کے یہ شعر یاد آرہے ہیں

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ نہیں ہے دلِ داغ دار میں
عمرِ دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

مناظرہ جھنگ کے متعلق مزید معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں" تاریخی اور عدیم المثال روئیداد مناظرہ جھنگ، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، اور آڈیو ریکارڈنگ مناظرہ جھنگ۔

بے اُصُول مناظرہ

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارات پر مناظرے کی دعوت دی تم فوراً اُچھل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہوسکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کرنے کے لئے کہا تو فوراً اچھل پڑے کہ اجی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں"۔(دفاع، ص79)

الجواب : نمبر (1) دیوبندی موصوف خود ہی مناظرہ جھنگ کا ذکر کر چکے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ ذکر سنی سنائی کے بل بوتے پر کر دیا ہے، آنجناب کو کبھی یہ مناظرہ سننے اور اس کی روئیداد پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ اس مناظرے میں جھنگوی صاحب نے چن چن کر اُن لوگوں کی عبارات پڑھیں جن کو وہ بزعمِ خُود اکابرینِ اہلِ سنّت میں سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں رطب ویابس جمع کر دیا لیکن پھر بھی اس نے کون سا تیر مار لیا، وہی شکست کا تمغہ بطور ایوارڈ جھنگوی صاحب کو حاصل ہوا، اس کے باوجود دیوبندیوں کا اس طرح شور مچانا جس طرح دیوبندی موصوف نے مچایا ہے، چور مچائے شور کی مصداق ہے۔ مناظرہ جھنگ میں اگرچہ دیوبندیوں نے بے اُصولی کی کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے اکابرین کی عبارات کا جواب دیتے انہوں نے یہ الزام عائد کرنا شروع کر دیا کہ ان کے زُعم میں اہلِ سنّت کی کتب میں کچھ عبارتیں ایسی موجود ہیں جن میں بزعم اہل دیوبند توہین کا پہلو نکلتا ہے، حالانکہ دیوبندیوں کو قطعًا یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ الزام لگائیں کیونکہ اکابرینِ دیوبند نے کبھی بھی علمائے اہل سنّت کی عبارات کے متعلق ایک حرف تک اس انداز میں نہیں کہا، یہ بعد میں آنے والے دیوبندیوں کی ایک سازش تھی کہ وہ کسی طرح اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارات کے داغِ رُسوائی کو مٹا دیں۔

پس دیوبندیوں کی جانب سے یہ ایک بے اُصول مناظرہ تھا لیکن اس کے باوجود اہلِ سنّت و جماعت نے دیوبندیوں کو پورا موقعہ فراہم کیا کہ وہ اپنی اس حسرت کو بھی پُورا کر لیں، اس کے باوجود دیوبندی نہ تو اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارات کی صفائی پیش کر سکے اور نہ ہی اس کلنک کے ٹیکے کو مٹا سکے جو ان کے اکابرین سے ان کو ورثہ میں ملا ہے، اسی کلنک کے ٹیکے کا ابال ہے کہ کبھی "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کے نام سے کتاب آتی ہے اور کبھی "دست وگریبان" کے نام سے۔ دیوبندیوں کی ہزار کوششوں اور لاکھوں کاوشوں کے باوجود یہ سیاہی مٹنے کا نام نہیں لیتی اور مٹ بھی نہیں سکتی کیونکہ

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

نمبر (2) دیوبندی اُصولی باتوں پر مناظرہ کرنے کی بجائے اُن مسائل پر گفتگو کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کی نوعیت اہلِ سنّت و جماعت بریلوی کے نزدیک بھی درجہ جواز واستحباب کی ہے۔ جب ایسے مسائل پر دیوبندی شوروغوغا کرنا شروع کردیں تو ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ الاھم فالاھم کے تحت ان مسائل پر گفتگو کریں جن کی وجہ سے علماء عرب وعجم نے اکابرینِ دیوبند کی تکفیر کی ہے، لیکن دیوبندی اس اُصولی اختلافی مسئلہ کو چھوڑ کر دُوسری طرف بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ دوسرے مسائل اصولی اختلاف کے زُمرے میں نہیں آتے، تم اُس مسئلہ کی جانب تو جہ دو جس کی وجہ سے بریلویت اور دیوبندیت کے درمیان ایک وسیع وعریض خلیج قائم ہوئی۔

قارئین کرام! اب آپ ہی بتائیں کہ کیا اتنا کہنے میں ہم کوئی بےاُصولی کی بات کرتے ہیں؟ کیا دیوبندیوں کی سینہ زوری نہیں ہے کہ اصول کو چھوڑ کر غیرا ہم چیزوں پر بحث وتکرار اورمحاذ آرائی کریں؟ (اگرچہ دیوبندیوں نے جب بھی دھاندلی کرتے ہوئے جواز واستحباب والے مسائل پر بحث ومناظرہ کی کوشش کی، تو بھی ان کو منہ کی کھانی پڑی)

پس دیوبندی موصوف کا مذکورہ بالا اعتراض درست نہیں اوردیوانے کی بڑ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں

سخن شناس نہ ایں دلبرا خطا ایں جا است

دِفاع یا دَغا

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ایک طرف تو الزام دیا جارہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آرہے ہو مگر جب

دوسری طرف رضاخانیوں کےان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہےتو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویلیں کیوں کرتے ہو بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔

آخر یہ دنیا کا کونسا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزام بھی لگا ؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟"۔[1]

الجواب : اہلِ سنّت و جماعت بریلوی نے کبھی بھی دیوبندیوں سے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارات کے دفاع کا حق نہیں چھینا ، بلکہ متعلقہ عبارات کے دفاع کا بھر پُور موقع دیا ہے، مگر دیوبندی اپنے اکابرین کی عبارات کا دفاع نہیں کر پاتے، اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ جب بھی اکابرین دیوبند کو کہا گیا کہ اپنی عبارات کی صفائی پیش کریں اور میدانِ مناظرہ میں آجائیں تو انہوں نے روایتی حیلہ سازیوں سے کام لیا، اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"بریلی والوں سے میں نے کہا میں مناظرہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں (یعنی مناظرہ کرنے کو تیار ہوں) لیکن کوئی منصف یا حکم بھی ہونا چاہئے اور وہ حکم عالم ہوگا یا جاہل اگر جاہل ہوا تو محاکمہ (فیصلہ) کیسے کرے گا اور اگر عالم ہے تو یا تو تمہارا ہم عقیدہ ہوگا یا میرا ، پھر فیصلہ کیسے کرے گا۔ پھر جب کوئی ایسا منصف نہیں تو نتیجہ کیا ہوگا اس کا کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔کلمۃ الحق ،ص 100"۔[2]

تھانوی صاحب نے اپنا منظورِ نظر منصف اور حکم نہ ملنے کی علّت کی وجہ سے مناظرے سے گریز کیا، پھر بھی دیوبندیوں کا یہ دعوی ہے کہ انہیں دفاع کا حق نہیں دیا جارہا۔ دُنیا کا عام

---

[1] دفاع ،صفحہ 79،مکتبہ ختم نبوت ،پشاور۔

[2] مناظرہ کے اصول واحکام ،افاضاتِ تھانوی ،ترتیب محمد زید مظاہری ،ص 62،ادارہ افاداتِ اشرفیہ ھتورا، باندہ یوپی۔

دستور ہے کہ اگر کسی ذلیل سے ذلیل اور کمینے سے کمینے آدمی پر بھی اعتراض کیا جائے تو وہ اپنی صفائی دینے کے لئے ضرور آمادہ ہوتا ہے چہ جائیکہ ایک مذہب ومسلک کے سرغنہ پر کفر کا فتوی موجود تھا، مگر وہ حیلہ سازی سے کام لیتا رہا، اور اُس کی حیلہ سازی کی وجہ سے ہی سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کے مستند علماء کرام کی جانب رُجوع کیا اور وہاں سے بھی فیصلہ دیو بندیوں کے خلاف ہی آیا۔

دیو بندیوں کو تو اخبارات کے ذریعے بھی دفاع کرنے کا کہا گیا، مگر دیو بندی اکابرین کی حالت وکیفیت ایسی تھی کہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد، کسی طرح بھی دیو بندی آمادہ دفاع نہ ہوئے۔ اس کی ایک جھلک اس اخباری تراشے سے بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کو ایک مرتبہ اورمناظرہ کی آخری دعوت اور اتمامِ حجت

جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی ساقہ اللہ تعالی الی صراطه المسوی ،السلام علی من اتبع الهدی ۔آپ پر مخفی نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں اہلِ اسلام کس کشمکشِ حیات وموت میں مبتلا ہیں، کفار ومشرکین ان کے مال وجان وایمان وناموس پر روزانہ حملے کر رہے ہیں ۔ضرورت تھی کہ کلمہ گو یان اسلام سب باہم ومتفق متحد ہوکر اپنے مذہب وناموس وجان ومال کی حفاظت کے لئے تیار ہوتے، مگر افسوس ان کو باہم آپس ہی میں لڑنے اور ایک کلمہ گو دوسرے مدعی اسلام کے مقابل صف آرائی سے فرصت نہیں، پھر اغیار کے حملوں کی مدافعت کون کرے ۔ان خانہ جنگیوں کی بہت بڑی ذمہ داری آپ کی جماعت وہابیہ دیو بندیہ پر عائد ہوتی ہے۔ گھر گھر میں آتشِ فتنہ وفساد مشتعل ہے۔

بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، شاگرد اُستاد کا دشمن ہے، شوہر نے بیوی کو وہابی سمجھ کر چھوڑ رکھا ہے، بیوی شوہر کو بدعتی کہہ کر اُس کی صورت دیکھنے کی روادار نہیں، باپ

اپنے بیٹے کو دیوبندی جان کر اُسے عاق کرنے پر تلا ہوا ہے، بیٹا اپنے باپ کو مشرک کہہ رہا ہے، ان خانہ جنگیوں کی مختصر کیفیت پادرہ ضلع بڑودھ سے پہلے چیلنج میں آپ کو لکھی جا چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور آپ کے پیش رو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی، باوجود کثیر تقاضوں کے، ان جھگڑوں کو مٹانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور میدانِ مناظرہ کے مرد نہیں بن سکے، اور کسی وقت علمائے اہلِ سنّت کے مقابل کفریات فتوی تکذیبِ باری تعالی وبراہینِ قاطعہ کے متعلق ایک حرف بولنے کی انہیں ہمت نہ ہوسکی۔ گنگوہی صاحب کے بعد فرقہ دیوبندیہ کی امامت وپیشوائی وحکیم الامتی کی پگڑی آپ ہی کے سر بندھی ہے اور گروہ وہابیہ دیوبندیہ کا سارا نظم ونسق وکشاء آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ کی ہاں پر تمام دیوبندی ہاں کہتے ہیں اور آپ کی نہیں پر تمام وہابیہ نہیں کہنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سارے گروہ دیوبندیہ میں یہ حیثیت آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

گنگوہی صاحب کے بعد سے اب تک بیسیوں مرتبہ ان جھگڑوں کے مٹانے کی آپ کو دعوت دی گئی، مناظرہ کے چیلنج دیئے گئے۔ آپ بذاتِ خود "تحذیر الناس" مصنفہ قاسم صاحب نانوتوی وفتوی تکذیب الٰہی جل وعلا تحریر کردہ گنگوہی صاحب و"براہین قاطعہ" انبیٹھی صاحب و"حفظ الایمان" کے کفریات پر مناظرہ کر کے کلمہ گویان اسلام کو اس کشمکش فتنہ وفساد سے نجات دلوادیں، لیکن آپ نے بھی ہمیشہ خاموشی ہی اختیار کی۔

1346ھ [1] میں ہم خدام اسلام نے آپ کو اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی کو نہایت دردمندانہ ومہذبانہ چیلنج دیا۔ اور سارے اخراجات مناظرہ کا بارا پنے ذمہ لیا کہ آپ دونوں صاحبان پادرہ ضلع بڑودھ میں تشریف لا کر علمائے اہل سنّت سے مناظرہ کریں۔ تھانہ بھون

---

[1] نوٹ: اخبار الفقیہ میں 1347ھ کتابت کی غلطی کی وجہ سے لکھا گیا ہے مگر یہ بات اوائل 1346ھ کی ہے جیسا کہ اخبار الفقیہ سے ہی پچھلے اوراق میں اس کا ذکر ہو چکا۔

سے پادرہ تک سیکنڈ کلاس میں آپ کی آمد و رفت کے اخراجات اور مدینہ طیبہ سے یہاں تک مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کی آمد و رفت کے مصارف سب ہم نے اپنے ذمہ لئے، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی انبیٹھی صاحب تو اسی چیلنج کو دیکھتے ہی دُنیا سے چل بسے، اور آپ بدستور ساکت و خاموش رہے، البتہ مولوی مرتضی حسن دربھنگی نے مدرسہ دیوبند سے اور دوسرے وہابی دیوبندی مولویوں نے مرادآباد، امروہہ سے حیا سوز اشتہارات شائع کئے جن میں محض اس جرم پر کہ ہم نے آپ صاحبوں کو چیلنج کیوں دیا ہم کو نہایت بازاری گالیاں دیں۔ اُن تحریروں کے مہذب اور دندان شکن جواب شائع کر دیئے گئے اور دُنیا اس نتیجہ پر پہنچ گئی کہ عبارات "تحذیر الناس" و "فتوی گنگوہی" و "براہین قاطعہ" و "حفظ الایمان" میں اسلام کا کوئی ضعیف سے ضعیف پہلو نکالنے سے آپ عاجز و مجبور ہیں، اور وہ معاملہ ختم ہو گیا پھر شعبان 1352ھ میں جلسہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے موقع پر آپ کے اتباع منظور سنبھلی وابُو الوفاء شاہجہان پُوری وابُو القاسم شاہجہان پُوری نے آپ کا اور حجۃ الاسلام مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قبلہ فاضلِ بریلوی دام ظلہم الاقدس کا انہیں مباحث پر مناظرہ مقرر کیا، اور یہ طے کیا کہ دونوں مناظروں میں سے جو مناظر میدان مناظرہ میں خود نہ آئے نہ اپنا مجاز و ماذون مطلق وکیل بھیجے اُس کا فرار مسلّم فریقین ہوگا۔ اور اس کی جماعت اس کی اختلافی تحریروں سے تحریرًا نفرت و بیزاری کا اظہار کر دے گی، لیکن 5 شوال 1352ھ کو ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ سے مناظرہ دیکھنے کے اشتیاق میں آنے والے تقریبًا پندرہ ہزار مسلمانوں نے جامع مسجد وزیر خان لاہور میں یہ منظر دیکھا کہ حجۃ الاسلام دام ظلہم العالی بنفسِ نفیس کثیر جماعت علماء اہل سنّت کے ساتھ میدان مناظرہ رونق افروز ہیں مگر آپ تھانوی صاحب نہ خُود میدان میں آئے نہ حضرت حجۃ الاسلام دام ظلہم الاقدس کو یہ تحریر بھیجی کہ آپ تھانہ بھون آجایئے، اور میرے مکان پر آکر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے کیونکہ میں بیمار ہوں، سفر نہیں کر سکتا، نہ وہ رجسٹریاں کہ حضرت ممدوح نے دوبارہ

مناظرہ امضا فرمائیں حاصل کیں، بلکہ منکر ہوکر واپس کردیں جو چھاپ چھاپ کر ملک میں فوراً اشائع کر دی گئیں،ان میں سے ایک رجسٹری میں جلسہ مناظرہ میں انکار ہوکر واپس آئی جسے جناب صدر نے مناظرہ سے انکار پر محمول کر کے آپ کی شکست فاش کا اعلان کر دیا۔
نہ کسی کو مناظرہ لاہور کے لئے اپنا مجاز وما ذون مطلق وکیل بنا کر بھیجا، جس کا قول وقبول وعدول ونکول سب آپ کا قول وقبول وعدول ونکول ہوتا۔اور اُس کے عاجز آجانے پر آپ توبہ کر لیتے ، بلکہ ایک ردّی پرچہ پر مذبذبین ومترددین کو صرف عبارتِ" حفظ الایمان" کی تفہیم کی مہمل توکیل بنام حسین احمد اجودھیا باشی ومنظور سنبھلی واسماعیل سنبھلی وابو الوفاء شاہجہان پوری پیش ہوئی ،فرضی وجعلی سمجھی گئی اور ہزار ہا کے مجمع میں آپ کی شکست کا اعلان ہوا اور اس موقعہ کی تمام ملک میں اشاعت کی گئی اور عامہ مسلمین کو دوبارہ یہ فیصلہ کرنے کا موقع ملا کہ آپ کے نزدیک عباراتِ کفریہ نانوتوی وگنگوہی وانبیٹھی وتھانوی میں کوئی ضعیف سا ضعیف احتمالِ اسلام ہرگز نہیں نکل سکتا ،اور وہ عبارات معانی کفریہ میں متعین ہیں اور اسی پر یہ معاملہ بھی ختم ہوگیا۔
اب اس وقت پھر آپ کے راندیری اذناب وہابیہ دیو بند نے اس معاملہ کو چھیڑا ہے اور عبد الرحیم راندیری کتب فروش کتبخانہ صادقیہ راندیر کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا ہے، جس کا عنوان یہ ہے

نوٹس پیشوائے فرقہ بریلویہ کو نقد ایک ہزار روپیوں کا انعامی اشتہار واجب الاظہار

مولوی حامد رضا خان صاحب، حشمت علی لکھنوی بریلوی کو مع ان کے تمامی رُفقا وکل رشتہ داروں کے مناظرہ کی ایک دم دعوت اور دیوبندیوں کی طرف سے بمبئی کے مجسمہ جہالت وہابی دیوبندی خواجہ حسن سرہندی کی دندان شکنی وسرکوبی کے لئے تو حضرت شیر بیشہء [اہلِ] سنّت ابُو الفتح عبید الرضا مولانا مولوی حشمت علی خاں صاحب قادری رضوی لکھنوی دام مجدہم العالی کے رُفقا بعونہ تعالی ہمیشہ تیار رہے اور ہیں، وہ جب چاہے اسی اپنے اشتہار کی

تحریر کے مطابق ایک ہزار روپیہ انعامی لے کر بریلی شریف آ جائے ۔ واحد قہار جل جلالہ کے جلوے دیکھتے مگر آپ تھانوی صاحب سے پھر آخری مرتبہ گذارش ہے کہ آپ کو مناظرہ کے لئے تھانہ بھون سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں ہوسکتی ۔ اور بقول وہابیہ دیوبندیہ آپ ایسے امراضِ مخصوصہ ناگفتہ بہ میں مبتلا ہیں جو آپ کو تھانہ بھون سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتے، لیکن خود تھانہ بھون میں علماءِ اہلِ سنّت کو دعوت دے کر اُن سے مناظرہ میں آپ کو کون سا عذر ہے، مریدوں کے استفتوں پر آپ برابر فتوے لکھتے ہیں، معتقدین کے خطوط کے جوابات دیتے ہیں، متعدد رسالوں کی سرپرستی کرتے ہیں، مدرسہ دیوبند کے اراکین کو تھانہ بھون بلا کر وہاں کے جھگڑے چکاتے ہیں تو مناظرینِ اہلِ سنّت کو تھانہ بھون بُلا کر اتنے بڑے عالمگیر جھگڑے کو مٹانے سے گریز کی کیا وجہ ہوسکتی ہے، اس لئے آپ برائے مہربانی مسلمانوں کی حالتِ زار پر رحم کھا کر ہم خدّامِ اسلام کو اجازت دیجئے کہ ہم اہل سنّت بیشہء سنّت مدظلہ کو تھانہ بھون لائیں اور آپ اپنے ہی وطن میں بیٹھ کر مناظرہ فرمائیں ۔ اس مناظرہ کی شرائط حسب ذیل ہوں گی

(1) وہابیہ دیوبندیہ کی طرف سے خود آپ کو بحیثیت مناظر میدانِ مناظرہ میں تشریف رکھنا ہوگا، البتہ آپ کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنی مدد کے واسطے دیوبند سے لے کر نجد تک تمام وہابی دیوبندی ونجدی مولوی صاحبوں کو بلالیں اور اُن سے خوب مدد لیں ۔

(2) آپ کے ذمہ انتظاماتِ مناظرہ میں سے صرف اِس قدر ہوگا کہ ضلع مظفرنگر کے مجسٹریٹ صاحب سے مناظرہ کا تحریری اجازت نامہ حاصل کر کے ہم خدام اسلام کے نام روانہ کردیں تاکہ عین وقت پر "یا پولیس المدد" پکار کر مناظرہ بند کرنے کا موقع نہ ملے ۔

(3) حضرات علمائے کرام اہلِ سنّت کی آمدورفت بیرونجات سے مناظرہ سننے کے لئے آنے والے مسلمانان اہل سنّت کے قیام وطعام، مناظرہ کے انتظامات، خود آپ کو آپ کے گھر سے میدان مناظرہ میں آرام دہ سواری پالکی یا موٹر میں لانے اور پھر پہنچانے آپ

کے لئے میدان مناظرہ میں آرام دہ نشست بنانے، آرام کرسی یا مسہری مہیا کرنے وغیرہ کے تمام مصارف واخراجات بعونہ تعالیٰ ثم بعونہ حبیبہ علیہ الصلاۃ والسلام ہمارے ذمہ ہوں گے۔حتیٰ کہ ضلع مظفرنگر کے مجسٹریٹ صاحب سے تحریری اجازت نامہ مناظرہ کا حاصل کرنے میں جو آپ کا خرچ ہواس کی اطلاع ملنے پر ہم وہ بھی حاضر کردیں گے۔خلاصہ یہ کہ مناظرہ کے متعلق ایک پیسہ کا خرچ بھی ہم آپ پر یا کسی وہابی دیوبندی صاحب پر نہیں رکھنا چاہتے۔

(4) مناظرہ کا وقت تو مقرر ہوگا، مثلاً 9 بجے سے تین بجے تک، یا آٹھ بجے سے دو بجے تک، مگر کسی مناظر کے لئے محدود وقت نہ ہوگا بلکہ ہر مناظر کو حق ہوگا کہ اپنے مقابل کی تقریر کا معقول جواب دینے کے لئے جس قدر وقت چاہے لے تاکہ کسی مناظر کو تنگی وقت کا بہانہ کرنے کا موقع نہ ملے کہ جواب تو ہمارے پاس تھا مگر وقت نہیں ملا۔

(5) ہر مناظر اپنی لکھی ہوئی تقریر مجمع مناظرہ میں سنا کر اسی پر مہر دستخط کرکے اپنے مقابل کو دے دیگا، تاکہ کسی کو کہہ کر مکرنے بدلنے بچلنے نکلنے کا موقع نہ ملے اور ہر فریق کے پاس اس کے مقابل کی پوری مہری دستخطی تحریریں محفوظ رہیں۔

(6) آپ کو وکیل بنانے کا کسی طرح حق تو نہیں مگر آپ کی رعایت سے یہ بھی منظور ہوگا کہ آپ موجود رہیں اور آپ کے سامنے، وہ جسے آپ گفتگو کے لئے اپنا باضابطہ وکیل بنائیں، کلام کرے اس کی ہر تقریر کا پرچہ جو اہل سنّت کو دیا جائیگا اس پر آپ کے دستخط بھی ہوں گے۔

(7) یہ مناظرہ بعونہ تعالیٰ شروع ہو کر اس وقت تک جاری رہے گا کہ ایک مناظر جواب سے عاجز آکر حق کو قبول کرلے یا میدان چھوڑ بھاگے یا بجائے اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت گنوانا چاہے، بے حیائی سے خاموش تو نہ ہو مگر بات کا واقعی جواب نہ دے، خواہ اس میں کتنا ہی وقت صرف ہو، کثرت مشاغل اور عدیم الفرصتی کا عذر پیش نہ کیا جائے۔ہمیں بعونہ

تعالی ایک آخری فیصلہ کن مناظرہ کر کے وہابیت ودیوبندیت کے جھگڑوں اور مسلمانوں اور کلمہ گویان اسلام کی خانہ جنگیوں کو ہمیشہ کے لئےختم کر دینا منظور ہے۔اس اہم اور شدید دینی ضرورت کے مقابل اور کون سے مشاغل ہو سکتے ہیں جو اس عظیم خدمت اسلام و مسلمین سے نافع ہوں گے۔

(8)اگرآپ جواب سے عاجز ہوجائیں تو آپ کو مناظرِ اہلِ سنّت کی تلقین کے مطابق مجمع عام میں توبہ کر کے اسلام لا نا پڑے گا،اور اگر یہ منظور نہ ہوتو کم از کم اپنے عاجز ولا جواب ہونے کی مہری دستخطی تحریر مجمع عام میں لکھ کر مناظر اہل سنّت کے حوالہ کرنے ہوگی، اور اگر بالفرض باطل معاذ اللہ مناظرِ اہلِ سنّت جواب سے عاجز آ جائیں اور اُن پر اِن کی غلطی واضح ہوجائےتو ان کو اپنی غلطی کا اقرار تحریراً کرنا ہوگا۔

(9)چونکہ اس مناظرہ کی انتہا کسی مناظر کے عاجز آنے پر ہوگی ،لہذا ظاہر ہے کہ اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

(10) مجمع میں سے کسی شخص کو کسی مناظر پر استہزاء کرنے یا ہنسنے یا شور مچانے یا کچھ بولنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا،اور جو اس دفعہ کی خلاف ورزی کرے گا صدر جلسہ اُس کو حکمًا جلسہ گاہ سے باہر نکال دینے پر مجبور ہوگا۔

(11) چونکہ تمام انتظاماتِ مناظرہ تمام وکمال بعونہ تعالی ہم خدّام اسلام نے اپنے ذمے لئے ہیں لہذا صدر جلسہ گاہ مناظرہ وہ ہوگا جس کو ہم منتخب کریں گے۔

(12)جس فریق کا مناظر جواب سے عاجز آجائے، پھر بھی اپنے عجز کی تحریر لکھ کر مجمع عام میں اپنے مقابل کو نہ دے یا میدان چھوڑ بھاگے اس سے قانونی چارہ جوئی کر کے تمام مصارف بذریعہ کچہری وصول کر لینے کے ہم حق دار ہوں گے۔

(13)اس مناظرہ کا موضوع صرف نانوتوی وگنگوہی وانبیٹھی صاحبان اور آپ کا کفر ہوگا، دوسرے مباحثِ فرعیہ اس مناظرہ کا موضوع نہ ہوں گے، البتہ اگر آپ راضی ہوئے تو اس

مبحث کے طے ہو جانے کے بعد آپ حضرات کے بقیہ اقوالِ کفر وضلال جن کا بیان رسالہ" کشف ضلال دیو بند" میں ہے اسی مناظرہ میں پیش کر کے آپ سے ان کا تصفیہ بھی اسی طریقہ مذکور پر کرلیا جائے گا۔

جناب مولانا تھانوی صاحب! براہِ کرم اِس اشتہار کی منظوری یا نا منظوری کی آپ بدستخط خاص ہم کو چھپی ہوئی اطلاع دیں ، لیکن دربھنگی و سنبھلی وراندیری وامروہی وغیرہ وہابی دیوبندی مولوی صاحبوں کو منع کر دیں کہ وہ حضرات حسب دستور سابق اپنی فحاشی و دریدہ دہنی ودخل درمعقولات کا مظاہرہ کر کے ملک کی فضا کو مسموم نہ کریں اوراس مبارک دینی اسلامی کام میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت ۔[1]

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو ساری زندگی مبارک اِس بات کے خواہاں رہے کہ دیوبندی اکابرین میدانِ مناظرہ میں کسی بھی طرح آ جائیں اوراپنی گستاخانہ عبارات پر مکالمہ ومناظرہ کریں تاکہ حقائق سامنے آنے کے بعد ان کو توبہ کا موقع میسر آسکے،اگرچہ دیوبندیوں کی طرف سے اس معاملہ میں سخت شرائط بھی لگائی گئیں جیسا کہ پندرہ ہزار روپے (اس زمانہ میں پندرہ ہزار روپیہ ایک خطیر رقم تھی،خود دیوبندی مسلک کے سرغنہ تھانوی صاحب کو انگریز سرکار کی طرف سے ماہوار چھ سو روپے ملا کرتے تھے اورانہیں پیسے لینے کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ خُود انہی کی گستاخانہ عبارات پر ہونے والے مناظرے کے لئے بھی پندرہ ہزار کی شرط عائد کر دی) سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی جانب 30 جمادی الاولی 1332ھ کو ایک خط لکھا جس میں دیوبندیوں کی اس حیلہ سازی کا انکشاف کیا گیا ہے،ملاحظہ فرمائیں:

" کلکتہ میں دیابنہ کا جلسہ تھا، وہاں بھی جا کر مناظرہ کا غل کیا، پندرہ پندرہ ہزار روپے جمع کر

---

[1] ہفت روزہ اخبار الفقیہ امرتسر، جلد 17 ونمبر 41،رجب المرجب 1353ھ،مطابق 7نومبر 1934ء،ص5۔6۔7۔

دینے ٹھہرے، تاروں اور خطوں پر بارہ دن مکالمہ رہا، مگر نہ تھانوی نے اقرارِ مناظرہ کیا، نہ دیا بنہ جم سکے، حسب عادت قرار برفرار افتاد"۔ [1]

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حجۃ الاسلام حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے دَور میں تھانوی صاحب کو مناظرے کے لئے بُلاتے رہے مگر تھانوی صاحب میدان مناظرہ میں نہ آئے اور تھانوی صاحب کو وہ تمام تر سہولیات مہیا کرنے کی پیش کش بھی کی گئی جیسا کہ اخبارات کے تراشوں میں موجود ہے مگر تھانوی صاحب کو پھر بھی کوئی ہمت نہ ہوئی ، یہاں تک کہا گیا کہ تھانوی صاحب کی جنم بھومی" تھانہ بھون" میں ہی مناظرہ ہو جائے ، مگر تھانوی صاحب تھے کہ وہ اپنی انکار والی ضد پر اڑے ہوئے تھے، اس سے زیادہ علماء اہل سنّت اور کیا کر سکتے تھے، جب تھانوی صاحب کا دل ہی صفائی دینے کے لیے تیار نہ تھا تو پھر کیا کیا جا سکتا تھا۔

جب دل ہی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں

دیوبندی موصوف مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے دفاع کا حق بھی چھینا جا رہا ہے، یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے ۔علاوہ ازیں دیوبندی موصوف اہلِ سنّت و جماعت بریلوی پر الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ" یہ لوگ کہتے ہیں تاویلیں کیوں کرتے ہو۔ بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو"۔ ہم نے کبھی بھی ایسا نہیں کہا، ہمارے ذمّہ دار علماء تو کہتے رہے کہ اُس مسئلہ کی طرح جس میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کی جانب راجح ہوتا ہواُسی طرح تم کوئی ایسی تاویل ہی لے آ ؤجس کا ایک احتمال بسوئے اسلام راجح ہوتا ہو، مگر تاریخِ برصغیر گواہ ہے کہ دیوبندی ان عبارات کی ایسی تاویل بھی پیش کرنے سے عاجز و ششدرر ہے۔

دیوبندی موصوف یہ بتائیں کہ یہ دُنیا کا کون سا قانون ہے کہ ایک شخص پر اعتراض ہوا اور وہ

[1] مکتوبات امام احمد رضا بریلوی، ص54، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

خود اور اُس کے وُکلاءِ صفائی بھی اس کی برأت ثابت کرنے سے عاجز و ششدر رہوں، پھر بھی اُس کو مجرم و قصوروار نہ ٹھہرایا جائے ؟۔

منشا تابش قصوری صاحب کی عبارت میں ہیرا پھیری

دیوبندی موصوف رقم طراز ہیں کہ:

" منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں :"سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا یاان سے رجوع کرلیا جاتا،(دعوت فکر ،ص 15)
قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کر دیا ؟ تو پھر کیا تم چپ ہو گئے ؟ کیا تکفیر کا مشغلہ ترک کر دیا گیا ؟ جب کسی صورت ماننا ہے نہیں تو اس طرح کے لا یعنی مطالبات کا کیا فائدہ ؟۔ [1]

الجواب : دیوبندی موصوف نے حسبِ عادت یہاں ہیرا پھیری سے کام لیا ہے اور ہاتھ کی صفائی کا خوب مظاہرہ کیا ہے،قصوری صاحب کی عبارت میں" تبدیل کرلیا جاتا" کے بعد" یا" موجود نہیں ہے،موصوف نے اپنی جیب سے" یا" کا اضافہ کر کے اس ایک جملے کو دو تخییری جملوں میں بدل دیا ہے کیونکہ اس یا کے اضافہ کی وجہ سے منشا تابش قصوری صاحب کے جملے کا مفہوم یکسر بدل گیا ہے۔دیوبندی موصوف یا کے اضافہ کے ساتھ لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو اس بارے میں اختیار ہے کہ وہ یا تو ان عبارات کو مناسب الفاظ سے تبدیل کر دیں یا ان سے رجوع کر لیں ،حالانکہ منشا تابش قصوری صاحب کی عبارت کا یہ مقصد نہیں اور نہ ہی یہ تخییری جملے ہیں بلکہ ایک ہی تمنائی جملہ ہے جس کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر کے ان سے رجوع کرلیا جاتا۔ مطلب یہ ہوا کہ عبارات کی تبدیلی کے بعد ان سے رجوع کرنا بھی شرط ہے ،اب دیوبندی موصوف خود ہی اپنے مصنوعی ایمان سے جواب دیں کہ تھانوی صاحب نے

---

[1] دفاع،صفحہ 79،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

"حفظ الایمان" کی گستاخانہ عبارت کو تبدیل کر کے کیا اس سے توبہ کر لی تھی اور اس گستاخانہ عمل سے رُجوع کر لیا تھا۔ جب ایسا ہوا ہی نہیں تو پھر خواہ دیوبندی موصوف سیانپتی (oversmart) کا مظاہرہ مت کریں، دیوبندیوں کی تمام کتابیں ہم نے کھنگال رکھیں ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ان تلوں میں تیل نہیں اور دیوبندی وکلاء صفائی چاہے کتنا بھی زور لگا لیں ان کی حالت و حیثیت کولہو کے بیل جیسی ہے، پھر پھرا کر اسی جگہ لوٹ آتے ہیں۔

نوٹ : دیوبندی موصوف کے حوالے کو جب ہم نے مطابقت کر کے چیک کیا تو اس میں مذکورہ بالا سنگین غلطی کا ارتکاب تو تھا ہی، اس کے علاوہ بھی عبارت بمطابق اصل نہ تھی "تبدیل کردیا جاتا" کو" تبدیل کرلیا جاتا" لکھا گیا ہے۔

کیا دیوبندی اپنی کتابیں دریا برد کرنے کے لئے تیار ھیں؟

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا تو آپ" حسام الحرمین" کو دریا برد کرنے کے لئے تیار ہیں؟۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف شاید یہ بھُول گئے ہیں یا اِن کا دماغ چکرا گیا ہے کہ برصغیر کے اندر فتنہ وفساد تو دیوبندی کتابوں نے پیدا کیا، گھر گھر جھگڑا وفساد تو اکابرینِ دیوبند کی کتب نے برپا کیا، پھر اہلِ سنّت و جماعت بریلوی سے" حسام الحرمین" کے دریا برد کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اسے خُود فریبی کہیں، یا دگر فریبی، یا چہ دلاور است دزبے کہ در گف چراغ می دارد۔

برصغیر پاک و ہند کی امن و آشتی والی فضا کو پُر تعفن اور مسموم تو ان غلیظ عبارات نے کیا اور الزام" حسام الحرمین" پر، واہ کیا انصاف ہے!!! ایسے انصاف کی مثال نہ دیکھی نہ سنی!! فرنگی گوروں کے اشارے سے گستاخی تم لوگ کرو اور موردِ الزام ہمیں ٹھہراؤ۔" حسام

[1] دفاع، صفحہ 79، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الحرمین" کو در یابرد کیوں کیا جائے، حسام الحرمین تو برصغیر پاک و ہند کے اہلِ اسلام کی آواز ہے اور اُس غیظ وغضب کی ترجمان ہے جو اِن عبارات کے متعلق مسلمانوں میں پایا جاتا تھا بجائے" حسام الحرمین" کے اگر دیوبندی کتابوں کو ہی دریابرد کردیا جائے اور ان نظریات سے برأت ظاہر کر دی جائے تو یہی عین انصاف ہوگا۔ جب دیوبندی کتابیں دریا برد ہو جائیں گی تو تنازع ہی مرتفع ہوجائے گا، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

دیوبندی اپنے اکابرین کی بلی چڑھا دیں۔۔۔جھگڑے اور نزاع کا ایک آسان حل

دیوبندی موصوف نے حضرت علاّمہ مولانا حسن علی رضوی آف میلسی صاحب مدظلہ العالی کی " محاسبۂ دیوبندیت" سے وہ عبارت جس میں انہوں نے انتشار وافتراق کے خاتمہ اور اتحادِ اُمت و یک جہتی کا فارمولا پیش کیا تھا کہ جن دیوبندی اکابرین سے گستاخی ثابت ہے اُن گنتی کے پانچ سات مولویوں کی قربانی دے دی جائے، اس کے متعلق دیوبندی موصوف لکھتے ہیں" لیکن ہم حسن علی رضوی اور دیگر رضا خانیوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو سارے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔آج ہمیں تو اتحاد یکجہتی اُمت کا وسیع مفاد کا لحاظ کرنے کی دعوت تو دی جارہی ہے اور ۷ (سات) مولویوں کی قربانی مانگی جارہی ہے لیکن اگر رضا خانی واقعی اپنی اس مصالحت کی دعوت میں سچے ہیں تو کیا سات کے مقابلے میں صرف اور صرف" ایک احمد رضا خان" کی قربانی نہیں دے سکتے؟ "۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کا یہ کہنا بھی دُرُست نہیں اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتوؤں کو اگر (بفرضِ محال) ایک منٹ کے لئے چھوڑ بھی دیں تو بھی اِتحاد ویکجہتی نہیں ہو پائے گی اس لیے کہ فتاوائے تکفیر کے معاملہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تنہا

---

[1] دفاع، صفحہ 80، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

نہیں ہیں بلکہ آپ کے ساتھ عرب وعجم کے علماء کا ایک جم غفیر ہے۔ دیوبندی "تقدیس الوکیل" سے کیسے جان چھڑائیں گے؟ وہاں پر فتوی دینے والا تو امام احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہیں۔

پیر آف چاچڑاں حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے سے کیسے منہ چھپائیں گے، وہ تو دیوبندیوں کے بھی مسلم بزرگ ہیں، سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قبل اسماعیل دہلوی پر جو علمائے دہلی، اور حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی لگایا تھا اُس فتوے کو کیسے ہضم کریں گے؟ ۔سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قبل قاسم نانوتوی صاحب پر "ابطال اغلاط قاسمیہ" کے اندر فتوی لگایا گیا اس کا رُخ دیوبندی کس طرف پھیریں گے؟ اور تھانوی صاحب کی عبارت پر سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مجدّدی خاندان کے ممتاز افراد شاہ ابوالخیر مجددی اور شاہ ابوالحسن فاروقی مجددی نے بھی فتوی لگایا ہے دیوبندی ان فتووں سے کس طرح سبکدوش ہوں گے؟

چنانچہ سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو دیوبندیوں کی جانب سے مطعون قرار دینا دُرُست نہیں۔ان کی خواہش پر عمل ہو بھی جائے تو بھی وہ تکفیر کی چھری کے نیچے سے گردن نہیں نکال سکتے ، بلکہ ان تمام حقائق کو مدّ نظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سارے فساد کی جڑ دیوبندی اکابرین اور ان کی گستاخانہ عبارتیں ہیں۔ پس اس صورت میں دیوبندی اگر اتحاد ویکجہتی کے خواہاں ہیں تو وہ حضرت مولانا حسن علی رضوی مدظلہ کے بتائے ہوئے فارمولے پر عمل کرلیں اور اِن گنتی کے پانچ سات افراد کی قربانی دے دیں۔

اب فیصلہ دیوبندی موصوف پر ہی منحصر ہے کہ وہ ان پانچ سات گنتی کے افراد کی قربانی دیتے ہیں یا وطن عزیز میں اسی طرح تفریق وانتشار کی فضا کو برقرار رکھتے ہیں۔ دیوبندیوں کے لئے ان پانچ سات گنتی کے افراد کی قربانی مہنگی بھی نہیں ، بلکہ یہ تو بہت ہی سستا سودا ہے کہ ان مولویوں کی قربانی دینے کے بعد اِن کے لئے سلامتی ایمان کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ

اس سستے سودے کو قبول کر لیں، حضرت مولانا حسن علی رضوی صاحب کا فارمولا اتنا مہنگا نہیں بلکہ بہت ہی ارزاں وسستا ہے۔

آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" حیرت ہے کہ اگر ہماری طرف سے احمد رضا خان پر اعتراضات ہوں تو فوراً " سیاہ و سفید "، " محاسبہ دیوبندیت "، " آئینہ اہل سنّت "، " مقالات رضویہ "، وغیرہا لکھ کر اکابر بریلویہ کی " دلالی " کرتے ہوئے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے جاتے ہیں مگر ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ دلالی نہ کرو مولویوں کی قربانی دے دو۔ آخر یہ کس جنگل کا قانون ہے؟۔ [1]

الجواب : دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے اِس لئے کہ ہم نے کبھی دیوبندیوں کو اِن کے اپنے اکابرین کا دفاع کرنے سے نہیں روکا، وہ دفاع کی بجائے دلالی پر اُتر آئیں تو ضرور متنبہ کیا جائے گا، ہمیں غصہ اس وقت آتا ہے کہ جبہ و دستار میں چھپے لوگ " دلالوں " والا رول پلے کرتے ہیں۔ بس کہانی کے اسی کریکٹر سے اختلاف ہے، جب کہ موصوف کو یہ بات بُری لگ رہی ہے۔ علاوہ ازیں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر دیوبندیوں کے اعتراضات بے جا ہیں اور وہ ان بے جا اعتراضات کے سہارے اپنے جرم بلکہ جرائم کو چھپانا چاہتے ہیں۔ پس اس صورت میں کسی سر پھرے دیوبندی نے اعتراضات کی صورت میں اپنے دل کا بخار نکالنے کی کوشش کی تو ظاہر ہے کہ " جیسے کو تیسا " کے اصول کے تحت ان کو جواب دینا پڑتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کی جانب سے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات با برکات پر اعتراضات نیم مذبوحی حرکت ہے اور ان اعتراضات کو پڑھ کر ہنسی آنے لگتی ہے،

---

[1] دفاع، صفحہ 80۔ 81 مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آسان عبارات کو سمجھ نہیں پاتے وہ آپ کے خالص علمی وفقہی نکات کو کیا خاک سمجھیں گے !!

لہٰذا دیوبندیوں کے اعتراضات اِن کی جہالت کی ہی ترجمانی کرتے ہیں، چنانچہ دیوبندی مذہب کے سرخیل عالم ڈاکٹر خالد محمود، جو کہ ایم اے اور پی ایچ ڈی بھی ہیں، اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "افسوس کہ مولانا احمد رضا خان شبِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

جنم کے بچھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں بچھڑ گئے ہوں، مولانا احمد رضا خان کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلیٰ پر گلے مل رہے تھے، **استغفر اللہ ثم استغفر اللہ**۔[1]

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں جنم کے بچھڑے کا تعلق اللہ تعالی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں بلکہ وصل وفرقت کے ساتھ ہے یعنی یہ دونوں کیفیات جن کا دُنیا میں جمع ہونا ممکن نہیں لامکاں میں یہ کیفیات جو ازل سے بچھڑی ہوئیں تھیں وہ کیفیات آپس میں مل گئیں، اب جو شخص ایم اے اور پی ایچ ڈی کی بھاری ڈگریاں رکھنے اور علّامہ کا لاحقہ لگانے کے باوجود سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اُردو شعر کو سمجھ نہیں پاتا اور اسے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر محمول کرنے لگتا ہے تو اندازہ لگائیں کہ دیوبندیوں کے وہ افراد جن کے پاس نہ تو ایم اے، پی ایچ ڈی کی ڈگری ہے اور نہ ہی اسے کسی دیوبندی مستند عالم نے علامہ تسلیم کیا ہے اُس کے اعتراض کا

[1] مطالعہ بریلویت، جلد 2، ص 256، دار المعارف اردو بازار، لاہور، وجلد 2 ص 253، حافظی بکڈپو دیوبند، یوپی۔

عالم کیا ہوگا لطیفہ: دیو بندی موصوف کی طرح ایک کوڑھ مغز نے سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ ان کا یہ شعر

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں

ٹھیک نہیں ،اس لئے کہ دریا تو بہتے ہیں لیکن دُرِ بے بہا بہتے کبھی نہیں سنا۔ پس ایسی ہی حالت ان کوڑھ مغز معترضین کی ہے جو سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پر اعتراضات کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،ظاہر ہے کہ ان کے رد میں" سیاہ وسفید" ،" محاسبہ دیوبندیت" ،" آئینہ اہل سنّت" ،" مقالات رضویہ" لکھی گئی ہیں تو دیوبندی موصوف کو مرچیں کیوں لگنا شروع ہوگئی ہیں؟

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

" پھر صرف ان سات مولویوں کی قربانی دینے کا مطالبہ بھی عجیب ہے اس لیے کہ معاذ اللہ بالفرض علی سبیل التنزل ایسا کر بھی دیا جائے تو اب تک جو سینکڑوں علماء مشائخ فقہاء اولیاء اللہ اکابرامت جو ان مولویوں کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اس دُنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا بنے گا؟ "۔[1]

الجواب: دیو بندی موصوف خُوش فہمی میں مبتلا ہیں ان کی اِطلاع کے لئے عرض ہے کہ کوئی بھی مسلم ولی اللہ اور فقیہ ایسا نہیں گزرا جس کے سامنے ان پانچ سات مولویوں کی عبارات پیش کی گئی ہوں اور اُس نے ان عبارات کو گستاخانہ وکفریہ قرار نہ دیا ہو۔ دیوبندی موصوف ان کی فکر چھوڑ دیں وہ ہمارا مسئلہ ہے، باقی ان سے جو مطالبہ کیا جارہا ہے بس اس مطالبے کو پُورا کر دیں ،اِدھر اُدھر کی نہ ہانکیں، اپنے مولویوں کی قربانی سے بچنے کے لئے بہانے نہ تراشیں، اس لئے کہ حقیقت کی دُنیا میں ایسے کسی ولی اللہ اور فقیہ کا وجود موجود نہیں جس نے

[1] دفاع، صفحہ 81، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ان عبارات کو دیکھنے کے بعد بھی ان پانچ سات مولویوں کو اپنا امام تسلیم کیا ہو۔

دیوبندیوں کا اصولی مسائل سے فرار

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ

" جہاں تک کاشف اقبال صاحب نے یہ کہا کہ ان موضوعات پر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں تو آخر آپ کو ان تقاریر سے کیا تکلیف ہے ہم نے کب کہا ہے کہ ان موضوعات پر ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں؟ جو ہم ان پر لب کشائی نہ کریں"۔[1]

الجواب : مولانا کاشف اقبال صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ وطنِ عزیز کے نازک حالات کے تناظر میں کہا ہے اس لئے کہ وطنِ عزیز کو چاروں طرف سے سنگین خطرات لاحق ہیں۔اپنوں کے بھیس میں وطن عزیز کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف ہیں۔ جو لوگ کل تک پاکستان کو بازاری عورت کہا کرتے تھے،اور دُھواں دار تقریریں کیا کرتے تھے کہ پاکستان کی ایک اینٹ بھی بننے نہیں دیں گے یہی وہ لوگ ہیں جن کے دارالعلوموں سے مسئلہ کشمیر کے حق میں ایک بھی فتوی نہیں آیا۔ان ہی وجوہات کی بنا پر حضرت مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ان مسائل کی جانب توجہ مبذول کرائی جن کی حیثیت مباح و مستحب جیسی ہے۔لہٰذا دیوبندیوں کا ان موضوعات پر دُھواں دار تقریریں کرنا ملکی حالات کو مزید کشیدہ کرنے کے مترادف ہے اور اصولی مسائل سے فرار ہے۔

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

" اگر کسی نے دھواں دار تقریر کی ہے تو یقیناوہاں ان ہی موضوعات پر پہلے کسی رضا خانی نے شرارت کی ہوگی،جس کے جواب میں یہ تقریر کرنی پڑی"۔[2]

الجواب : دیوبندی موصوف دُور نہ جائیں بلکہ اپنے اکابرین کی ہی تاریخ پڑھ لیں کہ

---

[1] دفاع،صفحہ 81،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

[2] دفاع،صفحہ 81،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

ابتداء کس جانب سے ہوئی ہے۔تفویۃ الایمان سے لے کر موجودہ دور تک لکھی گئی کتابیں دیوبندی شرارتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں،اور تاریخ سے شغف رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ اسماعیل دھلوی نے سب سے پہلے تفویۃ الایمان لکھ کر برصغیر کے حالات کو کشیدہ کیا اور ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا،اس کے باوجود ہم سے ہی گلہ ہے کہ ابتداء ہم نے کی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ پہلی اینٹ انہی کی جانب سے پھینکی گئی ہے، ہم نے تو صرف اینٹ کا جواب پتھر سے دیا ہے،اور یہ ہمارا حق بھی ہے۔دیوبندیت کی نازک کلائیاں اہل سنّت کے آہنی پنجوں سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتیں لہذا ان سے کس نے کہا ہے کہ دھواں دار تقریریں کر کے اس تفرق وانتشار کے فتنہ خوابیدہ کو بیدار کریں۔

ایک طرف تو دیوبندی موصوف یہ الزام دیتے ہیں کہ پہلے کسی رضا خانی نے شرارت کی ہو گی،دوسری جانب یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ" ان موضوعات پر ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں؟ جو ہم ان پر لب کشائی نہ کریں"۔یعنی دیوبندی موصوف اپنے آپ کو ان مسائل پر لب کشائی کرنے کا حقدار بھی تصور کرتے ہیں اور یہ ماننے کے لیے بھی تیار نہیں کہ تقریر ان کی جانب سے ہوئی ،دیوبندی موصوف کا کھلا ہوا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

" آپ کے اشرف آصف جلالی آج کل دھواں دار توحید وسنّت سیمینار منعقد کر رہے ہیں کبھی ان کو بھی مشورہ دیا کہ حضرت ان فروعی اختلافات میں کیوں وقت برباد کر رہے ہو،آپ کے علامہ ارشدالقادری نے" زلزلہ" انہی موضوعات پر لکھ کر شہرت کمائی،آپ کے مفتی احمد یار گجراتی نے انہی موضوعات پر" جاء الحق" لکھ کر حکیم الامت کا تمغہ حاصل کیا،آپ کے صدرالافاضل نعیم الدین مرادآبادی صاحب نے سب سے پہلے جس موضوع پر قلم اُٹھایا

اورا لکلمۃ العلیا" لکھی وہ علم غیب کے مسئلہ پر ہے تو یہ مرثیہ ان کی قبور پر جا کر پڑھیں کہ حضرت جی ہمارا ان دیو بندیوں سے ان موضوعات پر اصل اختلاف نہیں پھر کیوں ان پر کتب لکھ کر اور سیمینار منعقد کر کے عوام کو مغالطہ دیتے ہو"۔ [1]

الجواب : نمبر (1) دیو بندی موصوف نے حسب عادت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے سیمینار کو بھی تحریف کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا سیمینار" توحید وسنّت" نہیں بلکہ "توحید ورسالت" ہے۔ پھر دیو بندی موصوف ہی بتائیں کہ توحید ورسالت اصل واساس ہیں یا فروعات؟ شاید دیو بندی موصوف توحید ورسالت کو بھی فروعات میں شمار کرتے ہیں اس لئے تو انہوں نے لکھا ہے کہ" ان کو بھی (ڈاکٹر صاحب کو) مشورہ دیا کہ حضرت ان فروعی اختلافات میں کیوں وقت برباد کر رہے ہو"۔ (دفاع، 81)

دیو بندی صاحب توحید و رسالت اصل اساس ہیں ،بس اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خود جناب کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ لا یعنی اعتراضات کر کے اپنا اور دُوسروں کا وقت برباد مت کریں ،آپ کا وقت تو شاید فالتو ہو مگر ہمارا اور عوام اہل سنّت کا ایک ایک منٹ بہت قیمتی ہے۔

نمبر (2) حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی" زلزلہ" نامی کتاب دیو بندی موصوف کی نظر سے نہیں گزری، یہ کتاب عرس ومیلا دوفاتحہ اور گیارھویں شریف کے مسائل پر نہیں لکھی گئی بلکہ دیو بندیوں کی دوغلی اور دورنگی پالیسی پر لکھی گئی ہے اوران کو ان کی ہی کتب سے آئینہ دکھایا گیا ہے کہ جن مسائل کی وجہ سے اہل سنّت و جماعت بریلوی پر شرک وبدعت کا الزام لگاتے ہواُس کے فاعل اور عامل خود دیو بندی اکابرین بھی ہیں ،پس اس لحاظ سے اہل سنّت و جماعت پر شرک کاالزام دُرست نہیں، یا توان کتابوں کو آگ لگادو جن میں ان مسائل کو شرک لکھا گیا ہے یا ان کتابوں کو بیچ چورا ہے میں جلا کر راکھ کر دو،جن میں

---

[1] دفاع، صفحہ 81۔82،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

دیوبندیوں کے یہی معمولات منقول ومروی ہیں۔

نمبر (3) حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جاءالحق" کے اندر دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات کوذکر کیا ہے اوران کے ساتھ دیگر مسائل کوبھی، یعنی آپ کی کتاب اصولی وفروعی اختلافات کی جامع ہے، بس اس لحاظ سے یہ کہنا قطعا درست نہیں کہ انہی موضوعات پر "جاءالحق" کا انحصار ہے، پھر دیوبندیوں کی نظر میں حضرت قبلہ مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے لقب حکیم الامت کا سبب "جاءالحق ہے تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں،اس لیے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اصولی وفروعی مسائل پر قلم اُٹھا کر وہابیانہ بیماریوں کاقلع قمع کر دیا۔

باقی رہی بات دیوبندیوں کےنزدیک تھانوی صاحب کے" حکیم الامت" ہونے کی (جو کہ کتب فروش مرزا محمد بیگ، مالک مطبع محبوب المطابع ،دہلی کی طرف سے دیا گیا تھا) تو شاید اس کی وجہ قوت باہ کے وہ خاص نسخے ہوں گے جوانہوں نے" بہشتی زیور" میں قلم بند کئے اور پھر اس کتاب کولڑکیوں اور بچیوں کے لئے خاص سوغات قرار دیا ایسا حکیم الامت دیوبندیوں کوہی مبارک ہو جوروحانی بیماریوں کا علاج کرنے کی بجائے آلہ تناسل کے علاج میں مصروف ومشغول ہو،اوراس علاج کو پھر بچیوں اورلڑکیوں کی جانب منتقل کرے۔

یہ ہمارا تھانوی صاحب پر الزام نہیں بلکہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ تھانوی صاحب نے کوئی بھی اصلاحی کام سرانجام نہیں دیا چنانچہ دیوبندی مذہب کے مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

" حضرت تھانوی صاحب نے اصلاح الرسوم لکھی ،بہشتی زیور لکھی ، اورجگہ جگہ جا کر وعظ فرمائے ،کیا پہلے اپنے محلہ،اپنے قصبہ کی اصلاح کر لی تھی؟اوراپنے گھر کی اصلاح کرلی تھی؟ کون سی رسم ایسی ہے جوتھانہ بھون میں نہیں ہوئی ؟

حضرت تھانوی کی اہلیہ میری قریبی رشتہ کی پھوپھی تھیں مجھے گھر کے سب حالات معلوم ہیں،

مولانا عبدالباری صاحب نے فرمایا: باقی اصل طریقہ یہی ہے پہلے اپنی اصلاح کی جائے ،پھر گھر والوں کی ،پھر خاندان کی، پھر اپنی بستی کی، پھر قرب وجوار کی اس طرح کام کو لے کر چلا جائے ، میں نے کہا: کہ حضرت تھانوی نے اول اپنے گھر اور اپنے خاندان کی اصلاح کر لی تھی اس کے بعد وعظ شروع فرمایا اور دوسروں کی اصلاح فرمائی؟

اور آپ نے اتنی کتابیں دوسروں کی اصلاح کے لیے لکھی ہیں کیا اپنے گھر کی پہلے اصلاح فرمالی اور اپنے کسی ایک بیٹے کی بھی اصلاح کی؟" ۔[1]

پس اس حوالے سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب نہ تو گھر والوں کی ہی اصلاح کر سکے اور نہ ہی اپنے بیٹے (غالبًا لے پالک کی بات ہے) کی ،اور نہ ہی اپنے محلے اور گاؤں کی ،یعنی رُوحانی امراض کا بالکل بھی علاج نہ کر پائے اور یہ گواہی اُس شخص کی ہے جس کی رشتہ کی پھوپھی تھانوی صاحب کی بیگم تھی ،اور یہ آدمی بیگم تھانوی سے لے کر تھانوی کے پُورے گھر یلو معاملات سے آگاہ تھا ،اب دیوبندیوں کا تھانوی کو حکیم الامت قرار دینا انہی نسخوں کے باعث ہوسکتا ہے جو کہ درازی ،فربہی، تضییق کے عنوانات سے لکھے ہوئے ہیں ۔ (دیوبندی اشارے تو سمجھ چکے ہوں گے)

نمبر (4) صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی " الکلمۃ العلیا " نامی کتاب جوابی کارروائی کے طور پر لکھی تھی ، جب دیوبندی مولوی واحد نور صاحب نے (جسے تھانوی کا آشیرباد بھی حاصل تھا)اعلاء کلمۃ الحق کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس میں سخت کلامی اور بیہودہ گوئی سے کلام کیا، جس کا جواب حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا کتاب میں انتہائی متانت اور سنجیدگی سے دیا اور آپ نے دیوبندیوں کی چند عبارات کی بھی نشاندھی کی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا کتاب صرف مسئلہ علمِ غیب پر مشتمل نہیں بلکہ ایک گونہ گستاخانہ عبارات کا بھی رد ہے۔

---

[1] حضرت مفتی محمود حسن صاحب اور جماعت تبلیغ ص 17 ۔ 18، زمزم پبلشرز، کراچی ۔

پس دیوبندی موصوف یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قبور پر جا کر پڑھیں کہ حضرت جی ہمارا ان دیوبندیوں سے ان موضوعات پر اصل اختلاف نہیں ،حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کا باعث بننے والی عبارات میں سے کچھ عبارات کی نشاندھی کر کے ثابت کر دیا کہ دیوبندی بریلوی اختلافات اور نزاع کا باعث درحقیقت یہ گستاخانہ عبارتیں ہیں۔

خلاصہ کلام : دیوبندی موصوف نے اُصولی مبحث سے گلوخلاصی کرنے کے لئے جو بھی اشکالات قائم کئے تھے ان کا حشر آپ دیکھ چکے ہیں ،دیوبندی موصوف بغیر مطالعہ کے میدان مناظرہ میں اُترنے کی کوشش کریں گے تو انہیں اسی طرح منہ کی کھانی پڑے گی ۔اور اسے ہی کہتے ہیں من تزی بغیر علم قد افتدح عند امتحانہ ۔

دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" پھر کاشف صاحب آپ نے اپنی یہ کتاب دیوبندیوں کے ساتھ رضا خانیوں کے اصولی اختلاف کو سامنے لانے کے لئے لکھی مگر اسی کتاب میں یہ عنوانات بھی ہیں:

" دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی" ،" دیوبندی علماء کی تحریک پاکستان سے دشمنی" ،" دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کا ثبوت" ،" دیوبندی اکابر کی تہذیب وتصوف" ،" دیوبندی فقہ کے چند مسائل" ،" دیوبندی علماء کی پیر پرستی" ،جواب دیں اصولی اختلاف میں یہ بے اصولیاں کیوں؟ "۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف کو یہ بھی دُکھ ہے کہ مولانا محمد کاشف اقبال مدنی صاحب نے اپنی کتاب میں مذکورہ بالا سرخیاں کیوں قائم کی ہیں؟ لگتا ہے کہ مدنی صاحب کی کتاب نے دیوبندیت کو گہرا زخم لگایا ہے اسی لئے موصوف کافی بلبلا رہے ہیں۔مولانا کاشف مدنی صاحب نے یہ دعوی کہاں کیا ہے کہ وہ صرف اصولی مسائل یعنی اکابرینِ دیوبند کی گستاخانہ

---

[1] دفاع،صفحہ 82،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

عبارات کو زیر بحث لائیں گے، اگر اُن کا اِس بارے میں ایسا کوئی دعوی ہےتو دیوبندی موصوف پیش کریں۔

کاشف اقبال مدنی صاحب کی کتاب دیوبندی مذہب کے بطلان کے متعلق لکھی گئی ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔آپ نے اپنی کتاب میں دیوبندیت کا بطلان مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے ،اور جا بجا دیوبندیوں کی کفریہ عبارات نقل کی ہیں، اس اصولی مبحث میں جانے سے پہلے آپ نے دیوبندیوں کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے چند باتیں بھی نقل کی ہیں، اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان کی کتاب کا نام" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" ہے،انہوں نے دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی کے ذریعے دیوبندیت کا بطلان ثابت کیا ہے کہ کیا وجہ تھی کہ فرنگی سامراج دیوبندیوں پر مہربان تھی اور دیوبندی اکابر گوروں کے فرمانبردار اطاعت شعار اور بہی خواہ تھے۔آخر کیا وجہ تھی کہ" تفویۃ الایمان" پڑھنے والے اور محرف انجیل کی تلاوت کرنے والے گوروں کا میل ملاپ" یک جان دو قالب" کی صورت اختیار کرتا جارہا تھا۔فرنگی گورے وہ تھے جنہوں نے جنگ آزادی اور اُس سے پہلے بھی اور اُس کے بعد بھی ہزاروں علماء کرام کو تختہ دار پر چڑھا دیا، ظاہر ہے دیوبندیت اور مسیحیت کے درمیان وہ کون سا چھپا ہوا تعلق تھا جس کی بنا پر ایک دُوسرے کے لیے نرم گوشہ روا رکھا جارہا تھا۔

دیوبندیت اور فرنگی گوروں کے درمیان اس پیہم وپیوستہ اور شاہراہِ قراقرم سے بھی مضبوط تعلق کو علماءِ اہل حق سوالیہ نشان سے دیکھتے تھے، منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ دیوبندیت کے بطلان کی یہ بھی ہے۔اور پھر دیوبندی علماء کا اسلامی ریاست کی تشکیل میں رخنہ ڈالنا اور کٹر مشرک گاندھی کی جے کے نعرے لگانا،گاندھی کی محبت میں اسلامی اقدار و روایات کو پامال کر دینے کو بھی علماء اہل حق نے دیوبندیت کے بطلان کی ایک وجہ شمار کیا ہے۔اسی طرح دیوبندی اکابر کا دینی شرعی مسائل میں متفقہ فتوی نہ دینا، بلکہ عملی طور پر متضاد پہلوؤں

پرعمل کرنا اور خاص طور پر ان فتوؤں میں جن کا تعلق شرک و بدعت سے ہے تضاد بیانی کرنا، یہ وہ سب اُمور تھے جن کے باعث دیوبندیت مشکوک ہوکر رہ گئی کہ یہ کیسا مذہب و مسلک ہے کہ آج ایک فتوی دے رہے ہیں تو کل دُوسرا اور پھر فتوؤں کے زاویے بھی بدلے ہوئے ہیں کہ دیوبندی علماء سے کوئی کام واقع ہو تو وہ کام جائز و برحق اور اگر کسی غیر دیوبندی نے وہ کام سرانجام دیا تو شرک و بدعت۔ دیوبندیوں کی اس کھلی تضاد بیانی نے بھی ان کے مذہب ومسلک پر سوالیہ نشان قائم کر دیا تھا، دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ ان اُمور کو بھی بطلان کا باعث گنا گیا۔

مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ضروری سمجھا کہ دیوبندی اکابر کی تہذیب اور مصنوعی صوفیانہ زندگی کے پہلو بھی اُجاگر کر دیئے جائیں اور دیوبندی فقہ کے چند مسائل اور ان کی علماء پرستی سے بھی آگاہ کر دیا جائے تا کہ لوگوں کو یہ سمجھنے میں دُشواری نہ ہو کہ اپنی کتابوں میں گستاخانہ عبارتیں لکھنے والے بڑے مولوی اور اُن کی دلالی کرنے والے چھوٹے مولوی کس قماش کے لوگ ہیں، یہ اصولی اختلاف کے متعلق یوں سمجھ لیجئے کہ تمہیدی کلمات تھے لہٰذا مدنی صاحب نے موقع بموقع انہیں بھی ذکر کر دیا۔ پس اُن پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے اُصولی اختلاف میں بے اصولی کی ہے دُرست نہیں، انہوں نے تو بے اصول دیوبندی مولویوں کو انہی کی تعریف کا آئینہ دکھا کر اصولی مسائل کی جانب لانے کی کوشش کی ہے۔

مولانا کوکب نورانی صاحب کی عبارت میں خیانت

دیوبندی موصوف مولانا کوکب نورانی صاحب کی کتاب "دیوبند سے بریلی" کا ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آپ کے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی لکھتے ہیں:

"دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ سے ہمارا اختلاف محض فروعی اور خواہ مخواہ کا نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی ہے، یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے، ملاحظہ فرمایئے"

(دیوبند سے بریلی :ص 32، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) پھر آگے صفحہ 34 پر" اصولی اختلاف" کا یُوں ذکر کرتے ہیں:

" میلاد شریف ، عرس شریف ،ختم شریف ،سوم چہلم ، فاتحہ خوانی ،اور ایصال ثواب سب ناجائز وغلط ،بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے" ۔(دیوبند سے بریلی ،ص 35)" نمازِ جنازہ کے بعد دعامانگنا ناجائز" (دیوبند سے بریلی صفحہ 37) کاشف اقبال صاحب! آپ تو مندرجہ بالا میں سے کسی بھی مسئلہ کو اصولی اختلاف نہیں مانتے اوران مسائل پر بحث کو مغالطہ دہی سمجھتے ہیں مگر آپ کے علامہ صاحب ان کو اُصولی اختلاف میں شمار کر رہے ہیں ان جواب دیں کہ ہم آپ کو سچا مانے یا آپ کے علامہ کو؟" ۔[1]

الجواب نمبر(1): دیوبندی موصوف نے یہاں پر بہت بڑا گھپلا کیا ہے،مولانا کوکب نورانی صاحب کا پہلا حوالہ صفحہ 32 سے نقل کیا ، پھر پورا ایک صفحہ چھوڑ کر صفحہ 34 کی عبارت نقل کرڈالی،اگر دیوبندی موصوف صفحہ 33 کو بھی نقل کر دیتے تو ان کی چوری پکڑی جاتی اوران کی من چاہی مراد حاصل نہ ہو پاتی اس لئے کہ مولانا کوکب نورانی صاحب نے مذکورہ بالاحوالہ کے متصل ہی صفحہ نمبر 33 پر دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات کو ذکر کیا ہے ،جس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا کوکب نورانی صاحب کے نزدیک بھی اصل اختلاف کا باعث یہ گستاخانہ عبارات ہیں۔

نمبر (2) مولانا کوکب نورانی صاحب نے ان تمام عبارات کو نقل کرنے کے بعد ضمناً میلاد شریف ،عرس شریف ، وغیرہم مسائل کا بھی ذکر کیا ہے جن کو دیوبندی ناجائز وغلط اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ بتاتے ہیں۔اس ضمنی ذکر سے دیوبندی موصوف نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ کوکب اوکاڑوی صاحب ان مسائل کو اصولی اختلاف قرار دے رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف کو پورا صفحہ 33 نظر کیوں نہیں آیا جس میں دیوبندیوں کی گستاخانہ

---

[1] دفاع،صفحہ 82،مکتبہ ختم نبوت ،پشاور۔

عبارات کے حوالے موجود ہیں اوراس پُورے صفحہ کو یو بندی موصوف شیر مادر کی طرح کیوں ہضم کر گئے؟

نمبر (3) اگر دیو بندی موصوف کی ترتیب کو (یعنی موصوف نے ایک صفحہ کی کتر وبیونت کے بعد بنائی ہے) دو منٹ کے لئے صحیح تسلیم کر لیں اور صفحہ نمبر 33 سے چشم پوشی کر لیں تو بھی دیوبندی موصوف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کوکب نورانی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے، ملاحظہ فرمایئے"، اس عبارت میں اختلاف کے ساتھ لفظ اصولی کہاں لکھا ہوا ہے جو دیو بندی موصوف اس سے لفظ اصولی اختلاف کشید کر رہے ہیں۔کوکب نورانی صاحب نے تو اختلافی مسائل نقل کئے ہیں جس میں اصولی اور فروعی دونوں شامل ہیں، پس اس لحاظ سے کسی بھی طرح مولانا کوکب نورانی صاحب اور مولانا کاشف اقبال صاحب پر اعتراض واقع نہیں ہوتا، بلکہ اعتراض دیو بندی موصوف کی اُلٹی کھو پڑی پر واقع ہوتا ہے کہ ان کے اندر ایک سلیس اور آسان اُردو عبارت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔

مسئلہ حاضِر وناظر عقیدہ ظنی ہے اور از قبیل بابِ فضائل ہے

دیوبندی موصوف نے حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب خطیبِ چشتیاں کی کتاب سے ایک حوالہ نقل کیا ہے:

" عقیدہ حاضر وناظر تمام امت محمد یہ کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا دین کی ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر وناظر کا منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق خداداد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے"۔ (دیوبندی مذہب: ص241، تنظیم اہل سنّت کراچی)

جس مذہب کے مناظرین اور علامہ ہی اپنے مذہب کے اصولی وبنیادی عقائد پر متفق نہ ہوں انہیں دوسروں کو اصولی اختلاف کا درس دیتے ہوئے کچھ تو شرم وحیا کے پانی سے وضو کرنا چاہیے"۔[1]

الجواب نمبر(1): دیوبندی موصوف نے حسب عادت غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کتر و بیونت سے کام لیا ہے اس لئے کہ اس عبارت کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ" شیخ صاحب کے ارشاد سے صاف واضح ہو گیا کہ عقیدہ حاضر و ناظر۔۔الخ۔ یعنی غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حاضر و ناظر کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہونا حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے مستفاد کیا ہے، حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"با چندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبراعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت ومتوجہان آنحضرت را مفیض ومربی است "۔[2]

یہ وہ عبارت تھی جس سے مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا مسئلہ اخذ کیا ،دیوبندی موصوف اگر حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی ساتھ نقل کر دیتے تو انہیں اس مسئلہ پر دھاندلی کرنے کا موقع نہ ملتا،مگر انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ حوالے میں خیانت کر دی جائے۔

نمبر (2) دیوبندی مذہب کے شیخ الحدیث سرفراز گکھڑوی حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] دفاع،صفحہ 83،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

[2] المکاتیب والرسائل برحاشیہ اخبار الاخیار،ص 55،مطبوعہ مجتبائی۔

کی اسی طرح کی ایک عبارت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"شیخ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود وسیع النظر ہونے کے اس وضاحت سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اگر کسی ایک فرد کا اختلاف بھی اس میں ہوتا تو ضرور اس کا اظہار فرماتے"۔ [۱]

حضرت غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت میں بھی کسی ایک فرد کے اختلاف کا بھی ذکر نہیں اور نفی اختلاف موجود ہے، پس اگر سرفراز گکھڑوی صاحب کے تبصرے کو اسی عبارت کے نیچے رکھ دیا جائے تو عبارت یُوں بنے گی "شیخ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود وسیع النظر ہونے کے کس وضاحت سے یہ بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر وناظر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اگر کسی ایک فرد کا اختلاف بھی اس میں ہوتا تو ضرور اس کا اظہار فرماتے" اب دیوبندی موصوف ہی اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے یہ بتائیں جو مسئلہ اُمت کا اجماعی ہو اور کسی ایک فرد کا بھی اس میں اختلاف نہ ہو تو اس مسئلہ کی حیثیت ونوعیت کس درجہ کی بنتی ہے؟۔

یہ فیصلہ ہم دیوبندی موصوف پر ہی چھوڑتے ہیں، باقی اپنے قارئین کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کرنا ضرور سمجھتے ہیں کہ مسئلہ حاضر وناظر میں ہمارا عقیدہ کیا ہے۔

حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حاضر وناظر کا مسئلہ قطعیات سے نہیں بلکہ بابِ فضائل سے متعلق ہے اِس لئے اِس کے ثبوت میں دلائل ظنیہ قابلِ احتجاج ہیں"۔ [۲]

مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنّیہ اور از قبیلِ فضائل ہے، اس کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا

---

[۱] تسکین الصدور، ص 250، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ، طبع 2017ء۔

[۲] تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر، ص 136، کاظمی پبلی کیشنز جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان۔

ہی ضروری نہیں، بلکہ دلائلِ ظنیہ بھی مفیدِ مقصد ہیں"۔ [۱]

ہمارے قارئین جان گئے ہوں گے کہ اس مسئلہ میں ہمارے مستند علماء کا اندیہ ونظریہ یہی ہے کہ یہ مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کی حیثیت عقیدہ ظنی کی ہے، اس بارے میں دلائل ظنیہ کافی ہیں۔

پس اس صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے کا منکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب کا منکر ہے، خیر کثیر سے محروم اور شومی قسمت کا مارا ہوا ہے اسے قلبی بصیرت مہیا نہیں ہوئی، نورِ ایمان کی تازگی نصیب نہ ہوئی۔

کیا عوام کے فیصلے کو ماننے کے لئے دیوبندی تیار ھیں؟

دیوبندی موصوف رقمطراز ہیں کہ:

"مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں" دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ وگستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا "۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف :ص25۔26)اور منشا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارا دعوی ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی با اخلاق مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین وتصویب نہیں کرسکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان"۔(دعوت فکر، ص29)

جواباً عرض ہے کہ اگر معاذ اللہ اہل حق اہل سنّت والجماعت کی یہ عبارات اتنی ہی صریح طور پر گستاخانہ ہیں تو فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟"۔ [۲]

الجواب: اگر معاملات کو عوام کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا تو بھی دیوبندی اس عوامی رائے کا

---

[۱] مسئلہ حاضر وناظر۔۔۔عقائد ونظریات، ص 312، الممتاز پبلی کیشنز، لاہور۔

[۲] دفاع، صفحہ 83، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اسی طرح انکار کرتے جس طرح "تحذیر الناس" میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو عوام کا خیال قرار دے کر رد کر دیا۔ جس مسئلہ پر پوری امت مسلمہ متفق ہو اس مسئلہ کو بھی دیوبندی اکابرین عوام کا خیال قرار دے کر رد کر دیتے ہیں تو پھر کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان عبارات کے متعلق وہ عوام کے فیصلے کو تسلیم کر لیں گے؟۔

دیوبندی موصوف کی یہ چکنی چپڑی پرفریب باتیں ہیں، یہ لوگ نہ تو عوام کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی علماء کے فیصلے کو۔ علمائے حرمین شریفین جو کہ دیوبندی بریلوی نزاع سے واقف بھی نہ تھے اور اہلِ علاقہ بھی نہ تھے ان کے سامنے اِن عبارات کا عربی ترجمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی کفر کا فتوی لگایا، پھر کیا دیوبندیوں نے اُسے تسلیم کر لیا؟۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کی مکاری آمیز باتیں دیوبندیوں کی گستاخیوں پر پردہ نہیں ڈال سکتیں۔

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"کیا وجہ ہے کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر حواشی چڑھانے پڑتے ہیں ان عبارات کو بلا تبصرہ بلا عنوان بلا حاشیہ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ کوئی ایک کتاب کوئی ایک تقریر ایسی دکھلاؤ جس میں ان عبارات کو بیان کرنے سے پہلے اس پر مکروہ عنوان یا اس کا مکروہ خلاصہ بیان کر کے عوام کی مخصوص ذہن سازی نہ کی گئی ہو"۔ [1]

الجواب: ہمیں نہ تو ان عبارات پر حواشی چڑھانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی مخصوص ذہن سازی کرنے کی اور ویسے بھی یہ عبارات اتنی نفرت آمیز اور گستاخانہ ہیں کہ ان کی جانب نظر کرنے سے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لہٰذا ہم تو ویسے ہی ان عبارات کو پسند نہیں کرتے تو ان پر حواشی کیسے چڑھائیں گے۔ باقی رہی بات حواشی، خلاصہ، مخصوص ذہن سازی کی تو یہ کھیل پہلے تم کھیل چکے ہو، دیوبندی مذہب کے شیخ

---

[1] دفاع، صفحہ 83، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

الحدیث خلیل انبیٹھوی نے جب اپنی اور دیوبندی مذہب کی صفائی میں "المہند" نامی کتاب تصنیف کی تو اس میں عبارات کا اصل ترجمہ کیوں نہیں کیا اور ترجمہ کی بجائے ادھرادھر کی گول مول باتیں کیوں لکھیں، ظاہر سی بات ہے کہ انبیٹھوی صاحب کو اندازہ تھا کہ ان گستاخانہ عبارات کو صحیح ترجمہ کے ساتھ عربی قالب میں ڈھال کر اگر علمائے عرب کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بھی ان پر کفر کا فتوی ہی لگائیں گے، جیسا کہ پہلے وہ لگا چکے تھے۔ لہٰذا انبیٹھوی صاحب کو ان عبارات پر حوشی چڑھانے اور عبارات سے ہٹ کر ایک نیا خلاصہ بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

اگر عوام ان عبارات پر مطلع ہوجائیں اور ان عبارات کی قباحت کا ان کو پتہ چل جائے تو وطنِ عزیز کی سرزمین دیوبندیوں کے لئے تنگ پڑ جائے، اور عوام دیو بندیوں کو مار مار کر ان کا کچومر تک نکال دیں۔

دیوبندیوں کا دھندا بند ہوجائے اور دانے پانی کے لئے بھی یہ لوگ ترس جائیں۔ اگر دیوبندی موصوف کسی خُوش فہمی میں مبتلا ہیں تو وہ یہ کام بھی کر کے دیکھ لیں، پھر جو عوامی ری ایکشن ہوگا انہیں خود پتہ خود چل جائے گا زیادہ نہ سہی دیوبندی اپنے مذہب کے صرف ایک خطیب طارق جمیل کو ہی کہہ کر دیکھ لیں کہ وہ ان عبارات کو عوامی مجمع میں پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے، دیو بندیوں کو پتہ خود ہی چل جائے گا۔

اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف اپنی اس درخواست کو کب طارق جمیل صاحب کے پاس لے کر جاتے ہیں اور کب عوامی مجمع میں ان عبارات پر ان سے پروگرام کرواتے ہیں۔ مگر ہمیں معلوم ہے

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:" اگر تم لوگ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر ہم

بھی دعوت دیتے ہیں کہ پاکستان سے کوئی ایسے تین اشخاص منتخب کرلو جو صاحب زبان ہوں دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ علم نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی ان کتب کا کبھی مطالعہ کیا ہو نہ کبھی ان کے بارے میں کچھ سنا ہو ایسے لوگوں کو یہ کتابیں پکڑا دی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ان کا مکمل بالا ستیعاب مطالعہ کرو اور جہاں کوئی بات قرآن وسنّت کے خلاف دیکھو نشان زد کردو اگر انہوں نے ان عبارات پر ایسا ہی اعتراض کیا جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہو تو سر آنکھوں پر"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کے یہ سارے ڈھکو سلے ہیں اور وہ دلدل میں پھنسے ہوئے ایک شخص کی مانند جتنا وہ ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کر رہے ہیں، اتنا ہی وہ دلدل میں پھنستے جارہے ہیں۔ یہ عبارات دیوبندیوں کے منہ میں چھچھوندر کی طرح پھنسی ہوئی ہیں، نہ اُگل سکتے ہیں نہ نگل سکتے ہیں۔

اگر مرزا قادیانی کی کتابیں، پرویز کی کتابیں، غامدی کی کتابیں، نیاز فتح پوری کی کتابیں، چکڑالوی کی کتابیں عوام کو پکڑا دی جائیں، پھر دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ عوامی بھیڑ میں سے کتنے افراد ہوں گے جو گستاخانہ عبارات کا تعین کر پائیں گے؟ کیا ان لوگوں کی عبارات میں صریح کفر موجود نہیں؟۔

جب صریح کفر موجود ہے اور پُوری کتاب پڑھنے کے بعد اگر کوئی عامی شخص کفر کی نشاندھی نہیں کرسکتا تو اس سے کفر مرتفع نہیں ہو جائے گا، لہٰذا دیوبندی موصوف ایسے ہتھکنڈوں سے اپنی گلوخلاصی نہیں کرا سکتے، باقی اپنا یہ شوق بھی پُورا کر کے دیکھ لیں اِن شاءاللہ العزیز فیصلہ ان کے ہی خلاف آئے گا۔

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے براہین قاطعہ کی گیارہ عبارات نقل کی

---

[1] دفاع، صفحہ 83۔84، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہیں، جن کے متعلق کہا کہ:" مؤلف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیئے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش ونفور ہو گئے" (انوارِ ساطعہ :ص 32،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور) مگران" متوحش عبارات" میں براہین قاطعہ کی وہ عبارت پیش نہ کی جس پر خان صاحب بریلی نے حسام الحرمین پر کفر کا فتوی دیا جس عبارت پر قصوری صاحب عوام کو دعوت فکر دے رہے ہیں"۔ [1]

الجواب : مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عبارات کو ذکر نہیں کیا ہے، صرف چند باتیں جو" انوار ساطعہ" سے تعلق رکھتی تھیں اُن کو ہی ذکر کر کے آپ نے آگے لکھ دیا کہ" بہت سے مقامات پر ایسی ایسی دل آزار تقریریں رقم کیں کہ جس سے اہل اسلام علماء اور غیر عالم سبھی کبیدہ خاطر ہو گئے۔ کوئی قلم سے کوئی زبان سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اِن کے مسائل کی تردید کر رہا ہے ۔ جب اس کتاب کی یہ حالت ہے تو مجھے جواب لکھنے کی کیا حاجت، ہاں براہین قاطعہ کے جس کسی شبے کا ازالہ ضروری سمجھا جائے گا تو چونکہ" انوار ساطعہ" پر نظر ثانی ہو ہی رہی ہے اس کا حل بھی پیش کر دیا جائے گا" ۔ [2]

بقول حضرت مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اِن مقامات کے علاوہ بہت سے مقامات اور بھی تھے جس کی وجہ سے اہل اسلام علماء و غیر عالم سبھی کبیدہ خاطر ہو گئے تھے ،اور چونکہ زُبان وقلم سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق" براہین قاطعہ" کا رد کر رہا تھا تو آپ نے عبارت کا ذکر اس وجہ سے نہیں کیا، باقی جن مسائل کے متعلق دیگر لوگ نہیں لکھ رہے تھے اُن پر آپ نے قلم اُٹھایا اور آپ کی مخالفت تو گنگوہی کے ساتھ انتہاء تک پہنچ گئی تھی جیسا کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے اپنے خط میں اظہار کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں (انوار ساطعہ ،ص 53)۔اب صاف ظاہر ہے کہ ایک ہی پیر کے دونوں خلفاء میں اتنی مخالفت کی

[1] دفاع، صفحہ 84، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] انوار ساطعہ جدید ص 57، رضوی کتاب گھر دہلی نمبر 6۔

وجہ کیا تھی؟ یقیناً گنگوہی صاحب کی وہی دلآزار عبارتیں تھیں جس پر فتوی کفر لگایا گیا۔
حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حصر کا دعوی نہیں کیا کہ گنگوہی صاحب کی بدزبانیاں انہی عبارات میں محصور ہیں جن کا ذکر حضرت رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، لہذا دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی باطل وغلط ہے جب کہ تصریح موجود ہے کہ بہت سے مقامات پر ایسی ایسی دلآزار تقریریں رقم کیں کہ جس سے اہلِ اسلام علماء اور غیر عالم سبھی کبیدہ خاطر ہو گئے۔
اس کے علاوہ حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ تو ان علماء کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں جن علمائے کرام نے ڈنکے کی چوٹ پر ان عبارات کو کفریہ اور توہین آمیز قرار دیا مثلاً، حضرت مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم عالم اسلام کی یہ وہ عظیم الشان شخصیات ہیں جو ہر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور ہر محاذ پر باطل کی سرکوبی کی۔
حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماءِ کرام سے اپنی اس کتاب "انوار ساطعہ" میں تقاریظ لیں اور عظیم الشان القابات سے ان کو نوازا، چنانچہ حضرت مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:
"صورة ما سطره النحر الفهامة والبحر العلامة واقف أسرار المعقول والمنقول كاشف أستار الفروع والأصول دامغ جيش الأباطيل مشتت شمل المخاذيل المدعو بمولوى نذير أحمد خان رامپورى المدرس فى بلدة احمد آباد .أبقاه الله بالصدق والسداد والهداية الرشاد ".[1]
حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی یُوں مدح سرائی فرماتے ہیں:

[1] انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ، ص 279، در مطبع نعیمی واقع مراد آباد، مطبوع شد۔

"صورۃ ما رسمہ الصوفی المثبت النافی الأصولی المناظر المستدل بقواطع الآیات وسواطع السنن المحقق المدقق المجادل بالتی ھی احسن الفاضل الکبیر مولانا ابو محمد عبد الرحمن غلام دستگیر سلمہ القوی القدیر ".[1]

اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں:

"صورۃ ما رصعہ الطمطام العزیز والصلھام الکبیر مفحم المناظرین مسکت المجادلین مروج عقائد الحق والدین قالع أصول المبتدعین فرید العصر وحید الزمان مولانا محمد احمد رضا خان سلمہ اللہ العزیز الرحمن وصان عن نوائب الزمان وخص بلطفہ ما تعاقب الملوان ".[2]

ان میں سے حضرت مولانا نذیر احمد رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب "البوارق اللامعہ" کے نام سے لکھی ہے اور گنگوہی انبیٹھوی کی مزخرفات پر شدید ردِ عمل کا اظہار کیا ہے اور آپ نے اس عبارت کو کفریہ اور توہین آمیز قرار دیا تھا، جبکہ آپ نے اپنی دُوسری کتاب "السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول" میں خطبہ کے بعد ابتداء ہی یوں فرمائی کہ:

"اما بعد واضح ہو کہ گنگوہی اور دیوبندی اور انبیٹھوی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسرِ شان بایں طور کرنا شروع کی ہے، جو کہ نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیطان لعین کے علم کو زیادہ بتاتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ بنی آدم سے بشریت میں برابر ہیں، فقط وحی میں زائد کہتے ہیں، اور آپ کے ذکرِ ولادت کو سانگ کنھیا کا اور تعزیہ داری روافض سے بدتر بتاتے ہیں، اور اسی قسم کے خرافات اُن کی کتاب" براہین قاطعہ رد انوار ساطعہ" جو تالیف خلیل انبیٹھوی کی ہے، اور جس پر تقریظ رشید

---

[1] انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ، ص 270، در مطبع نعیمی واقع مراد آباد مطبوع شد۔

[2] انوار الساطعہ در بیان مولود وفاتحہ، ص 273، در مطبع نعیمی واقع مراد آباد، طبوع شد۔

گنگوہی کی ہے، اُس میں یہ تمام مزخرفات موجود ہیں"۔ [1]

مزیداس" براہین قاطعہ" کے رد میں آنے والی کتب ورسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:" اُن میں سے ایک رسالہ" تقدیس" بھی ہے جس کے آخر میں علماء حرمین شریفین کی مواہیر ہیں، جن کے حق میں مفتی مکہ معظّمہ یہ فرماتے ہیں:

"و حكم صاحب البراهين مع للمؤيدين والمقرظين حكم المتزندقين بقين"۔

ترجمہ:" حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم زندیقوں کا ہے"۔

اور مفتی شافعیہ مکہ معظّمہ یہ فرماتے ہیں:

" اما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشياطين واهل المزيغ والزيد قة وان لم يكونوا كفارا بقين"۔

ترجمہ:" لیکن صاحب براہین اور اُس کے مؤیدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں، اہل زیغ، زندیقوں سے ہیں(یعنی اُن کے ساتھ مشابہ تر ہیں)"۔

اور مفتی حنبلیہ مکہ معظّمہ یہ فرماتے ہیں:

"من نسب للذات العلية المقد سة الاتصاف بالكذب فقد اخطأ وخالف الاجماع واتصف بالكفران لم يتب ويوجع عن المقالة"۔

ترجمہ:" جوذات پاک باری تعالیٰ کوکذب سے متصف کرے، بیشک وہ راہ بھولا اور مخالف ہوا اجماع کا، اور موصوف ہوا کفر سے اگر توبہ اور اُس سے رجوع نہ کرے"۔

اور مفتی حنفیہ مدینہ منورہ یہ فرماتے ہیں:

"اطلعت على هذا الرد المتين والاعتراض الفارق بين الغث والسمين على

[1] السیف المسلول، ص 2، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

صاحب البراهين التى دلت على سراب بقيعة و برهنت على سخافة عقل ملفق كلماتها الفظيعة فلعمرى انه لعميق الغوص فج الضلال مستحق الخزى من الملكوت والجلال"

ترجمہ:" میں نے مطالعہ کیا اس مضبوط رد اور اعتراضات کا جو لاغروفربہ میں فرق کرنے والی ہیں، وارد ہیں مولف براہین پر، جو جنگل کی ریت پر جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے راہ دکھاتی ہے، اور اُس کی سخت بری باتیں کم عقلی پر دلیل ہیں۔ پس مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گمراہی کے دریاؤں میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالے سے مستحق رسوائی کا ہے"۔

مفتی حنفیہ مکہ معظّمہ کی مہر میں محمد صالح کمال نام ہے، اور مفتی شافعیہ کی مہر میں محمد سعید بابصیل ہے، مفتی حنابلہ کی مہر میں خلف بن ابراہیم ہے، مفتی حنفیہ مدینہ منورہ کی مہر میں عثمان بن عبدالسلام داغستانی ہے، اور مدرس مدینہ منورہ اپنی تقریظ میں یہ فرماتے ہیں:

"واماما نقله الشيخ الراد عن صاحب البراهين وعن المؤيدين له الفسقة فانه كفر صراح وزندقة"۔

ترجمہ:" جو بزرگ مؤلفِ رسالہ تردید نے صاحب براہین اور اُس کے مؤیدین بدکار سے مقولہ نقل کئے ہیں وہ صریح کفروزندقہ ہے"۔ ان مدرس صاحب کی مہر میں سید محمد علی بن ظاہر نام ہے۔[1]

مزید لکھتے ہیں کہ:

" بہت جائے پر راندیری صاحب کا وہی قول ہے جو خلیل وغیرہ وہابیہ کا ہے، اس سے واضح ہے کہ احیاء للسنة الاستاذ الرشيديه والا سماعيليه اندیری صاحب اقوالِ باطلہ وہابیہ کو دلیل بناتے ہیں، اور خلیل مئولف براہین ومولوی رشید احمد مقرظ براہین آنحضرت

---

[1] السیف المسلول، ص 8۔9، در مطبع گلزار حسنی بمبئ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کا انکار اس واسطے کرتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ من ذلک شیطان لعین کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ زعم کرتے ہیں اور اس زیادت کی قطعیت کے قائل ہیں، چنانچہ براہین کے صفحہ ۴۷ میں ہے (شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے) اس سے وسعت علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اور شیطان لعین کے وسعت علم کا اقرار واضح ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسعت علم کو شرک بتانا، اور شیطان کے وسعت علم کو شرک نہ بتانا کیسی بے انصافی وہٹ دھرمی ہے بلکہ بددینی و بے علمی ہے"۔ [۱]

مزید لکھتے ہیں کہ:

" جیسے کہ ان کے اصل نے براہین میں اقوال باطلہ بدعیہ لکھ کر اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا اور مطعون خلایق ہوئے"۔ [۲]

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری مناظرانہ روئیداد بنام" تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" گنگوہی اور انبیٹھوی کی کفریہ عبارات پر مبنی ہے۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف" حسام الحرمین" علماء حرمین کی تصدیقات کے ساتھ اکابر دیوبند کی تکفیر پر مشتمل ہے۔

الغرض حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان عظیم الشان علماء کرام رحمہم اللہ کی تقاریظ کو اپنی کتاب کی زینت بنایا اور ان کو عظیم الشان القابات سے نوازا، اور اس ذریعے دیابنہ کو پیغام دیا کہ وہ مسئلہ تکفیر میں ان بزرگانِ دین کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

---

[۱] السیف المسلول، ص 11، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

[۲] السیف المسلول، ص 16، در مطبع گلزار حسنی بمبئی۔

جھوٹ کی بھی کوئی حدھوتی ھے

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" نیز حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی ومفہوم مراد نہیں لیا جو احمد رضا خان صاحب کے ایمان سوز دماغ میں آیا جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احمد رضا خان اور اس کی حسام الحرمین فساد کی اصل جڑ ہے ورنہ دیگر کو ان عبارات میں ایسی کوئی قباحت نظر نہ آئی"۔[1]

الجواب : جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے لیکن دیوبندی موصوف نے تمام حدیں پار کر لی ہیں اور اس قرآنی حکم "لعنة الله علی الکاذبین "کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے، ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ایسے جھوٹے بلکہ پرلے درجے کے مفتری و کذاب کو دیوبندیوں نے اپنا مناظر تصور کر رکھا ہے۔ شاید ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ سچ کے ذریعے یہ جنگ نہیں جیتی جاسکتی اس لئے جھوٹ اور جھوٹوں کا سہارا لیا جائے، دنیا کا اس سے بڑا بھی کوئی جھوٹ ہوسکتا ہے کہ یوں گوہر افشانی کی جائے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی ومفہوم مراد نہیں لیا جو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مراد لیا تھا۔ دیوبندی موصوف ہی ہمیں بتائیں کہ بہاولپور کا مشہور مناظرہ آخر کن مسائل پر ہوا تھا اور کون سی عبارات زیر بحث لائی گئیں تھیں؟۔

قارئین کرام! حسام الحرمین سن ۱۳۲۴ھ میں لکھی گئی اور بہاولپور کا مناظرہ" براہین قاطعہ" کی کفریہ عبارت پر مابین حضرت غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیل احمد انبیٹھوی ۱۳۰۶ھ میں منعقد ہوا اور اس مناظرے میں خلیل انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی۔ کفر کا طوق گلے میں سجا کر انبیٹھوی صاحب بہاولپور سے بھاگے تھے۔ یعنی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ

---

[1] دفاع، صفحہ 84، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

علیہ کی تصنیف لطیف" حسام الحرمین" سے تقریباً اٹھارہ سال قبل علماء برصغیر اس عبارت کو کفریہ قرار دے چکے تھے۔لہذا دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی مستند عالم دین نے ان عبارات کو کفریہ نہیں قرار دیا ،نرا جھوٹ اور بہتان ہے، بلکہ مسلمہ حقائق وشواہد کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

اب اگر کوئی شخص پوری بے حیائی اور بے شرمی سے جھوٹ پہ جھوٹ بولنے لگے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں، باقی حقیقت وہی ہے جو ہم نے عرض کی ہے،اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس کی مرضی، جب دل ہی نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں۔

اور ان تمام امور سے یہ ثابت ہوا کہ فساد کی اصل جڑ دیوبندیوں کی گستاخانہ وایمان سوز عبارات ہیں، باقی تفصیل ان شاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں آئے گی۔

تمام دیوبندی گستاخانہ عبارات پر اھلِ سنّت کا دیوبندیوں سے اُصولی اختلاف

دیوبندی موصوف نے پہلے سرخی قائم کی ہے کہ" اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر" (دفاع،ص84) پھر اجمل العلماء حضرت مولانا محمد اجمل سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے کہ:" مصنف صاحب اگر تمہارے اکابر قائل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الٰہی کو کافر زندیق جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بنتا اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا"۔(ردشہاب ثاقب: ص 292، ادارہ غوثیہ رضویہ ،لاہور)۔(دفاع،ص85) دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"تو مولوی صاحب تمہارے اکابر کے نزدیک تو مابہ النزاع مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے "امکان کذب" تو خواہ مخواہ دوسری باتوں پر وقت کیوں صرف کرتے ہو۔[1]

---

[1] دفاع،صفحہ 85،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

الجواب : دیوبندی موصوف میں ایک آسان اُردو عبارت سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں اور بزعم خود اپنے آپ کو تیس مارخان سمجھتے ہیں۔

تیس مارخان دیوبندی صاحب ! اس عبارت کا مفہوم اور مطلب وہ نہیں جو جناب کی اُلٹی کھوپڑی میں آیا ہے کہ اُصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر ہے، بلکہ حضرت اجمل العلماء رحمۃ اللہ علیہ اہل سنّت وجماعت سے ہٹ کر ایک علیحدہ دھرم (دیوبندیت) کے بننے کی علت اور سبب بیان کر رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اکابرین دیوبند نے قائل امکان کذب ہوکر اور قائل وقوع کذب الٰہی کو کافر وزندیق نہ مان کر ایک علیحدہ جدید مذہب کی بنیاد ڈالی، اب اس سے کہاں ثابت ہوا کہ اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر ہے، اور یہ کس حرف کی تشریح ہے؟۔

اس عبارت سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا جو دیوبندی موصوف نے لکھا ہے دیوبندیت کی ابتداء تو مسئلہ کذب سے ہوئی اور پھر آگے چل کر دیگر دیوبندیوں نے مزید گستاخیاں کر کے اس اختلاف کو مزید وسیع کیا۔ ہر نیا آنے والا دیوبندی جیسا کہ گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی اور تھانوی وغیرہم گستاخیاں کرتے رہے اور اہل سنت و دیوبندیت کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع وعریض ہوتی رہی، یہاں تک کہ دیوبندیت ایک علیحدہ دھرم کی صورت میں نمودار ہوئی اور اس کا تشخص یہی کفریہ عبارات تھیں اور ہیں۔

لہٰذا حضرت اجمل العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی آسان اردو عبارت کو نا سمجھ کر جہاں دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ کم عقل و بدفہم ہے اس کے ساتھ یہ بھی ثبوت دیا ہے کہ وہ اُردو زُبان سے بھی نابلد ہے۔ اگر دیوبندی موصوف کو کچھ لمحات فرصت میں " ردشہاب ثاقب" کو پڑھ لینے کی توفیق میسر آتی اور سرقہ بازی سے اجتناب کرتے (کیوں کہ موصوف کی نقل کردہ یہ دوسطری عبارت بھی بمطابق اصل نہیں ہے) تو یہ لکھنے کی کوشش کبھی نہ کرتے۔ قارئین مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں حضرت اجمل العلماء رحمۃ

اللہ علیہ کس طرح دیو بندی اور بریلوی اختلاف کی وضاحت فرماتے ہیں:

" لیکن فرقہ وہابیہ دیو بندیہ کا اہلِ سنّت میں ایسا خلط ہے کہ یہ اپنے آپ کو اہلِ سنّت کہلاتے ہیں، حنفی ہونے کا دم بھرتے ہیں، قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا دعوی کرتے ہیں، عقائد وفقہ کی کتابوں کو ماننے کا اظہار کرتے ہیں، علماءِ سلف وخلف کی تصنیفات کے قبول کرنے کا اظہار کرتے ہیں، ہماری سی نماز، روزہ، حج ادا کرتے ہیں، قادری وچشتی، نقشبندی وسہروردی بنتے ہیں، تعلیم قرآن وحدیث اور دینی کتابوں کے درس کا شغل رکھتے ہیں۔لہذا ان کی معرفت عوام کے لئے نہایت مشکل تھی، ان کا اہلِ سنّت وجماعت سے امتیاز کرنا، ان کے اقوالِ کفر وضلال کا پہچاننا، اِن کے عقائدِ باطلہ کا جاننا، اِن کے غلط مسائل سے واقف ہونا، عامۃ المسلمین کے لئے سخت دُشوار تھا۔

اعلی حضرت قدس سرہ نے ان سے فروعی اختلاف میلاد شریف، قیام تعظیمی، گیارھویں شریف، عرس، فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، یا رسول اللہ کہنا، مزارات پر روشنی کرنا، چادریں ڈالنا، اولیاء سے استمداد کرنا، توسل کرنا، عیدین کے روز معانقہ کرنا وغیرہ ہر ہر مسئلہ پر رسالے تحریر فرمائے اور ان میں قرآن وحدیث اور تصریحات سلف وخلف سے ان کے جواز کے کافی ثبوت دے کر ان کے غلط استدلالوں کا ردبلیغ فرمایا۔

اور اُصولی اختلاف اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی شانوں میں گستاخیاں کرنے، کثیر آیات واحادیث کے انکار کرنے، تصریحات کتبِ اسلامیہ کے نہ ماننے کے دوسوتیس اقوال کفر وضلال کا اظہار فرمایا اور اس کو ایک رسالہ " الاستمداد علی اجیال الارتداد" میں جمع فرمایا، اور ان کے صرف امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کے ستر (۷۰) اقوال کے لئے ایک رسالہ " الکوکب الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ" تحریر کیا، اور ایک رسالہ " المعتمد المستند" لکھا جس میں غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی کے اقوال کفریہ نقل فرما کر ان کی تکفیر کی اور اسی پر علماء حرمین شریفین سے تصدیقیں حاصل کیں،

جس مجموعہ کا نام" حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" ہے"۔[۱]

کیوں جناب ! کیا حضرت اجمل العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ما بہ النزاع صرف ایک مسئلہ ہی قرار دیا ہے اور صرف اس پر ہی اکابرینِ دیو بند کی گستاخیاں اور کفریات کو منحصر کیا ہے؟ نہیں، بلکہ آپ نے تو ایک لمبی فہرست کی نشاندھی فرمائی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آپ کی عبارت اس کو واضح کررہی ہے۔

دیوبندیوں کا سلف صالحین سے جُداگانہ نظریہ

دیوبندی موصوف رقمطراز ہیں کہ:

" مولوی کاشف اقبال رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:" دیو بندی مذہب فروعی مسائل میں بھی سلف و صالحین سے جدا ہے اس کا اقرار بھی دیو بندی علماء نے خود کیا ہے کہ اس سلسلے میں حضرات علمائے فرنگی محل لکھنؤ حضرت مولانا عین القضاء صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جا سکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضرات علمائے دیو بند کے مسلک سے مختلف تھا"۔(فیصلہ کن مناظرہ: ص6، فتوحات نعمانیہ: ص 300) یہ لکھنے کے بعد آگے چل کر دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:"اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اول تو یہ عبارت کسی ناشر کی ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں پھر خود تکفیر کے مسئلہ میں علمائے فرنگی محل بریلویوں کے ساتھ نہیں"۔[۲]

الجواب : دیو بندی موصوف مولانا کاشف اقبال صاحب پر ناراض نہ ہوں، اسی طرح کی عبارات کتب دیو بند میں جا بجا موجود ہیں، مثال کے طور پر ہم دیو بندی شیخ الحدیث کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس میں محولا بالا عبارت سے تھوڑا سا تغیر ہے، ملاحظہ کریں:

---

[۱] ردشہاب بروھابی خائب، ص100۔ 101، ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور۔

[۲] دفاع، صفحہ 85، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

"ان مسائل یاان جیسے دیگر مسائل میں علماء رضا خانی کے مسلک ومشرب سے ہٹ کر بہت سے علمی حلقے ایسے بھی ہیں جن کی تحقیق ورائے علماءِ دیوبند کی تحقیق ورائے سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یاتفسیق نہیں کرتا، بلکہ باہمی عقیدت اور احترام کے تعلقات قائم ہیں، مثال کے طور پر علماء اہل حدیث، علماء فرنگی محل، علماء ندوہ، علماء دارالمصنفین اعظم گڑھ یااس قسم کے کئی ایک اسلامی حلقے علمی سلسلے اورخانوادہ مشہورہ کانام لیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کی نظر وفکر علماء دیوبند کی نظر وفکر سے کچھ مختلف ہے لیکن جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ان میں نہ کبھی تکفیری جذبہ کارفرما رہا نہ باہمی احترام وعقیدت میں فرق آیا، اورآج بھی یہی صورت حال ہے"۔ [1]

اس حوالہ میں اورمولانا کاشف اقبال صاحب کے نقل کردہ حوالہ میں کوئی خاص فرق نہیں، دونوں کا مفہوم ومطلب ایک جیسا ہی ہے، اور یہ دیوبندی مذہب کے اُستاذِ حدیث وتفسیر بھی ہیں، ان کی عبارت کوکسی ناشر کی عبارت قرار دے کر دیوبندی موصوف ٹال نہیں سکتے اور نہ ہی اِس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکتے ہیں۔ اس عبارت میں اس بات کااقرار ہے کہ کئی ایک اسلامی حلقوں علمی سلسلوں اورمشہور خانوادوں کے ساتھ دیوبندیوں کا فکری نظری اختلاف تھا۔ علماءِ فرنگی محل تو دیوبند کا مدرسہ بننے سے بھی پہلے دین متین کی خدمت کررہے تھے اورعلمی حوالہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے، جب دیوبندیت نے جنم لیا تومشہور علمی سلسلوں، خانوادوں اورمعروف علمی حلقوں سے اختلاف کیا۔ یہ مشہور علمی سلسلے جن کا دیوبندیت سے بھرپور اختلاف تھا میلادوفاتحہ وگیارھویں شریف وغیرہ کے قائل تھے، جبکہ سرزمینِ ہند پر نیا جنم لینے والی تحریک یعنی دیوبندیت ان مسائل کوشرک وبدعت سے تعبیر کرتی تھی، پس اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ علمی خانوادے جوصدیوں سے سلف

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان، حیات اور کارنامے، ص، 5۔ 6، ربانی بک ڈپو، کٹرہ شیخ چاندلال کنواں، دہلی نمبر 6۔

صالحین کی روایات کے امین تھے ان سے دیوبندیت نے اختلاف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ سلف صالحین کی راہ سے ہٹ کر ایک نیا نقطۂ نظر معرضِ وجود میں لا رہے ہیں اور اس اعتبار سے ان کی راہ سلف صالحین سے ہٹی ہوئی ہے۔

باقی رہا علماءِ فرنگی محل کے متعلق یہ الزام کہ انہوں نے تکفیر نہیں کی یہ الزام بھی علمی میدان میں کوئی وقعت نہیں رکھتا، دیوبندی موصوف ہی بتادیں کہ یہ عبارات علماءِ فرنگی محل کے سامنے پیش ہوئی ہوں اور انہوں نے تکفیر نہ کی ہو۔

علماءِ فرنگی محل کے ایک ممتاز فرد حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے تو" حفظ الایمان" کو فرنگی محل میں جلا دیا تھا اور پھر علماء فرنگی محل کی ایک ممتاز شخصیت کا لقب ہی مہلک الوہابیین تھا۔اس لحاظ سے دیوبندی موصوف کا یہ کہنا کہ علمائے فرنگی محل نے مسئلہ تکفیر میں بریلویوں کا ساتھ نہیں دیا بالکل غلط اور بے جا ہے۔

مغالطہ دَھی کی بَھر پُور کوشش

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" مولانا معین الدین اجمیری نے بھی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی بلکہ ایک پوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام" تجلیات انوار المعین " لکھی، جس میں مولانا احمد رضا کی وہ گت بنائی جو پڑھنے کے لائق ہے"۔[1]

الجواب : دیوبندی موصوف نے اپنی اس عبارت میں دو کام کیے ہیں نمبر(1) بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔نمبر(2) عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

ہم دیوبندی موصوف کے ان دونوں کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں

نمبر(1) دیوبندی موصوف نے جھوٹ تو یہ بولا ہے کہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ

[1] دفاع،صفحہ 85۔86،مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

علیہ نے علماءِ دیوبند کی تکفیر نہیں کی، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے بلکہ بہت بڑا بہتان ہے۔
ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کر پاتے کہ دیوبندی موصوف نے سابقہ صفحات میں جو جھوٹ بولے ہیں وہ جھوٹ بڑے ہیں یا یہ جھوٹ بڑا ہے بلکہ دیوبندی موصوف کا ہر ایک جھوٹ دوسرے جھوٹ سے بڑا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے موٴقف کے متعلق دیوبندی موصوف کا نظریہ ٹھیک نہیں کیونکہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا ایک خط بنام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ موجود ہے، جس میں انہوں نے "براہین قاطعہ" کی عبارت کو کفریہ اور توہین آمیز قرار دیا۔ دیوبندی موصوف کی ضیافت طبع کی خاطر ہم وہ دونوں خط نقل کرر ہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مکتوب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی، بنام مولانا محمد معین الدین اجمیری

جنابِ مولانا صاحب وسع اللہ مناقبہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مَیں اِن شاءاللہ کل بعد نماز جمعہ آسکوں گا، مزید علم کے لئے بعض کتب مثلاً "حسام الحرمین" وغیرہ صبح کسی کے ہاتھ بھیج دی جائیں گی تا کہ آپ اطمینان حاصل کر لیں، آپ کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی مرحوم ومغفور نے تو اپنے رسالہ "تحقیق الفتوی لرد الطغوی" میں اس گروہ ناحق ۔۔۔ کی تکفیر فرمائی ہے، نہ فقط تضلیل و تفسیق اور قصیدہ مطبوعہ میں یہی عبارۃ تکفیر ہے، بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ اطمینان فرما کر ان کے اقوال کے متعلق رائے ظاہر فرمائیں تا کہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے، فقط
حامد رضا خان غفرلہ۔ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔[1]

---

[1] نوادرات محدث اعظم پاکستان، جلد 2 ص 32، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

مکتوب مولانا معین الدین اجمیری بنام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی

۷۸۶

محررہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ، ۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء۔

جنابِ محترم مولانا زادمجدہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"براہین قاطعہ" کے قولِ شیطانی کو" جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ، شیخ نجدی یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے" دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعًا کلماتِ کفر ہیں، اور اِن کا قائل کافر۔

باقی ہفواتِ اہلِ دیوبند کو بعد صحت کے اِن شاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا، آپ اگر بعد جمعہ حسبِ وعدہ تشریف لے آئیں تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہوسکتی ہے۔

والسلام خیر ختام، فقط، فقیر معین الدین کان اللہ لہ، ۱۴ ربیع الثانی، ۱۳۳۷ھ۔[1]

دیوبندی موصوف کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تکفیر میں ہمارے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی بھرپور کوشش اس طرح کی ہے کہ پہلے تو یہ لکھا کہ مولانا معین الدین اجمیری نے بھی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی" اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ:" بلکہ ایک پُوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام " تجلیات انوار المعین " لکھی"۔

جس سے قارئین کو یہ دھوکہ لگے کہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ تکفیر کے رد میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف" تجلیات انوار المعین " لکھی

---

[1] نوادرات محدث اعظم پاکستان، جلد 2 ص 182۔

ہے، حالانکہ ایسا نہیں، " تجلیات انوار المعین "اذان عندالباب کے مسئلہ پر لکھی گئی ہے، اس کا تعلق اکابرینِ دیوبند کی تکفیر کے ساتھ نہیں بلکہ اذان کے مسئلہ کے ساتھ ہے، اور پھر یہ کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان جونزاع تھا وہ بعد میں ختم ہوگیا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادگان کے ساتھ مصالحت کرلی تھی۔

پس جس مسئلہ پر فریقین میں صلح ہوگئی اور کوئی نزاع باقی نہ رہا تو پھر اس کا ڈھنڈورا پیٹنے کا کیا فائدہ!!! دیوبندی موصوف کو بہرحال اس سے کچھ حاصل نہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ میں چاہے لاکھ اختلاف ہوں اس کے باوجود یہ دونوں حضرات اکابرین دیوبند کی تکفیر پر متفق ہیں، اور دیوبندی مولویوں کی عبارات کو کفریہ اور توہین آمیز قرار دیتے ہیں۔

دیوبندی موصوف کاشف اقبال مدنی صاحب کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" پھر کیا ان چار مولویوں کا نام سلف وصالحین ہے؟"۔[1]

الجواب: ہمیں پہلے ہی یہ اندازہ ضرور تھا کہ دیوبندی موصوف کورا جاہل اوران پڑھ ہے، سادہ اور آسان عبارتیں بھی نہ لکھ سکتا ہے، نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے، موصوف کے اس اعتراض نے مزید ان کی اس جہالت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے اور ہمارے اندازے کو یقین میں بدل دیا ہے۔

دیوبندی موصوف کی آنکھوں میں اگر کالا پانی نہیں اُترا تو ایک مرتبہ عبارت کو ضرور پڑھ لیں کہ عبارت میں چار مولویوں کا ذکر ہے یا بہت سے علماء کرام، علمی سلسلوں اور خاندانوں کا۔ اور نہ سہی دیوبندی موصوف " تذکرہ علمائے فرنگی محل" کا ہی مطالعہ کرلیں کہ اس میں کتنے

---

[1] دفاع، صفحہ 86، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

علماءِ فرنگی محل کا تذکرہ موجود ہے۔ پس دیوبندی موصوف کا اس عبارت میں چار مولویوں کا ہی ذکر سمجھنا جہالت اور بے وقوفی ہے، دیوبندی موصوف کو علمائے فرنگی محل لکھا ہوا کیا نظر نہیں آرہا؟ بہت سے علمائے کرام، علمی سلسلے اور خاندان لکھا ہوا بھی نظر نہیں آیا؟ جو اس نے یہ گپ ہانک دی کہ ان چار مولویوں کا نام سلف وصالحین ہے۔

دیوبندی موصوف کو مشورہ ہے کہ وہ کسی اچھے مستند ادارہ میں تعلیم حاصل کریں، ابھی تو اِن کی اپنی حالت ہی تعلیم حاصل کرنے والی ہے، چہ جائیکہ دوسروں کو پڑھانے بیٹھ گئے ہیں، پس جو خود ایسا جاہل ہو وہ اوروں کو کیا تعلیم دے گا۔

ہمیں مکتب است وایں ملاں
کار طفلاں تمام خواب شد

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر کا باغی کھنے کا الزام اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف مولانا محمد اسماعیل صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

" فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح، مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو، اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی"۔

(حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن: ص170، فرید بک سٹال لاہور)

بریلویو! آنکھیں کھول کر اس حوالے کو پڑھو۔ ۱۴۰۰ سو سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں، لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا۔ چار مولویوں سے دیوبندی

اختلاف کرے تو سلف کا باغی اور جو ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یار کچھ تو خدا کا خوف کرو"۔ [1]

الجواب : یہ بھی دیو بندی موصوف کی جہالت اور بد دیانتی ہے۔ حضرت سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا تعلق معمولاتِ اہلِ سنّت کے ساتھ نہیں بلکہ فقہی جزئیات کے متعلق ہے جن پر نہ مدار کفر وایمان ہے اور نہ ہی وہ مسائل خروج عن اہل السنۃ کا سبب ہیں، بلکہ وہ فقہی جزئیات ہیں جن میں راجح ومرجوح، صحیح اور اصح، جائز واحوت کا فرق پایا جاتا ہے، یہ ایسے مسائل ہیں جن میں علماء کرام کا اختلاف ہوتا رہتا ہے، کتب فقہ کی شروح وحواشی پڑھنے والے افراد پر یہ مخفی نہیں کہ بیشمار علماءِ کرام نے ایک دُوسرے کی تحقیقات سے اختلاف کیا ہے، یہ اختلافات اکابر سے بغاوت کے زُمرے میں تو کجا بلکہ ہتکِ شان کے زُمرے میں بھی نہیں آتے، ان تحقیقات کو حسن وخوبی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نہ کہ بدخواہی وبد نیتی کی نگاہ سے ۔ ایسے مسائل میں اختلافات رکھنے کی وجہ سے ہم نے دیوبندیوں کو اہلِ سنّت سے خارج قرار نہیں دیا بلکہ اُن معمول بہا مسائل کو شرک وبدعت کہنے کی وجہ سے جو اہل سنّت کا شعار سمجھے جاتے ہیں ۔

پس دیوبندی موصوف کا فقہی جزئیات کو اہلِ سنّت کے شعار اور معمول بہا مسائل پر قیاس کرنا جہالت وبد نیتی ہے۔ اگر دیو بندی موصوف ایسے اختلاف کو اکابر کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہیں تو ہم انہی کے گھر سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"ہاں ہندوستانی علماء میں سچی بات یہ ہے کہ مرحوم (انور شاہ کشمیری) مجھے کسی سے متاثر نظر نہیں آتے ۔ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے بہت سے قلمی سہووں پر انہوں نے مطلع کیا، عبد العلی بحر العلوم کی بعض تحقیقات سے اختلاف کیا۔ شاہ ولی اللہ کے اقوال سے گنتی کے دو چار مسئلوں میں تائید کی ابن نجیم سہیلی کے بعد متاخرین میں حضرت گنگوہی کو فقیہ النفس فرماتے

[1] دفاع، صفحہ 86، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

مگران کے علمی وثائق میں حضرت گنگوہی کی رائے بھی بحیثیت مؤید خال خال ہے، انہوں نے بعض وہ احادیث ذخیرہ احادیث سے ڈھونڈ نکالیں جو بدر عینی، ابن ہمام اور زیلعی کے ہاتھ نہیں لگیں تھیں"۔ [1]

اس حوالے کے مطابق دیوبندی موصوف کو انور شاہ کشمیری صاحب کو بھی اکابر کا باغی قرار دینا چاہیے، انور شاہ کشمیری تو سلف صالحین کی نشانی تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گنتی کے دو چار مسائل کے علاوہ اتفاق ہی نہیں کرتے تو پس اس کو بطریقِ اولی اکابر کا باغی قرار دیا جانا چاہیے۔

اور انور شاہ صاحب نے نہ صرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا بلکہ تمام ہندوستان کے علماء کرام کے اثر کو بھی قبول نہیں کیا (یعنی اُن سے ہٹ کر ایک نئی اور علیحدہ راہ اپنائی)۔ غیروں کے علاوہ انور شاہ صاحب نے تو اپنوں کی تحقیقات پر بھی اعتماد نہیں کیا جنہیں وہ خود فقیہ النفس شمار کرتے تھے۔ ان کی آراء کے متعلق انور شاہ کی تائید خال خال ہی نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے انور شاہ کشمیری دو بغاوتوں کے مرتکب قرار پائے۔ ایک بغاوت اکابر علماء اہل سنت کے ساتھ اور دوسری بغاوت اکابرین دیوبند کے ساتھ۔

اب دیکھتے ہیں کہ دیوبندی موصوف انور شاہ کشمیری صاحب کے متعلق باغی ہونے کا کب اعلان کرتے ہیں۔

آ عندلیب مل کر کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں ہائے دل

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"اسلامی علوم وفنون میں کوئی ایسا فن نہ تھا جس میں وہ اپنی ذاتی رائے نہ رکھتے ہوں خود

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص 26، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

فرماتے" میں کسی فن میں کسی کا مقلد نہیں ہوں خود اپنی رائے رکھتا ہوں بجز فقہ کے کہ ابو حنیفہ کی تقلید محض کرتا ہوں"۔ [1]

تاریخ اسلام میں ہزاروں علماءِ کرام اسلامی علوم وفنون پر دسترس رکھنے والے گزرے ہیں جن کا لوہا مسلم ہے مگر انور شاہ کشمیری کا اُن کی تحقیقات پر اعتماد نہ ہونا اور اپنی علیحدہ ذاتی رائے رکھنا کس بات کی غمازی کررہا ہے؟ کیا دیوبندی موصوف اسے بھی مذہب جدید کی تشکیل نو قرار دیں گے؟ جس طرح سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر علیحدہ مذہب بنانے کا الزام لگایا، حالانکہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فقہی جزئیات میں اختلاف کرنے کے باوجود فقہاء کرام کا اتنا ادب فرماتے ہیں کہ اپنے اس اختلافی نظریہ کو تطفل (بچپنا) قرار دیتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ادب واحترام کے نمونے آپ کی شاہکار تصنیف" فتاوی رضویہ شریف" اور" جدالممتار" میں جابجا ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، مگر ہم اس حسد کی آنکھ کا کیا کرسکتے ہیں جس کو ہنر بھی عیب نظر آرہا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے

چشم دشمن برکندہ باد کہ
عیب نماید ہنر شد در نظر

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغاوت کا الزام اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ سرخی قائم کرتے ہیں" مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدن (مجتہدین) کا باغی" پھر اس کے نیچے حقائق شرح مسلم کا یہ حوالہ نقل کرتے ہیں کہ" مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے

[1] ملفوظات محدث کشمیری، ص 25، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

موقف سے اختلاف فرمایا ہے"۔ [1]

الجواب : دیوبندی موصوف نے اس عبارت کو نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ اگر دیوبندی موصوف پوری عبارت نقل کر دیتے تو اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی۔ ہم" حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن" سے پورا اقتباس نقل کر دیتے ہیں تا کہ قارئین حقیقت حال سے آگاہ ہو جائیں اور اس دجّال صفت دیوبندی کی مکاری کو سمجھ لیں:

"راقم ذیل میں ایک ایسی مثال پیش کر رہا ہے، جس میں مجدد برحق امام احمد رضا قادری حنفی رضی اللہ تعالی عنہ نے اکابر صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے مؤقف سے اختلاف فرمایا ہے۔ اس مثال کی تقریر سے قبل یہ سمجھنا چاہئے کہ:

بیوع کی مختلف اقسام میں ایک قسم" بیع عینہ" بھی ہے۔ بیع عینہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے ایک ہزار روپیہ قرض لینا چاہتا ہے اور وہ شخص اس کو بغیر سود لئے قرض دینا نہیں چاہتا، اب وہ سود سے بچنے کے لئے یہ حیلہ کرتا ہے کہ وہ اس شخص کو ایک ہزار روپے کی کوئی چیز پندرہ سو میں چھ ماہ کے اُدھار پر فروخت کر دیتا ہے، پھر بعد میں اس شخص سے وہ چیز ایک ہزار روپے نقد دے کر خرید لیتا ہے، اس طرح ضرورت مند کو فوری طور پر ایک ہزار روپیہ مل گیا اور قرض دینے والے کو ٦ ماہ کے بعد پانچ سو روپے زائد مل جائیں گے۔

بہت سے صحابہ کرام اس بیع کو جائز قرار دیتے تھے اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو یوسف اور امام شافعی اس کو جائز فرماتے تھے۔ جبکہ سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اس بیع کو حرام قرار دیتے تھے۔ حتی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سامنے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے جب

---

[1] دفاع، صفحہ 86، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

اس بیع کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ابلغی زید بن ارقم ان اللہ تعالی ابطل حجہ وجہادہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تم زید بن ارقم کو یہ خبر پہنچادو کہ انہوں نے رسول اللہ کے ساتھ جو حج اور جہاد کیا تھا، اللہ تعالی نے اس کو باطل کر دیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۸۵، ہدایہ اخیرین ص ۵۷)

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

ھذا البیع فی قلبی کامثال الجبال ذمیم اخترعہ اکلۃ الربا۔ اس بیع کی برائی میرے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے، اسے سودخوروں نے گھڑ لیا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۷ ص ۴۸۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ناجائز قرار دینے والے ان تمام اکابر (صحابہ وائمہ مجتہدین وغیرہم) کے موقف کے برعکس، سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس بیع کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

" لانہ لایکرہ الاتنزیہا فکذا ھذا، ولا یہولنك قول محمد انہ یجدہ مثل الجبل ۳ فانہ قال مثلہ بل اشد منہ فی العینۃ وماثبت لہا الا کراھۃالتنزیہ قال فی ردالمحتار عن الطحطاوی عن ابی یوسف العینۃ جائزۃ ماجور من عمل بہا کذا فی مختار الفتاوی ہندیۃ وقال محمد ھذاالبیع فی قلبی کا مثال الجبال ذمیم اخترعہ أکلۃ الربا وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذ اتبایعتم بالعین واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم، قال فی الفتح ولا کراھۃ فیہ الاخلاف الاولی لما فیہ من الاعراض من مبرۃ القرض اھ ۵ واقرہ علیہ فی البحر والنہر والدر والشرنبلالیہ و غیرہا وقال ایضا فی فتح القدیر قال ابویوسف لایکرہ ھذا البیع لانہ فعلہ کثیر من الصحابۃ رضی

اللہ تعالی عنھم وحمدوا علی ذلك ولم یعدوہ من الربا اھ"

(کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ص ۵۸ ،مطبوعہ مکتبۃ الدعوۃ الاسلامیہ)

اور یہ اس لئے کہ بیع عینہ نہیں مگر مکروہ تنزیہی، تو ایسے ہی یہ بھی اور امام محمد کا یہ ارشاد کہ وہ ان کے نزدیک پہاڑ کی طرح گراں ہے تجھے ہول میں نہ ڈالے کہ انہوں نے ایسا ہی کہا بلکہ اس سے بھی سخت تر بیع عینہ میں فرمایا ہے اور اس کے لئے ثابت نہ ہوئی مگر کراہت تنزیہ، ردالمحتار میں طحطاوی اس میں عالمگیری اس میں مختار الفتوی اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے کہ عینہ جائز ہے اس کے کرنیوالے کو ثواب ملے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اس بیع کی برائی میرے قلب میں پہاڑوں کے برابر ہے اسے سود خوروں نے ایجاد کیا، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بطور عینہ خرید و فروخت کرو اور بیلوں کی دم کے پیچھے چلو تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا دشمن تم پر غالب آ جائے گا۔ فتح القدیر میں فرمایا عینہ میں کوئی کراہت نہیں سوا خلاف اولٰی کے، اس لئے کہ اس میں قرض دینے کے اچھے سلوک سے روگردانی ہے انتہی۔ اور اسے بحر الرائق اور نہر الفائق اور درمختار اور شرنبلالیہ وغیرہا نے برقرار رکھا نیز فتح القدیر میں ہے امام ابو یوسف نے فرمایا یہ بیع مکروہ نہیں اسلئے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اسے کیا اور اس کی تعریف کی اور اسے سود نہ ٹھہرایا انتہی، (ترجمہ از حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن، کفل الفقیہ الفاہم مترجم ص 72، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اختلاف رائے کی حیثیت اور حقیقت کو واضح کرنے کے لئے میں نے ۱۸ مثالیں، سطور بالا میں پیش کی ہیں، ان کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علماءِ محققین، سب کے درمیان لاتعداد مسائل و جزئیات میں اختلاف ہوا اور کسی نے اس کو فریق ثانی کی توہین یا بے ادبی پر محمول نہیں کیا، سو اسی طرح اگر بعد کا کوئی شخص تحقیق و دلائل اور ادب و احترام کے ساتھ اپنے متقدمین یا معاصرین سے کسی مسئلہ میں اختلاف رائے رکھتا ہے تو اسے اکابرین کی توہین قرار دینے کی بجائے صحابہ کرام، تابعین، ائمہ

مجتہدین اور علماء محققین کی اتباع پر ہی محمول کیا جائے گا، بصورت منع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے کلام کو معصوم قرار دینا لازم آئے گا، ولا عصمۃ الا لکلام الا لوھیۃ ثم النبوۃ کذا قال الامام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان"۔

قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہ صرف ایک مسئلہ کی بات تھی جس میں خود فقہاء وائمہ کا اختلاف موجود ہے، ان تینوں جلیل القدر ائمہ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے بھی اختلاف کیا ہے، پس اس صورت میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو صحابہ کرام وائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا باغی قرار دینا قطعاً دُرست نہیں، اور سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے اختلاف کرنے والے امامین یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ کو بھی معاذ اللہ اکابر صحابہ اور آئمہ مجتہدین کا باغی قرار دینا پڑے گا دیوبندی موصوف کی جہالتیں نہ جانے کیسے کیسے گل کھلائیں گی کیونکہ جو تحریرات دیوبندی موصوف لکھ رہا ہے وہی تحریرات غیر مقلدین کی جانب سے دیوبندی موصوف کے گلے کا پھندا بن جائیں گی اور نہ مٹنے والے ناسور کی طرح نکھر کر سامنے آئیں گی، کیونکہ موصوف فقہی جزئیات کے اختلاف کو بغاوت قرار دے رہا ہے، حالانکہ کتب احناف میں سینکڑوں ایسے مسائل کی نظیریں موجود ہیں جن میں علماء احناف نے صحابہ کرام وائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم سے علیحدہ ایک رائے رکھی ہے کیونکہ فقہی فروعی مسائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی مختلف فیہ تھے، اور مجتہدین نے یا علماء احناف نے اس سلسلہ میں ضرور کسی نہ کسی دلیل کو اپنا مستدل بنایا ہے، لہذا اسے بغاوت قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر یہ بغاوت ہے تو وہ علماء اعلام جنہوں نے جزئیات میں اختلاف کیا ہے معاذ اللہ باغی قرار پائیں گے؟ اور خُود آنجناب کا بت کدہ دیوبندیت بھی اس سے محفوظ نہ رہ پائے گا۔

خلاصہ کلام: حضرت مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے دیوبندیوں کے خروج عن اہل السنۃ کے حوالے خود انہی کے گھر سے پیش کیے، دیو بندی موصوف ان حوالوں کا

جواب نہ دے پائے اور انہیں ناشر کے ذمہ لگا دیا، ہم نے اسی طرح کے حوالے موصوف کے گھر کے ممتاز عالم دین سے پیش کر دیئے۔ باقی جوابی کارروائی کے طور پر دیوبندی موصوف نے فقہی جزئی اختلافات کے متعلق جو حوالے پیش کیے ہیں ان کا حال تو آپ بخوبی معلوم کر چکے اور ان مسائل کو اہل سنت کے شعار معمول بہا مسائل سے قطعا کوئی نسبت نہیں۔ ذکر کردہ فقہی جزئیات میں اگر کوئی اپنی علیحدہ تحقیق رکھتا ہے تو وہ قطعاً مورد الزام نہیں اور نہ ہی کسی بھی حوالہ سے مطعون قرار دیا جا سکتا ہے، پس دیوبندی موصوف کا یہ مناقشہ غلط و باطل ثابت ہوا۔

جهالت وخباثت

دیوبندی موصوف نے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" کا مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے

"جو شخص دیوبندیوں کو ضروریات دین میں اہل سنت کے ساتھ متفق بتلا کر اس کو فروعی اختلاف بتلانا چاہتا ہے یہ اس کی جہالت وخباثت پر دال ہے"۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص25)اس حوالہ پر دیوبندی موصوف تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آیئے !!! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ جاہل وخبیث حضرات کون ہیں جن کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں"۔[1]

الجواب : مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب کا اشارہ اس عبارت میں ان لوگوں کی جانب ہے جو کہ بریلوی دیوبندی اختلاف سے بخوبی واقف وآگاہ ہیں اور اس معاملہ میں فریقین کی کتابیں بھی ان کے پیش نظر ہیں، اور جو اکابرین دیوبند نے گستاخیاں کی ہیں ان کی بابت بھی وہ لوگ خوب جانتے ہیں۔ پس اس کے باوجود صلح کلیت ومداہنت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اختلافات پر فروعی اختلاف کا لیبل لگاتے ہیں وہی اس عبارت کا مصداق ہیں۔مولانا کاشف اقبال مدنی صاحب نے ان لوگوں کو جاہل وخبیث نہیں کہا جو

---

[1] دفاع، صفحہ 87، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

بالکل اس نزاع سے آگاہ نہیں، جو شخص دیوبندیوں کی گستاخیوں پر آگاہ ہو کر صلح کلیت کا دم بھرے اور اس کو اصولی اختلاف قرار نہ دے تو ظاہر ہے اس کے دل میں منافقین کے ساتھ ہمدردی کا کوئی مرض پوشیدہ ہے اور اس کا یہ نظریہ یقینا اس کی جہالت وخباثت پر دال ہے۔ پھر دیوبندی موصوف نے اس عبارت کو جن چار افراد کی جانب پھیرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے تو دو یعنی مولوی محمد امین اور ڈاکٹر مظہر حسین کوئی ذمہ دار شخصیات نہیں ہیں اور نہ کسی مستند ادارہ سے فارغ التحصیل عالم ہیں۔ باقی جو عبارت فیض احمد گولڑوی صاحب کی پیش کی گئی ہے اُس طرح کی عبارات کتبِ دیوبند میں بھی پائی جاتی ہیں جن میں شیعوں کو اسلامی فرقہ شمار کیا گیا ہے۔ یہاں پر ہم فقط دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں، ملاحظہ کریں:
مفتی محمد زاہد صاحب جو کہ دیوبندیوں کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد کے شیخ الحدیث ہیں وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

"۱۹۲۹ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے تیس دوسرے قوم پرور مسلمان لیڈروں کے ساتھ "نیشنلسٹ مسلم کانفرس" قائم کی۔ اگرچہ ان کی سرگرمیوں کا اصل مرکز بدستور کانگریس کا کام رہا۔ نیشنلسٹ مسلم کانفرس اپنی کوئی مستقل جداگانہ تنظیم قائم نہیں کرسکی، لیکن قوم پرور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں جمعیت علماء، شیعہ پولیٹیکل کانفرنس، مجلس احرار وخان عبد الغفار خاں کی تنظیم کے لیے مشترک پلیٹ فارم کا کام دیتی رہی"۔ [۱]
یہاں شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کو مسلمانوں ہی کی ایک تنظیم کے طور پر لیا جارہا ہے"۔ [۲]

حوالہ نمبر (2)

دیوبندیوں کے مفسر اعظم، محدث کبیر، فقیہ زمان، ولی کامل، استاذ العلماء، شیخ المفسرین، والمحدثین صوفی عبدالحمید خان سواتی اپنے ایک خطبہ جمعہ بتاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء میں

[۱] شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ایک تاریخی وسوانحی مطالعہ، ص 336۔
[۲] ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ جلد 24، شمارہ 6، جون 2013ء، ص 16۔

فرماتے ہیں کہ:

"ایران وعراق گذشتہ دوسال سے آپس میں دست وگریبان ہیں، ہزاروں مسلمان ہلاک ہوچکے ہیں، املاک تباہ ہوچکی ہیں مگر ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔ دونوں ملکوں کی آبادی کلمہ گو مسلمان ہیں شیعہ اور سنی کہلانے والے بھی دونوں ممالک میں موجود ہیں مگر پستی کا یہ عالم ہے کہ صلح کے متعلق کسی کی بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں ظاہر ہے کہ اگر مسلمان آپس کے حالات کو درست نہیں کریں گے آپس میں ہی لڑلڑ کر کمزور ہو جائیں گے"۔ [1]

ان دونوں حوالوں میں شیعوں کو مسلمان اور ان کی تنظیم کو اسلامی تنظیم کے طور پر شمار کیا گیا ہے، اور یہ حوالے ہیں بھی دیوبندیوں کے چوٹی کے اور سرخیل علماء کے، ایک شیخ الحدیث ہے تو دوسرا شیخ المفسرین والمحدثین، پس اب دیوبندی موصوف کیا یہ تسلیم کرلیں گے کہ شیعوں کا اصولِ دین اور ضروریاتِ دین میں دیوبندیوں کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے، اور دیوبندی اور شیعہ اصول دین اور ضروریاتِ دین میں بھائی بھائی ہیں؟

اگر دیوبندی موصوف یہ تسلیم نہ کریں تو بس ہماری طرف سے بھی فیض گولڑوی صاحب کی عبارت کا جواب سمجھ لیں، فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

علاوہ ازیں پیر کرم شاہ الازہری صاحب کے متعلق خود دیوبندی مذہب کے علّامہ وڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی صاحب کی گواہی ہم اپنی کتاب "دافع ازالۃ الوسواس" میں دے چکے تھے جو کہ اُسی سے اِس کتاب کے سابقہ اوراق میں نقل کردی گئی ہے۔

---

[1] ماہنامہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، مفسر قرآن نمبر، ص 471، ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

پس پیر کرم شاہ الازہری صاحب کا حوالہ دیوبندیوں کی گواہی کے بعد خُود ان کے لئے سُود مند نہیں، لہٰذا دیوبندی موصوف کا ہمارے اعتراضات کا جواب نہ دینا اور پھر اُنہی پُرانی باتوں کا اعادہ کرنا دیوبندیوں کی شکستِ بین کی دلیل ہے۔

جبکہ اس بارے میں دیوبندی موصوف پہلے ہی ہمارا اُدھار کھائے بیٹھے ہیں اور ان کے کندھے ابھی تک اُس قرض سے سبکدوش نہیں ہوئے تو پھر ان کا دوبارہ انہی مسائل پر قلم اُٹھانا چہ معنی دارد۔

دیوبندیوں کی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغاوت اور اُن کے خلاف ھرزہ سرائی

دیوبندی موصوف نے اہلِ سنّت و جماعت بریلوی پر الزام لگاتے ہوئے مولانا محمد رمضان قادری کی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" کا ایک طویل اقتباس جو صفحہ ۷۲ سے ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے اُس کو دو صفحات میں مختلف جگہوں سے نقل کیا ہے، اس کے بعد چند اعتراضات قائم کئے ہیں جو ہم نقل کر کے پھر اُن پر تبصرہ کرتے ہیں۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:" بہرحال رضا خانیوں کی بیان کردہ اس مسخ شُدہ تاریخ سے مندرجہ ذیل اُمُور ثابت ہوئے

شاہ ولی اللہ اپنے پہلے دَور میں اہل السنۃ والجماعۃ مسلمان تھے۔

شاہ صاحب جب حجاز مقدس پہنچے تو وہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔

آپ اُس کی قتل وغارت گری اور لُوٹ مار سے بہت متأثر ہوئے، معاذ اللہ۔

چنانچہ آپ نے اس سے دوستی کی اور میل جول کے تعلقات بڑھ کر بے تکلف دوستی میں بدل گئی۔

آپ نے نجدی اُصُولوں پر تحریک اقامت دین قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس سلسلے میں محمد بن عبد الوہاب نجدی سے صلاح مشورہ کیا۔

جب اُصُولِ وہابیت کو اپنایا تو وہابی رنگ چڑھ گیا۔

شیخ نجدی کی صحبت کی وجہ سے بُلند مقام ورفیع درجات سے یکسر محروم ہو گئے۔

ایسی دُھن سوار ہوئی کہ تمام تر مخالفت کے باوجود وہابی دین قائم کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہندوستان واپس آکر اپنے وہابیانہ کفریہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت شروع کردی، معاذ اللہ۔

اسی سلسلے میں "البلاغ المبین" اور "تحفۃ الموحدین" نامی کتب تصنیف کیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے قبول نہ کیا اور ایک شور برپا ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ وہابی ہو گیا۔

وقت کے تمام بڑے علماء نے آپ کی تردید شروع کر دی۔ آپ نے اہلِ سنّت کے نام سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے خُود کو محمدی کہلانا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے مدینہ سے ہندوستان میں وہابیت کو شاہ ولی اللہ لائے انہوں ہی نے اس خطہ میں وہابیت کی داغ بیل ڈال کر سنی قوم کو سنی وہابی کے نام سے باہم دست وگریبان کر دیا۔[1]

الجواب: مولانا محمد رمضان قادری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ دیوبندی کتب کے تناظر میں ہی لکھا گیا ہے اس لئے کہ متفرق طَور پر خُود دیوبندیوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے بُرے خیالات کا اظہار کیا ہے، اگر اُن تمام باتوں کو یکجا کر دیا جائے تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو مولانا محمد رمضان قادری نے لکھا ہے، یعنی اُن کی تحریر میں دیو بندی نظریات وآراء کا تقریباً خلاصہ ہی پایا جاتا ہے اور وہ اپنی اس تحریر میں وہابیوں کو ہی آئینہ دکھانا چاہتے تھے کہ وہ ان باتوں پر اعتراض کریں تو پھر ان

[1] دفاع، صفحہ 93_94، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کے گھر کی ہی شہادتیں پیش کی جائیں، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے دُوسرے دَور یعنی سفرِ حجاز کے متعلق دیوبندیوں کے محدّث انور شاہ کشمیری صاحب کے مجموعہ افادات "انوار الباری شرح صحیح البخاری" میں موجود ہے کہ:

" بظاہر صُورت ایسی ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب موصوف جب ۱۱۴۳ھ میں ہندوستان سے حجاز تشریف لے گئے تو وہاں مشائخِ حرمین سے اِستفادہ فرمایا، اُن مشائخ میں شیخ ابراہیم کُردی بھی تھے جو ایک وسیع المشرب سلفی عقیدہ کے عالم تھے اور علّامہ ابنِ تیمیہ کے زبردست حامی اور ہم خیال تھے، چنانچہ ابن آلُوسی بغدادی نے بھی جاء العینین ص ۲۶ میں ان کے متعلق لکھا کہ وہ "سلفی العقیدہ اور ابن تیمیہ کی طرف سے دفاع کرنے والے تھے"۔

علّامہ ابنِ تیمیہ پر نقد: شاہ صاحب بھی اُس کی صحبت میں رہ کر علّامہ ابنِ تیمیہ کے گرویدہ ہو گئے تھے اور "تفہیمات" وغیرہ میں اُن کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے، بلکہ جوشِ عقیدت میں آ کر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ" جن لوگوں نے ان پر اعتراض کیا ہے اُن کو اِن کے علم کا دسواں حصہ بھی نہیں ملا ہے" حالانکہ اِن کا رَد کرنے والے خُود اِن کے دَور کے بھی اکابر علماءِ اُمت کی بہت بڑی تعداد تھی، اور اُس وقت تک ان پر تنقید کرنے والے علماءِ کبار کی تعدا دسو ۱۰۰ کے قریب پہنچ گئی ہے جو میرے پاس محفوظ ہے، پھر بقول حضرت علّامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ توان سے علم میں بَرتَر و افضل تھے اور یہاں ہم ابھی حافظ الدنیا ابن حجر کا نقد بھی فتح الباری سے نقل کر چکے ہیں اور حافظ نے" فتح الباری" میں متعدد جگہ ان کا رَد کیا ہے اور اپنی دوسری تالیفات میں بھی سخت رَد کرتے ہیں، تو کیا کوئی بھی بالبصیرت و متیقظ یہ کہہ سکتا ہے ہے کہ ابنِ تیمیہ حافظ الدنیا سے بھی بڑے عالم تھے، درحقیقت اصل قیمت تبحر و وسعت علمی سے زیادہ ایک عالم کے صواب و نا صواب فیصلوں سے معلوم ہوتی ہے اور جس عالم یا علّامہ کے تفردات اور جمہور اُمت سے ہٹ کر الگ فیصلے زیادہ ہوں اُس کو ہم زیادہ تقدم دے کر شریعتِ حقہ کی حمایت و نصرت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

علامہ ابنِ تیمیہ اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت شاہ عبدالعزیز کے سامنے علّامہ ابن تیمیہ کا معاملہ پیش کیا گیا اور رائے معلوم کی گئی تو آپ نے صاف طور سے کہہ دیا کہ میں تو اُن کی" منہاج السنہ" کا مطالعہ کر کے بہت ہی متوحش ہو گیا ہوں اور میں نے ان کی وہ کتابیں بھی مطالعہ کیں جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ میں نہیں آئی تھیں اس لئے میری اُن سے خُوش عقیدگی قائم نہ رہ سکی، پھر قریبی دَور کے اکابر دیو بند میں سے حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ موصوف کی مطبوعہ ومخطوط تالیفات کا مطالعہ کر کے جو کچھ نقد اُن پر کیا ہے، وہ بھی ہم نے پہلے لکھ دیا ہے اور آئندہ بھی حسب موقع مسائل ذیل میں لکھتے رہیں گے، ان شاء اللہ۔

علامہ کوثری، علامہ سبکی اور علامہ حصنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کی تالیفات بھی اب شائع شدہ ہیں، پھر بھی اگر کوئی آنکھیں بند کر کے صرف تعریفوں کے پل باندھتا رہے تو اُس کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ اِس کی ضرورت، اس علمی وضروری نقد کے ساتھ علامہ کے فضل وتبحر علمی اور خدماتِ جلیلہ عالیہ کے منکر ہم بھی نہیں ہیں، کاش! ان کے بارے میں مختلف الخیال جیّد علماء ایک جگہ بیٹھ کر کوئی معتدل صحیح فیصلہ جلد کر لیتے!! تاکہ کم علم لوگ مغالطہ میں نہ پڑتے، واللہ الموفق۔

شاہ ولی اللہ اور علّامہ ابنِ تیمیہ

مدّت ہوئی" الفرقان" کے شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۴۷ میں" شاہ صاحب کا ایک علمی ماخذ" کے عنوان سے مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندوی کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، اُس میں لکھا تھا کہ" شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفات میں جا بجا علامہ ابن تیمیہ کے خیالات ملتے ہیں اور بعض جگہ تو پُوری کی پُوری عبارات نقل فرما دی ہیں لیکن نام نہیں لیا ہے، اِس کی وجہ غالبًا اہلِ زمانہ کا تعصب ہے، مثلاً " حجۃ اللہ البالغہ" ص ۱٦٤ مطبوعہ بریلی کی عبارت

وقد کان فی الصحابة ومن بعدھم من یقرأ البسملة ومنھم من لا یقرأہ ومنھم من یجھر بھا ومنھم من لا یجھر بھا ، تا فقال کیف لا اصلی خلفک الامام مالک وسعید بن المسیب ، بعینہ یہی عبارت "فتاوی ابن تیمیہ" ص ۲۸۰ ج ۲ میں پائی جاتی ہے، وغیرہ۔

اِن تصریحات کے بعد اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچیں کہ شاہ صاحب کے علمی انقلاب میں علامہ ابن تیمیہ کے خیالات کو ضرور دخل ہے تو شاید بے جا نہ ہو"۔

بہت ممکن ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات ورجانات پر شیخ کردی کا اثر سلفیت کا بھی پڑا ہوا ورا سی لئے ان کا مزاج تقلید کے خلاف بھی بن چکا تھا، جس کو وہ خود بتلاتے ہیں"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے اس دَور یعنی سفرِ حجاز میں کچھ نئے عقائد کے ساتھ ڈھل گئے تھے، اُن عقائد میں سے ایک عقیدہ عالم کے قدیم ہونے کا تھا جس کی نشاندھی اسی "انوارالباری" میں مندرجہ بالا عبارت سے پہلے ان الفاظ میں موجود ہے کہ:

" ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ ابن تیمیہ سے بہت زیادہ متاثر ہوگئے تھے اور غالباً اسی سبب سے ان کا رجحان بھی قدم عالم اور" حوادث لا اول لھا " کی طرف ہوگیا تھا۔(ملاحظہ ہو فیض الباری ص ۱ ج ٤)"۔ [2]

اور پھر اسی عقیدہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے اسی "انوارالباری" میں لکھا ہے کہ:

" عجیب بات ہے کہ یہ حضرات" حوادث لا اول لھا" کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں، یعنی ایسی احادیث ومخلوق بھی موجود مانتے ہیں جس کی کوئی اِبتداء نہیں اور اس کو خدا کے ساتھ ہمیشہ

---

[1] انوارالباری شرح صحیح البخاری، جلد 14، ص 23-24، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] انوارالباری شرح صحیح البخاری، جلد 14، ص 22، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

سے مانتے ہیں"۔ [1]

"حوادث لا اوّل لھا "ان مسائل میں سے ہے جن کو خُود اسی" انوار الباری" میں شنیع وقبیح مسائل میں شمار کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:"انوار الباری جلد ۱۴ ص ۲۲ "۔

اور اسی مسئلہ" حوادث لا اوّل لھا " کی تشریح کرتے ہوئے" ملفوظاتِ محدّث کشمیری" میں لکھا گیا ہے کہ:

"واضح ہو کہ حافظ ابن تیمیہ بھی قیام حوادث حرف وصوت وغیرہ ذات باری تعالی کے ساتھ مانتے ہیں۔

پوری تفصیل مع ان کے تفردات اصول وعقائد براہین" ص ۱۸۱\۱۸۲" میں دیکھی جائے۔ حافظ ابن قیم نے بھی اپنے عقیدہ نونیہ میں کلام باری کو حرف وصوت سے مرکب کہا جس کا رد علامہ کوثری نے تعلیقات السیف الصقیل میں کیا ہے، اور وہاں شیخ عز الدین ودیگرا کا برامت کے فتاوی نقل کردیئے ہیں (42\41) نیز ملاحظہ ہو" انوار الباری " ص 237\11) ان فتاوی سے ثابت ہوا کہ جس نے خدا کو متکلم بالصوت والحروف کہا اس نے خدا کے لئے جسمیت ثابت کی جو کفر ہے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ حدوث عالم کی ابتداء اس شعر سے فرمائی

تعالی الذی کان ولم یکن ما سوی

واول ما جلی العلماء بمصطفی

(ضرب الخاتم علی حدوث العالم) [2]

مزید لکھا ہے کہ:

"بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک جملہ پر

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری، جلد 14، ص 21، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[2] ملفوظاتِ محدث کشمیری، ص 174، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ایک ایک رسالہ لکھا جا سکتا ہے۔ میں اس وقت صرف اوپر کے شعر پر کچھ لکھتا ہوں۔
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" وہ ذات باری جل ذکرہ کتنی عظیم القدر ومتعالی ہے جو ازل سے اور اس وقت سے ہے کہ کوئی دوسرا موجود نہ تھا اور اس نے سب سے پہلے اپنے فضل وانعام بیکراں سے عالم خلق کو سید الاولین والآخرین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور فرمایا"۔ فتح الباری میں علامہ ابن تیمیہ کے قول" حوادث لاول لھا" کا رد
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے پہلے مصرعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس نے حوادث لا اول لھا کا نظریہ اپنایا وہ غلطی پر ہے اور یہی بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے" فتح الباری" ص318\13 میں لکھی ہے اور احادیث بخاری کی روشنی میں تفصیلی بحث کر کے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا ہے جو مندرجہ بالا نظریہ کے قائل اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی لکھ کر رد کیا ہے (ملاحظہ ہو انوار الباری ص 182\11) اسی طرح قیام حوادث بالباری کا نظریہ بھی غلط ثابت ہوا ہے اور عرش کے قدیم ہونے کا عقیدہ بھی غلط ہے جس کے دلائل دوسرے بھی ہیں۔[1]
مزید ملاحظہ فرمائیں:

قدم عالم کا رد

فرمایا: کان اللہ ولم یکن شئ غیرہ ، دوسرے ولم یکن قبلہ بھی آیا ہے، مگر قدم عالم کے رد میں غیرہ مفید ہے نہ قبلہ، اور معلوم رہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب بھی قدم عالم کے قائل ہیں۔
"تفہیماتِ الٰہیہ" میں بھی سخت مضر چیزیں ہیں۔ اس قسم کی۔
البتہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی" حجۃ اللہ" اور" الطاف القدس" مفید کتابیں ہیں۔
"تفہیمات" میں بے موقع چیزیں بھی ہیں۔
میں نے" عقیدۃ الاسلام" میں" ازالۃ الخفا" میں سے معارضہ پیش کر دیا ہے۔

---

[1] ملفوظات محدث کشمیری ،ص175.176،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حدیث وقرآن اوردینِ سماوی کی یہی تعلیم ہے کہ سب چیزیں کتم عدم سے نکلی ہیں۔
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ کے قدم کی" خیر کثیر" میں اور پہلے رسالہ میں مادہ کی تصریح کر دی ہے تاہم شیخ مجدد شاہ ولی اللہ شیخ عبدالقادر وشیخِ اکبر سب ہی فلسفہ کے حاذق گزرے ہیں۔" فیض الباری ص 1 \4" میں بھی یہ مضمون اجمالاً ذکر ہوا ہے۔
غالبًا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرف رجحان علامہ ابن تیمیہ کے اتباع میں اور ان پر ضرورت سے زائد اعتماد کی وجہ سے ہوا ہے۔
مزید بحث وتفصیل فتح الباری 6\181 اور ص 13\319 میں دیکھی جائے جس میں علامہ ابن تیمیہ کے اختیار کردہ نظریہ" حوادث لا اول لھا" کا بھی ردّ وافر کیا گیا ہے۔
واضح ہو کہ تمام اکابرِ امتِ محمدیہ نے قدم عالم کے رد اور حدوث عالم کے اثبات میں نہایت مضبوط ومستحکم دلائل قائم کئے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی کی بھی مداہنت گوارا نہیں کی ہے۔
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ومحظوظات میں ص ۴۱ میں اسی طرح ہے، فرمایا سنا ہے کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عرفی کے اس شعر پر تکفیر کی ہے۔

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را

گوقدم بالزمان ہی مراد ہے جو حدوث بالذات کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ مگر ایسے قدم کا قائل ہونا بھی شرک ہے پھر فرمایا کہ البتہ اس شعر میں یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیت کو قدم سے تعبیر کیا ہو اور حضور علیہ السلام کے لئے اس کا حکم صحیح بھی ہے۔
جیسے حدیث میں ہے کہ: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِيْ" خدا نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا)
سلفی حضرات غور کریں کہ سفر زیارت نبویہ اور تقدس وتبرک امکنہ وغیرہ امور پر تو سخت نکیر لیکن قدم عرش حوادث لا اول لھا ،خدا کی عرش نشینی اور خدا کے طواف فی الارض وغیرہ

عقائد کسی طرح بھی صحیح قرار پا سکتے ہیں؟۔[۱]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

" حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے اپنی تصانیف میں نسمہ پر گزرے ہیں لیکن انہوں نے جو لکھا ہے وہ حقیقت نہیں ہے" ۔[۲]

مزید ملاحظہ فرمائیں:

ذکر صدر شیرازی

فرمایا: باوجود تغایر مذہب کے کہ وہ شیعی ہیں اور میں سنی ہوں ان کے محقق ہونے کا اقرار کرتا ہوں بلکہ بعض اعتبار سے حضرت شاہ ولی اللہ سے بڑھاتا ہوں انہوں نے کہا کہ عالم آخرت میں جہنمیوں پر مادیت، اور جنتیوں پر روحانیت غالب ہوجائے گی میرے نزدیک یہ بالکل صحیح ہے"۔[۳]

قارئین کرام !ان حوالوں سے دیوبندیوں کا نقطہ نظر سراج الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے متعلق کیسے نظریات رکھتے ہیں اور ان نظریات کی ترجمانی کسی عام آدمی نے نہیں بلکہ دیوبندی مذہب کے چوٹی کے عالم وہیرو(جس کو دیوبندی چلتا پھرتا کتب خانہ کہتے تھے)انور شاہ کشمیری نے کی ہے، اور پھر آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب قبیح و شنیع و کفریہ عقائد کی نسبت کی گئی ہے، اس کے باوجود الزام اہل سنّت و جماعت بریلوی کو دیا جارہا ہے، اب خُود دیوبندی ہی بتائیں کہ ان قبیح و شنیع مسائل کی نسبت حضرت شاہ صاحب کی جانب کرنے کے بعد کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے، اگر ہمارے بعض بزرگوں

---

[۱] ملفوظات محدثِ کشمیری ،ص 208۔ 209،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۲] ملفوظات محدثِ کشمیری ،ص 208،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

[۳] ملفوظات محدث کشمیری ،ص 216،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اوردوستوں نے کتبِ وہابیہ کے متفرق اقوال جمع کر کے ایک تأثر قائم رکھا تو دیو بندی سیخ پا ہو گئے، لیکن جو کچھ بطورحوالہ دیو بندی موصوف نے پیش کیا ہے وہ دیو بندی تصریحات کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا دیو بندیوں نے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان پر حملہ کیا ہے۔

اس بارے میں ایک اور حوالہ بھی پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، دیو بندی مذہب کے مشہور مولوی جنہیں علومِ ولی اللٰہی کا ماہر وایکس پرٹ سمجھا جاتا ہےاور جس نے حسین احمد ٹانڈوی صاحب اورعبیداللہ سندھی صاحب سے تعلیم حاصل کی، یعنی غلام مصطفی قاسمی اپنے رسالہ "الرحیم" کےاندرلکھتا ہے کہ:

"مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم ومغفور نے مولانا مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہیے کیونکہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں"۔[۱]

ناظرینِ باتمکین! اس حوالے کو بار بار پڑھیں اور خُود انصاف کریں کہ کس طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو مطعون ومجروح کیا گیا ہےاور اُن کی تحریروں کو حدودِ کفر تک پہنچایا گیا ہے۔

جب خُود دیو بندی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب قبیح وشنیع مسائل وکفریہ عقائد کی نسبت کرتے ہیں تو پھر وہ کس منہ سے اہلِ سنّت وجماعت بریلوی پراعتراض کرتے ہیں؟اور دیو بندی موصوف کا یہ لکھنا کہ:

"چھلنی کو اپنے چھید نظر نہیں آرہے ہیں، اور لوٹے کو طعنے دے رہا ہے کہ تجھ میں دوسوراخ ہیں"۔[۲]

---

[۱] الرحیم، حیدرآباد، فروری 1968ء، جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 9۔

[۲] دفاع ص 92، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

خُود انہی پر ہی صادق آ رہا ہے اور وہ خُود ہی چھلنی کے مصداق ہیں اور خُود ہی لوٹے کے مانند بھی۔ اور لوٹا بھی ایسا کہ جس کا پیندا نہ ہو۔

دیوبندیوں کو تو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی تحریرات بالکل بھی راس نہیں آتیں اور وہ اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب سے سخت نالاں ہیں اور اندر ہی اندر کڑھتے اور بھڑکتے رہتے ہیں۔ اس حقیقت کا انکشاف اسی غلام مصطفی قاسمی نے کیا جو کہ خیر سے فاضلِ دیوبند بھی ہیں، ملاحظہ کریں:

"شاہ ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جوانہوں نے مقبول عام باتوں کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج بھی ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر راسخ العقیدہ بزرگ ان سے بھڑک اُٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے چپ رہتے ہیں لیکن ان پر کڑھتے ضرور ہیں"۔[1]

غلام مصطفی قاسمی کے اِس حوالے میں دیوبندیوں کے اُس غم و غصہ کا اظہار ہے جو اِن کے دلوں میں حضرت شاہ صاحب کے متعلق پایا جاتا ہے۔ بھڑکنا، اور اندر ہی اندر کڑھتے رہنا، یہ سب دیوبندیت ہی کے رنگ ہیں اور دیوبندیت اپنے رنگ اور تیور بدل بدل کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ آور ہوتی ہے۔

دیوبندیوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کی ذات پر قدغن لگانے کے لئے اور بھی بیشمار الزامات آپ کے سر ڈال دیئے ہیں۔

ان الزامات میں سے ایک بھیانک اور انتہائی خطرناک الزام جو آپ پر لگایا گیا وہ یہ ہے کہ آپ اکبر بادشاہ کے لادینی اور بدمذہبی والے پروگرام یعنی دینِ اکبری کے مبلغ اور مہتمم تھے، چنانچہ دیوبندی مذہب کے چوٹی کے عالم عبید اللہ سندھی صاحب جنہیں محمود الحسن

[1] الرحیم، حیدرآباد، فروری 1968ء، جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 9۔

دیوبندی صاحب کا دماغ شمار کیا جاتا تھا اس کے اندرونی خیالات کے متعلق پردہ اُٹھاتے ہوئے مسعود عالم ندوی صاحب نے ایک حوالہ نقل کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے مقتدا عبیداللہ سندھی صاحب کے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اکبر کے دینِ الٰہی کو مکمل کرنے والے تھے، حوالہ ملاحظہ کریں:

"ہماری رائے میں اکبر نے جو کام شروع کیا تھا وہ اثاثاً صحیح تھا اور عملاً غلطیاں اس لئے ہوئیں کہ اس عظیم الشان کام کو چلانے کے لئے آدمی میسر نہیں آتے تھے، ہمارا خیال ہے کہ وہ ضرورتیں خدا تعالی نے شاہ ولی اللہ کے ذریعے پوری کردیں، شاہ صاحب نے اس کام کو مکمل کردیا جو اکبر نے شروع کیا تھا، کیونکہ وہ بھی اسلام کو انسانیت کی تفسیر بتاتے ہیں، آپ تمام ادیان کو منطبق کر سکتے ہیں، ان کے طریقے پر ایک مسلم عالم اس نظام سلطنت کو چلاسکتا ہے جو اکبر کا مقصد تھا"۔ [1]

اس حوالہ پر مسعود عالم ندوی صاحب نے اکبر کے دینِ الٰہی اور نیشنلزم کی حمایت کی سرخی لگا رکھی ہے، جس کا صاف اور واضح مطلب یہی نکلتا ہے کہ اکابرینِ دیوبند کے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کے حامی ومؤید تھے بلکہ آپ کے ہاتھوں سے اُس کے کام کی تکمیل ہوئی، اکبر کا دینِ الٰہی جن فتنوں اور کفریہ عقائد کا مجموعہ تھا وہ تاریخ کے طالب علم سے ڈھکے چھپے نہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو دینِ اکبری کے ساتھ جوڑنا ایک ناپاک جسارت ہے اور ایک قابلِ مذمت عمل، مگر دیوبندی موصوف اکابرینِ دیوبند کی ان حرکات پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ یا تو دیوبندی موصوف بالکل ہی نکمے اور جاہل ہیں جو انہیں اپنی گھر کی کارستانیوں کا کچھ پتہ نہیں، یا جان بوجھ کر شیطان اخرس (گونگے شیطان) کا کردار نبھا

[1] مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر، ص 43، دار الدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، 1985ء۔

رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ ان تاریخی باتوں میں نہ اُلجھیں ورنہ دیوبندیت کی تاریخ اتنی گھناؤنی اور بدترین ہے کہ اگر وہ منظرِ عام پر آ گئی تو دیوبندی دھرم کی عمارت زمین بوس ہوجائے گی اور دیوبندیوں میں کہرام بپا ہوجائے گا۔

دیوبندیوں نے حضرت شاہ صاحب کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ آپ کی کتابوں سے حنفیت کو نقصان پہنچا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے

" حدیث وحنفیت اور تقلید ائمہ کا ذکر

جب بات یہاں تک پہنچی تو اتنا اور بھی عرض کردوں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث وحنفیت کی نہایت گراں قدر خدمات انجام دی تھیں، ان کے مقابلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عظیم القدر علمی خدمات کے ساتھ تقلید وحنفیت کو ضرر بھی پہنچا ہے، آپ نے تو یہاں تک بھی " حجۃ اللہ " میں لکھ دیا کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد کی پیداوار ہے "۔[1]

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ کس توہین آمیز انداز کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حنفیت کے لئے ضرر رساں گردانا گیا ہے، اور اِس جیسی بیشمار عبارات موجود ہیں جن میں حضرت شاہ صاحب کے متعلق توہین آمیز انداز اختیار کیا گیا ہے، اور نہ صرف انورشاہ کشمیری نے سفرِ حجاز کے موقع پر حضرت شاہ صاحب کی مسلکی تأثر پسندی کے متعلق لکھا ہے بلکہ دیگر اکابرین دیوبند نے بھی اسی تسلسل کو جاری رکھا ہے

علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد رمضان قادری صاحب نے مسلکی رُخ کے متعلق لکھا وہ بھی دیوبندی مدوحین پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور ان کے کتابوں کو دیوبندی ناشرین اور دیوبندی علماء کی بھرپُور حمایت حاصل رہی ہے۔

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد 16 ص 405، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان۔

اس موقع پر ہم ممدوح الوہابیہ علامہ زاہد الکوثری کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، اگر چہ یہ اقتباس کافی طویل ہے مگر چونکہ دیوبندی موصوف نے اس سلسلہ میں سارا الزام مولانا محمد رمضان قادری صاحب وغیرہ علماءِ اہلِ سنت وجماعت بریلوی پر ڈال دیا ہے، لہٰذا ہمیں مجبوراً دیوبندیوں کا ہوش ٹھکانے لگانے کے لئے یہ طویل اقتباس نقل کرنا پڑھ رہا ہے، اور یاد رہے کہ مولانا محمد رمضان قادری صاحب کا ذاتی نظریہ حضرت شاہ صاحب کے متعلق یہ ہے کہ انہیں تحریک وہابیہ کے بانیوں میں شمار کرنا صریحًا غلط اور ظلمِ عظیم ہے، "مکمل تاریخ وہابیہ" صفحہ ۷۲، اب حوالہ ملاحظہ ہو:

"ولا بأس أن أتحدث فی الختام ،عن الحبرالهمام الشیخ أحمد بن عبد الرحیم الدهلوی رحمه الله،لکثرة تعرضه لمباحث الاجتهاد وتاریخ الفقه والحدیث فی کتبه باندفاع وجرأة ، علی کدورة فی تفکیره ، وتحکم فی تصویره مع ضیق دائرة اطلاعه علی کتب المتقدمین وقلة دراسته لأحوال الرجال وتاریخ العلوم والمذاهب مسترسلا فی خال أدی به الی الشطط فی کثیر من بحوثه وتقریراته .

وکتبه لها روعة وفیها فوائد بید أن له فیها انفرادات لا تصح متابعته فیها لما عنده من اضطراب فکری ینأی به عن الاصابة فی تحقیق الموضوع ، ویشطح به التابع والمتبوع . وفی کثیر من الأحوال تجد عنده عبارات مرصوصة لا محصل لها عند أهل التحصیل . فأشیر هنا الی منشأ هذا الضطراب الفکری عنده لیکون من لم یدرس حیاته علی بینة من أمره . وأما التوسع فی بیان ما فی انفراداته من الشطط فیحتاج الی تفرغ خاص .

وله رحمه الله خدمة مشکورة فی انهاض علم الحدیث فی الهند .لکن هذا لا

يبيح لنا السكوت عما ينطوى عليه من أعمال تجافى الصواب .

فأقول كان رحمه الله نشأ على مذهب الحنفية فى الفروع والمعتقد ، وعلى مذاق العارف الشيخ أحمد بن عبد الأحد السرهندى المعروف بالامام الربانى فى القول بالتوحيد الشهودى ، وألم بالحديث والفلسفة على عادة أهل بلده ، ثم رحل الى الحجاز تفلقى الأصول الستة من الشيخ أبى طاهر ابن ابراهيم الكورانى الشافعى بالمدينة المنورة ولازمه ، وعكف على كتب والده التى تحاول الجمع بين الآراء المتراكلة للحشوية والاتحادية والفلاسفة والمتكلمين فمال الى مذهبه فى الفقه والتصرف فعاد الى الهند منحرفا عن مشرب أهل بيته ، ومذهب أسرته فى التصوف والفقه والاعتقاد مرتئياالتوحيد الوجودى ، ولسان حاله يقول :

عقد الخلائق فى الاله عقائدا وأنا اعتقدت جميع ما اعتقدوه

فافترقت الكلمة هناك باندفاعه فى دعوته الى آرائه فى المذهب الفقهى عمحاولته الجمع بين آراء الحشوية والفلاسفة والقائلين بوحدة الوجود واذاعته القول بالتجلى فى الصور والظهور فى المظاهر ، ظنا منه أن ذلك من عقيدة الأكابر . مع أن هذا وذاك من باب القول بالحلول فيكون منبوذا عند الفحول من أرباب العقول ، وكم لهذا القول السقيم من نظائر فى العهد القديم .

وعبقات حفيدة مما زاد فى الطين بلة ، وفرق كلمة الملة الى لا مذهبية وحشوية وحنفية متنافرة متنابذة فى الأصول والفروع حتى دار الزمن فأخذت اللامذهبية تنمو وتترعرع فى تلك البلاد ، وان رجع الجد فيما بعد الى المذهب بمبشرة يذكرها فى "فيوض الحرمين" والتفهيمات الالهية "

راجع مقدمة فيض البارى (24)

وكان الجد جيد الاهتمام بمتون أحاديث الأصول الستة لكنه كان يكتفى بها من غير نظر فى اسانيدها ، والواقع أن الاكتفاء بمتونها يقصر المسافة الى حد الاقتصار على مجلد واحد فى الحديث ، لكن أهل العلم فى حاجة ماسة الى النظر فى الأسانيد حتى فى الصحيحين فضلا عن السنن فى باب الاحتجاج بها على الفروع كما هو طريقة أهل العلم فكيف يستباح ترك النظر فى الأسانيد فى باب الاعتقاد ؟ واكتفاؤه بمتون الستة من غير نظر الى الأسانيد جرأه على التحكم فى مذاهب الفقهاء ومسانيد الأئمة بما هو خيال بحت يذوب أمام التاريخ وتحقيق أهل الشأن .

ومن اغراباته عده انشقاق القمر عبارة عن ترائيه هكذا للأنظار ،وليس سحر الأعين من شأن رسل الله صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين .

ومنها حمله لمشكلات الآثار على وجوه مبنية على تخيل عالم يسميه عالم المثال تتجسد فى المعانى فى زعم بعض المتصوفة أخذا عن المثل الأفاطونية ، وهذا العالم خيال لم يثبت وجوده فى الشرع ولا فى العقل ، فتكون احالة حل المشكلات على هذا العالم احالة على خيال ، بل نفيا لمعانى الآثار بسبب القائها فى مجاهل عالم المثال ، مع كون حمل الشئ على ما لا يفهمه أهل التخاطب فى الصدر الأول محض خيال وضلال ، فلا يبقى مجال لحل المشكلات غير النظر فى الأسانيد ورجالها وفى وجوه الدلالة المعتبرة عند الأئمة البررة ، ومنها جعله المتقدم القريب من النبع الصافى كدر الروايات ، والمأخر المستقى من موارد كدرة صافى المرويات ، وعدم تميزه بين رصانة التأصيل المؤدية الى قلة مخالفة المتأخر من أهل

المذهب مهما علت منزلته فى العلم رواية ودراية ، وبين كثرة الاضطراب فى التأصيل المستلزمة لكثرة مخالفة المأخر الخاضع للمذهب وان كان قصير الباع ، غير واسع الاطلاع .

ومنها تحكمه فى أصول المذهب ، وتقوله أنها صنع يد المتأخرين ،وذكره الزيادة على النص بخبر الآحاد فى هذا الصف مع ذكره مناظرة الشافعى محمدا فى ذلك مناقضا نفسه وناقضا لما أبرمه قبل لحظة ، وهذا من الدليل على مبلغ قلة وعبه وعلى ضيق دائرة اطلاعه وعدم خبرته بكتب المتقدمين المبثوث فيها كثير من أصول المذهب بالنقل عن أئمتنا القدماء ،فأين هو من الاطلاع على كتاب الحجج الكبير أو الصغير لعيسى بن أبان ؟ وفصول أبي بكر الرازى فى الأصول ، وشامل الاتقانى ؟ وشروح كتب ظاهر الرواية ؟ التى فيها كثير جدا مما يتعلق بأصول المذهب المنقولة عن أئمتنا ، فلا يصح أن يعول على مثله فى هذا الموضوع .

ومنها اختياره لقدم العالم كما حكاه المحقق الكشميرى عن بعض رسائله فى بدء الخلق من فيض البارى ، وهذا داهية الدواهى ، والأغرب من هذا استدلاله على ذلك بحديث أبي رزين فى العماء عند الترمذى .

رافضا تأويل الراوى مع أن فى سنده حماد بن سلمة ووكيع بن حدس فحماد مختلط دس فى كتبه ربيباه ما شاء امن الأباطيل فى التشبيه ، وتحاماه البخارى مطلقا ومسلم فى غير روايته عن ثابت ، وشيخه يعلى ابن عطاء ليس بذاك القوى ، ووكيع بن حدس أو عدس على الاختلاف مجهول الصفة ، فبمثله لا يحتج به فى حيض النساء ، فأنى لمثل هذا الخبر أن يكون حجة ؟ فى اثبات المكان له تعالى أو اثبات قدم العالم المنافى لكتب الله

المنزلة . ومن تكون بضاعته هكذا فی الحديث كيف يتحاكم اليه فی أدلة الأحكام ،علی أنه جنح فيما بعد عن الجموح وعاد الی الجادة بالأخرة ،فی مبشرة رآها فی المدينة المنورة ،حيث قال فی فيوض الحرمين (48):"عرفنی رسول الله صلی الله عليه وسلم أن فی المذهب الحنفی طريقة أنيقة هی أوفق الطرق بالسنة ..." فخاب أمل من يسعی فی هدم المذهب بمعاوله فی (الانصاف) و (عقد الجيد) و (حجة الله البالغة) وغيرها ، وهذه الاشارة العابرة كافية هنا فی التنبيه الی شطحاته ، ولعل الله سبحانه يوفقنا لغربلة الآراء فی هذا البحث المتشعب فی فرصة أخری ، وما ذلك علی الله بعزيز . [1]

اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس بحث کے آخر میں الحبر الھمام شیخ احمد بن عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کچھ باتیں کی جائیں کیوں کہ انہوں نے اجتہاد ، تاریخ فقہ وحدیث سے متعلق اپنی کتابوں میں بڑی جرأت مندانہ بحثیں کیں ہیں ، جو ان کی کج فکری اور متقدمین کی کتابوں پر کوتاہ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ساتھ ہی ساتھ احوال رجال اور تاریخ علوم سے نا آشنائی کا پتہ بھی دیتی ہیں ،اس کوتاہ دستی اور علمی محرومی کے باوجود خیالات کی وادی میں ایسا بے لگام بھٹکتے رہے جس سے ان کے قدم ڈگمگا گئے ۔

ان کی کتابوں کے اپنے جلوے ہیں اور ان کے فوائد بھی اپنی جگہ مسلم ہیں ،اس کے باوجود کچھ ان کے تفردات ہیں جن کی متابعت درست نہیں کیوں کہ اس میں فکری اضطراب پایا جاتا ہے ، جس سے انسان موضوع کی تحقیق میں حق پر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تابع ومتبوع دونوں ہی کے لئے خطرہ ہے ۔ بہت سارے مقامات پر آپ ان کی ایسی مربوط عبارتیں

---

[1] حسن التقاضی في سيرة الامام أبی يوسف القاضی ، ص 96الی 100، المكتبةالازهرية للتراث٩درب الأتراک خلف الجامع الأزهرالشريف۔

دیکھیں گے جس کا کچھ فائدہ ہی نہیں ،لہذا میں یہاں ان کے بعض فکری اضطرابات کو ان لوگوں کے لئے اجاگر کرتا ہوں جنہوں نے ان کی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا تاکہ وہ ہوشیار رہیں۔ان کی تمام باتوں کا تفصیلی جائزے کے لئے خاص فارغ اوقات کی ضرورت ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان میں علم حدیث کی خدمت میں ان کا اہم کردار ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حق سے جہاں انوں نے تجاوز کیا ہے ہم اس سے سکوت اختیار کر لیں ،لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ ان کی نشونما حنفی ماحول اور حنفی عقائد میں ہوئی اور دوسری طرف عارف باللہ شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی جو توحید شہودی کا قول کرنے میں امام ربانی سے معروف ہیں، کے روحانی فیوض سے بہرہ ور ہوئے۔اپنے ملک کے ماحول کے مطابق حدیث اور فلسفے میں مہارت حاصل کی ،اس کے بعد حجاز کا سفر کیا جہاں انہوں نے اصول ستہ مدینہ منورہ میں شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کورانی شافعی سے حاصل کیے اور ان کی صحبت بھی اختیار کی، ان کے والد کی کتابیں جن میں انہوں نے حشویہ،اتحادیہ،فلاسفہ اور متکلمین کے متصادم نظریات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے کا مطالعہ کرتے رہے،جس کا ان کی فکر پر گہرا اثر پڑا اور فقہ اور تصوف میں انہیں کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے ۔ ہندوستان جب واپس ہوئے تو تصوف اور فقہ میں اپنے اہل خانہ اور اپنے خاندان کے مذہب کو ایک طرف رکھ کر واپس ہوئے ،ساتھ ساتھ توحید وجودی سے بھی متاثر ہو گئے اور زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے:

عقد الخلائق فی الالہ عقائدا

وأنا اعتقدت جمیع ما اعتقدوہ

(ترجمہ:اللہ کے بارے میں لوگوں نے مختلف عقائد رکھے ہیں،اور میں بیک وقت ان تمام عقائد کا ماننے والا ہوں)

یہیں سے اتحاد پارہ پارہ ہوا جب انہوں نے اپنے فقہی نظریات کی طرف دعوت دینا شروع کی ،حشویہ،فلاسفہ اور وحدۃ الوجود کے قائلین کے اقوال میں تطبیق کی کوشش کرنے لگے اور

صورتوں میں اللہ کی تجلی اور مظاہر میں اس کے ظہور کی تشہیر یہ سمجھ کر کرنے لگے کہ یہی اکابر کا عقیدہ ہے۔ جب کہ یہ نظریات قول بالحلول کے قبیل سے ہیں جن کو اہل دانش نے یکسر مسترد کر دیا ہے اور اس طرح کے اقوال کی ماضی میں آپ کو بہت ساری مثالیں مل جائیں گی۔

ان کے پوتے (شاہ اسماعیل دہلوی) کی کارگزاریوں نے مسئلے کو اور بھی الجھا دیا، ملت کا شیرازہ منتشر ہو گیا، غیر مقلد، حشویہ اور خود حنفیہ میں مختلف گروہ ہو گئے، زمانے کے ساتھ ساتھ اس ملک میں غیر مقلدیت کو فروغ ملنے لگا۔ اگر چہ دادا محترم (شاہ ولی اللہ) بعد میں ایک منامی بشارت کی وجہ سے اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ آئے اس بشارت کا ذکر انہوں نے " فیوض الحرمین" اور" تفہیمات الٰہیہ" میں کیا ہے تفصیل کے لیے فیض الباری کا مقدمہ (ص ٢٤) دیکھیے۔

شاہ ولی اللہ اصول ستہ کی احادیث کے متون کا تو خوب اہتمام کرتے تھے مگر اسناد کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر متون پر ہی اقتصار کیا جائے تو (اصول ستہ) کی حدیثوں کے لیے ایک جلد ہی کافی ہو گی مگر اہل علم اسانید میں غور وفکر کا خاص اہتمام کرتے ہیں حتی کہ فرعی مسائل کے احتجاج سے متعلق سنن تو اپنی جگہ صحیحین کی سند میں بھی غور وتدقیق سے کام لیتے ہیں، لہٰذا عقیدے سے متعلق کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ احادیث کی سندوں میں غور وفکر ترک کر دیا جائے۔ ان کا کتب ستہ کی اسناد میں غور وفکر کیے بغیر صرف متون پر اکتفا کرنا مذاہب فقہا اور مسانید ائمہ میں جبری حکم لگانے اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کے مترادف ہے، جو محض خیالی باتیں ہیں تاریخ علوم اور اہل شان محققین کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

شاہ ولی اللہ کے عجیب وغریب نظریات میں سے ایک یہ ہے کہ معجزہ شق القمر دراصل نظر بندی کا معاملہ تھا، حالانکہ نظر بندی رسولان عظام میں سے کسی کی بھی شان نہیں۔

مشکلات الآثار کو دہلوی صاحب نے ان وجوہ پر محمول کیا ہے جس کا تعلق عالم مثال سے ہے

،بعض متصوفہ کے مطابق معانی کا اس میں حلول ہوتا ہے، یہ نظریہ انہوں نے افلاطون کے مثالی عالم کے نظریے سے اخذ کیا ہے، جن کے مطابق یہ پورا عالم خیالی ہے اس کا وجود نہ تو شرع میں ثابت ہے اور نہ ہی عقل میں۔ نتیجتاً مشکلات کے حل کا دارو مدار اس عالم پر رکھنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس کا حل کسی خیالی چیز پر رکھا جائے بلکہ اثر پیدا کرنے والے معانی کی نفی بھی اس لیے ہو جائے گی کہ اس کا دارومدار مجھول عالم مثال پر ہے۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز کو اس کے علاوہ سمجھنا جیسا کہ صدر اول کے مخاطبین نے سمجھا گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ لہذا اگر مشکلات کو حل کرنا چاہیں تو احادیث کی اسناد، رجال کے احوال اور ائمہ کرام کی معتبر توجیہات کا سہارا لینا پڑے گا۔

ان کا ماننا ہے کہ جنہوں نے شفاف چشمے سے سیرابی حاصل کی ان کی روایتیں مشکوک ہیں جب کہ متاخرین اور بعد میں آنے والے جنہوں نے گدلے چشمے سے سیرابی حاصل کی ان کی روایتیں شفاف ہیں۔

انہوں نے اصول مذہب پر بھی تنقید کی اور یہ کہا کہ یہ متاخرین کی کارستانیاں ہیں اور انہوں نے خبر واحد کے ذریعے نص پر زیادتی کو بھی اسی قبیل سے قرار دیا، اور ساتھ ہی ساتھ اس مسئلے میں شافعی کا محمد بن حسن کے ساتھ مناظرہ بھی درج کیا ہے جو خود ان کے خلاف ہے اور اس دعوے کے خلاف ہے جو خود انہوں نے چند سطور پہلے کیا ہے۔ اس سے ان کے علمی افق کا پتہ چلتا ہے ان کی کوتاہ بصیرت واضح ہوتی ہے اور متقدمین کی کتابوں (جن میں اصول مذاہب کے مسائل پھیلے ہوئے ہیں اور جو ہم تک ہمارے متقدمین ائمہ کے حوالے سے پہنچی ہیں) میں عدم دسترس کا پتہ چلتا ہے۔

کہاں شاہ ولی اللہ اور کہاں عیسی بن آبان کی کتاب الحجج الکبیر یا الحجج الصغیر ؟ یوں ہی فصول ابی بکر الرازی فی الاصول اور اتقانی کی الشامل کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی ہوگی۔ اسی طرح "ظاھر الروایۃ" کی شرحیں کہاں ان کے مطالعے میں آئی ہوں گی ؟ جن میں اصول مذاہب کے بے شمار مسئلے ہیں جو ہمارے ائمہ کرام سے منقول ہیں۔ لہذا

اس طرح کی شخصیتوں پر ان موضوعات کے سلسلے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔
محقق کشمیری نے "فیض الباری" کے باب بدأ الخلق میں اس کے کسی رسالے کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے قدم عالم کا قول کیا ہے جو سب سے بڑی مصیبت ہے، اور پھر اس سے کہیں زیادہ تعجب کی بات اس مسئلے پر ترمذی میں موجود حدیث ابی رزین سے استدلال ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے راوی کی تاویل کو بھی مسترد کر دیا ہے جب کہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ اور وکیع بن حدس ہیں، حماد مختلط ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کے دونوں سوتیلے بیٹوں نے تشبیہ سے متعلق جو کچھ بھی باطل چیزیں چاہیں ڈال دیں۔ یوں ہی بخاری نے مطلقاً ان سے اجتناب کیا ہے اور مسلم نے ان سے ثابت کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت تخریج نہیں کی، جب کہ اس کے شیخ یعلی بن عطا بھی اس درجے کے قوی نہیں ہیں، جہاں تک وکیع بن حدس یا عدس (اختیاف روایت کی بنیاد پر) کا مسئلہ ہے تو ان کی صفت مجہول ہے، ان جیسوں کی روایت تو عورتوں کے حیض سے متعلق بھی قابل احتجاج نہیں ہوسکتی تو یہ روایت کیسے حجت ہو جائے گی، جس میں اللہ تعالی کے لیے مکان ثابت کیا گیا ہے یا قدم عالم کا نظریہ ثابت کیا گیا ہے جو کتاب اللہ کے سراسر منافی ہے۔
جس کا حال علم حدیث میں یہ ہو تو ادلہ احکام سے متعلق کیسے اس کو حاکم سمجھا جا سکتا ہے؟ تاہم بعد میں جب انہیں مدینہ منورہ سے بشارت ملی جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا تو وہ اس اضطراب سے نکل کر آخرت کی سروسامانی میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ "فیوض الحرمین" میں رقم طراز ہیں کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ مذہب حنفی کا طریقہ بالکل صاف ستھرا ہے اور سنّت کے سب سے زیادہ موافق ہے"، اس عبارت کے بعد ان حضرات کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جو "الانصاف"، "عقد الجید"، اور "حجۃ اللہ البالغہ" وغیرہ کے بل بوتے پر مذہب کو ڈھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ ایک سرسری اشارہ ہے جو ان کی شطحیات کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالی اس کثیر الجوانب بحث کی تمام آرا کا جائزہ لینے کے لیے فرصت کے دوسرے اوقات مہیا فرما دے اور اللہ کے لیے

کچھ دشوار نہیں ۔

(قاضی ابو یوسف حیات اور علمی کارنامے، ص 178 سے 182، دار النعمان للطباعۃ والنشر والتوزیع)

اس حوالہ کے بعد کیا دیوبندی موصوف اپنے ممدوح علّامہ کوثری پر بھی وہی الزامات لگائیں گے جوانہوں نے اہل سنّت کے متعلق لگائے ہیں ۔

دیوبندی موصوف تو لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے مگر مچھ کی طرح موٹے موٹے آنسو بہا رہے تھے اور جذباتی انداز میں لوگوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر یہ حوالہ تو کسی رضوی عالم کا نہیں بلکہ اس مصری عالم کا حوالہ ہے جس کی تعریف میں دیوبندی رطب اللسان نظر آتے ہیں اور علامہ کوثری نے صرف مذکورہ بالا کتاب میں ہی نہیں بلکہ مقالات میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تقریباً ایسا ہی تبصرہ کیا ہے۔

یُونہی علّامہ زاہد الکوثری کے" مقالات ،دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع " کے صفحہ 314۔315" مقالہ" الاسراء والمعراج " حاشیہ میں بھی کلام موجود ہے ۔

شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی کے متعلق تقلید بیزاری کی گواھی ازاکابرینِ دیوبند

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مسلکی دو کے متعلق" انوار الباری" میں مرقوم ہے کہ:

" یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک زمانہ تک عدم تقلید کی طرف بھی رجحان رہا ہے اور انہوں نے رفع یدین کو بھی ترجیح دی تھی مگر آخر میں وہ حنفیت کی طرف زیادہ مائل ہو گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نہایت درجہ مسلک حنفی کے پابند تھے اس لئے میں نے لکھا تھا کہ ہمارے اکابر دیوبند کے فکری و مسلکی امام بکل معنی

الکلمہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔[1]

اس حوالہ سے حضرت شاہ صاحب کے تین مذہبی دور ثابت ہوتے ہیں۔ جو پہلا دَور تھا اُس کے متعلق تو تمام مسالک کے لوگ متفق ہیں کہ آپ حنفی المذہب تھے۔زندگی کے دُوسرے دَور کے متعلق دیوبندیوں کی گواہی ہے کہ آپ عدم تقلید پر بھی قائم رہے،اور پھر اس کے بعد سب سے آخر میں یعنی تیسرے دور میں حنفی المذہب ہو گئے۔

اگر ہمارے بعض احباب نے انہی دیوبندی عبارات کے تناظر میں دُوسرے دَور کو الزامی جواب کے طور پر پیش کیا تو دیوبندی موصوف آپے سے باہر ہو گئے تھے اور اپنے گھر کے کرتُوت ملاحظہ نہ کئے۔

مولانا محمد رمضان صاحب کی یہ غلطی ضرور ہے کہ انہوں نے اکثر اقتباسات کے نیچے وہابی کتابوں کا حوالہ دیا ہے مگر کچھ اقتباسات کو بغیر حوالہ چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے کچھ معترضین کو اعتراض کرنے کا موقع مل گیا ہے،ورنہ تو مولانا محمد رمضان قادری صاحب نے تو انہی باتوں کو یکجا کیا ہے جو متفرق طَور پر وہابی دیوبندی کتابوں میں موجود ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی درجہ بندی

دیوبندیوں نے بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی تقسیم اُن کے مسلکی اَدوار کے اعتبار سے کی ہے۔حضرت شاہ صاحب کی کچھ کتابوں کو تو دیوبندیوں نے انتہائی مضر قرار دیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک حوالہ ت" فہیمات الہیہ " کے حوالے سے سابقہ صفحات میں گزر چکا،جس میں مرقوم ہے کہ:

"اور معلوم رہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب بھی قدمِ عالم کے قائل ہیں۔"تفہیمات الہیہ" میں

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری،جلد 15ص 322،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان۔

بھی سخت مضر چیزیں ہیں"۔

اس کے علاوہ ممدوح الوہابیہ علامہ زاہدالکوثری نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تین کتابوں "الانصاف،" عقدالجید"، حجۃ اللہ البالغہ" کو بھی مشکوک انداز میں پیش کیا ہے اور دیوبندی عمائدین میں سے دیوبندیوں کے شیخ التفسیر مولانا ذاکر حسن پھلتی بنگلوری نے دیوبندی مولوی احمد رضا بجنوری کی جانب ایک خط لکھا اور شاہ صاحب کی کتابوں کی تقسیم کو کافی سراہا، حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

" مکتوب ذاکرحسن صاحب پھلتی بنگلور سے لکھا کہ:

" صفحہ 2\193 پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کی ابتدائی وانتہائی تحقیق کا فصل آپ نے واضح کر کے اس تردد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے جو ان کی ابتدائی تصانیف" عقدالجید" وغیرہ کے مطالعہ سے ناظرین کو پیدا ہوتا ہے، واقعی شیخ ابوطاہر کردی کی صحبت وتلمذ کا اثر ان تالیفات میں نمایاں ہے اور ایسا تاثر فطری چیز ہے، لیکن ہر محقق کی آخری رائے ہی قابل اعتماد ہوتی ہے جو فیوض الحرمین نے واضح کر دی ہے اور پھر خود حضرت شاہ صاحب موصوف کی تحریر الحنفی عملا نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، آپ کی یہ تلاش وجستجو اور ان کے ترجمہ میں اس کا اضافہ بڑا قیمتی ہے جس کی جس قدر بھی قدر کی جائے کم ہے، بندہ اس سے بہت زیادہ محظوظ ہوا"۔ [1]

خلاصہ کلام: دیوبندیوں اور دیوبندی ممدوحین کے اِن حوالوں سے واضح ولائح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ علیہ الرحمہ کی کتابیں اُن کی زندگی کے مختلف اَدوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ کچھ کتابوں کو دیوبندی مضر قرار دیتے ہیں اور کچھ کتابوں کو ابتدائی دَور کے غور وفکر کا نتیجہ، اور کچھ کتابوں کو حنفیت کا آئینہ دار تصور کرتے ہیں، اور جیسا کہ ہم پہلے انور شاہ کشمیری کے

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد 3 ص 174۔175، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حوالے سے واضح کر چکے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے آراء وافکار کے ساتھ دیوبندیوں کی نہیں بنتی اوران کے وہ خال خال ہی مؤید ہیں بلکہ گنتی کے دو چار مسائل سے ہی ان کا تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں، بس گنتی کے دو چار مسائل پر ہی ان کا گزر بسر ہے، اور ان دو چار مسائل کے سہارے ہی وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر کے دعویدار بنے ہوئے ہیں اگر آج بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن کتابوں کو جو تحریف والحاق سے پاک ہیں مطالعہ کیا جائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوسکتا ہے۔

چونکہ برصغیر میں حضرت شاہ صاحب کا علمی سکہ رائج تھا اِس کی بنا پر دیوبندیوں نے اپنے نجدیانہ خیالات ووہابیانہ توہمات کا رُخ حضرت شاہ صاحب کی جانب موڑ دیا۔

یہ صرف اِس لئے کیا گیا کہ وہ اپنے نجدیانہ خیالات کو برصغیر میں رائج کر سکیں، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ دیوبندیوں کی وہابیانہ تحریک کا حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دَور کا بھی تعلق نہیں، لہذا دیوبندیوں کی وہابیانہ تحریک نہ ہی ولی اللہی تحریک ہے اور نہ ہی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خیالات وقوت فکریہ کا نتیجہ، بلکہ یہ ایک نجدی تحریک ہے جس کی بنیاد ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے اپنے پیرومرشد سید احمد بریلوی کے ساتھ مل کر رکھی، اس لحاظ سے دیوبندی مذہب کو خالصتاً نجدی اسماعیلی تحریک تو کہا جا سکتا ہے ولی اللہی تحریک نہیں۔

حُجَّۃُ الْہِنْد شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ھمارا نظریہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بِلا شبہ بہت بڑے عالم تھے

اور آپ نے بہت زیادہ دینِ متین کی خدمت فرمائی، احیاءِ سنّت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ کوفراموش نہیں کیا جا سکتا اور آپ نے اس سلسلہ میں جو اقدامات اُٹھائے انہیں بھلایا نہیں جا سکتا، گو آپ کے کچھ تفردات بھی ہیں اور کچھ وہابی اذہان کے دست وقلم کا کرشمہ اور آپ کی جانب جھوٹے انتسابات اور آپ کی کتب میں الحاقات ہیں، مگر اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احترام ہمارے دلوں میں مسلم ہے۔ فیوض الحرمین، انفاس العارفین، القول الجمیل آپ کی وہ شاندار کتابیں ہیں جن سے آپ کا مسلک وعقیدہ قرص آفتاب کی طرح نمایاں اور واضح ہے۔

باقی جن احباب نے جو چند چیزیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے متعلق لکھی ہیں اُن کا ماخذ دیوبندی وہابی کتابیں ہیں، لہٰذا ہمارا اور جمہور اہلِ سنّت و جماعت بریلوی کا ایسی تحریروں سے اتفاق نہیں ہے۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر وھابی ھونے کا الزام اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف رقمطراز ہیں کہ:

"ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے گویا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنّت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام اہل سنت۔۔۔احمد رضا خان۔۔۔بریلوی۔۔۔ نے فرمائی ہے"۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۵)

جب رضا خانی بریلویوں کے عقائد وہی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تو تمہارے نزدیک پکا وہابی تھا اسی وہابیت پر ان کی وفات ہوئی تو مانو کے تم سب بھی وہابی ہو اور مولانا احمد رضا خان بریلوی اسی وہابیت کی ترجمانی کرتا تھا تو موردالزام صرف

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کیوں؟ پھر یہ کہنا بھی کھلا جھوٹ ہے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے عقائد پر ہیں یہ حضرات علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے، اولیاء اللہ کو حاجت روا ماننے کو شرک سمجھتے، مزارات ہر کیے جانے والے منکرات کو مشرکین مکہ کا شرک کہتے، عبد النبی نام رکھنے کو منع کرتے، اولیاء اللہ کے نام پر ذبیحہ کو حرام جانتے وغیرہا ان میں سے ایک سے بھی بریلوی اور اس مذہب کا بانی مولانا احمد رضا خان صاحب متفق نہ تھے بلکہ کھلم کھلا انہیں وہابیت کہتے۔[1]

الجواب : مولانا کا شف اقبال مدنی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ کے عقائد ونظریات اور اہلِ سنّت و جماعت بریلوی کے عقائد ونظریات کے مابین اتفاق کے بابت جو لکھا ہے اُس میں دیوبندی موصوف کو آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی موجود ہیں اور سیّدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی کتابیں بھی موجود ہیں، ان کو پڑھ کر خُود مواز نہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے وہی عقائد ونظریات تھے جو آج کل سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والے علماءِ کرام کے ہیں، اور یہ ایسا سچ ہے جو کہ محتاج دلیل نہیں، عیاں را چہ بیاں۔

باقی جو حضرت شاہ صاحب پر وہابیت کا الزام لگایا گیا ہے اُس کی تردید ہم سابقہ صفحات میں کر چکے ہیں، پس اس لحاظ سے دیوبندی موصوف نے بناء الفاسد علی الفاسد کے طور پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ بنا ہی قائم نہ رہی تو پھر استدلال کیسا؟۔

حضرت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو وہابیت کو گالی تصور کرتے تھے، اگر دیوبندی موصوف کسی خُوش فہمی میں مبتلا ہیں تو وہ خُود ہی بتلائیں کہ ان کا بھی دیوبندیت کو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑنے کا دعویٰ ہے اور حضرت شاہ صاحب کے

---

[1] دفاع، ص94۔95، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

متعلق عبید اللہ سندھی نے کہا ہے کہ وہ دین اکبری کے متمم تھے، پس اس لحاظ سے کیا دیوبندی موصوف دیوبندیت کو دینِ اکبری قرار دیں گے؟۔

اس کے علاوہ دیوبندی موصوف نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے عقائد ونظریات کے متعلق جو بحث چھیڑی ہے اسی کو موصوف نے آگے چل کر لکھا ہے، جس کی تفصیل ہم اسی مقام پر بیان کریں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

جنگ آزادی کے عظیم الشان مجاہد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر دیوبندیوں کا اعتراض

دیوبندی موصوف ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعلق لکھتا ہے کہ: "جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے"۔ [1]

الجواب: دیوبندیوں کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے سامراجی قوتوں سے مل بھگت کر کے اہل حق اور مقربین بارگاہ الٰہی پر ناپاک اعتراضات والزامات لگائے ہیں، اور یہ اعتراض بھی دیوبندی موصوف کے قلبی بغض وعناد کا نتیجہ ہے۔ نہ جانے کیوں دیوبندی جنگِ آزادی کے اصلی اور حقیقی مجاہدین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس کی ایک جھلک دیوبندی موصوف کے اس اعتراض میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت شاہ فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جنگِ آزادی کے وہ عظیم الشان مجاہد ہیں جنہوں نے انگریز سرکار کے خلاف فتوی جہاد صادر فرمایا اور اُس کی پاداش میں تمام تکالیف وصعوبتوں کو برداشت کیا، آپ کے پائے استقلال میں کوئی فرق تک نہ آیا، آپ کی للکار نے گورا سرکار کو مبہوت وششدر کردیا تھا، اس سلسلے میں دیوبندیوں کے گھر کی گواہی ہی ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے پردیسی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب لکھتے

[1] دفاع، ص 90، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہیں کہ:

" صاحب سیر العلماء لکھتا ہے:

۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتوی جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہو کر سیتا پور سے لکھنؤ لائے گئے مقدمہ چلا۔ مولانا موصوف (فضل حق خیرآبادی) کے فیصلہ کے لئے جیوری بیٹھی اسیسر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا، سرکاری وکیل کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کئے اور پھر خود ہی مثل تار عنکبوت عقلی و قانونی ادّلہ سے توڑ دیئے۔

جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا اور اُن سے ہمدردی بھی تھی۔ جج نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا وہ مولانا کی عظمت و تبحر سے بھی واقف تھا وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بَری ہو جائیں، کرے تو کیا کرے۔ ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولانا بَری ہو جائیں گے سرکاری وکیل لا جواب تھے۔

دوسرا دن آخری دن تھا مولانا نے اپنے اُوپر جس قدر الزام لئے تھے ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے، جس مخبر نے فتوی کی خبر کی تھی اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی فرمایا کہ:

" پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھا اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی، اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور جھوٹ بولا وہ فتوی صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے"۔

جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، مخبر نے عدالت کا رُخ اور علامہ کی بارعب و پُر وقار شکل دیکھ کر شناخت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا کہ یہ وہ مولانا فضل حق نہیں وہ دوسرے تھے۔ گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہاء متاثر ہو چکا تھا، مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جایئے خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے

" وہ فتوی صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے، اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے"

نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبودا

شیر میسور سلطان ٹیپو کے رزمگاہ شہادت کا یہ فقرہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا: "شیر کی ایک روزہ زندگی گیڈر کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ علامہ کے اقرار وتوثیق کے بعد گنجائش ہی کیارہ گئی تھی، بیحد رنج کے ساتھ عدالت نے حبس دوام بعبور دریائے شور کا حکم سنایا آپ نے کمال مسرت اور خندہ پیشانی سے سُنا، علامہ کے اُستاد بھائی اور رفیق خاص مفتی صدرالدین صاحب آزردہ صدر الصدور نے بھی علامہ کی خاطر سے فتوی پر شھدت بالحر (بالجبر) لکھ کر دستخط کردیئے تھے، گرفتاری کے بعد مفتی صاحب نے بتایا کہ میں نے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ جبرًا دستخط کرنا پڑ رہے ہیں، بالجبر پر نقطے نہ لگائے تھے، علماء وقت نے اسے بالخیر پڑھا اور مفتی صاحب نے بالجبر بتا کر جان چھڑائی، البتہ جائداد واملاک کا کافی حصہ ضبط کرلیا گیا آخرش جزیرہ انڈمان روانہ کردیئے گئے۔(الثورۃ الہندیہ از 168 تا 172)

صاحبزادگان مولانا عبدالحق صاحب اور مولوی شمس الحق صاحب نے اپیل لندن میں دائر کردی تھی۔ خواجہ غلام غوث صاحب میر منشی لفٹنٹ مغربی وشمالی صوبہ اودھ سرگرم سعیٔ تھے۔ بالاخر ولایت سے رہائی کا حکم آگیا۔ اُس کو لے کر مولوی شمس الحق صاحب جزیرہ انڈمان روانہ ہو گئے، جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ 12 صفر 1278ھ مطابق 1861ء کو مولانا فضل حق صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، جنازہ حاضر ہے، بصدت حسرت و یاس شریک دفن ہوئے اور بے نیل ومرام واپس ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالی ورضی عنہ وارضاہ، آمین۔ [1]

اس حوالہ میں حسین احمد ٹانڈوی صاحب کے یہ الفاظ "علّامہ کی شانِ استقلال کے قربان جایئے خُدا کا شیر گرج کر کہتا ہے" قابل غور ہیں۔ دیوبندی شیخ الاسلام نے تو حضرت شاہ

[1] نقش حیات، خودنوشت سوانح حسین احمد مدنی، جلد دوم، ص 461 تا 463، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و جوانمردی، استقامت و پامردی کو سراہا ہے مگر نہ جانے کیوں دیوبندی موصوف کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی، شاید دیوبندی موصوف نے اپنی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا یا عوام الناس کو مغالطہ دینے میں اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنے میں موصوف کو مزہ آتا ہے۔

چونکہ دیوبندی اکابرین برطانوی سامراج کے وظیفہ خوار تھے اس لئے دیوبندی موصوف اپنے بزرگوں کے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مجاہدین جنگِ آزادی پر بے جا اعتراضات داغ رہا ہے۔

پھر دیوبندی موصوف میں تھوڑی سی بھی شرم و حیاء ہو اور ضمیر زندہ ہو، قلبی بصیرت کے ساتھ آنکھوں کی بصیرت بھی متاثر نہ ہوئی ہو، تو اس حوالہ کو وہ دوبارہ بغور پڑھیں، حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی گرج وللکار کو شیرِ میسور سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول یعنی "شیر کی ایک روزہ زندگی گیڈر کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے" سے موازنہ کیا ہے، اور اس للکار کو خُدا کے شیر کی گرج بھی قرار دیا ہے، اور آخر میں ان کے متعلق رحمہ اللہ تعالی ورضی عنہ وارضاہ آمین کی دُعائیں بھی کی ہیں۔ دیوبندی موصوف اگر کسی دُوسرے کی تاریخ کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی بیان کردہ باتوں کو تو تسلیم کر لیں۔

دیوبندیوں کی سندِ حدیث منقطع ہے

دیوبندی موصوف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کا فر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ ومرشد ومرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے مدتوں ان کی خدمت گاری وکفش برداری کی داد دیتے انہیں شیخ ثقہ عادل بناتے (بتاتے) ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغہ حدیث کی سندیں

یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت وارادت وتلمذ و بیعت و مدح وعقیدت حاصل، اوران کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اعظم وکا فرا کبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل"۔(حیات المواۃ: ص163، حامد اینڈ کمپنی)

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:" مولانا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب وشائستگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود ملاحظہ فرمالیں۔سردست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آجائے تو سند حدیث برباد اور محدثی وشاہی ضائع ہوئی تو مولانا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پیر مار ہروی سے جو اعزازی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے (رسائل رضویہ : ج ۲ ص ۲٦۹ـ ۳۰۵) تو گو یا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے"۔ [1]

الجواب : دیوبندی موصوف کے اس اعتراض میں اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ دیوبندی موصوف کی کھوپڑی میں دماغ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔دیوبندی موصوف نے جس طرح ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا ہے اُس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو دیوبندیوں کو الزامی جواب دے رہے ہیں کہ ایک طرف تو دیوبندی حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے نسبتِ تلمذ کے دعویدار ہیں اور اپنی سندِ حدیث حضرت شاہ صاحب تک ہی پہنچاتے ہیں، اور دُوسری جانب اِستمداد از اولیاء اللہ کو کفر وشرک قرار دیتے ہیں، جبکہ حضرت شاہ صاحب

---

[1] دفاع، ص95ـ96، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِستمداد از اولیاء اللہ کے شدومد سے قائل ہیں ۔لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کوالزامی جواب دیا ہے کہ جب تم استمداد از اولیاء اللہ کو کفروشرک ٹھہراتے ہوتو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی استمداد کے قائل ہیں، لہٰذا تمہارے اُصول پر العیاذ باللہ حضرت شاہ ولی اللہ کا فرومشرک قرار پائے اور سندِ حدیث بھی ضائع قرار پائی ۔مگر دیو بندی موصوف نے چور مچائے شور کی مانند وہ اعتراض جو خُود اُن پر قائم ہو رہا تھا وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر جڑ دیا، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ اعتراض قائم کرنے سے پہلے عیاذاً باللہ کا لفظ صاف اور واضح انداز میں لکھا ہے ،جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ میں ایسے عقیدے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ۔

اب قارئین خُود فیصلہ کریں کہ دیو بندی موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کتنا بڑا بہتان باندھا ہے۔جس آدمی کو الزامی جواب سمجھنے کی بھی اہلیت نہ ہواُ سے میدانِ مناظرہ میں نہیں آنا چاہیے،اس سے اُس کا تو کچھ نہیں بگڑتا اُس کے اکابرین کی علمیت کا پول کھل جاتا ہے ۔

پھر اگر الزامی جواب دینے کی وجہ سے دیو بندی موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہتک شان سمجھ رہے ہیں (حالانکہ وہ الزامی جواب دیو بندی مسلمات پر مبنی ہے) تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بابت کیا ارشادفرمائیں گے؟ انہوں نے بھی ایک عیسائی پادری کو الزامی جواب دیا تھا ،ہم وہ پُورا واقعہ یہاں پر نقل کرتے ہیں ،ملاحظہ ہو:

"ایک پادری صاحب دہلی میں مباحثہ کے آئے مسٹر مٹکاف صاحب بہادر ایجنٹ گورنر نے پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیے جو کوئی دونوں میں سے ہار جائے گا اس سے دو ہزار روپے لئے جاویں گے، اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں دوں گا، کس واسطے کہ وہ فقیر ہیں،اور پادری صاحب کوحضرت کی خدمت میں لائے ،اور سب حال بیان

کیا، بعدہ پادری صاحب نے کہا کہ ہم سوال کرتے ہیں، اور جواب اُس کا معقول چاہتے ہیں، منقول نہ ہو۔

جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پادری صاحب نے کہا تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت قتل امام حسین علیہ السلام فریاد نہ کی، حالانکہ حبیب کا محبوب، محبوب تر ہوتا ہے، خدائے تعالی ضرور توجہ فرماتا، جناب مولانا صاحب نے جواب دیا کہ پیغمبر صاحب فریاد کے واسطے جو تشریف لے گئے، پردہ غیب سے آواز آئی کہ ہاں تمہارے نواسے پر قوم نے ظلم کر کے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے عیسی علیہ السلام کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے، یہ سن کر پیغمبر صاحب خاموش ہو گئے، پادری صاحب لا جواب ہو گئے اور دو ہزار روپے شرط کے ادا کیے"۔ [1]

اگر الزامی جواب کی وجہ سے امامِ عشق ومحبت سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سندِ حدیث منقطع ہو جاتی ہے تو پھر دیوبندیوں کی سندِ حدیث کیسے متصل رہے گی؟ کیونکہ دیوبندی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے وذریعہ سے حضرت شاہ ولی اللہ تک اپنی سند پہنچاتے ہیں، اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا الزامی جواب آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

دیوبندی موصوف کے پاس اب دو ہی راستے ہیں کہ وہ اپنے اعتراض کو غیر معقول تسلیم کر کے سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سند کو متصل مان لیں، یا پھر پُوری دیوبندیت سمیت اپنے اکابرین یعنی نانوتوی، گنگوہی، تھانوی، انبیٹھوی، ٹانڈوی، کشمیری، عثمانی کی سندِ حدیث کو بھی منقطع قرار دیں۔ اب گیند ان کے کورٹ میں پھینک دی گئی ہے، جو چاہیں وہ خُود فیصلہ کریں۔

---

[1] کمالاتِ عزیزی، ص 11۔12، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

سیّدی اعلی حضرت رحمہ اللہ پر کسی مکتب میں بیٹھ کر متداول کتب حدیث نہ پڑھنے کا اعتراض اور اس کا جواب

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی متداول کتب کسی مکتب میں بیٹھ کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں"۔ [1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث اپنے والد ماجد سلطان المحققین، امام المتکلمین حضرت مولانا مفتی محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرضوان سے حاصل کیا، ملاحظہ ہو (مولانا نقی علی خان، حیات اور علمی و ادبی کارنامے، ص 82، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

جب علم و تحقیق کا سمندر گھر میں موجزن تھا تو آپ کو باہر جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تشنگان علوم حدیث مشرق و مغرب سے دیوانہ وار امام المتکلمین کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے کے لئے حاضری دیتے تھے، پھر بھلا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی اور جگہ جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟۔ اگر والد ماجد سے علم حاصل کرنا کوئی جرم و خطا ہے تو دیوبندی موصوف حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے، انہوں نے بھی تو علمِ حدیث اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

جب حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض نہیں کیا جاتا تو حضور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیوں؟۔

بقیہ رہی بات کسی مکتب کی، تو اس کے متعلق "سوانح مولانا احسن نانوتوی" کا مصنف

---

[1] دفاع، ص 96، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

پروفیسر ایوب قادری لکھتا ہے کہ:

" مولانا نقی علی خان بریلوی نے کوٹھی رحیم داد خان، واقع محلہ گلاب نگر بریلی، میں مدرسہ اہل سنّت کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا"۔[۱]

سیّدی اعلی حضرت رحمة الله علیه کی سندِ حدیث پر اعتراض

دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:" یادرہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سندات حدیث کی رضا خانیوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب اعزازی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعوی کیا ہے"۔[۲]

الجواب : سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اسانید حدیث کو اعزازی قرار دینا بھی درست نہیں اس لئے کہ آپ نے با قاعدہ علم حدیث اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا اور اس کی سند بھی آپ نے اپنے رسالہ "الا جازات المتنیۃ" میں ذکر فرمائی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

" وکحضرۃ ابی ورحمۃ ربی وولی نعمتی ومالك رقی ورقبتی ختام المحققین وامام المدققین حامی السنن ماحی الفتن ذی التصانیف الباھرۃ والحجۃ القاھرۃ والمحجۃ الزاھرۃ سیدنا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی البریلوی قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف باللہ ذی الفضائل والجاہ سیدنا المولوی محمد رضا علیخان قدس اللہ سرہ ومثواہ عن المولی خلیل الرحمن المحمد آبادی عن الفاضل محمد اعلم السندیلی

---

[۱] سوانح مولانا احسن نانوتوی،ص 82۔83۔

[۲] دفاع،ص 96، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

عن ملك العلماء بحر العلوم ابی العیاش محمد عبد العلی اللکنوی "۔ [1]
باقی رہا معاملہ اعزازی اسانید کا تو وہ بھی ایک فخر کی بات ہے ،محدثینِ وقت نے آپ کی صلاحیت وقابلیت سے متاثر ہوکر آپ کو اعزازاً سند حدیث عطا فرمائی تو اس سے بھی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان ہی ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی شان میں کسی طرح کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔علم حدیث سے تعلق رکھنے والے احباب پر یہ مخفی نہیں کہ بیشمار علماء وفضلاء کو اپنے وقت میں اعزازی اسنادِ حدیث دی گئی ہیں ،اگر دیوبندی موصوف اپنی جہالت کی وجہ سے ان باتوں کو نہیں سمجھ پاتا تو اسے دوسروں پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیے۔سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث پر اعتراض کرنے والے دیوبندی موصوف کو سند کی جمع کا بھی علم نہیں" سند" کی جمع "اسناد اور اسانید" آتی ہے نہ کہ" سندات"، یہ سندات نہ تو اُردو میں مستعمل ہے اور نہ ہی عربی زُبان میں، کیونکہ دیوبندیوں کے پاس اسانید حدیث تو ہیں ہی نہیں، لہٰذا وہ سندات پر ہی گزارا کرتے ہیں اور نہ جانے کس کس دیوبندی مولوی کے پاس یہ سندات ہیں۔

مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

دیوبندی موصوف نے حضرت مولانا غلام مہر علی خطیب چشتیاں کی کتاب" دیوبندی مذہب " کے آٹھ صفحات کا خلاصہ تقریباً دوصفحات میں لکھ کر اس پر کچھ اعتراضات قائم کئے ہیں، ان اعتراضات کی حقیقت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے لیکن اس سے پہلے قارئین پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں اس بات سے ضرور آگاہ کریں کہ حضرت مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اِن صفحات میں وہابیت کے ہندوستان میں ابتدائی دور کے متعلق

---

[1] الاجازات المتنیۃ بعلماء بلدۃ المدنیۃ،ص26،المطبع النادری فی بلدۃ بریلی۔

لکھا ہے، جس وقت وہابیت اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی آغوش میں پروان چڑھ رہی تھی۔ دیوبندی موصوف کے اعتراضات اسی وہابی تحریک کے متعلق ہیں تو آیئے آپ کے سامنے دیوبندی موصوف کے اعتراضات اور اُن کے جوابات پیش کرتے ہیں

دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ: "پہلا الزام ۱۸۲۳ میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور پیری مریدی چل نکلی۔

جواب: یہ بات کرنا یا تو تاریخ سے جہالت ہے یا مولوی صاحب کے ضد و تعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ۱۸۱۸ء، ۱۲۳۳ھ میں سید صاحب کے دوبارہ دہلی مراجعت کرنے کے بعد کی۔ [۱]

الجواب: نمبر (1)

یہ کوئی اتنا بڑا اعتراض نہیں ہے، اگر اسے تاریخ کی غلطی مان بھی لیا جائے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ معمہ کوئی ایامِ حج کی تاریخ کی طرح تو نہیں کہ تاریخ کے آگے پیچھے ہونے سے ایامِ حج نکل جائیں گے۔ بس یہ دو وہابیوں کی پیری مریدی کی بات ہے، ایک وہابی مرید ہوا دُوسرا اس کا پیر بنا، یہ کوئی اتنا اہم واقعہ تو نہیں کہ اس کی تاریخ ماہ وسال اور دن کا نام یاد رکھا جائے۔ ویسے بھی جن لوگوں نے اسماعیل دہلوی کے مرید ہونے کا واقعہ لکھا ہے وہ بھی کسی تاریخ پر اتفاق نہیں کر سکے ہیں، جیسا کہ "تاریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی" کے مطالعہ سے یہ تاریخ ۱۸۱۶ء معلوم ہوتی ہے، ملاحظہ فرمائیں: [۲]

یونہی "سید احمد شہید اور ان کی تحریک مجاہدین" کا مصنف بھی اس کو ۱۸۱۶ء کا ہی واقعہ بیان کر کے سید احمد کا دہلی سے پھر سفر پھلت کی سفر کو ۱۸۱۸ء میں بیان کر رہا ہے،

[۱] دفاع ص 99، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] تاریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی ص ۱۹، تا ۲۳، در مطبع فاروقی دہلی۔

ملاحظہ فرمائیں: [1]

جبکہ" وقائع احمدی" کا حاشیہ پڑھنے سے یہ واقعہ ۱۸۱۷ءکا معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: [2]

اور" تذکرہ حضرت شاہ اسماعیل شہید" کا مصنف ٤ ١٢٣ھ بتاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: [3]

جبکہ" سیرت سید احمد شہید" ابوالحسن ندوی کے مطابق سید احمد تیسری مرتبہ دہلی ٢ ١٢٣ھ میں نواب کی انگریزوں سے مصالحت ہونے پر آیا، ملاحظہ فرمائیں: [4]

اور قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور سے شائع شدہ کتاب" اسماعیل شہید" کے صفحہ 35 پر اس واقعہ کو ۱۸۱۹ تا ۱۸۲۰ کے واقعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر جن لوگوں نے ۱۸۱۸ء کا واقعہ لکھا ہے وہ بھی آپس میں متفق نہیں چنانچہ غلام رسول مہر نے اس واقعہ کو مئی یا جون 1818ء کا بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو: [5]

یہ سوانح نگار جنہوں نے مختلف تاریخیں قلم بندکی ہیں اُن کی نگاہ میں تو خُود دیوبندی موصوف بھی جاہل وضدی اور تعصبی قرار پائے کیونکہ موصوف کی تاریخ بھی ان کے برخلاف ہے، پس جو اعتراض موصوف نے غلام مہرعلی صاحب پر کیا وہ خود ان پر ہی واقع ہوتا ہے، اور جو بدتمیزی حضرت مولانا غلام مہرعلی صاحب کے متعلق کی ہے اس کا مصداق بھی دیوبندی موصوف خود ہی قرار پاتے ہیں۔

---

[1] سید احمد شہید اور ان کی تحریک مجاھدین، ص 99۔ 100، از ڈاکٹر صادق حسین، المیزان ناشران وتاجران، لاہور۔

[2] وقائع احمدی، حصہ اول، ص 98، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی۔

[3] تذکرہ حضرت شاہ اسماعیل شہید، ص 22، کتب خانہ الفرقان۔ لکھنؤ۔

[4] سیرت سید احمد شہید، ندوی حصہ اول، ص 146، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

[5] سید احمد شہید، غلام رسول مہر، ص 113، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

(2)دیو بندی موصوف نے دُوسری غلطی یہ کی ہے کہ اسماعیل دہلوی کے مرید ہونے والے واقعہ کو سید احمد کی دوبارہ دہلی مرافعت کے موقعہ پر لکھا ہے، حالانکہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلی کے سوانح لکھنے والے وہابی قسم کے لوگوں نے تیسری (سہ بارہ) مراجعت کے ضمن میں اس واقعہ کو لکھا ہے، یعنی جب سید احمد رائے بریلی تیسری مرتبہ دہلی آیا تھا تو اُس کے بعد عبدالحیٔ بڈھانوی اور اسماعیل دہلوی اُس کے مرید ہوئے تھے، ملاحظہ فرمائیں سید احمد شہید، از غلام رسول مہر، سیرت سید احمد شہید از ابوالحسن ندوی، تذکرہ شاہ اسماعیل شہید از نسیم احمد امرہوی۔

علاوہ ازیں زیادہ سے زیادہ یہ واقعہ کے تحقیق کی غلطی ہے اور دیوبندیوں کے خُود بیار حکیم الامت صاحب کے بقول:

"ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو علم وفضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں آتا"۔[1]

کیوں جناب آپ کے خُود بیار حکیم الامت صاحب تو کہتے ہیں کہ کسی واقعہ کی تحقیق کی غلطی سے علم وفضل، عظمت وشان، کمال اور قرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں آتا، مگر آنجناب کا اس بنیاد پر حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب کو جاہل وغیرہ کہنا اپنے ہی حکیم الامت صاحب کی تکذیب کر رہا ہے۔

دیوبندی موصوف تاریخ کی غلطی کی بنا پر مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کو جاہل، ضدی اور تعصبی قرار دے رہے تھے حالانکہ موصوف نے خُود بھی تاریخ کی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، یعنی تیسری مراجعت کو دوسری مراجعت بناڈالا ہے، پس اپنے لئے وہ خود کون سے القابات تجویز کرنا پسند فرمائیں گے، یا ان ہی سوقیانہ الفاظ یعنی ضدی، جاہل اور تعصبی پر اکتفا کریں

[1] بوادر النوادر، ص 197، ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور۔

گے اسے کہتے ہیں

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اہم نقطہ: یہ تمام باتیں تو دیوبندی موصوف کوان کی تاریخ دانی کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے لکھ دی گئی ہیں ورنہ اصل معاملہ یہ ہے کہ دیوبندی موصوف نے اس اعتراض میں حسب معمول اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب پر جھوٹ بولا ہے، انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ ۱۸۲۳ء میں اسماعیل دہلوی کی سید احمد سے ملاقات ہوئی۔ بلکہ انہوں نے تو ۱۸۲۳ء میں اس لڑائی کی بات لکھی ہے جس کو دیوبندیوں نے سکھوں سے لڑائی کا نام دے رکھا ہے، جس کے لئے آپ "دیوبندی مذہب، مکتبہ حامدیہ لاہور، وضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور" صفحہ 94، ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

دیوبندی موصوف کا دُوسرا اعتراض اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" دوسرا الزام: مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اخیر عمر میں جائیداد ہبہ کردی تھی شاہ صاحب نے اس پر قبضہ کرلیا۔

جواب: یہ بھی مولوی غلام مہر علی چشتیاں کا سفید جھوٹ ہے اگر کسی بریلوی میں ہمت ہے تو کسی مستند تاریخی شہادت سے اس کا ثبوت دے کہ ایسا واقعہ ہوا ہے یہ جھوٹ سب سے پہلے مولوی فضل رسول بدایونی نے سیف الجبار میں لکھا اور بریلوی بنا کسی تحقیق اسی کو نقل در نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ الزام لگانے والوں کو اتنی بھی حیا نہیں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تو وہ ہستی ہیں اور وہ مرد مجاھد تھا جو گھر بار اس کا عیش وآرام سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میلوں دشوار گزار راستوں پر سفر کرتے ہوئے بالاکوٹ کی پہاڑیوں، میں اس دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرگیا۔ ظالمو!!! اس کو جائیداد کی حرص

ہوتی تو سرکٹانے کے بجائے پیر اور چاچا کی قبر پر مزار بنا کر عیاشی کرتا پھرتا۔[1]

الجواب نمبر(1): دیوبندی موصوف نے مولانا غلام مہر علی صاحب کی تحریر کو رد کرنے کے لئے دلیل یہ دی ہے کہ اسماعیل دہلوی مردِ مجاہد تھا جو گھر بار کا عیش و آرام چھوڑ کر بالاکوٹ کے پہاڑیوں میں مارا گیا وغیرہ وغیرہ۔

دیوبندی موصوف کی یہ دلیل بالکل صحیح نہیں اِس لئے کہ جس زمانے میں اسماعیل دہلوی بالا کوٹ کی جانب عازمِ سفر تھا اُس وقت ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کے ظلم وستم کا مقابلہ کر رہے تھے اور اس سے پہلے بھی شیرِ میسور سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے نڈر اور بیباک مجاہد انگریزوں سے برسرِپیکار رہ چکے تھے اور کوئی بھی ہندوستان کا جیّد عالم انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کو جائز نہ سمجھتا تھا، اس زمانہ میں دیوبندیوں کے یہی شاہ اسماعیل فرنگیوں کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے اور اگر کوئی شخص دورانِ وعظ بھی انگریزوں سے جہاد کا پوچھ لیتا تو یہی اسماعیل دہلوی صاحب اس کو انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ ہرگز نہ دیتے، جیسا کہ" تاریخ عجیبہ" میں مرقوم ہے کہ:

" یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیامِ کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اُس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے ۔۔۔ اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے"۔[2]

پس اس صورت میں یہ کیسے متصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ دینِ حق کی سربلندی کے لئے بالاکوٹ گئے ہوں، جب ہندوستان کے حالات اتنے خراب اور کشیدہ تھے تو اسماعیل دہلوی صاحب کو ہندوستان چھوڑ کر بالاکوٹ جانے کی ضرورت ہی کیا تھی معلوم ہوتا ہے کہ جذبہ جہاد بالا

---

[1] دفاع،ص99۔100، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] تاریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی،ص73،مطبع فاروقی دہلی۔

کوٹ لے جانے کا سبب نہیں بلکہ کچھ اور ہی چیز تھی جو پیر و مرید کو بالاکوٹ لے گئی؟ آپ سمجھ تو گئے ہوں گے۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف کا یہ بھی افسانہ ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب گھر کا عیش وآرام چھوڑ کر نکل پڑے تھے، اگر دیوبندی تواریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب گھر کا عیش وآرام چھوڑ کر نہیں بلکہ رنگ رلیاں منانے کے لئے سرحدی علاقوں کی طرف گئے تھے

نمبر (3) پھر دیوبندی موصوف نے جو کہا ہے کہ دہلوی صاحب کو جائیداد کی حرص ہوتی تو سر کٹانے کے بجائے پیر اور چاچا کی قبر پر مزار بنا کر عیاشی کرتے پھرتے۔ دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے اِس لئے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نظریاتی طور پر اپنے چاچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ چکے تھے اور اُن کے عقیدے کو الوداع کہہ دیا تھا، اسی طرح اپنے دیگر اکابرین پر شرک وکفر کا فتوی داغ چکے تھے (یعنی خاندان ولی اللّٰہی کے ممتاز افراد جن معمولات اہل سنّت کے عامل تھے" تفویۃ الایمان" میں اسماعیل دہلوی نے اُن باتوں کو کفر وشرک قرار دیا، جس کی زَد اُن کے اکابرین پر بھی پڑتی تھی) پس جن بزرگوں کو وہ نظریاتی طور پر چھوڑ چکے تھے اور جن کے عقائد کو وہ کفر وشرک قرار دے چکے تھے تو ان کے مزارات کا مجاور بننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باقی رہی بات پیر کی قبر کی تو دیوبندی موصوف کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پیر و مرید دونوں ایک ہی جنگ میں مارے گئے تھے، بلکہ ابھی پیر کے مرنے کی مصدقہ اطلاعات نہ آئیں تھیں کہ اُس سے پہلے اسماعیل دہلوی صاحب اپنے ہی بقول مرکر مٹی ہو گئے تو پھر وہ کیسے سید احمد رائے بریلی کی قبر پر بیٹھ سکتے تھے، اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: [1]

[1] تاریخ دعوت وعزیمت، از ابوالحسن ندوی، جلد 7، ص 430۔431، مکتبۃ الحسن، لاہور۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا استدلال ہی درست نہیں ہے۔

نوٹ : اولیاء اللہ کے مزارات فیوض وبرکات کے مراکز ہیں اورانہیں جائے عیاشی سمجھنا بہت بڑی توہین وبے ادبی ہے۔اللہ عزوجل ایسی توہین و بےادبی سے ہر کسی کو محفوظ ومامون رکھے۔

دیوبندی موصوف کا تیسرا اعتراض اور اُس کا جواب

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

" تیسرا الزام: شاہ صاحب نے سوچا کہ چونکہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اس لئے ان کے عقائد درست کرنے چاہئیں اور ہندوستانی چونکہ پیروں کو مانتے تھے اس لیے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔

جواب: یہ بھی محض افتراء ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے سارے لوگوں کو معاذ اللہ مشرک کہا یا سمجھا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں پھیلنے والی رسوم جاہلیت و بدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے اور بلا لومۃ لائم اس کا خوب رد کیا اور یہی وہ چیز ہے جنہوں نے ان مشرک پیٹ پرست مولویوں کو شاہ صاحب کا دشمن بنادیا ہے۔[1]

الجواب : یہ بھی دیوبندی موصوف کی نِری جہالت ہے،اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی موصوف کو اسماعیل دہلوی کی لکھی ہوئی رُسوائے زمانہ کتاب" تقویۃ الایمان " پڑھنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ دیوبندی موصوف اس طرح کی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے۔" تقویۃ الایمان" کے تناظر میں دیکھا جائے تو پُورا جہاں مشرک قرار پایا جاتا ہے اور کوئی بھی مسلمان شرک کے فتوے سے نہیں بچتا۔یُوں سمجھ لیجئے کہ" تقویۃ الایمان" شرک کرنے والی

---

[1] دفاع،ص100،مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

گولہ باری کی ایسی توپ ہے جس کے گولوں سے کوئی بھی مسلمان اپنا دامن نہیں بچا سکتا، اور یہ وہی حقیقت ہے جس کے متعلق حضرت غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

اگر دیوبندی موصوف اپنی جہالت، کم علمی اور قلت مطالعہ کی وجہ سے اپنے ہی بزرگوں کی کتابوں سے بے خبر ہیں تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہاں پر ایک حوالہ ہم " تفویۃ الایمان " سے نقل کرتے ہیں پھر دیوبندی موصوف خُود ہے فیصلہ کریں کہ اس حوالہ کے بعد دُنیا جہاں میں کوئی بھی شخص مسلمان باقی رہ جاتا ہے؟ اور کوئی ایسا شخص بھی باقی رہتا ہے جس کو دہلوی دھرم میں شرک سے داغدار نہ کیا ہو، حوالہ ملاحظہ کریں۔

مشکوۃ کے باب " لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس " میں لکھا ہے:

أخرج مسلم عن عائشة (رضی الله تعالی عنها)قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : لا یذهب اللیل والنهار حتی یعبد اللات والعزی فقلت یا رسول الله ان کنت لاظن حین انزل الله هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون .ان ذالك تاما قال انه سیکون من ذالك ما شاء الله ثم یبعث الله ریحا طیبة فتوفی کل من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیه فیرجعون الی دین ابائهم .

مسلم نے نقل کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے: کہ سنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرماتے تھے:" نہیں تمام ہونے کے رات اور دن یعنی قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پوجیں لات اور عزی کو" سو کہا میں نے اے پیغمبر خدا بے شک میں جانتی تھی جب اتاری اللہ نے آیت:"هو الذی ارسل رسوله بالهدی الخ۔"

کہ بے شک یوں ہی رہے گا آخر تک" فرمایا: بے شک ہوگا اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی، جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ

بھر ایمان، سورہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر"۔

یعنی اللہ صاحب نے سورہ برأۃ میں فرمایا ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر، اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی بُرا مانیں۔ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت تک رہے گا۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر رہو گا جب تک اللہ چاہے گا۔

پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ یعنی نہ اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے۔ سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے کیوں کہ اکثر پرانے باب دادے جاہل مشرک گزرے ہیں۔ جو کوئی ان کی راہ ورسم کی سند پکڑے آپ بھی مشرک ہو جاوے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق ہوا۔[1]

پھر دیو بندی موصوف کا یہ کہنا کہ اسماعیل دہلوی صاحب ہندوستان میں پھیلنے والی رسومِ جاہلیت وبدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے، یہ بھی ایک گپ ہے اور اسے بونگی مارنا کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا۔ ہندوستان کے حالات وواقعات تو اسی طرح سے تھے جس طرح شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور دیگر اکابرینِ اہلِ سنّت کے اَدوار میں تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ علماء وفضلاء جن کے علم وفضل کے آگے اسماعیل دہلوی کی کوئی حیثیت نہیں (یا

[1] تقویۃ الایمان، ص 123 ۔ 125، ادارہ اشاعۃ السنۃ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان شیش محل روڈ لاہور۔ وتقویۃ الایمان، مع تذکیر الاخوان، صفحہ 37، مکتبہ تھانوی دیو بند۔

تقویۃ الایمان نامی دھرم کی روشنی میں چوڑے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے)

اور اسماعیل دہلوی صاحب ان بزرگان دین کے علم وتحقیق کے عشرِ عشیر تک بھی نہیں پہنچ پائے ، پس کیا وجہ ہے کہ وہ امور جن کو اسماعیل دہلوی نے شرک وکفر گردانا اُن اُمور کے متعلق ان بزرگوں نے کبھی لب کشائی نہ کی ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو شیعوں کے رد میں ایک عظیم الشان کتاب" تحفہ اثنا عشریہ" تصنیف فرما گئے (حالانکہ اس وقت شیعوں کا بہت زیادہ زور تھا اور سازشی عناصر حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ تک کو شہید کروا چکے تھے لیکن پھر بھی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جان کی فکر کئے بغیر یہ عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی) مگر وہ جن پر اہل سنت عامل تھے ایک حرف بھی ان کے خلاف نہ کہا نہ لکھا تو کیا اسماعیل دہلوی صاحب علم وتحقیق میں شاہ صاحب سے بڑھے ہوئے تھے ، یا قوت ایمانی میں شاہ صاحب سے زیادہ تھے؟ جب کچھ ایسا نہیں تو موصوف کا اسماعیل دہلوی کو دینی جذبے سے سرشار قرار دینا نری بونگی مارنا ہے اور جہالت ہے۔

حقیقت الامر میں اسماعیل دہلوی صاحب نے یہ کتاب مسلمانوں میں تفرقہ بازی کا بیج بونے کے لئے لکھی اور دہلوی صاحب کے اس کتاب لکھنے کے اغراض و مقاصد کچھ اور بھی تھے جن کی تفصیل کسی اور موقع پر بیان کی جائے گی ، ان شاء اللہ العزیز۔

دیوبندی موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

"شاہ صاحب کا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کو کسی سازش کا پیش خیمہ قرار دینا بھی رضا خانی تعصب ہے بیعت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہے رضا خانیوں کو کبھی عرسوں سے فرصت ملے تو پڑھ لیں ۔ [1]

الجواب : ہم نے تو دیو بندی کتابوں کو بغور پڑھا ہے ، اگر خُود دیو بندی موصوف کو کیسے

[1] دفاع ، ص 100 ، مکتبہ ختم نبوت ، پشاور ۔

اپنی شرارتوں سے فرصت ملے تو وہ خود اپنے اکابرین کی کتب ایک بار ضرور پڑھ لیں کہ ان کے بزرگوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں۔ باقی بزرگانِ دین کے عرسوں پر موصوف کا طنز کرنا بھی دیوبندی کتب سے جہالت کا ہی نتیجہ ہے، اس لئے کہ یہ عرس وغیرہ اکابرین دیوبند کے پردادوں کے بھی ہوتے رہے ہیں جیسا کہ اشرف السوانح میں دیوبندی حکیم الامت صاحب کے پردادا کے متعلق مرقوم ہے۔

علاوہ ازیں اسماعیل دہلوی کی بیعت کا معاملہ تو اُس پر بھی سوالیہ نشان قائم ہے کہ دہلی میں بلکہ خُود اسماعیل دہلوی کے خاندان میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت موجود تھی تو انہیں چھوڑ کر سیّد احمد کا مُرید ہونا چہ معنی دارد، جبکہ سید احمد نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کی کوشش کی تھی۔ کریما پڑھتے تو بخشا بھُول جاتا اور بخشا کو یاد رکھتا تو کریما بھول جاتا یعنی علم دین نہ پڑھ سکے اور پھر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی۔ ان حالات کے پیش نظر اسماعیل دہلوی کا سیّد احمد رائے بریلی کا مُرید ہونا یقینا کسی سازش کا پیش خیمہ ہی ہوسکتا ہے۔ پھر دیوبندیوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ فیض اثر اور سیّد احمد رائے بریلی کی توجہ کے درمیان جو تقابل کیا ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے، حوالہ ملاحظہ کریں:

"شاہ اسحاق اور شاہ یعقوب کا بیان ہے کہ شاہ عبدالعزیز جب" توجہ" دیا کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مہین بوندوں کی پھوار پڑ رہی ہے۔ لیکن سیّد صاحب کی" توجہ" کا انداز لوہاروں کی دھونکنی جیسا تھا"۔ [1]

اسماعیل دہلوی کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ، جو کہ بارش کی بُوندوں کی رِم جھم کی مانند تھی، وہ راس نہ آئی اور سید احمد رائے بریلی کی لوہاروں والی دھونکنی نہ

[1] تحریک سید احمد شہید، جلد اول، ص174، غلام رسول مہر، مکتبۃ الحق ممبئی۔

جانے کیسا کام کر گئی، آخر کچھ تو تھا کہ اسماعیل دہلوی صاحب مہین بُوندوں کو چھوڑ کر لوہاروں کی دھونکنی کے پیچھے لگ گئے۔ اِن حوالہ جات کے پیشِ نظر حضرت غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کا ان دونوں پیر و مرید کے متعلق اندیشہ درست معلوم ہوتا ہے۔

دیوبندی موصوف کا چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف ساجد خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"انہی دنوں ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید ہندوستان میں آئی جسے شاہ صاحب نے پڑھا اور مولوی عبدالحئ کی مدد سے اس سے مسائل خارجیہ کا انتخاب کر کے تقویۃ الایمان لکھی۔

جواب: یہاں بھی مولوی غلام مہر علی نے کئی جھوٹ بولے:

کتاب التوحید کسی نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجی آپ نے اس کو سامنے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔

تقویۃ الایمان مولانا عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے لکھی۔

جہاں تک یہ الزام کہ تقویۃ الایمان التوحید سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے تو اس کا تفصیلی جواب ہمارے علماء متعدد مقامات پر دے چکے ہیں تفصیل کے لئے حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستانی علماء " کا مطالعہ کریں البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی کتاب " رد الاشراک " ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔۔۔اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لئے اسی رد الاشراک کو مکمل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے " تقویۃ الایمان " کی صورت میں مرتب کیا گیا یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب " مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ٥٦ تا ٦٠ " دونوں

کتابوں کا تقابل پیش کیا ہے جس سے رضا خانیوں کی اس افتراء (کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب" التوحید" سے لے کر لکھی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے۔[۱]

الجواب: وہ لوگ جو اسماعیل دہلوی کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں انہوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اسماعیل دہلوی نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی پیروی کی ہے، چنانچہ وحید الزمان غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وھو الشیخ عبد الوھاب حیث جعل ھذہ الامور شرکا اکبر کما یفھم من رسالة ابنه محمدا وابن ابنه عبد الله الی أھل مکة وتبعه فی اکثر الامور مولانا اسماعیل شھید فی التقویة الایمان لم یصرح یکونھا شرکا اکبر ورد علی أخیه محمد بن سلیمان بن عبد الوھاب ورسالته معروفة "۔[۲]

قارئین کرام! یہ اسماعیل دہلوی صاحب کو اپنا امام و مقتدا و پیشوا ماننے والے کا دعوی ہے، جس میں انہوں نے یہ صاف تصریح کی ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی کتاب" تقویۃ الایمان" میں نجدی کی پیروی کی ہے۔ یہ کسی بریلوی عالم دین کا حوالہ نہیں بلکہ وہابیت کے ایک ستون کا حوالہ ہے، اور پھر نجدی کی کتاب اور اسماعیل دہلوی کی" تقویۃ الایمان" کو سامنے رکھ کر پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا انداز واسلوب ایک ہی جیسا ہے، اور ابنِ عبد الوہاب نجدی نے جن اُمور کو کفر وشرک قرار دیا اُنہی اُمور کو اسماعیل دہلوی صاحب نے بھی کفر وشرک قرار دیا ہے، گویا کہ اسماعیل دہلوی صاحب محمد بن عبد الوہاب نجدی کے نقشِ قدم پر قدم بقدم چلے ہیں، اس کے علاوہ اسماعیل دہلوی صاحب کی مستدل آیات بھی وہی ہیں جو کہ نجدی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ ان سارے اُمور

[۱] دفاع، ص 101، 102، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[۲] حاشیہ ھدیۃ المھدی من الفقہ المحمدی، ص 26، جمعیت اھل سنت، لاہور۔

میں یگانگت ومماثلت اور ہمنوائی یہ ثابت کر رہی ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب "تقویۃ الایمان" نجدی کے تتبع اور پیروی میں لکھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں "تقویۃ الایمان" کو ماننے والوں نے ان ہی امور کے باعث تقویۃ الایمان کو رسالۃ التوحید کے نام سے شائع کیا ہے، جیسا کہ داروحی القلم دمشق سے شائع شدہ "تقویۃ الایمان" کے ٹائٹل پر "رسالہ التوحید" لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ پہلی مرتبہ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا ،عربی قالب میں اسے ڈھالنے والے شخص کا نام ابوالحسن علی الحسنی الندوی ہے اور عبدالماجد الغوری کے اہتمام سے شائع ہوئی ہے۔اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نجدیوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے اس کو عربی زبان میں ڈھالا گیا اور اس کا نام رسالۃ التوحید رکھ کر یہ اشارہ بھی کیا گیا کہ یہ لوگ اس سلسلہ میں نجدیوں کے ہی پیروکار ہیں۔

اسی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

"اما ما يجده القارى من موافقات او التقاعات فى الدعوتين او بين رسالة التوحيد للشيخ عبد الوهاب وكتاب تقوية الايمان (المترجم الآن باسم رسالة التوحيد للشيخ اسماعيل فلان مصدرهما واحد ، وهى الدراسة الاميقة الاصلية للكتاب والسنة والتضلع من روح الاسلام الصافية والغيرة على عقيدة الاسلام ودعوته ".[1]

اس حوالہ میں بھی "رسالہ توحید" اور "تقویۃ الایمان" کے درمیان موافقت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ ان دونوں کا مصدر ایک ہی چیز ہے۔

اسی طرح دیوبندیوں کے عبیداللہ سندھی صاحب نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ:

" بعض مقامات پر اس میں شیخ عبدالوہاب کی "کتاب التوحید" کی طرح ایک سی بات لکھی

---

[1] رسالۃ التوحید صفحہ 21

ہے"۔ [1]

باقی رہ گئی بات" تفویۃ الایمان" کومولوی عبدالحیؒ صاحب کی مدد سے لکھنے کی تو اِس کے لئے گزارش ہے کہ مولوی عبدالحیؒ صاحب سیّد احمد رائے بریلی کی بیعت سے لے کر بالاکوٹ تک اسماعیل دہلوی صاحب کے مشیر ومعاون و مددگار تھے اور اُس کے دست وبازو بنے ہوئے تھے اور دہلوی صاحب کی یہ کتاب یعنی تفویۃ الایمان بھی اُسی دَور کا شاخسانہ ہے جس میں مولوی عبدالحیؒ صاحب اسماعیل دہلوی صاحب کے دائیاں ہاتھ تھے ،پس اس بات سے خود اندازہ لگا یا جا سکتا ہے۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی پر بھتان اوراس کا جواب

دیوبندی موصوف نے مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نے اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب" ردالاشراک" اور" تفویۃ الایمان" کا تقابل پیش کیا ہے (دفاع ،ص 101) یہ بھی دیوبندی موصوف کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتانِ عظیم ہے۔

مولانا ابُوالحسن زید فاروقی صاحب نے" تفویۃ الایمان" اور" ردالاشراک" دہلوی کا تقابل نہیں کیا بلکہ اسماعیل دہلوی صاحب کی کتاب" تفویۃ الایمان" کا تقابل" رسالہ نجدیہ" اور" ردالاشراک" نجدیہ سے کیا ہے، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

" تفویۃ الایمان کی حقیقت : میرے سامنے تفویۃ الایمان کا وہ نسخہ ہے جس کو ماہ شوال ۱۲۷۰ھ میں حاجی محمد قطب الدین نے سید محمد عنایت اللہ کے اہتمام سے مطبع صدیقی واقع شاہجہان آباد (دہلی) میں طبع کرایا ہے ،اس کے نوے صفحات ہیں اور حاشیے پر میر محبوب علی کی تشریحات ہیں اور ترتیب اس طرح ہے:

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ،ص 70 ،سندھ ساگر اکادمی ،لاہور۔

ابتدا بسم اللہ سے، پھر حمد وصلاۃ اور دُعائے توفیق نیک،

پھر چار صفحات کا دیباچہ ہے،اس دیباچے میں دو(2) آیات سے استدلال ہے۔

پھر باب پہلا توحید وشرک کے بیان میں ہے،اس میں چھ(6) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الأول فی الاجتناب عن الاشراک ہے،اس میں تین(3) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الثانی فی ذکر رد الاشراک فی العلم ہے،اس میں پانچ (5) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف ہے، اس میں پانچ (5) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ ہے،اس میں چھ (6) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الخامس فی ذکر رد الاشراک فی العادۃ ہے، اس میں چھ(6) آیات سے استدلال ہے۔

کل تینتیس (33) آیات مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے،اس میں سے دو آیتیں دیباچے میں اور اکتیس پانچ فصلوں میں ہیں۔

وہابی کا رسالہ: یہ وہ مختصر رسالہ ہے جو طائف سے اہل مکہ کو جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو پہنچا ہے اور اُسی دن بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر وہاں کے علماء کرام نے اس کا رد لکھا ہے۔اس رسالہ کی کیفیت اس طرح ہے کہ شروع میں نہ بسم اللہ ہے اور نہ حمد وصلاۃ۔ ابتدا اس طرح کی ہے۔

اما بعد فھذا تفصیل لما اجملہ وتلخیص لما فصل المولی المستطاب امیر المؤمنین امام الموحدین الشیخ عبد الوھاب طوبی لہ وحسن ماب

اقتصرناه من کتابنا الکبیر لتسهیل الضبط علی کل قاری من الکبیر والصغیر مرتب علی بابین الباب الاول فی رد الشرك والباب الثانی فی رد البدعة الباب الاول فی رد الشرك وفیه خمسة فصول ۔

پھر پانچ فصول اِس نام وترتیب سے ہیں:

الفصل الاول فی تحقیق الشرك وتقبیحه وتقسیمه ، اور اس فصل میں (7) آیات ہیں۔

الفصل الثانی فی رد الاشراك فی العلم ،اوراس میں (6) آیات ہیں ۔

الفصل الثالث فی رد الاشراك فی التصرف ، اوراس میں (6) آیات ہیں۔

الفصل الرابع فی رد الاشراك فی العبادة ، اوراس میں (5) آیات ہیں۔

الفصل الخامس فی رد الاشراك فی العادة ، اوراس میں (3) آیات ہیں ۔

بہ حساب شمار کے یہ (27) آیات ہوئیں، چُوں کہ پہلی فصل کی دوسری آیت کا آخری حصہ تیسری فصل میں چھٹی آیت ہےاس لئے اس رسالے میں کل (26) آیتیں ہوئیں۔

پہلی فصل میں نجدی نے اس عبارت سے ابتدا کی ہے:

"اعلموا ان الشرك قد شاع فی هذا الزمان وذاع والامر ال الی ما وعد الله وقال وما یؤمن اکثرهم بالله الا وهم مشرکون " ۔

جان لو!اس زمانے میں شرک بہت شائع اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہوگئی ہے جس کا بیان اللہ نے کیا ہےاور کہا ہے: "اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں" ۔

اور دوسری فصل " فی ردالاشراک فی العلم" کے آخیر میں لکھا ہے:

" ہماری بڑی کتاب التوحیداوراس کی فصلوں میں زیادہ بیان ہے"۔

اور پانچویں فصل کے آخیر میں درج ذیل عبارت لکھی ہے اوراس عبارت پر رسالے کوختم کیا

ہے:

"هذا آخر ما اوردنا فی باب الشرك ها هنا وفيه كفاية ومن شاء زيادة تفصيل فليرجع الى كتابنا الكبير والفصول ورسائل مفردة فی مسئلة لاهل ملتنا من الموحدين وكل ما ذكرنا من افراد الاقسام الأربعة شرك اكبر يجب النهى عنه والقتال عليه حلا وحرما كما قاتل محمد اهل مكة ،فان مشركی زمانه كانوا اخف شركا من مومنی هذا الزمان لأن اولئك كانوا يخلصون لله فی الشدائد وهؤلاء يدعون نبيهم ومشائخهم فی الشدائد ولا تغتر بشيوع اقسام الشرك فی الحجاز فان اصل الشرك كان فی اباءهم فرجعوا الى دين اباءهم كما نص عليه النبی صلی الله عليه واله وسلم فی حديث مسلم عن عائشة واما سائر المعاصی فيجب فيها اجراء الحدود والتعزيرات كما ورد فی الشرع خلا البدعات فانها تبع للشرك الاكبر ويتلو هذا الباب باب البدعة ۔

"اور باب شرک کا اِس جگہ یہ آخری بیان ہے اوراس میں کفایت ہے ، اور جوکوئی زیادہ تفصیل کا طالب ہو وہ ہماری بڑی کتاب اور فصول اور اُن مستقل رسائل کی طرف رُجوع کرے جو ہماری ملّتِ موحّدِین کے لئے ہیں اور جو کچھ اقسام شرک کے چاروں قسم میں بیان ہوا ہے وہ شرک اکبر ہے، اس سے روکنا واجب ہے، اوراس پر حل وحرم میں قتال کرنا ہے جس طرح (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل مکہ سے قتال کیا۔ آپ کے زمانے کے مشرک شرک میں ہلکے تھے اس زمانے کے مومنوں سے، کیونکہ وہ مشرک سختیوں میں اللہ سے اخلاص کرتے تھے اور یہ لوگ سختیوں میں اپنے نبی اور مشائخ کو پُکارتے ہیں، اور حجاز میں جو شرک کے اقسام پھیل رہے ہیں اس سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ اصل شرک ان کے باپ دادا میں تھا اور وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پلٹے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے صاف طور پر کہہ دیا ہے اور مسلم نے عائشہ سے روایت کی ہے اور باقی تمام گناہوں میں حدود اور تعزیرات کا اجرا کرنا واجب ہے، سوا بدعتوں کے کیونکہ وہ شرکِ اکبر کے تابع ہیں، اوراس باب کے بعد باب بدعت ہے"۔

اب وہابی کے "ردالاشراک" سے مولانا اسمٰعیل کی "تقویۃ الایمان" کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

مولانا اسمٰعیل نے ابتدا بسم اللہ سے کی ہے اور اُردو میں حمد وصلاۃ لکھ کر تین صفحات کا دیباچہ لکھا ہے اور آخیر میں یہ لکھا ہے:

"اس رسالے کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے، پہلے باب میں بیان توحید کا اور بُرائی شرک کی، دوسرے باب میں اتباع سنّت کا اور بُرائی بدعت کی، باب پہلا توحید وشرک کے بیان میں، سننا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب"۔

پھر آدھے صفحے کے بعد لکھا ہے:

"سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔

مولانا اسمٰعیل نے دیباچے میں دو آیتیں اور باب پہلے میں چھ آیتیں لکھی ہیں

پھر الفصل الأول فی الاجتناب عن الاشراک ہے، اوراس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثانی فی ذکر ردالاشراک فی العلم ہے، اوراس میں تین آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثالث فی ذکر ردالاشراک فی التصرف ہے، اوراس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراک فی العبادۃ ہے، اوراس میں چھ آیتیں ہیں۔

کل تینتیس آیتیں ہیں، ان میں سے بائیس آیتیں نجدی کے رسالہ سے لی ہیں، اور گیارہ آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔

نجدی نے اپنے رسالے کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ دو ابواب پر مرتب ہے، پہلا

باب ردشرک میں، دوسرا رد بدعت میں ۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا اسماعیل تقویۃ الایمان کے شروع میں لکھتے ہیں اس میں دو باب ٹھہراے، حالانکہ موجود ایک ہی باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو جو رسالہ مکہ مکرمہ بھیجا ہے اس میں صرف ایک ہی بات ہے ۔

مولانا اسماعیل نے نجدی کے رسالہ ردالاشراک کو ہر وجہ سے اپنایا ہے۔

نجدی نے لکھاہے کہ یہ کتاب دوابواب پر مشتمل ہے، آپ نے بھی دوباب ٹھہرانے کا بیان کیا۔

نجدی کی ۲۶ منتخب کردہ آیات میں سے ۲۲ آیات مبارکہ کوآپ نے لیا ہے۔

نجدی نے جونام فصول کے رکھے ہیں وہی نام آپ نے رکھے ہیں ۔

نجدی نے جس آیت سے اور بیان سے آغاز کیاہے، آپ نے بھی اسی آیت اور بیان سے ابتدا کی ہے اور پھر آیات شریفہ کے بیان میں نجدی کے بیان کا رنگ کہیں غالب، کہیں برابر اور کہیں کچھ کم ہوتا ہے، مثال کے طور پر نجدی کے رسالہ" ردالاشراک" کی ایک عبارت اور اس کا ترجمہ لکھتا ہوں اور پھر مولانا کی" تقویۃ الایمان" کی عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو حقیقت امر سے آگاہی ہو۔

نجدی نے فصل اوّل کے آخر میں لکھا ہے:

فمن فعل بنبی او ولی او قبرہ او اٰثارہ او مشاھدۃ وما یتعلق بہ شیا من السجود والرکوع وبذل المال لہ والصلاۃ لہ والصوم لہ والتمثل قائما وقصد السفر الیہ والتقبیل والرجعۃ القھقری وقت التودیع وضرب الخباء وارخاء الستارۃ والستر بالثواب والدعاء من اللہ ھاھنا والمجاورۃ والتعظیم حوالیہ واعتقاد کون ذکر غیر اللہ عبادۃ وتذکرہ فی الشدائد وداءہ بنحو یا محمد یا عبد القادر یا حداد یا سمان فقد صار مشرکا وکافرا

بنفس هذه الاعمال سواء اعتقد استحقاقه لهذا التعظیم بذاته اولا ۔

جوشخص کسی نبی یا ولی کو یا اُس کی قبر اور آثار کو یا اُس کے ٹھکانے اور اُس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کو سجدہ یا رُکوع کرے اور اُس کے لیے مال خرچ کرے، اور اُس کے لیے نماز پڑھے اور اُس کے لیے روزے رکھے اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے اور اُس کے لیے سفر کرے یا بوسہ دے یا رخصت کے وقت اُلٹے پاؤں چلے یا خیمہ لگائے یا پردہ لٹکائے یا اس کو کپڑے سے ڈھانکے یا اس جگہ اللہ سے دعا کرے یا وہاں کی مجاورت اختیار کرے یا اس کے قرب وجوار کی تعظیم کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ غیر اللہ کا ذکر عبادت ہے اور اس کو شدائد کے وقت یاد کرے یا اس کو آواز دے جیسے یا محمد، یا عبدالقادر، یا حداد، یا سمان ۔ وہ شخص ان افعال کی وجہ سے مشرک اور کافر ہوا چاہے وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس تعظیم کے مستحق اپنی ذات سے ہیں یا نہ رکھتا ہو۔

مولانا اسماعیل نے "باب پہلا توحید وشرک کے بیان میں" کے اواخر میں لکھا ہے:

" پھر جو کوئی کسی پیر پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا توپ کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اُس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوئے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دُور دُور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف ڈالے یا چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاوں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گردو پیش جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے" ۔[1]

---

[1] مولانا اسماعیل دھلوی اور تقویۃ الایمان، 54 سے 59، صفہ پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور۔

دیوبندی موصوف کا پانچواں اعتراض اور اس کا جواب

دیوبندی موصوف ساجد خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"پانچواں اعتراض: لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب کو سمجھا جایئے (دفاع میں یوں ہی لکھا ہوا ہے) جس پر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ کی گئی۔

جواب: یہ بھی محض الزام وافتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آفتاب صداقت مع غلام مہر علی اپنی قبور میں خوب پارہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔شاہ صاحب کی یہ تحریک توحید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟۔[1]

الجواب : جو کچھ حضرت فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ" انوارِ آفتاب ِ صداقت" نے لکھا ہے وہ ایک امر حقیقت ہے اُس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ،اگر دیوبندی موصوف مسلمہ حقائق پر دبیز پردے ڈال کر جھٹلانا چاہتے ہیں تو یہ اِن کی بھول ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اسماعیل دہلوی کی شکایت کا واقعہ نہ صرف اہل سنّت و جماعت بریلوی نے نقل کیا ہے بلکہ خود دیابنہ کی کتب میں بھی موجود ہے، ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس دیوبندی اناڑی کا رد کر رہے ہیں وہ دیابنہ کی محفل میں تو" تیس مار خان" کی حیثیت رکھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بالکل جاہل اور بیوقوف ہے اور یہی ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ ہے اس لئے کہ دیو بندی موصوف اپنی بیوقوفی، جہالت ،کم علمی اور قلت مطالعہ کی وجہ سے دیوبندی روایات وواقعات کا بھی انکار

---

[1] دفاع،ص 102، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کر دیتا ہے، اس لئے ہمیں اس کے ہر پہلو کا جواب لکھنا پڑھ رہا ہے۔

اگر دیوبندی موصوف عالم فاضل ہوتا تو ہمیں صرف متنازعہ اصولی اختلافی مسائل کا جواب لکھنا پڑتا، بہرحال یہ سلسلہ جب چل ہی نکلا ہے تو ان شاء اللہ اسے بخیر وخوبی اختتام تک پہنچائیں گے۔

بہر کیف اپنے موضوع کی جانب چلتے ہیں، دیوبندیوں کی مسلمہ کتاب "ارواح ثلاثہ" کے اندر بھی شکایت والا واقعہ موجود ہے، حوالہ ملاحظہ کریں:

" خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ شاہ اسحاق صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسماعیل صاحب نے رفع الیدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے، جو شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے اور ان کے کاتب تھے، شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسماعیل صاحب نے رفع الیدین شروع کیا ہے۔ اس سے مفسدہ پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہوگیا ہوں، مجھ سے تو مناظرہ نہیں ہوسکتا۔ میں اسماعیل کو بلا لیتا ہوں، تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کرلو۔ اگر تم غالب آ گئے تو تمہارے ساتھ ہوجاؤں گا اور وہ غالب آ گیا تو اس کے ساتھ ہوجاؤں گا۔ مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کریں گے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کر سکتے تو جانے دو شاہ صاحب نے یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اس وقت دفع الوقتی فرما دی ہے۔ مگر یہ مولوی اسماعیل سے کہیں گے ضرور۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ میاں عبدالقادر تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ رفع الیدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ خواہ مخواہ عوام میں شورش پیدا ہوگی۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش

کرے گا۔اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال آیا کہ گوانہوں نے اس وقت یہ جواب دے دیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع الیدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔

جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے ((من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد)) کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا: بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ((ما نحن فیه)) میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔۔۔"۔ [1]

اس حوالے سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اسماعیل دہلوی صاحب کی شکایات جایا کرتی تھیں اور اسماعیل دہلوی کی کوئی اتنی بڑی حیثیت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ تھی کہ اُسے منہ لگاتے اس لئے آپ دُوسرے لوگوں کے ذریعے متنبہ کیا کرتے تھے، اور اسماعیل دہلوی کی ایسی ضدی اور خودسری والی طبیعت تھی کہ وہ فروعی مسائل میں جن کی وجہ سے ہندوستان میں شورش پھیل رہی تھی اُن مسائل میں بھی رجوع کرنے کے لئے تیار نہ تھے، اور جب بھی انہیں سمجھایا جاتا تو بے محل بحث شروع کر دیتے، آخر کار اسماعیل دہلوی کی ایسی ضدی طبیعت کی وجہ سے

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر 73، صفحہ 77۔78، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

خاندان ولی اللّٰہی کے معزز و معتبر فرد نے ان کے متعلق یہ فیصلہ سنا دیا کہ اسماعیل دہلوی صاحب میں ایک حدیث سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں ہے۔

قارئین آپ اندازہ لگائیں کہ ایک فروعی مسئلہ میں اسماعیل دہلوی اتنا ضدی تھا، پھر ان مسائل میں جن کو اسماعیل دہلوی صاحب کفر و شرک سمجھتے تھے کتنی ضد اور خُودسَری پائی جاتی ہوگی۔

اس کے علاوہ حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بات کی نشاندھی کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے" تفویۃ الایمان" کے رَد کرنے کا ارادہ فرمایا تھا مگر اپنی بینائی کی وجہ سے ایک ضخیم کتاب تحریر نہ فرما سکے

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب" تفویۃ الایمان" کو پڑھا گیا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کا اظہار فرمایا ہے، حوالہ ملاحظہ ہو:

"تحقیق الحقیقت کے صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کلام مولوی مخصوص اللہ کا کہ بڑے عم بزرگوار میرے اعنی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وہ نابینائی سے معذور ہو گے تھے، اس کو یعنی" تقویۃ الایمان" کو سنا فرمایا کہ اگر میں بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو" تحفہ اثنا عشریہ" کا سا اس کا بھی رد لکھتا"۔ [1]

حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ ولی اللّٰہی کے وہ ممتاز فرد ہیں جن کے متعلق نذیر حسین دھلوی صاحب غیر مقلد کی سوانح حیات میں مرقوم ہے کہ:

" جناب شاہ صاحب کے بھتیجے مولوی مخصوص اللہ مرحوم (مولانا شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے) جو پچیس (25) برس تک اپنے حقیقی چچا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے

---

[1] سیف الجبار، ص ۲۱۰، مکتبہ رضائے حبیب مرید کے، ضلع شیخوپورہ۔

حلقہ درس میں شریک اور عرصہ دراز تک خود بھی درس دیتے رہے تھے"۔[1]

یعنی حضرت مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جنہیں پچیس سال تک درس عزیزی میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہے، وہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔

اس حوالہ سے حضرت شاہ صاحب کی ناراضگی صاف ظاہر ہوتی ہے گو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ عذرِ بینائی" تحفہ اثنا عشریہ" جیسا ضخیم رد تو نہ لکھ سکے البتہ آپ نے ایک رسالہ ضرور تحریر فرمایا تھا جس کی نشاندھی حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے جیسا کہ ان کے مندرجہ ذیل مکتوب سے ثابت ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

مکتوب بیست وششم بنام خان ملا خان صاحب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ،اما بعد :

شواھد فضل وافضال ودلائل عنایات کمال واکمال رافع ملت بیضا ناصب رایات شریعت غرا معاذ اکابر عظماء ملاذ اعاظم علماء محقق قوانین ملک وملت ومقرر افانین دین ودولت زبدہ فضلاء وقدوہ علماء عالی جناب شریعت مأب خان ملا خان صاحب سلمہ اللّٰہ تعالی تابان ودرخشاں باد۔

از جانب فقیر حقیر لا شئے دوست محمد کہ مشہور بہ حاجی است کان اللّٰہ لہ عوضا عن کل شئ پس ابلاغ تحف دعوات وافیات وتسلیمات مسنونات معروض ضمیر منیر باد الحمد

---

[1] الحیاۃ بعد المماۃ، ص 53، المکتبۃ الأثریۃ، جامع اھل حدیث باغ والی، سانگلہ ہل، شیخوپورہ۔

لله والمنۃ کہ احوال ایں جائے بفضل وکرم الٰہی عزشانہ قرین سپاس بے قیاس منعم حقیقی است جل شانہ پیوستہ بہ بہبودی دارین وعافیت ورفاہیت کونین آں جناب معلی از بارگاہ الہ عزشانہ مطلوب القلوب بل اخص مدعا است۔

عرض ایں کہ فقیر دہ عدد رسائل کہ اسامی در ذیل مفصل نوشتہ مے شود درباب رد اقوال واعتقاد فاسدہ فرقہ محدثہ وہابیہ دست یاب نمودہ بخدمت شریف فرستادہ شد۔ انشاء اللّٰہ تعالی خواہند رسید پس از روئے غور پروری دین متین محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلم آنہارا رواج دہند باوجود حصول اجر جزیل از رب جلیل فقیر را دائم دعا گوئے ذات خویش دانند اوتعالی شانہ وعز برہانہ آں مروج شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ومقوی فرقہ ناجیہ کہ عبارت از اہل سنت وجماعت است در دارین سلامت با کرامت وعزت دارد بالنبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام واسامی رسالہا این است۔

اول حق المبین تصنیف حضرت مرشدی وشیخی قدسنا اللّٰہ تعالی بسرہ السامی۔

دویم :دلیل القوی علی ترک القرأۃ للمقتدی۔

سویم : زبدۃ المواہب۔

چہارم : اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام۔

پنجم :تذکرۃ الموتی والقبور۔

ششم : رد استفتاء وہابیان۔

ہفتم : ہبۃ الطاعات۔

ہشتم : در المنقود فی حکم امرأۃ المفقود۔

نہم : رسالہ شاہ عبدالعزیز۔

دہم : رسالہ محتوی بر بیان مسائلہا فرقہ ناجیہ ۔ فقط پس ایں رسائل را بخدمت سامی ہمدست سیادت پناہ ونجابت وفضیلت دستگاہ حقائق ومعارف آگاہ ملا حیدر شاہ صاحب وفضیلت پناہ ملا صاحبزادہ نام قوم سلیمان خیل فرستادہ امید کہ خواہد رسانید از انجا کہ آں جناب فیض مآب قدوۃ علماء الاعلام ومرجع امورات دینی ودنیوی خاص وعام است نوشتہ مے شود کہ للہ فی اللّٰہ درباب قلع فرقہ محدثہ وہابیہ سعی بلیغ بکار برند ومسائل فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت را رواج دہند۔

انشاء اللّٰہ تعالی موجب برکات دارین وسعادت کونین آنجناب خواہد گردید فقط والسلام المرقوم بتاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ ۔ [1]

مکتوب ۲۶ بنام خان ملا خان صاحب

دس رسالے جو فرقہ وہابیہ کے رد میں لکھے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامی علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد .

شواہد فضل وافضال ودلائل عنایات وکمال واکمال رافع ملت بیضا ناصب رایات شریعت غرا

---

[1] مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، ص 98۔ 99، مطبع صدیقیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

معاذ اکابر عظما ملاذ اعاظم علماء محقق قوانین ملک ملت ومقرر افانین دین ودولت زبدہ فضلا وقدروہ علماء عالی جناب شریعت مآب خان ملاخان صاحب سلمہ اللہ تعالی تاباں ودرخشاں باد فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی طرف سے بعد دعوات وتسلیمات مسنونہ کے معلوم ہو کہ فقیر کے حال احوال بفضل تعالی منعم حقیقی حمد کے لائق ہیں ۔ دعا ہے اللہ تعالی آپ کو بھی خیر وعافیت سے رکھے اور بہبودی دارین عطا فرمائے ۔آمین

عرض یہ ہے کہ دس رسالے جو فرقہ وہابیہ کے اقوال وعقائد کے رد کرنے کے سلسلہ میں تحریر کئے گئے ہیں وہ اس فقیر کو دستیاب ہوئے ہیں ۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ارسال کئے جا رہے ہیں انشاء (ان شاء) اللہ آپ کو مل جائیں گے ۔

آپ کو چاہیئے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی ترقی کے لئے ان رسالوں کو رائج کریں ۔ فقیر دعا گو ہے کہ رب جلیل آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے ، اور اللہ جل شانہ شریعت مطہرہ اور اہل سنّت والجماعت کے عقائد پر سلامتی نصیب فرمائے ۔ (رسول پاک اور ان کے آل کے طفیل میں)

ان رسالوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

اول: حق المبین تصنیف حضرت مرشدی وشیخی قدسناہ اللہ تعالی بسرہ السامی ۔

دوم: دلیل القوی علی ترک القراۃ للمقتدی ۔

سوم: المواہب

چہارم: اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام ۔

پنجم: تذکرہ الموتی والقبور ۔

ششم: رد استفتا وہابیان ۔

ہفتم: ہبۃ الطاعات ۔

ہشتم: درالمنقود فی حکم امرأۃ المفقود ۔

نہم: رسالہ شاہ عبدالعزیز۔

دہم: رسالہ محتوی بر بیان مسائل فرقہ ناجیہ

یہ رسالے سیادت پناہ دستگاہ حقائق و معارف آگاہ ملا حیدر شاہ صاحب وفضیلت پناہ ملا صاحبزادہ نام قوم سلیمان خیل کے ہمراہ روانہ کردیئے گئے ہیں۔اُمید ہے یہ حضرات ان کو آپ تک پہنچا دیں گے۔ چونکہ علماء اور خاص و عام دینی اور دنیاوی کاموں میں آپ سے رجوع کرتے ہیں اس لئے آپ کو تحریر کیا جارہا ہے کہ آپ برائے خدا فرقہ وہابیہ یعنی اہل حدیث کی مخالفت میں تبلیغ کی کوشش فرمائیں اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کو پھیلائیں انشاء اللہ سعادت کونین و برکات دارین آپ کو نصیب ہوگی۔

فقط والسلام: المرقوم بتاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ۔[1]

اس مکتوب میں حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے دس عدد رسائل کا ذکر کیا ہے جو کہ اقوال واعتقاد فاسدہ فرقہ محدثہ وہابیہ کے رد میں لکھے گے ہیں،ان میں نمبر(9)رسالہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کیا گیا ہے۔

نوٹ: حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں۔دیوبندیوں کے امام اہلِ سنّت سرفراز خان گکھڑوی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ خواجہ سراج الدین سے بیعت تھے اور خواجہ سراج الدین خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عثمان دامانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے۔

خلاصہ کلام: دیوبندی موصوف نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ والے معاملہ کو جو الزام و افتراء قرار دیا تھا وہ غلط ثابت ہوا اور اس سلسلہ میں حضرت فضل رسول

---

[1] تحفہ ابراہیمیہ،ص 168۔169،مترجم:صوفی محمد احمد،زوار اکیڈمی پبلی کیشنز،کراچی۔

بدایونی ،صاحبِ انوار آفتاب صداقت، حضرت غلام مہرعلی خطیب چشتیاں رحمۃ اللہ علیہم کے متعلق قبور میں بدلہ پانے کا لکھا ہے وہ خود دیوبندی موصوف پر ثابت آرہا ہے، جب وہ قبر میں پاؤں رکھے گا تو اسے اپنے جھوٹ، افتراء، بہتان اور اولیاء اللہ کی توہین کی سزا ضرور ملے گی، اور کفریہ عبارات کی تائید کی وجہ سے عذاب علیحدہ ہوگا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسماعیل دہلوی سے محبت کیا کرتے تھے اور اس پر ان کا اعتماد تھا، حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی صاحب کا مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے کہ یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے خوردسالی میں کہن سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحاق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے :الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق ۔شکر ہے اللہ کو (کا) جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق"۔[1]

الجواب: مولانا ابُوالحسن زید فاروقی صاحب کو کہن سال افراد نے پورا واقعہ نہیں بتایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس وقت ان الفاظ کو دھرایا کرتے تھے، اس سلسلہ میں خاندان ولی اللٰہی کے تلمیذ اور وہابیوں کے سرغنہ ممدوح دیابنہ مولوی نذیرحسین دہلوی کی گواہی پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

"جناب شاہ عبدالعزیز صاحب ہر منگل کو وعظ فرماتے جس کو دلّی والے درس کہا کرتے ہیں تین چار ہزار سامعین کا مجمع ہوتا اور جناب شاہ صاحب کی تاکید تھی کہ درس میں خاندان کے لڑکے موجود رہیں۔ جنابِ ممدوح کی آنکھ کی بینائی چونکہ جاتی رہی تھی، قبل وعظ کے نام بنام سب لڑکوں کو پکار کر حاضری لیتے ۔ بعدازاں آپ ایک آیت تلاوت کر کے وعظ شروع

[1] دفاع ص 102۔103، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کرتے۔

مولانا شہید آیت کوسُن کر کنکوا اُڑانے کے شوق میں جمنا کنارے چل دیتے، جب دیکھتے کہ ان کے ختم درس کا وقت قریب ہے مجلس میں آکر دبے چھپے کسی گوشہ میں دور بیٹھ جاتے کیونکہ آدمیوں کے اژدہام سے اب تو جناب شاہ صاحب کے قریب پہنچنا سخت مشکل کام تھا۔ جناب شاہ صاحب جب وعظ کر چکتے تو پھر نام بنام لڑکوں کی حاضری لیتے۔

شہید کی جب پکار ہوتی تو کھڑے ہو کر دُور سے کہتے کہ" حاضر" بس قریب بُلا کر پوچھتے کہ کیوں بے تو وہاں کیوں تھا، اس کے جواب میں کوئی عذر کر دیتے۔ پھر شاہ صاحب پوچھتے کہ بتا تو میں نے کون سی آیت پڑھی تھی (چوں کہ آیت سُن کر جاتے تھے) آیت تلاوت کر دیتے۔ پھر شاہ صاحب فرماتے کہ اچھا بیان کر میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔

جناب شاہ صاحب کے بیان کو تو حضرت نے سنا نہ تھا اپنی من گھڑت تقریر کرنے لگتے۔ شاہ صاحب فرماتے کہ" کیوں بے میں نے یہ کب کہا تھا" تو جواب میں عرض کرتے کہ چند تو جیہیں ہماری بھی حضور سُن لیں اُس کے بعد حضور نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کو بھی عرض کردوں گا(اطمینان اپنی طباعت پر ایسا تھا کہ آخر کسی نہ کسی پہلو سے تو وہ توجیہیں میرے بیان میں آ ہی جائیں گی جو حضرت نے بیان فرمائی ہوں گی)اور چوں کہ ابا حضرت کے طرز بیان سے بخوبی واقف تھے بیان کرتے کرتے وہ تقریر بھی کر جاتے جو جناب شاہ صاحب نے کی تھی ۔شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بہت خوش ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے :الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل واسحاق "۔[1]

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تاکید تھی کہ درس میں خاندان کے لڑکے موجود رہیں مگر اسماعیل دہلوی صاحب (اپنی خُود سَری اور ضدی طبیعت کے باعث)اس تاکید کو

---

[1] الحیاۃ بعد المماۃ،ص 107 ۔ 108،المکتبۃ الاُثریۃ،جامع اھل حدیث باغ والی سانگلہ ہل،شیخوپورہ

بالائے طاق رکھ کر کنکوا اُڑانے جمنا کنارے چلے جاتے تھے،یعنی اسماعیل دہلوی کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تاکیدوامر کا کچھ پاس ولحاظ نہ تھا۔

(2) کنکوا اُڑانے کے شوق میں اسماعیل دہلوی صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس سے محروم رہتے تھے۔

(3) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چونکہ بینائی متأثر ہوچکی تھی اس لیے آپ نام بنام لڑکوں کی حاضری لیتے تو اسماعیل دہلوی صاحب بھی حاضر کہہ دیتے ، جب شاہ صاحب قریب بلا کر پوچھتے کہ کیوں بے تو وہاں کیوں تھا؟ اس کے جواب میں کوئی عذر کردیتے ،یعنی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حیلہ سازی سے کام لیتے تھے اورانہیں جمنا کنارے کنکوا اُڑانے کا نہیں بتاتے تھے۔

(4) جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امتحاناً اپنے بیان کے متعلق پوچھتے تو اسماعیل دہلوی اپنی من گھڑت تقریر کو شاہ صاحب کے سامنے بیان کردیتے ،جس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے کیوں بے میں نے یہ کب کہا تھا؟

(5) اس من گھڑت تقریر کے دوران کوئی نہ کوئی بات حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی نکل ہی آتی تھی پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُسی پر خُوش ہوکر یہ دُعایہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔

اب اس حوالہ سے اسماعیل دہلوی کی کوئی تعریف ثابت نہیں ہوتی ،بس حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسی بات پر خُوش ہوجانا کہ اسماعیل دہلوی نے ان کے بیان کی کوئی نہ کوئی بات یاد کرلی ہے یہ شفقت بزرگانہ کے باعث تھا مگر افسوس کہ اسماعیل دہلوی صاحب کنکوا اُڑاتے رہے، درسِ عزیزی کے علمی نکات سے محروم رہے، اوراپنی من گھڑت تقاریر پر نازاں وفرحاں رہے،اورآج بھی اُن کی انہی من گھڑت تقاریر کے باعث فتنہ پھیلا ہوا ہے ۔کاش اسماعیل دہلوی صاحب جمنا کنارے کنکوا اُڑانے کی بجائے حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس کو سماعت کرتے، اوران علمی نکات کوقلم بند کر کے ہندوستان میں پھیلاتے تو وحدت اُمتِ مسلمہ پارہ پارہ نہ ہوتی اور گھر گھرا نتشار وافتراق کا سماں نہ بنتا۔

دیوبندی موصوف نے اسماعیل دہلوی صاحب کی فضیلت، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت کرنے کے لیے اپنی ہی کتاب" منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء" مخطوط مخزونہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا حوالہ دیا ہے، مذکورہ کتاب انہی کے بزرگوار کی تصنیف شدہ ہے اس لیے ہمارے لیے قطعاً حجت نہیں،اس کے علاوہ یہ کتاب شائع شدہ بھی ہمارے علم میں نہیں، بسیار تلاش وجستجو کے بعد بھی ہمیں یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی اور خود دیوبندی موصوف نے بھی ندوۃ العلماء کے مخزن میں محفوظ مخطوطے کا حوالہ دیا ہے، اب اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے کہ موصوف نے یہ حوالہ کہاں دیکھ لیا، بہرحال اگر یہ کتاب ہمارے سامنے ہوتی (اگر چہ یہ دیوبندی اکابر کی ہی کتاب ہے) تو ہم اس حوالے کا تقابل ضرور کرتے اوراس سلسلہ میں جوبھی دیوبندی موصوف نے کتر و بیونت کی ہوتی اپنے قارئین کواُس سے ضرور آ گاہ کرتے، چلیں ابھی نہیں تو پھر کبھی، یار زندہ صحبت باقی۔

مناظرہ دھلی

سن ۱۲۴۰ھ میں دہلی شہر میں ایک مناظرہ مابین اہلِ سنّت وجماعت وفرقہ وہابیہ منعقد ہوا تھا ،وہابی عقائد کی نمائندگی مولوی عبدالحیؔ بڈھانوی اور اسماعیل قتیل کررہے تھے اوراہلِ سنّت وجماعت کی جانب سے مولانا رشید الدین ،شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور دیگر بزرگانِ دین وعلماءِ اہلِ سنّت وجماعت تھے۔

اِس مناظرہ میں وہابیوں کومنہ کی کھانی پڑی تھی اوراسماعیل دہلوی صاحب نے مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کی تھی ،ان حقائق کومسخ کرنے کے لئے دیوبندی موصوف نے کچھ خامہ فرسائی کی ہے آیئے اُس کا جائزہ لیتے ہیں۔

دیوبندی موصوف اس مناظرے کے حوالہ سے" دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف" سے دو سطریں نقل کرتے ہیں:

" پھر دہلی میں علماء اہل سنّت سے مناظرہ کی صورت بن گئی مگر مناظرے میں لا جواب ہوکر مفرور ہو گئے یہ ہندوستان میں سنی اور وہابی کا پہلا مناظرہ تھا۔صمصام قادری: ص۹ طبع دہلی "۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص۳۰) اس کے بعد دیوبندی موصوف حضرت غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :" شاگردان حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے افہام وتفہیم پر بھی جب مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو بالآخر ۱۲۴۰ھ میں باتفاق جمیع علمائے احناف دہلی مولوی اسماعیل صاحب سے مناظرہ کی صورت پیدا ہوگئی اور مولوی رشید الدین صاحب بالاتفاق مولوی مخصوص اللہ مولوی موسی خلف الرشید شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علمائے کرام کے ایک مجمع عام منعقد کیا جس میں شہر دہلی کے تمام اعیان موجود تھے اور یہ تاریخی اجتماع شاہی جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا (انوار آفتاب صداقت: ص۱۰۴) مولوی اسماعیل ومولوی عبدالحئ اور مولوی عبد الغنی اوران کے چند رفقاء کو مجمع عام میں بلوایا گیا اور احناف کی طرف سے شاگردان شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دوسرے جیّد علمائے کرام احناف نے اسماعیل کے سامنے کتاب وسنت واقوال امت سے مبحث عنہ مندرجہ ذیل مسائل دلائل قاہرہ وبراہین ساطعہ سے ثابت کئے "۔(دیوبندی مذہب: ص۹۶۔۹۷)

ان مسائل کا ذکر ماقبل میں اسی مولوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ بقول جماعت رضائیہ:

دہلی میں شاہ اسماعیل شہید کے ساتھ ایک عظیم مناظرہ ہوا۔

شاہ صاحب مناظرے میں لا جواب ہوکر مفرور ہو گئے۔

اس مناظرے میں ایک طرف شاہ اسماعیل شہید مولانا عبدالحیٔ تھےتو دوسری طرف سارا خاندان ولی الٰہی وجمیع علمائے دہلی موجود تھے۔
شاہ صاحب اوران کےرفقاءکو باقاعدہ بلوایا گیا۔
شاہ صاحب کے مخالفین کی طرف سے باقاعدہ مناظرانہ رنگ میں اپنے موقف پر دلائل دے کرشاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کولا جواب کیا گیا۔
درحقیقت ان میں سے ایک بات بھی سچ نہیں ان کا حقیقت سے اتنا ہی دور کاتعلق ہے جتنا رضا خانی مولویوں کا انصاف، دیانت وخاخوفی سے۔ان سارے جھوٹ کا کریڈٹ مولانا فضل رسول بدایونی ملازم سرکارانگریز کو جاتا ہےاسی نے سب سے پہلے اس نام نہاد دہلی مناظرے کےحقائق کومسخ کرنے کے لئے اپنی کتاب سیف الجبار میں بیان کیا۔اور بعد کےرضا خانیوں نے مزید مرچ مصالحہ لگا کراسے پڑھنے والوں کے لیے چٹخارے دار بنادیا۔
حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس موقع پر باقاعدہ کوئی مناظرہ ہوا تھا نہ اس میں فریقین نے باقاعدہ اپنے موقف پر دلائل دیئے تھے نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ بلکہ چندسوالات تھے جو مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اورمولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات دیئے جس کے بعد یہ معاملہ خوش اسلوبی سےختم ہوگیا۔[1]
اوراسی طرح دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ
"مناظرہ دوسرے فریق سے مولانا عبدالحیٔ بدھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہےمناظرہ میں اگرچہ ہزارہا باشندگان دہلی موجود تھےلیکن جوحضرات نمایاں اورممتاز تھےان کے اسماء

---

[1] دفاع ص 103۔105، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

خاص طور پراس روئیداد میں درج کردیئے گئے ہیں۔۔۔۔معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام میں کسی وجہ سے یہی غلط شہرت ہوگئی تھی کہ یہ مناظرہ مولانا رشید الدین خان صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کے مابین ہوا (اس وقت کے جاہل مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف اصلاحی جدوجہد میں کیونکہ اصل قائد کی حیثیت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اس لیے عوام میں اس طرح کی غلط شہرت ہوجانا کچھ مستبعد نہیں ہے"۔[1]

الجواب:

دیوبندی موصوف ساجد خان صاحب نے دہلی کی ذِلّت آمیز شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ان حقائق کو جھٹلایا ہے، حالانکہ یہ باتیں خُود دیوبندی کتب کے اندر بھی موجود ہیں۔ اب دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: " نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی" تو یہ بھی دیوبندی موصوف کا جھوٹ وبہتان ہے، اگر وہ خُود اپنے اکابرین کی کتابیں پڑھتے تو شاید ایسا جھوٹ بولنے کی نوبت نہ آتی، چنانچہ ملیح آبادی کی کتاب" آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" میں مرقوم ہے کہ:

" یہ(اہل سنّت وجماعت از ناقل)بدعت کو حسنہ وسیہ بلکہ چھ قسموں پر منقسم کرتے تھے اور دلیل میں نووی کی شرح مسلم پیش کرتے تھے جس میں بدعت کی چھ قسمیں بتائی گئی ہیں اور ایک قسم کو واجب قرار دیا گیا ہے، مولوی عبدالحیؒ بدعت شرعی کو غیر منقسم اور صرف ایک قسم ضلالت میں محدود بتاتے تھے، مولانا اسماعیل نے شرح مسلم کے جواب میں کہا کہ جو مثالیں بدعت حسنہ کی دی گئی ہیں وہ دراصل بدعت شرعی نہیں ہے اور ہم جس بدعت کا ذکر کرتے ہیں وہ بدعتِ شرعی ہے نہ کہ لغوی، مثلاً تدوین علم فقہ وعلم توحید وعقائد اور تعمیر مدارس اور تدوین علوم یہ چیزیں بدعت شرعی کی اصلاح میں نہیں آتیں اور نووی نے اسی پر زور دیا

[1] دفاع،ص105۔106۔

ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس بیان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ اس پر محمول کیا گیا کہ علماء محدثین سے بھی یہ لوگ منکر ہیں!"۔ [۱]

یہ ابُو الکلام آزاد کی گواہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گفتگو کرنے والوں میں اسماعیل دہلوی صاحب بھی موجود تھے اور انہوں نے دورانِ مناظرہ گفتگو کی بھی تھی، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اس حقیقت کو جھٹلانا یہ ثابت کررہا ہے کہ دہلی کے مناظرے میں ان کے شاہ اسماعیل کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی جس کی وجہ سے اب یہ لوگ دہلی مناظرے میں اسے متکلم سمجھنے سے بھی گریزاں ہیں۔

اس کے علاوہ اس مناظرانہ روئیداد پر ملیح آبادی صاحب نے "مولانا اسماعیل شہید سے مقابلہ" کا عنوان قائم کیا ہے جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ اسماعیل دہلوی صاحب کے ساتھ تھا۔

اس کے علاوہ وہابی و دیوبندی مؤرخین نے بھی اس مناظرے کو اسماعیل دہلوی و عبدالحیٔ بڈھانوی مابین علماء اہلِ سنّت و جماعت قرار دیا ہے، چنانچہ "اکمل البیان" جو تقویۃ الایمان کی تائید میں لکھی گئی اس میں ہے کہ:

"چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد پہلا ہنگامہ اختلاف مناظرہ جامع مسجد دہلی بوقت صبح سہ شنبہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ جو مابین مولانا شہید مرحوم مع مولانا عبدالحیؒ، مولوی رشید الدین خان صاحب وغیرہ چند مسائل بدعت و رسومات شرکیہ بوسہ قبر وغیرہ میں دربارہ تقویۃ الایمان ہوا جس میں جمع کثیر علماء وفضلاء ورؤساوغیرہم تقریباً پانچ ہزار آدمی معہ انتظامات حکام کے تھا یہ روئیداد مناظرہ قلمی در چھ ورق کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث ریاست رام پور میں محفوظ ہے"۔ [۲]

---

[۱] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، صفحہ 37، مکتبہ خلیل، وہاب مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔

[۲] اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان، ص 843، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور۔

چنانچہ یونہی محمد خالد سیف صاحب اپنی کتاب" تذکرہ شہید" میں لکھتے ہیں کہ:

"امام صاحب کا شورش کے متعلق اندازہ بہت صحیح ثابت ہوا بلکہ تقویۃ الایمان کے خلاف جو شورش ہوئی ہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اور تب سے لے کر اب تک اس کتاب مقدس کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا ہے کہ الامام والحفیظ۔

اس سلسلہ میں پہلا ہنگامہ ۱۲۴۰ھ میں نواب محمد میر خان کی ترغیب سے اس مناظرہ کی صورت میں ہوا جس میں مولوی رشید الدین وغیرہ نے جامع مسجد میں امام صاحب اور مولانا عبدالحئیؒ سے سوالات پوچھے اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حافظ عزیز الدین مراد آبادیؒ فرماتے ہیں مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد پہلا ہنگامہ اختلاف مناظرہ جامع مسجد دہلی بوقت صبح سہ شنبہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ جو مابین مولانا شہید مرحوم مع مولانا عبدالحئیؒ، مولوی رشید الدین خان صاحب وغیرہ چند مسائل بدعت ورسومات شرکیہ بوسہ قبر وغیرہ میں دربارہ تقویۃ الایمان ہوا جس میں جمع کثیر علماء وفضلاء وروٴساوغیرہم تقریبا پانچ ہزار آدمی معہ انتظامات حکام کے تھا یہ روئیداد مناظرہ قلمی در چھ ورق کتب خانہ مولانا سید حسن شاہ صاحب محدث ریاست رام پور میں محفوظ ہے"۔ [1]

اس حوالہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا رشید الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الحئی صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب سے سوالات پُوچھے تھے اور عزیز الدین مراد آبادی کی قلمی روئیداد میں بھی اس مناظرے کو اسماعیل دہلوی مع مولوی عبدالحئی بڈھانوی اور علمائے اہلِ سنت کے درمیان قرار دیا گیا ہے۔ پس اگر دیوبندی اس مناظرے میں اسماعیل دہلوی کی شرکت وگفتگو کا انکار کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اس کے علاوہ دیوبندیوں کا اس مناظرے میں اسماعیل دہلوی کی گفتگو کا انکار

---

[1] تذکرہ شہید، ص234، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ لاہور۔

مسلمہ حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے، بہر حال ان حوالوں سے دیوبندی موصوف کے دعوی کی تردید ہو جاتی ہے۔

مزید ایک اور حوالہ ملاحظہ کریں

سید احمد رائے بریلی، اسماعیل دہلوی اور عبدالحئی بڑھانوی کی تاریخ رقم کرنے والے غلام رسول مہر نے بھی اس مناظرے کو اسماعیل دہلوی اور مولانا رشیدالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"مولانا رشیدالدین مرحوم سے بدعات ومحدثات کے متعلق آپ کا اور شاہ اسماعیل کا ایک مناظرہ بھی ہوا تھا جس کی روئیداد آپ نے مرتب فرمادی تھی"۔[1]

ان تاریخی حوالوں میں بھی اسماعیل دہلوی کا نام واضح طور پر موجود ہے ہاں البتہ علماء اہل سنّت کی شدید گرفت کا اسماعیل دہلوی صاحب مقابلہ نہ کر سکے اور ان کے پاس شوروغوغا کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور انہوں نے مناظرے سے بھاگ جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور بالآخر فرار کا راستہ اختیار کیا، جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا ان شاء اللہ العزیز۔

رشید المتکلمین حضرت مولانا رشید الدین خان دھلوی رحمة اللہ علیہ کا تعارف

اس مناظرہ میں چونکہ اہل سنت وجماعت کی نمائندگی حضرت مولانا رشیدالدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اُن کا تعارف از کتبِ مخالفین نقل کردیا جائے تاکہ قارئین کو آگاہی حاصل ہوجائے کہ اسماعیل دہلوی وعبدالحئی بڑھانوی کا ناطقہ بند کرنے والے کس درجہ کے عالمِ دین تھے، چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] جماعت مجاہدین، ص 112، کتاب منزل لاہور۔

"واما الشيخ رشيد الدين خان الدهلوى فهو كشميرى النجار المقدام فى المعقول والمنقول حاوى الفروع والأصول ، وهو من أشهر تلامذة الشيخ الأجل سراج الهند الشاه عبد العزيز الدهلوى ، وكان ماهرا فى رد الروافض ، مشهور النكاية فيهم ، حتى يضرب به المثل فى الرد عليهم ، وكان حسن العبارة ، دأبه الذب عن حمى السنة ،ذكيا نظارا فصيحا ، صنف فى رد الشيعة كتابه "الشوكة العمرية " وغيره مما يعظم موقعه عند الجدليين من أهل النظر ، واشتغل بالعلوم ، فبرع فى كثير منها ، وصادر رأ س الناس فى العلوم والجدل ، وقد توفى سنة 1249ھ ".[1]

مولانا رشيد الدين الدهلوى

الشيخ الفاضل العلامة رشيد الدين بن أمين الدين بن وحيد الدين بن عبد السلام الكشميرى ثم الدهلوى العالم المشهور بسلامة الأفكار، ولد ونشأ بدهلى، وقرأ بعض الكتب الدرسية على المفتى على كبير البنارسى وأكثرها على العلامة رفيع الدين بن ولى الله العمرى الدهلوى واستفاد عن الشيخ عبد القادر وصنوه عبد العزيز، ولازم الثلاثة ملازمة طويلة، حتى صار علماً مفرداً فى العلم معقولاً ومنقولاً، وانتهت إليه رئاسة التدريس بمدينة دهلى ، قال محسن ابن يحيى الترهتى فى اليانع الجنى:إنه كان فاضلاً جامعاً بين كثير من العلوم ، أتقن مها جملاً مستكثرات ، وكان حسن العبارة دأبه الذب عن حمى السنة والجماعة والنكاية فى الرافضة المشائيم، صنف فى الرد عليهم ما يعظم موقعه عند الجدليين من أهل النظر نجاره

[1] أوجز المسالک،ج 1ص 149، دارالقلمدمشق۔

کشمیری والکشمیر طائفة من الهند الأصلية سموا بإسم أرضهم التی یجلب منها الزعافر والشیلان الکشمیریة، انتهی.

ومن مصنفاته: الشوكة العمرية والصولة الغضنفرية فی مبحث متعة النكاح، ومنها إیضاح لطافة المقال فی تفصيل الجواب بالإفصاح عن شرافة الآل وتفضيل الأصحاب کتاب فی الرد علی رسالة صنفها سبحان علی خان اللكهنوی فی لزوم أفضلية أولاد الشيخين علی أولاد فاطمة رضی الله عنها علی مذهب أهل السنة والجماعة ، ومنها إعانة الموحدين وإهانة الملحدين فی الرد علی رسالة رام موهن رائی الكلكتوی الذی رفض دين الهنادك فأسس ديناً جديداً وسماه برهمو سماج .

توفی سنة ثلاث وأربعين ومائتين وألف وله ستون سنة.

خُود دیوبندی موصوف نے بھی بحوالہ عبدالحیؒ بڑھانوی مولانا رشیدالدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یُوں ذکر کیا:

" تصنع وتکلف اس بات کا ظہار کیا جاتا ہے کہ مولانا رشیدالدین خان صاحب ممدوح میری دانست میں فنون فضیلت ودانشمندی اور تبحر علمی میں اس بندہ سے بدرجہا افضل واعلیٰ ہیں ۔ فنون مذکورہ، تحصیل کتب، تحریر و مطالعہ، مناظرہ اور تصنیف کتب میں خان صاحب موصوف کے درجہ کو نہیں پہنچتا ۔ بلکہ جب میں اپنے حال پر غور کرتا ہوں اور راہ انصاف پر چلتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں ان مدارج تک پہنچنے سے جو خان صاحب ممدوح کو اس وقت حاصل ہیں قاصر ومایوس ہوں" ۔ [1]

ان حوالوں سے حضرت مولانا رشیدالدین رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ خُوب واضح وظاہر ہو جاتا ہے، آپ اپنے وقت کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز

---

[1] دفاع، ص 113، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے مولانا رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے، حضرت مولانا رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اسماعیل دہلوی وعبدالحیٔ بڈھانوی کے افکار وخیالات پر اعتراض کرنا اور بغرض مناظرہ جامع مسجد دہلی میں تشریف لے جانا بھی ان دونوں اشخاص یعنی اسماعیل دہلوی وعبدالحیٔ بڈھانوی کی اخلاقی شکست تھی علاوہ ازیں دیوبندی موصوف مولانا رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی واسم گرامی پر غور کریں، یہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ ارادت وتلمذ سے تعلق رکھنے والے فرد نہیں بلکہ گلشن عزیزی کے ہی ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں اور خانودہ ولی اللّٰہی کے تعلیم یافتہ وفیض یافتہ ہیں جو کہ خانوادہ ولی اللّٰہی کے مسلک وعقیدہ معمولات ورسم ورواج و بُود باش سے بخوبی آگاہ تھے۔

آپ کے والد مولانا امین الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ وہابیہ کی مسلمہ کتاب "الحیاۃ بعد المماۃ، ص 208" میں بحوالہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ لکھا گیا ہے کہ:

"انہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر لے لی تھی (مطلب یہ کہ ان کی تحریر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وافکار کی جھلک نظر آتی تھی) اس قدر جید عالم کا اسماعیل دہلوی اور عبدالحیٔ کے عقائد ونظریات پر نکیر کرنا یہ ظاہر کررہا تھا کہ ان دونوں کے عقائد ونظریات ولی اللّٰہی خاندان کے عقائد ونظریات کے مطابق نہیں تھے یعنی مسلکِ اہلِ سنّت وجماعت کے برخلاف تھے۔

چلو خیر یہ تو دہلی کا ایک مناظرہ ہوا وگرنہ بغیر مناظرہ کے ہی رشید المتکلمین کا بڈھانوی واسماعیل دہلوی پر نکیر کرنا ایک ایسی حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے عقائد وہابیہ وعقائد اہل سنت میں امتیاز قائم ہوجاتا ہے

شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

مناظرہ دہلی میں حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام فریقین کی کتابوں میں اسی طرح مرقوم و مسطور ہے جس طرح حضرت رشید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے، خُود دیوبندی موصوف کی نقل کردہ روئیداد میں بھی حضرت مولانا رشید الدین کے ساتھ حضرت شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی موجود ہے، ملاحظہ کریں دفاع ،ص 113۔

چنانچہ ہم چاہتے ہیں کہ کچھ مختصر تعارف ان کا بھی پیش کردیا جائے، ملاحظہ فرمائیں:

"فرزند شاہ رفیع الدین، مدرسہ رحیمیہ کے عالی مرتبت مدرس، شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی کے استاذِ گرامی، تعلیم وتربیت والد ماجد اور دونوں چچاؤں سے حاصل کی، بیعت شاہ عزیز سے سلسلہ قادریہ میں کی۔

عہد تعلم ختم کرکے اپنے آبائی دار العلوم میں تفسیر وحدیث کے درس کا منصب اختیار کیا اور طویل عرصہ تک اس فرض کو بحسن خوبی انجام دیتے رہے، شاہ محمد اسحاق کی ہجرت حرم کے بعد تدریس کے ساتھ مدرسہ کے اہتمام کا بار بھی اپنے بھائی شاہ محمد موسیٰ کے ساتھ اُٹھایا ،۱۷۹۷ء سے شاہ عزیز کی وفات تک مسلسل ۲۵ سال ان کے درس قرآن کی مجالس میں تلاوت قرآن مجید کرتے رہے۔ مولاناؒ بڑے صاحب کمال، علم ظاہر و باطن میں بے مثال تھے۔ (ص ۱۸ مقالات طریقت) آپ کے اوقات ایسے مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیاء کرام کے اوقات ہوں گے (ص ۳۸ ٤ حیات ولی طبع اول)

ایک مدت دراز تک تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔۔۔آخر میں گوشہ نشین ہوگئے اور اولیاء کرام کی سی زندگی بسر کرنے لگے اور بجز عبادت الٰہی اور تقوی کچھ کام نہ رہا۔ (ص ۵۸۹ واقعات دار الحکومت دھلی) از بس کہ طبیعت عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا ہے۔ ایک عرصہ ہوا کہ سر رشتہ تدریس کو ہاتھ سے دے کر گوشہ نشین ہیں۔ (ص ٤ ۷ تذکرہ اہل دہلی طبع کراچی) [1]

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ،ص 178، مجلس اشاعت اسلام (مسلک شاہ ولی اللہ)، لاہور۔

حضرت شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ ولی اللٰہی کے ایک ممتاز فرد تھے، آپ حضرت شاہ رفیع الدین کے بیٹے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے ،جس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا آفتابِ علم ہندوستان کے شرق و غرب کو روشن کر رہا تھا اُسی وقت اِس آفتاب و مہتاب کی کرنیں حضرت شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے گوہر نایاب پر بھی پڑ رہی تھیں، اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت با برکت نے اِس دُرِّ نایاب کو مزید مصفا و مجلہ بنا دیا تھا، آپ کا سینہ علومِ ولی اللٰہی کا گنجینہ بن چکا تھا ،پس ایسے شخص کا اسماعیل دہلوی اور بڑھانوی کے نظریات کے خلاف میدان مناظرہ میں علماء اہل سنت کے ہمراہ آنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ دہلوی و بڑھانوی کے نظریات وہ نہیں تھے جو کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان، اُن کے مریدین، متوسلین اور تلامذہ کے تھے۔

پس اس صورت میں بھی وہابیوں کی اخلاق شکست ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے اہلِ سنّت سے ہٹ کر جداگانہ راہ اختیار کی تھی، ان دونوں کے عقائد و نظریات کو سیّد احمد رائے بریلی کا شاخسانہ تو قرار دیا جاسکتا ہے مگر اہل سنّت و جماعت کے عقائد و نظریات نہیں کہا جاسکتا۔

اس کے علاوہ حضرت شاہ مخصوص اللہ کی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے پچیس سالہ رفاقت اور پھر تدریس کا اعتراف وہابیوں کو بھی ہے جس کا حوالہ سابق میں گزر چکا ہے۔

حضرت شاہ محمد موسی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

اس مباحثے میں ایک نمایاں نام صاحبزادہ حضرت شاہ محمد موسی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی موجود ہے، ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:

"شاہ رفیع الدین کے فرزندِ گرامی شاہ محمد موسی، ولی اللٰہی خاندان کے متاخرین میں ایک نمایاں شخصیت تھے!

آپ کا سن ولادت تو نظر سے نہیں گزرا لیکن امیر الروایات میں یہ روایت درج ہے کہ آپ عمر میں شاہ محمد اسماعیل سے بڑے تھے اس لئے ۱۱۹۳ھ، ۱۷۷۹ء سے قبل پیدا ہوئے ہوں گے جو شاہ محمد اسماعیل کا سن ولادت ہے۔

علوم ظاہر و باطن کی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور عمین مکرمین سے حاصل کی اور اپنے اسلاف کی شہرہ آفاق درس گاہ میں تدریس کی خدمت انجام دینے لگے، شاہ عبد العزیز کے وصال (۱۸۲۳ء) کے بعد مدرسہ رحیمیہ کا تعلم ان کے نواسے اور جانشین شاہ محمد اسحاق نے سنبھال لیا تھا، ان کی ہجرت حجاز (۱۲۵۸ھ) کے بعد شاہ محمد موسی پر تدریس کے ساتھ نظم کا بار بھی آپڑا جسے یہ حتی الوسع نبھاتے رہے۔

وہابیت کے رد میں رسالے آپ کی یادگار ہیں مگر دونوں غیر مطبوعہ ہیں (۱) حجۃ العمل فی ابطال الجہل، فارسی زبان میں۔ یہ رسالہ ۶۰ اوراق (۱۲۰ صفحات) پر مشتمل ہے اور اختتام تالیف کی تاریخ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) ہے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ ان کی نظر سے گزرا ہے (۲) مولانا فیض احمد بدایونی نے اپنے رسالہ فیض عام میں اس رسالے کے تقریبا تین صفحات نقل کئے ہیں۔ (۳) مولانا بدایونی کا بیان ہے کہ شاہ محمد موسی نے ایک رسالہ "در تحقیق استعانت" بھی لکھا تھا"۔[1]

حضرت شاہ محمد موسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے اور دہلی کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا، آپ نے بھی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کافی استفادہ کیا تھا، "ملفوظات شاہ عبد العزیز" میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے پوچھے گئے سوالات بھی موجود ہیں، آپ فکری و نظریاتی طور پر ولی اللہی خاندان کے نظریات و خیالات سے وابستہ تھے اور آپ کو ایسا

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص 182۔ 183 مجلس اشاعت اسلام (مسلک شاہ ولی اللہ)، لاہور

تَصَلُّب حاصل تھا کہ آپ نے وہابیانہ نظریات کے خلاف دو رسالے بھی تصنیف کیے تھے اور مناظرہ دہلی میں آپ نے علمائے حق کی معاونت میں وہابیہ کے خلاف کافی سرگرمی بھی دکھائی تھی۔ان کا بھی مناظرے میں اسماعیل وبڈھانوی کے خلاف نکل آنا وہابیہ کی شکست کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

مولانا منور الدین رحمۃ اللہ علیہ ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا خیر الدین دہلوی کے نانا تھے،ابوالکلام آزاد نے ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کیا ہے جنہوں نے اسماعیل دہلوی کے رد میں کافی سرگرمی دکھائی،اس موقع پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ مختصر تعارف ان کا بھی ذکر کر دیا جائے،ملاحظہ فرمائیں:

"انہوں نے ابتدائی تعلیم علمائے لاہور سے حاصل کی،یہ زمانہ وہ تھا کہ دلی میں شاہ عبد العزیز صاحب کا حلقہ درس نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلامی کے لئے ایک تعلیمی مرکز کا حکم رکھتا تھا،اور دُور دُور سے تشنگان علم آتے اور اس سرچشمے سے سیراب ہوتے تھے۔

مولانا منور الدین کے لئے اگرچہ لاہور میں پورا سامان تعلیم موجود تھا،لیکن ان کا شوق علم اس پر قانع نہ تھا،شاہ صاحب کے فضل وکمال کی خبریں تمام پنجاب میں پھیلی ہوئیں تھیں۔ اس کو بھی شوق ہوا کہ وہیں جا کر علوم کی تکمیل کریں،لیکن ان کے والد نے سخت مخالفت کی کیونکہ انہیں اپنے سے جدا نہ کرنا چاہتے تھے اور چونکہ ان کی حیثیت ایک رئیس کی تھی انہوں نے کہا ہم گھر بیٹھے اچھے اچھے مولویوں کا بندو بست کر سکتے ہیں تم باہر نہ جاؤ۔

جب انہیں اس طرف سے مایوسی ہوئی،تو فیصلہ کیا کہ مخفی گھر سے نکل جائیں اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سترہ برس کی تھی،چنانچہ ایک دن تنہا گھر سے نکل گئے اور روانگی کے وقت جو کچھ پاس تھا وہی ساتھ لے لیا۔۔۔۔اس طرح مولانا منور الدین دہلی پہنچے اور شاہ عبد العزیز صاحب کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے ان کے ہم درس مولوی رشید الدین،مولوی

برہان الدین، مولانا اسماعیل شہید، شاہ احمد سعید اور مولانا محمد وجیہ وغیرہ تھے اور یہ جماعت شاہ صاحب کے اوّلین حلقہ تلامذہ کی تھی۔

مولانا منورالدین برابر تحصیل میں مشغول رہے اور مکان پر کسی کو اپنی خبر نہ دی، یہاں تک کہ چھ سال بعد جب والد کے شہید ہونے کی خبر آئی تو قصور واپس گئے اور وہاں سے اپنے اعزہ کو لاکر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

تکمیل کے بعد خود اپنا حلقہ درس قائم کیا جو تھوڑے ہی عرصہ میں اتنا مشہور ہوگیا کہ بنگال اور دوسرے اطراف ہند سے طلبہ آ آ کر فیض یاب ہونے لگے۔۔۔ بالآخر جب ان کی شہرت بہت ہوئی اور علم کے علاوہ سلوک وطریقت میں بھی مشہور ہوئے، جس کا سلسلہ انہیں اپنے والد اور شاہ عبدالعزیز سے پہنچا تھا، تو شاہ عالم ثانی کے عہد آخر میں ان کو مغلیہ سلطنت کا رکن المدرسین بنایا گیا۔۔۔

رکن المدرسین اس عہد میں ایک طرح کی وزارت تعلیم تھی۔۔۔

مولانا اسماعیل شہید کے ساتھ ان کا جو شدید اختلاف بلکہ مخالفت ہوئی، اس کی بابت جو بھی رائے قائم کی جائے، تاہم اس کا تفصیل سے دکھانا ضروری ہے، جس سے مولانا منورالدین کا اپنے عقائد میں تصلب، جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے، اس کے احقاق میں سرگرمی اور جسے باطل سمجھتے تھے اس کے ردو ازالے میں ان تھک ہمت ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔

شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے "تقویۃ الایمان" اور" جلاء العینین " لکھی، اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی، ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی، متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲٤۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا، تمام علمائے ہند سے فتوی مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتوی منگایا۔۔۔

مولانا منورالدین نے اس مباحثے کا حال خود قلم بند کیا ہے۔[1]

ابُو الکلام آزاد کے بیان کردہ اس تعارف سے حضرت مولانا منورالدین صاحب کی علمی وجاہت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے، اور بقول آزاد آپ ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے مناظرہ دہلی کے اندر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، ان افراد کے علاوہ اس مناظرہ میں دیگر کثیر تعداد میں علماء کرام بھی موجود تھے ان میں سے ہر ایک کا تعارف پیش کرنا باعثِ طوالت ہے، صرف انہی چار علماء کے تعارف پر اکتفا کیا گیا ہے جن کا علمی دبدبہ وشہرت خود دیابنہ ووہابیہ کو بھی مسلم ہے۔

اس تعارف کا مقصد یہ تھا کہ اسماعیل دہلوی اور بڈھانوی نظریات کی تردید کرنے والے کوئی عام لوگ نہ تھے اور نہ ہی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ تلمذ وارادت سے وابستہ افراد تھے بلکہ اپنے وقت کے شہرہ آفاق عالم اور بے نظیر متکلم ومناظر تھے اور ان کا سلسلہ تلمذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر منتہی ہوتا ہے، یعنی یہ علماء حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات کے خوشہ چینوں میں شامل تھے اور خاص طور پر حضرت شاہ مخصوص اللہ اور شاہ محمد موسیٰ علیہما الرحمۃ تو اسماعیل دہلوی کے چچازاد ہونے کے ساتھ ساتھ باعتبار علم وعمر بھی اس سے فائق تھے۔

پس ان اساطین علم وفضل کا دہلوی وبڈھانوی نظریات کی مخالفت کرنا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں افراد یعنی دہلوی وبڈھانوی جادہ حق سے منحرف ہو کر اپنا ایک نیا مکتبہ فکر قائم کر چکے ہیں، اور اسی نئی تعبیر وتشریح کا نام (جو جادہ حق سے انحراف کی صورت میں ظاہر ہوئی) وہابیت ودیو بندیت ہے۔

مناظرہ دھلی کا موضوع

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص 27 سے 36، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ۔

ممدوحِ دیابنہ ابوالکلام آزاد صاحب اِس مناظرہ کے موضوعات کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

" بحث ان تمام مسائل پر تھی جو تقویۃ الایمان کی وجہ سے چھڑ گئے تھے، مثلاً امتناع نظیر خاتم النبیین، حقیقت بدعت، شہداء و قبور اموات سے استغاثہ، واستمداد، رفع الیدین، حقیقت شرک، توصل (توسل) الی غیر اللہ، ما اھل بغیر اللہ میں تسمیہ کا اعتبار عند الذبح یا اہلال"۔ [1]

اس حوالہ سے دیوبندی موصوف کے اس دعوی کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ:

" تعجب کا مقام ہے ایک طرف تو بریلوی کہہ رہے ہیں کہ ساری شورش سارا فساد تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہوا سارے علماء تقویۃ الایمان کی وجہ سے مخالف ہوئے مگر جب اس شورش کو ختم کرنے کا وقت آیا تو تقویۃ الایمان کا نام بھی نہ لیا اور محض فروعی اختلاف پر مجمع جمع کر کے قوم کا وقت برباد کیا گیا"۔ [2]

اس حوالہ سے مزید یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مناظرہ دہلی کے بنیادوا نعقاد کی وجہ " تفویۃ الایمان" والے نظریات تھے اور انہی کو ہی زیر بحث لایا گیا تھا اور ضمناً ایسی باتوں پر بھی بحث چھڑ گئی جو کسی نہ کسی طرح اسماعیل دہلوی و بڑھانوی سے تعلق رکھتی تھی۔

مناظرہ میں موجود افراد کی تعداد

اس سلسلہ میں خود دیوبندی موصوف کی بیان کردہ روئیداد میں موجود ہے کہ:

" واقعہ مذکورہ میں مجمع اس قدر تھا کہ ہزاروں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے (خانقاہ قلندریہ لاہرپور کی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تیسری روئیداد میں سب سے آخر میں درج ہے کہ اس مناظرہ میں اکابر علماء اور طلبا پانچ ہزار کا مجمع تھا اور پانچ ہزار کے مجمع میں دستخط صرف مولانا عبدالحئ

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص 36۔

[2] دفاع، ص 132۔

نے کیے)"۔[1]

اور اسی طرح صاحبِ "سیف الجبار" نے لکھا ہے کہ: "مجمع بے شمار خاص و عام امیر وفقیر کا ہوگیا، کوتوال بھی بندو بست کے واسطے آگیا"۔[2]

تبصرہ : فریقین کی نقل کردہ روئیداد سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مناظرہ میں بے شمار اکابر علماء وطلبا نے شرکت کی اور اس مجمع میں عوام وخواص بھی موجود تھے، ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد پانچ ہزار بتلائی گئی ہے، یعنی یہ اپنے وقت کا ایک بہت بڑا مناظرہ تھا اور حیرت کی بات یہ ہے کہ خود دیوبندیوں نے اعتراف کیا ہے کہ دستخط صرف عبدالحیٔ نے کیے ،یعنی اس قدر انبوہ میں سے کوئی بھی عالم وطالب، عام وخاص دہلوی و بڈھانوی نظریات کی حمایت کرنے والا نہ تھا اور ان میں اکثر وہ لوگ تھے جن کو شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز رحمہا اللہ کی صحبتیں، وعظ ونصیحت کی محفلیں نصیب ہوچکی تھیں مگر کوئی ایک آدمی بھی یہ کہنے والا موجود نہیں تھا کہ بڈھانوی ودہلوی کے نظریات خاندان ولی اللٰہی کے موافق ہیں، اس سے بڑھ کے اور کون سی دلیل ان لوگوں کی شکست کی ہوسکتی ہے۔

تنقید بر روئیداد بُڈھانوی

دیوبندی موصوف نے جو عبدالحیٔ بڈھانوی کی روئیداد نقل کی ہے اس میں سے تقریباً تمہید نہم تک مناظرے سے متعلق کوئی خاص چیز نہیں (سوائے صاحبزادگان اور مولانا رشید الدین دہلوی صاحب کے ذکر کے، یعنی ایک سو سات صفحہ سے لے کر ایک سو چودہ صفحہ تک)

تنقید اول : مولوی عبدالحیٔ بڈھانوی کی حیلہ سازی

دیوبندی موصوف بحوالہ بڈھانوی رقم طراز ہیں کہ:

---

[1] دفاع،ص 113۔

[2] سیف الجبّار،ص 88۔

"اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے مجھے بالکل کوئی خبر نہیں تھی اکثر ایک پاس دو گھڑی ،دو پہر میں تقریباً چار پانچ گھڑی باقی رہنے تک (جامع مسجد کے اندر) میری مجلس درس وعظ چلتی تھی اس روز جبکہ درس سے فراغت ہوگئی ایک شخص نے ایک کاغذ پیش کیا کہ آپ کی اور مولوی محمد اسماعیل کی مہر اس کاغذ پر مطلوب ہے اس کاغذ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند سوالات مع جوابات چند مہروں سے موثق ہیں میں نے مہروں کو گنا نہیں اور نہ میں نے کسی کو پڑھا تقریباً وہ مہریں پندرہ ہوں گی ،ان سوالات وجوابات کا میں نے یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کر کے کہا میں بعض امور مرقومہ کی تحقیق وتفصیل کے بغیر مہر نہیں لگا سکتا، رہے مولوی محمد اسماعیل صاحب وہ خود مختار ہیں ،پھر میں نے کہا اس شہر میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں اور اتنی فرصت بھی نہیں ہے کہ آپ حضرات سے اس حال میں گفتگو کی جائے۔ایک شخص نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کاغذ سفر میں آپ کے ساتھ رہے جبھی فرصت حاصل ہو تو اس تفصیل کے بعد جو منظور ہو مہر لگا دی جائے بعض لوگوں نے کہا کہ اس وقت اس کاغذ کو اپنے مکان پر لیے جائیے (اور سفر سے پہلے پہلے) جب بھی فرصت ملے اس کام کو انجام دے دیں (اس بات چیت میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا ہوگا)۔[1]

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ بڈھانوی صاحب نے حیلہ سازی سے کام لیا یعنی کبھی وہ سفر کا بہانہ کرتے اور کبھی فرصت نہ ہونے کا ،ان کو تو اتنا بھی کہا گیا کہ اس کاغذ کو آپ رکھ لیں ،فرصت حاصل ہو تو جو منظور ہو مہر لگا دیجئے گا،لیکن بڈھانوی صاحب حیلہ سازی سے کام لیتے رہے،جس میں دیوبندی موصوف کے بقول ایک گھنٹہ لگ گیا ہوگا ،عبد الحئ بڈھانوی صاحب نے ان علماء کا نام ذکر نہیں کیا جن کی مہروں سے سوالات مزین تھے ،یہاں پر ہم ان ناموں میں سے چند نام ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں

[1] دفاع،ص 114،مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

" حضرت مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: اور مجلس جامع مسجد کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک استفتاء مرتب ہوا بمہر و دستخط مولوی رشید الدین خان صاحب، ومولوی فضل حق صاحب، ومولوی مخصوص اللہ صاحب، ومولوی موسیٰ صاحب، ومولوی محمد شریف صاحب، ومولوی عبداللہ صاحب، وآخون (اخوند) شیر محمد صاحب کہ صبح کے وقت منگل کے دن انیسویں ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو کہ مولوی عبدالحئ جامع مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے" ۔ [۱]

یعنی اسماعیل دہلوی اور عبدالحئ بڈھانوی سے سوالات کا جواب طلب کرنے والے اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے جن میں سے چند کا تعارف سابقہ صفحات میں رقم کر دیا گیا ہے مگر ان میں ایک نمایاں نام اخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر تعارف اُن کا بھی ہدیہ قارئین ہوجائے:

"کان من تلامذۃ الشیخ العلامۃ عبد القادر بن ولی اللہ الدھلوی المتوفی سنۃ ۱۲۳۶ھ (و کذا والصوب ۱۲۳۰ھ) ۔ وکان مشارکا للشیخ الجلیل مولانا اسماعیل الشھید فی قراءۃ صحیح البخاری وتفسیر البیضاوی علیہ ، وکان المفتی محمد سعد اللہ المرادآبادی الرامفوری من تلامذتہ وتوفی سنۃ ۱۲۵۷ھ ، حین کان عمرہ ثمان وثمانین سنۃ "۔ [۲]

شیخ اخوند شیر محمد قندھاری متوفی ۱۸۴۱ء

شیخ اخوند مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲۰ء کے شاگرد تھے۔ افغانستان میں پیدا ہوئے تحصیل علم کی جستجو میں ہندوستان آئے اور دلی میں مسجد اکبرآبادی میں مولانا شاہ عبدالقادر سے صحیح بخاری وتفسیر بیضاوی کا درس لیا۔ فراغت کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی۔ شیخ غلام علی مجددی سے سلسلہ نقش بندیہ میں بیعت تھے۔ خلافت کا مرتبہ پانے کے باوجود

---

[۱] سیف الجبار، ص 88۔

[۲] حاشیہ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود، ج 1 ص 52، المجمع العلمی کراتشی۔

سلسلہ پیری مریدی جاری نہیں کیا۔سرسیدؒ نے" آثارالصنادید" میں لکھا ہے:" آخرعمر میں سکونت ہندوستان سے دل برداشتہ ہوکر بارادہ ہجرت اورارادہ حج کے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے تھے کہ اثنائے راہ میں انتیسویں ماہ صفر ۱۲۵۷ھ(۱۸۴۱ء) میں نقد حیات کو متقاضیان اجل کے سپرد کردیا"۔

مفتی محمد سعد اللہ نے ان سے کافیہ شرح ملا جامی مع حاشیہ عبدالغفور، زواہد ثلاثہ اورشرح شمسیہ قطب الدین رازی پڑھیں۔مفتی صاحب کے علاوہ سید محمد نذیرحسین نے بھی ان سے تلمذکیا۔[۱]

ان حوالوں سے ظاہرہوتا ہے کہ حضرت مولا ناآخوندشیرمحمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ممتاز حیثیت کی حامل تھے نہ صرف یہی بلکہ اسماعیل دہلوی کے ہم درس وہم کلاس بھی تھے انہوں نے بھی ان دونوں افراد یعنی دہلوی وبڈھانوی سے جوابات طلب کئے تھے ، بڈھانوی صاحب نے اگرچہ کم ازکم پندرہ مہروں پراکتفا کیا ہے اور بوجہ اختصار لکھی گئی روئیدادوں میں بھی سب کا تذکرہ ہمیں دستیاب نہیں ہوسکا، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا کہ مہروں سے سوالات کومزین کرنے والے افراداپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھےاور وہ ان دونوں یعنی بڈھانوی ودہلوی کے عقائدکومشکوک سمجھتے تھے،اس لئے انہوں نے بروقت کاروائی کرتے ہوئے استفتاء مرتب کر کے بڈھانوی ودہلوی سے جواب طلب کیا،مگر بڈھانوی نے دیگر حیلہ سازیوں کےساتھ ایک حیلہ سازی یہ بھی کی کہ" میں بعض امورمرقومہ کی تحقیق وتفصیل کے بغیرمہرنہیں لگا سکتا"۔[۲]

حالانکہ یہ مسائل وہ تھے جن کا ذکر بار بار ہوتا تھا جیسا کہ مولا نا رشیدالدین خان دہلوی رحمۃ

---

[۱] مفتی محمد سعداللہ کی علوم عربیہ میں خدمات، مقالہ پی ایچ ڈی، مقالہ نگار:تبسم صابر،نگران: ڈاکٹرعبد الجبارقاسمی، شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ، ۲۰۰۸ء۔

[۲] دفاع،ص 114۔

اللہ علیہ کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے:

" مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی ممدوح نے فرمایا کہ جتنے مسائل مرقومہ ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے، لہٰذا تاخیر نہیں ہونی چاہئے"۔ [1]

یعنی عبدالحئ بڈھانوی صاحب حیلہ سازی کر کے مناظرے سے بھاگنا چاہتے تھے، مگر علماء اہل سنّت نے انہوں دبوچ لیا، حقیقت امر یہ ہے کہ بڈھانوی صاحب مع اسماعیل دہلوی مناظرہ کرنا ہی نہیں چاہتے تھے، چنانچہ حضرت فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

" مولوی رشید الدین خان صاحب و مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی موسیٰ صاحب مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے اور مولوی محمد شریف وغیرہم علماء وطلباء خاص وعام حوض پر مجتمع ہوئے، جب مولوی عبدالحئ وعظ کہہ چکے عبید اللہ طالب علم نے استفتاء پیش کیا کہ اپنی مہر اس پر کر دیجئے، مولوی عبدالحئ نے کہا میں نہیں مہر کرتا، میں کچھ نہیں جانتا، اس نے کہا یہی لکھ دیجئے اور اصرار کیا، مولوی عبدالحئ نے انکار کیا اور ملال ظاہر کرنے لگے، مفتی محمد شجاع الدین علی خان صاحب نے کہا کہ اس کا تصفیہ ضرور ہے کہ بڑا اختلاف پڑ گیا ہے، مرزا غلام حیدر شہزادے طالب علم کی تکرار سے رنجیدہ ہوئے اور مولوی عبدالحئ وغیرہ کو مجمع علماء میں واسطے مناظرہ کے لائے، مجمع بے شمار خاص وعام، امیر وفقیر کا ہو گیا، کوتوال بھی بندوبست کے واسطے آ گیا، پھر مولوی عبدالحئ نے فاضلوں سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو کسی نے کہا کہ آپ کے بُلانے کے موافق کہ ہر روز کہا کرتے تھے کہ جس کو تاب مناظرہ کی ہو ہمارے سامنے آئے، سن کر چپ ہو گئے، مولوی مخصوص اللہ نے کہا کہ ہم بموجب حکم خُدا کے آئے ہیں کہ حق ظاہر ہو جائے۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم ہمارے استادوں کو بُرا کہتے ہو۔ بولے کہ میں نہیں کہتا۔

---

[1] دفاع، ص 115۔

مولوی موسی نے کہا کہ یہ ایسے مسئلے نئے بتاتے ہیں کہ اُن سے بُرائی اُستادوں کی ہوتی ہے۔ پُوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا کہ مثلاً قبر کے بوسے کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے۔ مولوی عبدالحیؒ نے انکار کیا۔ کسی نے کہا: لکھ دو تا کہ تمہارے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب کی جائے۔ مولوی عبدالحیؒ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھ دیا، بوسہ دہندہ قبر مشرک نیست"۔ [1]

دیوبندی موصوف کی لکھی ہوئے تمہید دہم کے تناظر میں اس حوالے کو دیکھا جائے تو پھر حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں دیابنہ کے نزدیک بھی صحیح ثابت ہوتی ہیں کہ عبدالحیؒ بڈھانوی مہر لگانے سے گریزاں تھا مناظرے سے فرار اختیار کرنے کے لئے، فرصت نہ ہونے اور مسافری کا بہانہ پیش کر رہا تھا، یہ تو اسے مغل شہزادے غلام حیدر کی وجہ سے مجمع علماء میں مناظرے کے لئے آنا پڑا۔

دیوبندی موصوف نے بھی مسجد کے حوض کے پاس مشارالیہم علماء سے گفتگو کا لکھا ہے اور " سیف الجبار" میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور دیوبندی موصوف کی نقل کردہ روئیداد میں صاحبزادگان (شاہ مخصوص اللہ وشاہ محمد موسی) سے ملاقات کا تذکرہ ہے، اور" سیف الجبار" میں بھی ان دونوں بزرگواروں کی گفتگو کا تذکرہ موجود ہے، مگر نہ جانے کیوں بڈھانوی صاحب نے ان دونوں صاحبزادوں کی گفتگو کو حذف کر دیا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بڈھانوی صاحب اگر ان صاحبزادوں کی گفتگو نقل کرتے تو اس کا بنا بنایا سارا کھیل بگڑ جاتا، مگر اللہ تعالی کی شانِ قدرت دیکھئے کہ خُود بڈھانوی صاحب ایسی باتیں اپنی روئیداد میں نقل کر گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں صاحبزادے بھی ان کے مخالف تھے۔

---

[1] سیف الجبار، ص 89۔

تنقید دوئم:

ایک طرف بڈھانوی صاحب سفر اور فرصت نہ ہونے، یکسوئی تحقیق وتفصیل کا بہانہ بنا رہے تھے لیکن دوسری جانب صاحبزادگان سے یہ کہا:

" آپ لوگ میرے صاحبزادے ہیں اور میں آپ سے برادری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں، جس وقت بھی آپ یاد فرماتے تو آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہوجاتا) اور اگر خُود آپ غریب خانہ پر آدھی رات کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کرر ہا ہوں"۔[1]

ان دونوں باتوں کو آپ ملاحظہ فرمائیں ایک طرف تو مناظرہ نہ کرنے کے لئے حیلہ سازی کی جارہی ہے، دُوسری جانب چکنی چپڑی باتیں بھی کی جارہی ہیں ۔صاحبزادے آدھی رات کے اندھیرے میں نہیں بلکہ دن کے اُجالے میں بحث ومباحثہ کرنے آئے ، پھر کون سا بڈھانوی صاحب نے اُن کی باتوں کو تسلیم کرلیا۔

تنقید سوئم:

بڈھانوی صاحب ایک طرف سوالات کے جوابات پر مہر لگانے کے لئے وقت طلب کر رہے تھے، جیسا کہ تمہید دہم میں مرقوم ہے، دُوسری جانب یہ شکایت بھی اُن کو تھی کہ" میں نے دوستوں سے شکایت کی کہ اس طرح کے سوال و جواب سے جو اس وقت کئے جارہے ہیں کیا نفع ہے؟ مناسب یہ تھا کہ جس وقت مہر کنندگان جمع ہوئے تھے اُس وقت ہم کو بھی بُلا لیا جاتا"۔[2]

ظاہر ہے کہ بڈھانوی صاحب اُس وقت بھی حیلہ سازی اور لیت ولعل سے کام لیتے۔ جب

---

[1] دفاع،ص 116۔

[2] دفاع،ص 116۔

وہ وقت مانگ رہے ہیں تو پھر پہلے بُلانے کا کیا فائدہ ہوتا،اس وقت بھی فرصت نہ ہونے ،سفراور تحقیق وتفصیل کا بہانہ کرتے، یعنی بڈھانوی صاحب کی یہ شکایت بھی بے جاتھی جس کا ازالہ حضرت مولانا رشیدالدین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کر دیا کہ "اس موجودہ اجتماع سے غرض یہ ہے کہ عوام،خواص بھی آپ کا کلام سُن سکیں"۔[۱]

بڈھانوی صاحب کی یہ محض دفع الوقتی تھی، وہ ہرصورت مناظرے کے شکنجے سے باہر نکلنا چاہتے تھے۔اُن کو مناظرے سے پہلے بارہا سمجھایا بھی گیا تھا،جس کی جانب ابوالکلام آزاد نے بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ آزاد کی کہانی میں مرقوم ہے کہ:

" ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداء میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اورشاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحیٔ کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہرطرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے، اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا،جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحیٔ تھےاوردوسری طرف مولانا منور الدین اورتمام علمائے دہلی"۔[۲]

پس معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی و بڈھانوی صاحب کونصیحت وفہمائش کی گئی تھی لیکن جب وہ نہ مانے تو مناظرے کی نوبت آئی۔بہرحال عبدالحیٔ بڈھانوی صاحب کی یہ تمام حیلہ سازیاں تھیں اورمناظرے سے جان چھڑانے کا طریقہ۔

تنقید چهارم:

اسی طرح کی چکنی چپڑی باتیں بڈھانوی نے مولانا رشیدالدین صاحب سے بھی کیں،جن میں دوستی، شناسائی، اخلاص کے تعلق کا بھی ذکر کیا، اوراس بات کو اِتناطُول دیا کہ بحث و تکرار بڑھنے لگی،بالآخرا کابرومعززینِ شہر نے اس کا تصفیہ کیا،چنانچہ خُوددیوبندی موصوف

---

[۱] دفاع،ص 116۔

[۲] آزاد کی کہانی خودآزاد کی زبانی،ص 36۔

کی نقل کردہ روئیداد میں موجود ہے کہ:

" جب اس سلسلہ میں بحث وتکرار بڑھی تو بعض اکابر ومعززین شہر نے فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی اس بندہ ضعیف کا خان صاحب سے شکایت کرنا درست نہیں اور عذر بھی معقول نہیں، بات بڑھانے سے کیا فائدہ"۔ [1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بڈھانوی صاحب رشتہ داری کے تعلقات، شناسائی اور واقفیت کے معاملات کو سامنے رکھ کر مناظرے سے فرار چاہ رہے تھے۔ بڈھانوی صاحب کی ایسی غیر معقول باتوں کو اکابرین ومعززینِ شہر نے بھی مسترد کردیا۔

تنقید پنجم:

بڈھانوی صاحب کی بیان کردہ روئیداد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بڈھانوی صاحب کی مجلسِ درس میں شریک رہنے والے بڈھانوی صاحب کے شاگرد اور مخلص یہ کہتے تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی راہ نعوذ باللہ جہنم کے راہ تھی، علماء اہلِ سنت کی سخت گرفت کے بعد بڈھانوی صاحب نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام طحاوی وکرخی رحمۃ اللہ علیہما کی مثل قرار دیا" [2]

حالانکہ بڈھانوی کے فدائیوں اور مخلصوں کا یہ مقولہ حضرت رشیدالدین رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ چکا تھا اور آپ نے بطورِ گواہ اُس آدمی کو نام لے کر بھی پکارا تھا۔

مناظرہ دھلی سے اسماعیل دھلوی کا فرار

مناظرہ دہلی کے حوالہ سے جو بھی رُوئیدادیں قلم بند کی گئی ہیں اُن میں یہ تصریح موجود ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب اِس مناظرہ میں موجود تھے اور اُنہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی، گو

---

[1] دفاع،ص 116۔

[2] دفاع،ص 117۔

الفاظ کا تفاوُت ہومگر مقصد ومفہوم ایک ہی جیسا ہے ۔اسکے متعلق سب سے پہلے" سیف الجبار" کا حوالہ نقل کرتے ہیں اس کے بعد دیوبندی موصوف کی نقل کردہ روئیداد سے بھی حوالہ پیش کیا جائے گا۔حضرت فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:" مولوی اسماعیل نے پہلے ہی استفسار سے ارادہ کیا اُٹھ جانے کا ،مولوی رحمۃ اللہ نے کہا کہ ذرا تشریف رکھئے کہ جناب کے بھی دستخط اس تحریر پرضروری ہیں ،مولوی اسماعیل نے کہا کہ میں کسی کے باپ کا نوکرنہیں ہوں ، میرے واسطے محتسب لا اے مَردُود! میرے ساتھ سختی کرتا ہے ۔انھوں نے کہا کہ حضرت میں سختی نہیں کرتا،عرض کرتا ہوں ۔پھر مولوی اسماعیل نے کہا: میرے رسالہ کا جواب لکھ ۔مولوی رحمۃ اللہ نے کہا :رسالہ آپ کا میری بغل میں ہے، اگرفرمایئے اسی مجمع میں جواب عرض کروں؟ غصہ کھا کر کچھ نہ کہا۔ پھر مولوی رحمۃ اللہ نے کہا کہ جواب عقلی لکھوں یا نقلی ؟ کہا : جیسا چاہیئے ۔ پھر مولوی رحمۃ اللہ نے کہا کہ رد جواب اس کا لکھو گے؟ کہا کہ میں کسی کا محکوم نہیں ہوں ۔مولوی رحمۃ اللہ نے کہا کہ نئے عقیدے اپنے دل کے بنائے ہوئے کسی سے نہ فرمایئے،نہیں تو ابھی بحث کر لیجئے ۔مولوی اسماعیل اُٹھ بھاگے" ۔[1]

دیوبندی موصوف کی نقل کردہ رُوئیداد کا حوالہ ملاحظہ کریں:

" خانقاہ قلندریہ لاہرپُور کے نسخہ خطیہ میں مولانا عبدالحیؒ صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی رُوئیداد کے علاوہ دورسالے اور ہیں جن میں اسی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تفصیلی اور اجمالی روئیداد درج ہے، ان میں بھی چودہ سوالات کے جواب دہندہ مولانا عبدالحیؒ صاحب بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہے اور دستخط کنندگان میں بھی حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں ۔ یہ واضح رہے کہ ان دونوں رسالوں کا مرتب کوئی ایسا شخص

---

[1] سیف الجبار، 89۔90۔

ہے جو بین بین ہے اور کم از کم اُس کو مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات سے اختلاف نہیں ہے۔ اس رُوئیداد میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سوال و جواب کے وقت آ گئے تھے۔

مولانا عبدالحیٔ بُڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو گھر جانے کے لیے کہا۔ اس روئیداد کے الفاظ یہ ہیں: "مولوی عبدالحیٔ بمولوی اسماعیل صاحب؟ فرمودند" برادر شما بمکان خود بروید ،ہرچہ شدنی است برسرمن خواہد گذشت۔ شما چرا تکلیف می کشید" ۔(ترجمہ: مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ مکان تشریف لے جائیں جو کچھ گزرنا ہے، میرے سر گزرے گا، آپ کیوں تکلیف اُٹھائیں) جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے اُن سے کہا کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیے۔ آپ کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں۔ تو یہ کہہ کروہ چلے گئے" میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں" ۔[1]

فریقین کے ان دونوں حوالوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب اس مناظرہ میں موجود تھے اور ان کی (مولانا رحمت اللہ سے) جھڑپ بھی ہوئی اور علماء کے بھرے مجمع میں دہلوی صاحب نے الفاظِ بدتہذیبی و بدتمیزی بھی استعمال کیے، مثلاً مَرْدُود ، میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں (تھوڑے سے فرق کے ساتھ دیوبندیوں کی رُوئیداد میں بھی موجود ہے" میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں") پھر اسماعیل دہلوی صاحب علماءِ اہلِ سنت سے مناظرے کی تاب نہ لا کر دُم دبا کر بھاگے۔ اس سے بڑھ کر ذِلّت آمیز شکست کون سی ہو سکتی ہے!!

برصغیر کی تاریخ میں اہلِ سنّت و جماعت اور وہابیہ کے درمیان ہونے والا یہ پہلا مناظرہ تھا

[1] دفاع،ص 106۔

جس میں وہابیوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی اور اُن کے دہلوی صاحب نے راہِ فرار اختیار کی تھی۔

دیوبندی ناقدین نے بھی صاحب" سیف الجبار" کی رقم کردہ رُوئیداد سے ان الفاظ پر اختلاف کیا ہے کہ" شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں یہ نامناسب الفاظ کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں، مولوی فضل رسول بدایونی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں، جو اُن کے مزاج اور شاہ صاحب کے خلاف اُن کے جذبہ عناد کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم گمان نہیں کرتے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اس موقع پر اُن کی زُبان سے بے تمیزی کا یہ جملہ نکلا ہو، واللہ اعلم"۔[1]

یعنی اسماعیل دہلوی صاحب کا مناظرے سے بھاگ جانا خُود اِن کو بھی مسلم ہے، اور جو الزام انہوں نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا ہے وہ دُرُست نہیں، اس لئے کہ اسماعیل دہلوی کی طبیعت اور مزاج میں خُودسَری پائی جاتی تھی اور اُسے کسی معزز ومعتبر شخص کے ادب واحترام کا کوئی پاس ولحاظ نہ تھا، چنانچہ اُس کی اِس طبیعت کی تیزی کے متعلق خُود اُن کے عقیدت مندوں نے بھی گواہی دی ہے، حوالہ ملاحظہ کریں:

" شاہ اسماعیل بعض اوقات غصے میں بے قابو ہوجاتے تھے، چنانچہ گڑھی امان زَئی میں جو واقعہ پیش آیا وہ" سید احمد شہید" میں نقل ہوچکا ہے۔ دُرّانیوں کی طرف سے ایک کافر آیا، وہ اِنعام لینے کی غرض سے بالا خانے کی سیڑھی پر کھڑا ہوگیا جہاں سیّد صاحب مقیم تھے۔ شاہ صاحب نے اُسے نرمی سے ہٹانے کی کوشش کی تو وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ شاہ صاحب نے دو تین طمانچے مارے، ایک مرتبہ اُن کا ہاتھ سیڑھی میں لگا جو لکڑی کی تھی، ایک باریک ریشہ ہتھیلی میں چبا اور خون جاری ہوگیا عین اس وقت سید صاحب برآمد ہوئے خون دیکھ کر واقعہ

---

[1] دفاع، ص 107۔

پوچھا اور سنا تو فرمایا آپ کا غصہ بڑھ رہا ہے اسے دور کرنا چاہیے بعد ازاں شاہ صاحب نے منشی محمدی انصاری کے سامنے ندامت کا اظہار کیا، منشی صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالحئ کو بھی غصہ آتا تھا لیکن وہ راہ شریعت سے ادھر ادھر کبھی نہ ہوئے، غصے کے باوجود شرعی دلائل ان کی تمام باتوں پر غالب رہتے تھے، شاہ صاحب نے فرمایا مولانا کا غصہ آورد ہوتا تھا وہ اُمور شرعیہ پر بقصد و ارادہ غصہ لاتے تھے، میرا غصہ آمد ہے جب آتا ہے تو عقل و ہوش پر غلبہ پالیتا ہے"۔ [1]

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی صاحب کی طبیعت میں شدید غصہ پایا جاتا تھا اور وہ غصہ میں آپے سے باہر ہوجاتے تھے۔اُن کے غصہ اور تیزی طبع کا عالم یہ تھا کہ عقل وہوش مغلوب ہوجاتے تھے۔

پس ایسی صورت میں جب وہ بوجہ غصہ عقل وہوش سے عاری ہو گئے ہوں اور یہ الفاظ بدتمیزی وبدتہذیبی اپنی زبان سے نکال دیئے ہوں تو کون سی بعید بات ہے۔اُن کے غصہ کے سامنے یہ معاملہ بالکل بھی مستبعد نہیں ہے،لہٰذا دیوبندیوں کا شاہ اسماعیل دہلوی کے ان الفاظ کی وکالت کرنا بے سُود ہے۔

جب دہلوی صاحب نے اپنی کتاب" تفویۃ الایمان" میں چُوڑے اور چمار جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں، پس اگر وہ علماء کی بھری محفل میں بشمول خاص وعام پانچ ہزار کے مجمع میں الفاظِ بدتمیزی و بدتہذیبی زبان سے نکال دیں تو کیا جائے عجب ہے۔

بہرحال اس پر تو فریقین متفق ہیں کہ اسماعیل دہلوی صاحب لاجواب ہوکر مناظرے سے بھاگ گئے تھے، اگرچہ آل دیوبند الفاظ کے تفاوت سے اِس معاملہ کو کسی اور رنگ میں پیش کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

---

[1] جماعت مجاہدین، از غلام رسول مہر، صفحہ 118، کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو

دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اس ساری روئیداد سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمدللہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحیٔ بڈھانوی وشاہ اسماعیل شہید ورحمۃ اللہ علیہما کا درس ووعظ برابر جاری تھا اور وہ بھی چند ساعت کے لئے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک، یہ درس جاری رہتا، اگر یہ حضرات معاذاللہ اتنے بڑے گستاخ تھے یا پورا دہلی یا خاندان ولی اللٰہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی "۔[1]

الجواب: سابقہ صفحات میں آپ نے جو حوالے پڑھے ہیں اُن سے بخوبی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ تمام علماء دہلی میں سے اور خاندان ولی اللٰہی میں سے کوئی بھی ان دونوں یعنی اسماعیل دہلوی اور عبدالحیٔ بڈھانوی کا ممد ومعاون نہ تھا اور پُورے دہلی میں اِن دو افراد کے سوا ان کے نظریات رکھنے والا کوئی صاحب علم موجود نہ تھا، اگر ایروں غیروں میں سے کوئی اِکا دُکا اِن نظریات کا حامل ہو تو بھی وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہوگا۔

باقی رہی بات اِن کے درس وعظ کی تو ہم یہاں پر ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ لوگ ان کے وعظ میں ان کی کیسی عُزت کیا کرتے تھے، حوالہ ملاحظہ کریں:

دیوبندی مذہب کی مشہور ومعروف کتاب "ارواحِ ثلاثہ" میں مَرقُوم ہے کہ:

"جناب خان صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے، اثنائے وعظ میں ایک شخص اُٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب! ہم نے سنا ہے کہ تم حرامی ہو۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ پھلت اور خود دہلی میں ہنوز موجود ہیں اور یہ فرما کر پھر

[1] دفاع، ص125۔

وعظ شروع کر دیا"۔[1]

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے لوگ اسماعیل دہلوی کے وعظ سے بیزار و نالاں تھے اور دوران وعظ بھی ایسے جملوں سے (جو حوالہ میں ذکر ہوئے) اس کی خاطر مدارت کرتے رہتے تھے، اور صاف ظاہر ہے کہ اُس آدمی کو، جس نے یہ جملہ کہا، عوامی حمایت بھی حاصل تھی ورنہ ایک آدمی بھرے مجمع میں مجمع کے محبوب خطیب وواعظ کو ایسا کیسے کہہ سکتا ہے؟ پھر خاص طور پر اسماعیل دہلوی کو ایسا کہنا (جو کہ خاندان ولی اللّٰہی سے تعلق رکھتے تھے) بہت بڑی بات تھی، ایسا تب ہی ممکن تھا جب اس آدمی کو عوام حمایت حاصل ہوا ور دہلی کے خاص و عام اسماعیل دہلوی سے بیزار ہو چکے ہوں۔

اس حوالہ پر مزید کچھ لکھنے کی ہماری تہذیب وشرافت ہمیں اجازت نہیں دیتی ،ہاں البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی عوام اسماعیل دہلوی کی روز روز کی بے جا تقاریر سے تنگ و بیزار تھی اور کہتے ہیں کہ تنگ آمد بجنگ آمد، لہٰذا اس آدمی نے بھرے مجمع میں یہ کارروائی کی۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا اسماعیل دہلوی کی وکالت میں اُن کے وعظ کو پیش کرنا بے فائدہ ہے۔ اُن کے وعظ کی حالت تو آپ لوگوں نے معلوم کر لی، پھر اُن کے وعظ سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

علماءَ دھلی کے سامنے اسماعیل دھلوی کی حیثیت

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"رضا خانی حضرات نے نام نہاد دہلی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے یہ تأثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ پُورا خاندانِ ولی اللّٰہی شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولانا رشید الدین

---

[1] ارواحِ ثلاثہ، حکایت 44، ص 69، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۔

ومولانا مخصوص اللہ ومولانا موسی صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے اور پُورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں، ان کا ادب واحترام اپنی جگہ مگر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علمِ تقوی ومقامِ اَرفع کے سامنے اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی"۔[1]

الجواب :

دیوبندی موصوف نے اپنے اس اعتراض میں جہالت وبے علمی کا صاف وکھُلا مظاہرہ کیا ہے

(1) دیوبندی موصوف اس مناظرے کو نام نہاد دہلی مناظرہ قرار دیتے ہیں ۔ دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ اگر یہ نام نہاد مناظرہ تھا تو بڈھانوی صاحب نے کس چیز کی رُوئیداد قلم بند کی ہے، یعنی دیوبندی موصوف کے اُصول کے مطابق یہ رُوئیداد مناظرہ نام نہاد ہے اور پھر دیوبند موصوف نے اس روئیداد کو اپنی کتاب کی زینت بھی بنایا ہے اور اسی مناظرے کے متعلق تقریباً تیس صفحات سیاہ کئے ہیں ۔

پس اگر یہ نام نہاد مناظرہ تھا تو دیوبندی موصوف کو اتنے صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ حالانکہ وہ تمام تذکرہ نگار جنہوں نے اسماعیل دہلوی وسیّد احمد رائے بریلی کے متعلق کچھ لکھا ہے انہوں نے بھی اس مناظرے کے متعلق اپنی اپنی کتب میں تحریر کیا ہے۔

نمبر (2) دیوبندی موصوف نے خاندانِ ولی اللّٰہی کی مخالفت کا بھی انکار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی وشاہ محمد موسی دہلوی کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ دونوں افراد مناظرہ دہلی میں اسماعیل دہلوی کے مخالف تھے اور ان کی وہ تحریریں جو ردّ وہابیہ میں تحریر شدہ ہیں وہ بھی ببانگِ دُہل اس مُدعا پر شاہد ہیں کہ یہ لوگ اسماعیل دہلوی کے

[1] دفاع، 129۔

نظریات کے حامی ومؤید نہ تھے۔

نمبر (3) دیو بندی موصوف کا علماء دہلی کے متعلق یہ کہنا کہ اسماعیل دہلوی کے علم وتقوی ومقامِ ارفع کے سامنے اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی، مبالغہ آرائی پر مبنی ہے، اور اِس کا حقیقت سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

دیو بندی موصوف کو ہم حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے یہاں چند حوالے نقل کرتے ہیں ،اُمیدِ واثق ہے کہ اِن کو پڑھنے کے بعد دیو بندی موصوف کا دماغ ٹھکانے آجائے گا۔

اسماعیل دہلوی صاحب نے مولوی عبدالحیؒ بڈھانوی سے پڑھا تھا، یعنی عبدالحیؒ بڈھانوی صاحب اسماعیل دہلوی کے بھی اُستاد تھے ،اِس حقیقت کے متعلق ابُو الحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ نے بھی آپ سے پڑھا تھا اور اہلِ علم کے نزدیک علومِ رسمیہ میں مولانا عبدالحیؒ صاحب کا پایہ سیّد صاحب کی جماعت میں سب سے بلند تھا، سید صاحب بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے"۔[1]

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ عبدالحیؒ بڈھانوی صاحب سید احمد رائے بریلی کی جماعت (یعنی جماعتِ وہابیہ) میں سب سے بلند پایہ رکھنے والے مولوی تھے ،اور خُود ان کا اعتراف مولانا رشید الدین خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق موجود ہے، جس کو موصوف نے خُود اپنی اسی دفاع میں نقل کیا ہے، جس میں انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ:

" فنون فضیلت و دانش مندی اور تبحر علمی میں اس بندے سے بدرجہا ان سے افضل واعلی ہیں"۔[2]

عبدالحیؒ بڈھانوی صاحب جو کہ اسماعیل دہلوی سے بھی عندالوہابیہ بلند پایہ عالم تھے (جس

---

[1] کاروان ایمان وعزیمت، صفحہ 12، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

[2] دفاع، ص 113۔

کی صراحت ابوالحسن ندوی صاحب نے کی ہے) اور وہ عبدالحیٔ صاحب خود مولانا رشید الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بدرجہا افضل واعلیٰ تسلیم کررہے ہیں اور یہ اُن کی کوئی کسرنفسی بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو خود لکھ رہے ہیں کہ" بےتصنع وتکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے"[١]، لہٰذا دیوبندی موصوف کا اسماعیل دہلوی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ علماء دہلی کے مقابلہ میں مقامِ ارفع رکھتے تھے یہ ان کی غالیانہ عقیدت مندی اور جاہلانہ حماقت ہے۔

اسماعیل دہلوی کی صحیح پوزیشن کے متعلق نہ صرف وہ خود وہابی کتب سے ناآشنا ہیں بلکہ اپنی لکھی ہوئی تحریر سے بھی لاعلم وغافل ہیں۔ ہمارا ان کو مشورہ ہے کہ اگر وہ اپنے اکابرین کی کتابیں نہیں پڑھتے تو کم ازکم اُن اقتباسات کو ضرور پڑھ لیا کریں جن کو آپ نے سرقہ کر کے اپنے کتاب کی زینت بنانے کی کوشش کی ہے۔

حضرت رشیدالمتکلمین مولانا رشیدالدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مزید ایک حوالہ ملاحظہ کریں:" مولوی رشید الدین خان صاحب بڑے فاضل یکتا اور صاحب تصانیف تھے خصوصی تردید مذہب اہل تشیع میں آپ کی بہت تحریر ہے اوراس خاندان والاشان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں"۔[٢]

خلاصہ کلام :

علماءِ دہلی بالخصوص حضرت رشیدالدین خان رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اسماعیل دہلوی کی کوئی حیثیت نہیں تھی ، نہ صرف اسماعیل دہلوی بلکہ اسماعیل دہلوی کے استاد عبدالحیٔ بڈھانوی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ،لہذا اسماعیل دہلوی کو ان سے ارفع قرار دینا موصوف کی نِری مبالغہ آرائی ہے۔

---

[١] دفاع،ص 113۔

[٢] الرحیم،اپریل ۱۹۶۸ء،فائل پیج 854۔